Scanned by CamScanner

تفسیر نور الثقلین (جلد ہفتم)

مفسّر

محدثِ جلیل العلامۃ النحبیر الشیخ عبدِ علی الحویزی

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری

نظرِ ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ

موبائل: 9415102990, 9369444864

نام کتاب	:	تفسیر نور الثقلین (جلد ہفتم)
مفسر	:	محدث عبد علی بن جمعۃ العروسی الحویزی
مترجم	:	حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
پروف ریڈنگ	:	غلام حیدر چودھری
اشاعت	:	فروری ۲۰۱۱ء
ناشر	:	طٰہٰ پبلشنگ سینٹر
ہدیہ	:	۳۰۰ روپے
بصد شکریہ	:	ادارہ منہاج الصالحین

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ

فون: 2647590 موبائل: 9415102990, 9369444864

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تفسیر نور الثقلین

فہرست

سورۂ سبا کے فضائل

سورۂ فاطر کے فضائل

سورۂ یٰسٓ کے فضائل

سورۂ صافات کے فضائل

سورۂ صٓ کے فضائل

سورۂ الزمر کے فضائل

سورۂ مومن کے فضائل

سورۂ حٰم السجدہ کے فضائل

سورۂ شوریٰ کے فضائل

سورۂ زُخرف کے فضائل

سورۂ دُخان کے فضائل

سورۂ جاثیہ کے فضائل

سورۂ احقاف کے فضائل

سورۂ محمدؐ کے فضائل

✵ ...... ✵ ...... ✵

ذکر اور ذاکر

وَالذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّالذّٰکِرٰتِ ...... ”اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں“۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر رات دس آیات تلاوت کرے تو اس کا نام غفلت کرنے والوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص ہر رات پچاس آیات تلاوت کرے تو اس کا نام ذکر کرنے والوں میں لکھا جائے گا اور جو شخص ایک سو آیات پڑھے تو اس کا نام ”قانتین“ میں لکھا جائے گا اور جو شخص دو سو آیات پڑھے تو اس کا نام خاشعین میں لکھا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بجلی کسی ذاکر پر نہیں گرے گی۔

پوچھا گیا کہ ”ذاکر“ کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ذاکر وہ ہے جو روزانہ ایک سو آیات کی تلاوت کرتا ہو۔

مجمع البیان میں ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو نمازِ شب کے لیے بیدار کرتا ہے اور میاں بیوی وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں تو ملائکہ ان کا نام کثرت سے ذکرِ خدا کرنے والوں میں لکھتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص رات کو تسبیح فاطمہؑ پڑھ کر سوئے گا تو اس کا نام کثرت سے ذکرِ خدا کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔

رضا بالقضاء

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا ؕ﴿۳۶﴾

”جب خدا اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی بھی مومن مرد اور مومن عورت کو اس کے معاملہ کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو چکا“۔

مقصد یہ ہے کہ جب خدا اور اس کا رسولؐ کسی کے متعلق کوئی فیصلہ کر دیں تو اس کا ذاتی اختیار سلب ہو جاتا ہے اور اسے خدا و رسول کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے اور یہی مومن کی علامت ہے۔

یہاں قضا سے قضائے تشریعی مراد ہے، قضائے تکوینی مراد نہیں ہے، کیونکہ قضائے تکوینی اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں تسلیم و رضا کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیز ان)

قضائے تکوینی پر راضی رہنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے:

کتاب التوحید میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا: اگر تو اپنے خالق کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تو اس کا رزق کھانا چھوڑ دے۔ اور اگر تو خدا کے دشمن سے دوستی رکھنے کا خواہش مند ہے تو اس کی سلطنت سے نکل جا اور اگر تو اس کی تقدیر پر راضی نہیں ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور رب تلاش کر۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میری قضا پر راضی نہیں اور میری تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا تو میرے علاوہ کوئی اور معبود تلاش کرے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ کی ہر قضا میں مومن کے لیے کوئی نہ کوئی بھلائی ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے روایت کی کہ ایک دن رسولؐ خدا اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: کیا تم مجھ سے ہنسنے کی وجہ نہ پوچھو گے؟ میں اس لیے ہنسا کہ مسلمان پر اللہ کی جو بھی قضا وارد ہوتی ہے انجام کے لحاظ سے اس میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

قصۂ زید و زینب

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ رسولؐ خدا نے زید بن حارثہ کے لیے اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کا رشتہ طلب کیا۔ زینب نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ کی آیت نازل فرمائی۔ جب زینب بنت جحش نے یہ آیت سنی تو اس نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں اپنے اختیار کو آپؐ کے فیصلہ پر قربان کرتی ہوں۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے اس کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا۔ زینب ایک معزز خاندان کی عورت تھی جب کہ زید ایک زرخرید غلام تھے۔ عورتوں نے زینب کو طعنے دیئے اسی لیے میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو گئی۔

زید رسولؐ خدا کے پاس آتے تھے اور بیوی کی بدخلقی کی شکایت کرتے تھے۔ رسولؐ خدا اسے ہدایت کرتے تھے کہ

اپنی بیوی کے ساتھ نباہ کرتے رہو اور خدا سے ڈرو۔ زید نے کچھ عرصہ تک تو اسے برداشت کیا لیکن معاملہ زید کی برداشت سے باہر ہوگیا۔ آخرکار اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔ جب عدت پوری ہوئی تو ایک دینی مصلحت کی غرض سے رسولِ خدا نے زینب کو نکاح کا پیغام بھیجا جسے اس نے خوش دلی سے قبول کیا اور یوں آنخضرت کی زینب سے شادی ہوگئی۔

بعض محدثین ومفسرین نے یہاں تک ستم رانی کی کہ آنخضرتؐ زید سے ملنے کے لیے اس کے دروازے پر گئے۔ اس وقت گھر میں زینب اکیلی تھی اور وہ نہا رہی تھی۔ رسولِ اکرمؐ نے جب اس کے سراپا کو دیکھا تو دل ہار گئے اور زور سے کہا کہ وہ ذات پاک ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔

ایک صوفی بزرگ نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت داؤدؑ نے اوریا کی بیوی کو عریاں حالت میں دیکھا تو وہ عورت اوریا کے لیے حرام ہوگئی اور رسولِ خدا نے زید بن حارثہ کی بیوی کو عریاں حالت میں دیکھا تو وہ زید پر حرام ہوگئی (استغفر اللہ)۔

(یاد رہے کہ شیعہ مفسرین ایسی روایات کو معتبر نہیں سمجھتے)

یہ تمام باتیں رسولِ خدا کی عزت وعظمت کے منافی ہیں، لہٰذا اس طرح کی داستانوں پر ایمان نہیں رکھنا چاہیے اور اس موضوع کی روایات کو ہم نے یہاں حذف کر دیا ہے۔ بات اتنی سی تھی کہ خداوند عالم نے حضرت زینب کا دو مقاصد کے لیے انتخاب کیا تھا:

① عرب معاشرہ میں قوم قبیلہ کی بڑی اہمیت تھی اور قریش اپنے آپ کو باقی قبائلِ عرب سے ممتاز سمجھتے تھے اور وہ اپنے خاندان کی لڑکی دوسرے قبیلہ میں دینا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ آنخضرتؐ نے حضرت زینب کا حضرت زید سے نکاح کر کے قومیت کے بت کو پاش پاش کیا اور عملی طور پر یہ درس دیا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا کفو ہے۔ (اللہ اکبر، مصحح)

② مکی زندگی میں رسولِ خدا زید کو اپنا متبنّٰی بنا چکے تھے اور لوگ زید کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ آپ آخری نبی تھے اگر متبنّٰی گیری کی رسم کو آپ خود نہ توڑتے تو یہ رسم قیامت تک قائم رہتی۔ اسی لیے مصلحتِ خداوندی کا یہ تقاضا ہوا کہ زید اپنی بیوی کو طلاق جاری کریں اور رسولِ خدا اس کی مطلقہ سے شادی کریں، تاکہ اس ذریعہ سے متبنّٰی گیری کی خودساختہ رسم کا خاتمہ کیا جاسکے۔

آنخضرتؐ کو بھی عرب روایات کا پورا احساس تھا، آپ جانتے تھے کہ جیسے ہی زینب سے میرا عقد ہوگا تو لوگ کہیں گے کہ محمدؐ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے جب کہ بہو سے نکاح کفار میں بھی جائز نہیں تھا، اس لیے آپؐ لوگوں سے ڈرتے تھے مگر خدا نے آپ کو تسلی دی کہ آپ میرے رسولؐ ہیں، آپ کو مجھ سے ڈرنا چاہیے، میرے علاوہ باقی کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے

اور ویسے بھی میرا پیغام پہنچانے والے میرے علاوہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں۔

اتنی سی بات کو لوگوں نے داستان بنا دیا۔ (اضافۃ من المترجم)

جوامع الجامع میں منقول ہے کہ ام المومنین زینب بنت جحش رسولؐ خدا کے سامنے یہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے آپ کی باقی ازواج پر تین قسم کے امتیاز حاصل ہیں:

① آپ کا دادا اور میرا دادا ایک تھا۔ ② اللہ نے میری تزویج آپؐ سے کی ③ سفیر نکاح جبریلؑ تھے۔(یعنی جبریلؑ اللہ کا حکم لے کر آئے تھے کہ آپؐ زینب سے نکاح کریں، مصحح)

محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰

"محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاءؑ کے خاتم ہیں، اللہ ہر چیز کے جاننے والا ہے"۔

جب رسولؐ خدا نے زینب بنت جحش سے شادی کی تو کفار و منافقین کی زبانیں کھل گئیں اور وہ کہنے لگے کہ کل تک تو زید محمدؐ کا بیٹا تھا اور اس کی بیوی ان کی بہو تھی۔ اب انھوں نے بہو کو بھی بیوی بنا لیا ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ وہ صرف اللہ کے رسولؐ اور آخری نبی ہیں۔ اللہ ہر چیز کے جاننے والا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ زینب بنت جحش بہو تو جب بنتی کہ اگر آنحضرتؐ کے کسی صُلبی بیٹے کی بیوی ہوتی۔ جب آنحضرتؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ ہی نہیں ہیں تو زید بیٹا کیسے بنا اور اس کی بیوی بہو کیسے بنی؟

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی۔ اُس وقت آپؐ کی عمر بیس برس سے کچھ زیادہ تھی۔ اور اعلانِ نبوت کے بعد طیب و طاہر اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد صرف حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام پیدا ہوئی تھیں جب کہ طیب و طاہر

اس سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔

وضاحت: وہ روایت جس میں آنحضرتؐ کی چار صُلبی بیٹیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے عندالتحقیق مضطرب ہے، کیونکہ یہ روایت باب التاریخ میں مذکور ہے۔ کسی حدیث کے باب میں مذکور نہیں ہے۔ اور اس روایت کو کسی راوی سے منسوب نہیں کیا گیا۔ یہ سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے، جب کہ حضرت فاطمہ زہراءؑ کے علاوہ باقی بیٹیوں کے متعلق اختلاف ہے اور اس کے لیے تین اقوال پائے جاتے ہیں:

① مذکورہ لڑکیاں رسولؐ خدا کی صُلبی بیٹیاں تھیں۔

② مذکورہ لڑکیاں اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لے پالک تھیں۔ ان کی ماں کا نام ہالہ تھا اور یہ لڑکیاں حضرت خدیجہؓ کے پاس رہتی تھیں اور جب حضرت خدیجہؓ کا رسولِ اکرمؐ سے نکاح ہوا تو یہ لڑکیاں بھی ان کے ساتھ رسولؐ خدا کے گھر میں آگئیں اور لوگوں نے انہیں آنحضرتؐ کی بیٹیاں کہنا شروع کر دیا تھا۔

③ مذکورہ لڑکیاں حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے تھیں اور وہ آنحضرتؐ کے گھر میں پرورش پاتی رہی تھیں۔

(مترجم کی نظر میں دوسرا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم بحقائق الامور)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے آنحضرتؐ کو ابراہیم نامی فرزند عطا کیا تھا، لیکن وہ بھی دو ڈھائی برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے اور اس کے متعلق من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب رسولؐ خدا کے فرزند ابراہیم کی وفات ہوئی تو آنحضرتؐ نے یہ الفاظ کہے تھے:

"ابراہیم! ہمیں تیرے بچھڑنے کا غم ہے اور ہم صبر کرتے ہیں، دل غمگین ہے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم کوئی ایسی بات نہیں کرتے جس سے رب ناراض ہو"۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے آیتِ مباہلہ میں وابنآئنا کہہ کر رسولِ اکرمؐ کا بیٹا قرار دیا ہے۔ آنحضرتؐ بھی حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام کو ہمیشہ بیٹا کہہ کر ہی مخاطب کیا کرتے تھے جیسا کہ مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اِنَّ ابنِی هَذَا سَیِّدٌ۔

رسولِ اکرمؐ نے حسنین کریمینؑ کے متعلق یہ کہا تھا: اِبنَایَ هَذَانِ اِمَامَانِ قَامَا اَو قَعَدَا "میرے یہ دو بیٹے امام ہیں چاہے وہ بیٹھ جائیں یا کھڑے ہو جائیں"۔ یعنی خواہ وہ صلح کر لیں پھر بھی امام ہیں اور خواہ جنگ کریں پھر بھی امام ہیں۔

ائمہ اہلِ بیتؑ ہمیشہ رسولؐ خدا کو والد کہہ کر سلام کرتے تھے جیسا کہ تہذیب الاحکام میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے قبرِ رسولؐ پر یہ کہہ کر سلام کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ "ابا جان! آپؐ پر میرا سلام ہو"۔

رسولِ خدا کی مشہور حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا: "ہر نبی کے نواسے اپنے والد کی طرف منسوب ہوتے تھے، لیکن اولادِ فاطمہؑ میری طرف منسوب ہوگی۔ میں ان کا باپ ہوں"۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام رسولِ خدا کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ نے سر اُٹھا کر حبیبِ خدا کو دیکھا اور کہا: يَا اَبَتِ "اے بابا!"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَبَّيْكَ يَا بُنَيَّ "جی میرے فرزند!"

امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا: آپؐ یہ بتائیں جو آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی زیارت کے مقصد سے آپؐ کے پاس آئے تو اُس کے لیے کیا اجر ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے فرزند! جو میری وفات کے بعد صرف میری زیارت کے مقصد سے میرے پاس آئے گا تو خداوندِ متعال اُسے جنت عطا فرمائے گا۔

ختمِ نبوت

مناقب ابن شہر آشوب میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ جملے سنے، اُنہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: یا علیؑ! میں خاتم الانبیاءؑ ہوں اور آپؑ خاتم الاولیاءؑ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ پر سوا لاکھ انبیاءؑ کا سلسلہ تمام ہوا اور مجھ پر ہزار اوصیاء کا سلسلہ تمام ہوا اور جتنی زحمات اُٹھانا پڑیں اتنی زحمات کسی نے نہیں اُٹھائیں۔

روضۂ کافی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰؑ! (آخر میں) میں اپنا نبی روانہ کروں گا جو اُمّی ہوگا اور وہ سچا بندہ ہوگا، اور اس پر برکت بھیجی جائے گی اور وہ جس بھی چیز میں ہاتھ ڈالے گا اُس میں برکت ڈال دی جائے گی۔ یہ بات پہلے سے میرے علم میں موجود ہے اور میں نے اسے اسی مقصد کے پیشِ نظر ہی پیدا کیا ہے۔ میں اس کے وسیلہ سے قیامت کی گھڑی کو کھولوں گا اور اس کی اُمت کے ذریعہ سے دنیا کی چابیوں پر مہر لگا دوں گا۔

عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پیدائش کے لحاظ سے تمام انبیائے کرامؑ

سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور سب سے آخر میں مبعوث ہوا ہوں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جابر بن عبداللہ سے صحیح حدیث میں رسولؐ خدا کا یہ فرمان منقول ہے کہ انبیاء میں میری مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا ہو اور اس گھر کو اس نے مکمل کیا ہو اور اسے ہر لحاظ سے خوبصورت بنایا ہو، مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ جو بھی اس محل میں داخل ہوتا تو وہ کہتا تھا کہ یہ محل ہر لحاظ سے مکمل ہے، لیکن ابھی ایک اینٹ کی گنجائش موجود ہے۔ چنانچہ میں نبوت کے اس محل کی آخری اینٹ بن کر آیا ہوں۔ میرے ذریعہ سے سلسلۂ انبیاءؑ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ذکر کثیر

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

"اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حد و انتہا ہوتی ہے جہاں آ کر وہ چیز رُک جاتی ہے مگر ذکرِ الٰہی ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واجبات فرض کیے ہیں جو انھیں ادا کردے تو وہ ان کی حد ہے۔ مثلاً روزوں کی حد ماہِ رمضان تک ہے۔ حج کی حد یہ ہے کہ یہ صاحبِ استطاعت پر پوری زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے۔ لیکن ذکرِ الٰہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی خدا نے کوئی حد مقرر نہیں کی اور وہ قلیل ذکر پر بھی راضی نہیں ہوا۔ اس نے فرمایا ہے: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ "اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور میرے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام کثیر الذکر تھے، میں ان کے ساتھ چلتا تو وہ سارا راستہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے، دورانِ طعام بھی اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے بھی وہ اللہ کے ذکر کا وقفہ نکال لیا کرتے تھے۔ اُن کی زبان ہر وقت "لا الٰہ الا اللہ" کے ورد میں مصروف رہتی تھی۔ وہ گھر میں تمام افرادِ خانہ کو نمازِ فجر کے بعد جمع کر کے بٹھاتے تھے اور ہمیں حکم دیتے تھے کہ طلوعِ آفتاب تک ذکر کرتے رہیں نیز ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیتے تھے اور جو چھوٹے بچے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے انھیں ذکر میں مصروف رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہو، اس

گھر میں رحمتوں کی کثرت ہوتی ہے۔ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ گھر اہلِ آسمان کو ایسے ہی چمکتا ہوا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ اہلِ زمین کو ستارے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو اور جہاں تلاوتِ قرآن نہ کی جاتی ہو تو وہاں برکت کم ہوجاتی ہے اور رحمت کے فرشتے اس گھر کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہاں شیاطین کی آمدورفت شروع ہوجاتی ہے۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے تمھارے درجات بہت زیادہ بلند ہوں اور تمھارے مالک کے نزدیک تمھاری پاکیزگی کا ذریعہ ہو اور وہ دینار و درہم سے بہتر ہو؟ اور کفار کے مقابلہ میں مرنے مارنے سے بھی بہتر ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ضرور بتائیں۔

آپؐ نے فرمایا: وہ ہے اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! حاضرین مسجد میں سے بہتر کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جو مسجد میں بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ خدائے متعال کا ذکر کرے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے خدا نے ذکر کرنے والی زبان عطا کی تو اسے دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب ہوئی اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے کسی بھی نیک عمل کو کثیر نہ سمجھا کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعہ وہ ہیں کہ جب تنہا ہوں تو اللہ کو کثرت سے یاد کریں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کا کثرت سے ذکر کرے تو اسے خدا کی محبوبیت کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے اور جو شخص کثرت سے اللہ کا ذکر کرے تو اللہ اسے دو مصیبتوں سے بچائے گا: ① دنیا میں اسے منافقت میں آلودہ نہ ہونے دے گا ② اور آخرت میں اسے دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی تسبیح اس ذکرِ کثیر میں شامل ہے جس کا خدائے متعال نے حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ "اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو اللہ کا کثرت سے ذکر کرے اللہ اسے اپنی جنت کے سائے میں جگہ عطا کرے گا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے خلوت اور تنہائی کے لمحات میں اللہ کا ذکر کیا تو اس نے اللہ کو کثرت سے یاد کیا۔ منافقین کی عادت تھی کہ لوگوں کے سامنے تو خدا کا ذکر کرتے تھے جب کہ تنہائی میں ذکرِ خدا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۱۴۲﴾ (النساء:۱۴۲) ''وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں''۔

قرب الاسناد میں عبداللہ بن بکیر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اللہ کا ذکر کثرت سے کرو'' تو اس ذکرِ کثیر کی کم از کم حد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد کم از کم تینتیس بار ''سبحان اللہ'' کہنا اس کی کم از کم حد ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ''ذکرِ کثیر'' کے مفہوم میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنا ذکرِ کثیر ہے۔ ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے کہ جو شخص ان کلمات کو تیس بار کہے تو اس نے خدا کا ذکر کثرت سے کیا ہے۔

واحدی بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت جبریلؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا کہ آپؐ یہ کلمات پڑھیں:

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ عَدَدَ مَا عَلِمَ وَزِنَةَ وَمِلَاءِ مَا عَلِمَ

جو بھی ان کلمات کو پڑھے گا اسے چھ چیزیں ملیں گی: ① اس کا نام خدا کا ذکرِ کثیر کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔ ② اس رات اور دن میں جو لوگ خدا کا ذکر کریں گے وہ ان سے افضل قرار پائے گا۔ ③ اس کے لیے جنت میں درخت کاشت کیے جائیں گے۔ ④ اس کے گناہ جھڑ جائیں گے جیسے درخت کے سوکھے پتے جھڑتے ہیں۔ ⑤ خدا اس پر نگاہِ رحمت کرے گا اور ⑥ جس پر خدا نگاہِ رحمت کرے وہ اسے عذاب نہیں دیتا۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: تین باتوں پر عمل کرنا مومن کے لیے انتہائی مشکل ہے: ① اپنی دولت سے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنا۔ ② اپنی ذات سے انصاف دلانا۔ ③ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ کہنا مشکل ہے۔ اصل ذکر یہ ہے کہ

جب اس کے سامنے حرام چیز پیش کی جائے تو وہ اللہ کو یاد کر کے حرام سے باز رہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین باتوں کی لوگوں میں طاقت نہیں ہے: ① لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔ ② اپنی دولت سے اپنے بھائیوں کی مدد کرنا۔ ③ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا۔

اُصولِ کافی میں اسحاق بن فروخ سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اسحاق بن فروخ! جو شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہزار بار اس پر درود بھیجتے ہیں۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝

"وہ وہی تو ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں تا کہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور وہ مومنین پر مہربان ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر اور علیؑ پر خدا نے سات سال تک درود بھیجا۔ اس عرصہ میں کوئی بھی اس درود میں شامل نہ تھا، کیونکہ اس وقت میرے اور علیؑ کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآن کریم میں لقاء اللہ (اللہ کی ملاقات) کے لفظ دکھائی دیتے ہیں، آخر اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مبعوث ہونا مراد ہے اور تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ کا مقصد یہ ہے کہ جس دن انھیں مبعوث کیا جائے گا، انھیں سلامتی کا تحفہ دیا جائے گا۔

شانِ مصطفیؐ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝

"اے پیغمبرؐ! ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے"۔

علل الشرائع میں منقول ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ آنحضرتؐ سے ملنے کے لیے آیا۔ ان کے عالم نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا نام بشیر، نذیر اور داعی کیوں ہے؟

آپؐ نے فرمایا: میں اپنے پیروی کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیتا ہوں اور نافرمانی کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور میں خدا کے راستے کی دعوت دیتا ہوں۔

اس آیتِ مجیدہ کے ضمن میں علامہ رازی لکھتے ہیں کہ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تادیب کی ہے اور انھیں تعلیم دی ہے۔ سورۂ احزاب کا آغاز یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ سے کیا گیا۔ اس میں نبیؐ کو تعلیم دی گئی کہ ان کا خدا سے معاملہ کس نوعیت کا ہونا چاہیے، پھر یَاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ...... کی آیت میں خدا نے اپنے حبیبؐ کو تعلیم دی کہ ان کا معاملہ اپنی بیویوں سے کیسا ہونا چاہیے۔ پھر یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ...... کی آیت میں خدا نے اپنے حبیبؐ کو تعلیم دی کہ ان کا معاملہ خلقِ خدا کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے؟

اللہ نے اپنے نبی معظمؐ سے فرمایا کہ ہم نے تمھیں "شاہد" بنا کر بھیجا ہے۔ حبیبِ خدا جہانِ دنیا میں شاہد ہیں اور آخرت میں آپ گواہی دیں گے اسی لیے آپ "شہید" ہیں۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ نبی اکرمؐ توحیدِ پروردگار کے شاہد یعنی گواہ بن کر آئے۔ آپؐ نے دنیا میں پہنچ کر خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا، آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اب توحید کے لیے بھی گواہ کی ضرورت تھی اور نبوت کے لیے بھی گواہ کی ضرورت تھی۔

آپؐ نے دنیا میں رہ کر خدا کی توحید کی گواہی دی اسی لیے آپؐ توحید کے شاہد بنے۔ اب آپؐ کی نبوت کی گواہی کون دے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ "(المنافقون:۱)" "اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپؐ اس کے رسول ہیں"۔

آنحضرتؐ نے دنیا میں رہ کر احوالِ آخرت جنت، دوزخ، میزان اور صراط کی گواہی دی اور جب قیامت کا دن ہوگا تو آپ لوگوں کی اطاعت، نافرمانی اور صلاح اور فساد کی گواہی دیں گے۔

اس آیتِ مجیدہ میں حسنِ ترتیب کی پوری رعایت دکھائی دیتی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا: ہم نے آپ کو "شاہد" یعنی گواہ بنا کر بھیجا۔ آپ 'لا الٰہ الا اللہ' کے گواہ بن کر آئے۔ اب جو بھی شخص خدا کی توحید پر ایمان لائے گا تو آپ اس کو جنت کی بشارت دیں گے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ "شاہد" کے بعد کہا: و مبشرا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا، اور جو آنحضرتؐ کی تبلیغ سن کر بھی ایمان نہ لائے تو آپ کا کام یہ ہے کہ اسے دوزخ کے عذاب سے خبردار کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ "اے نبیؐ، ہم نے آپ کو شاہد بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ پھر صرف "لا الٰہ الا اللہ" زبان سے کہنا کافی نہیں تھا اس کے لیے پورے یقین سے راہِ خدا کی دعوت کی ضرورت ہے، اسی لیے خدا نے فرمایا: وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ ہم نے آپؐ کو خدا کے حکم سے اس کی طرف بلانے

والا بنا کر بھیجا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کامیاب داعی وہ ہوتا ہے جو کہ حقائق کی روشنیوں کا امین ہو اور اگر کوئی نور حقیقت کا حامل نہ ہو تو وہ کامیاب داعی کہلانے کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ اسی حقیقت کی طرف خدا نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا "ہم نے آپ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے"۔

چراغ کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس سے ہزاروں چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے بھی صحابہ اور اُمت میں ہزاروں ہدایت کے دیئے روشن کیے تھے۔

اس آیتِ مجیدہ سے متصل دو آیات یعنی وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ کا تعلق بھی آپؐ کے بشارت و نذارت کے منصب سے ہے۔ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... کی آیت آپؐ کے "مبشر" ہونے کا ثبوت ہے اور وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ ...... کی آیت آپؐ کے "نذیر" ہونے کی دلیل ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن الرازی)

زفاف سے قبل طلاق ہوجائے تو پھر عدت نہیں ہوگی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

"اے اہلِ ایمان! جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور زفاف سے قبل تم نے ان کو طلاق دی ہو تو ان پر تمھاری عدت میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم انھیں کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچاؤ اور آبرومندانہ طریقہ سے انھیں رخصت کردو"۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس عورت سے نکاح ہوجائے اور زفاف کی نوبت نہ آئی ہو اور شوہر طلاق دے دے تو عورتوں کے لیے کوئی عدت طلاق نہیں ہے اور شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی منکوحہ کو کچھ نہ کچھ دے دلا کر آبرومندانہ طریقہ سے رخصت کرے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ جس عورت کو طلاق ہوجائے، اسے ذہنی اذیت اور دکھ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس سے دشمنوں کو خوشی منانے کا موقع ملتا ہے، جب کہ اللہ کریم ہے اور وہ اہلِ حیا کو پسند کرتا ہے۔ تم میں سے وہ لوگ خدا کے حضور زیادہ عزت والے ہیں جو اپنی بیویوں کا احترام کرتے ہیں۔ اس شرعی مسئلہ کی تفصیل کے لیے الکافی کی حسب ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں۔

① عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میرے والد نے میری موجودگی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا

کہ ایک شخص کا کسی عورت سے نکاح ہوا۔ عورت کی باقاعدہ رخصتی ہوئی لیکن مرد نے اسے مس تک نہ کیا اور اسے طلاق جاری کردی تو کیا عورت پر عدت واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عدت کا تعلق مادۂ منویہ سے ہے۔

حاضرین میں سے ایک نے کہا: مولاؑ! پھر یہ بتائیں کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے مقاربت کرے اور انزال نہ ہو اور وہ طلاق جاری کردے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب دخول ہوگیا تو پھر غسل، حق مہر اور عدت تینوں چیزیں واجب ہوجائیں گی۔

③ حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے بیوی کے تمام بدن کو مَس کیا لیکن مجامعت نہیں کی۔ پھر اس نے اسے طلاق جاری کردی کیا عورت کے لیے عدت ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا ہی مسئلہ (میرے والد گرامی) حضرت ابوجعفر علیہ السلام کو پیش آیا تھا تو ان کے والد امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جب دروازہ بند کردیا جائے اور پردے ڈال دیئے جائیں تو حق مہر اور عدت دونوں واجب ہوجاتی ہیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک مرد کسی عورت سے شادی کرے اور میاں بیوی کمرے میں اکیلے ہوں۔ دروازہ بند ہو اور پردے ڈال دیئے گئے ہوں۔ پھر مرد اس عورت کو طلاق جاری کردے۔ عورت یہ کہے کہ اس نے مجھ سے مقاربت نہیں کی اور مرد بھی کہے کہ میں نے اس سے مقاربت نہیں کی تو کیا ان کے ان بیانات کو مان لینا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: ان کی اس بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ عورت اپنے آپ کو عدت سے بچانا چاہتی ہے اور شوہر اپنے آپ کو حق مہر کی ادائیگی سے بچانا چاہتا ہے۔

④ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے دخول سے قبل بیوی کو طلاق دے دی ہو تو عورت کے لیے کیا حکم ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: عورت فی الفور اس سے جدا ہوجائے گی اور اگر وہ اسی وقت کسی سے نکاح کرنا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہے۔

⑤ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو دخول سے قبل طلاق دے دے تو عورت

کے لیے کوئی عدت نہیں ہے اور عورت پہلی طلاق پر ہی آزاد ہو جائے گی اور وہ جس سے نکاح کرنا چاہے اسے نکاح کی اجازت ہوگی۔ اگر شوہر نے حق مہر مقرر کیا تھا تو اسے آدھا حق مہر ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر حق مہر مقرر نہ کیا ہو تو اسے کچھ نہ کچھ مالی فائدہ دے کر ہی رخصت کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق جاری کر دی اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر حق مہر طے تھا تو پھر اسے نصف مہر دینا ہوگا اور اگر طے نہ تھا تو پھر اس جیسی عورتوں کو جتنا عام طور پر دے دلا کر رخصت کیا جاتا ہے وہ بھی اسے ان کی مانند کچھ نہ کچھ دے دلا کر رخصت کرے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فَمَتِّعُوْهُنَّ کے متعلق ابنِ عباسؓ نے کہا کہ یہ حکم اس عورت کے لیے ہے جس کا حق مہر طے نہ کیا گیا ہو۔ اور اگر کسی عورت کا حق مہر طے ہو تو پھر وہ نصف مہر حاصل کرے گی اور وہ کچھ دے دلا کر رخصت کرنے کے حکم میں شامل نہ ہوگی۔ ہمارے آئمہ علیہم السلام سے بھی یہی بات منقول ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حکم اس عورت کے لیے ہے جس کا حق مہر طے نہ ہوا ہو۔

حبیب بن ثابت کہتے ہیں کہ میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ "جس دن میں نے فلاں عورت سے شادی کی تو اسے طلاق ہوگی" اب اس کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جاؤ اس سے شادی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق سے پہلے نکاح کا ذکر کیا ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ......

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ

يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا
فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ
عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ
مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ
وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ
تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ
غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ
فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي
النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا
سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ
لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ

اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

"اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کے لیے آپؐ کی وہ بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپؐ مہر دے چکے ہو اور وہ عورتیں بھی آپؐ کے لیے حلال ہیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے آپؐ کی ملکیت میں آئیں اور آپؐ کے چچا کی بیٹیاں اور آپؐ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپؐ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپؐ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہے وہ بھی آپؐ کے لیے حلال ہیں اور آپؐ کے لیے ایسی اہلِ ایمان عورت بھی حلال ہے جو مہر لیے بغیر اپنے آپ کو نبیؐ کے لیے ہبہ کرے۔ شرط یہ ہے کہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا

چاہے۔ یہ حکم صرف آپؐ کے لیے مخصوص ہے، دوسرے اہلِ ایمان کے لیے نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم نے مومن مردوں پر ان کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے کیا حقوق رکھے ہیں۔ (لیکن آپ کو اس لیے رعایت دی جاتی ہے) کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

آپ کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جسے چاہو اپنے ساتھ رکھو اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلا لو۔ اس کے بعد آپؐ پر کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہ اختیار اس لیے ہے تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈک محسوس کرتی رہیں اور غمگین نہ ہوں اور جو کچھ بھی تم ان کو دو گے اس پر وہ ساری راضی ہوں گی۔ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اسے خدا جانتا ہے اور اللہ صاحبِ علم اور صاحبِ حلم ہے۔

اس کے بعد تمھارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور یہ بھی جائز نہیں کہ ان کے عوض اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگے البتہ لونڈیاں اس سے مستثنٰی ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

اے اہلِ ایمان! نبیؐ کے گھروں میں مت جاؤ، ہاں تمہیں بلایا جائے تو جائز ہے اور نبی کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار بھی مت کیا کرو۔ جب تمہیں بلایا جائے تو چلے آؤ مگر جب کھانا کھا لو تو اُٹھ کر چلے جاؤ۔ وہاں بیٹھ کر باتوں میں نہ لگے رہو۔ اس سے پیغمبر کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے جب کہ اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا اور جب تمہیں پیغمبر کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کی اُوٹ سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمھارے اور ازواجِ رسولؐ کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم پیغمبر کو اذیت دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ خدا کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔

تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ ہر بات کے جاننے والا ہے۔ ازواجِ نبیؐ کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان کے باپ، ان کے بیٹے، ان کے بھائی، ان کے بھتیجے، ان کے بھانجے اور ان کی میل جول کی عورتیں اور ان کے مملوک گھروں میں آئیں۔ ازواجِ رسولؐ! اللہ سے ڈرتی رہو، خدا ہر چیز کا گواہ ہے۔

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور ان پر سلام کرتے رہو۔ بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں تو ان لوگوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے"۔

رسولِ اکرمؐ کے لیے زیادہ ازواج کی اجازت

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ......

"اے پیغمبرؐ! ہم نے آپؐ کے لیے آپ کی ان بیویوں کو حلال کیا ہے جنہیں آپؐ نے حق مہر دیا ہے"۔

الکافی میں حلبی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْ ...... کی آیت مبارکہ کے تحت پوچھا کہ نبی اکرمؐ کے لیے اللہ نے کتنی بیویاں حلال کی تھیں؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے ان کے لیے حد مقرر نہیں کی تھی۔

ابوبکر حضرمی نے بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی سوال کیا اور حضرتؑ نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ آنحضرتؐ کے لیے بیویوں کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی تھی۔

حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ ...... کی آیتِ مجیدہ کے متعلق سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے رسولِ خدا کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ اپنے چچا، پھوپھیوں، ماموں اور خالاؤں کی ہجرت کر کے مدینہ آنے والی جتنی لڑکیوں سے نکاح کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو ایسی بیویوں کی بھی

اجازت حاصل تھی جن کا آپؐ نے حق مہر ادا کیا تھا۔

علاوہ ازیں آپؐ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اگر کوئی عورت آپ کو تن بخشی کرنا چاہے تو آپ کسی حق مہر کے بغیر اس سے نکاح کرنے کے مجاز تھے لیکن یہ اجازت صرف آنحضرتؐ ہی سے مخصوص تھی۔ آپ کے علاوہ کسی مومن کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی عورت کسی مرد کو تن بخشی کرے تو کیا مرد مہر کے بغیر اس سے نکاح کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ امتیاز صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل تھا۔ آپؐ کے علاوہ کسی کو بھی مہر کے بغیر بیوی سے مقاربت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی سے مقاربت کرنے سے قبل کچھ نہ کچھ ضرور دے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، خواہ ایک کپڑا اور ایک درہم ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایک دن جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حفصہ بنت عمر کے حجرہ میں تھے کہ ایک انصاری خاتون بن سنور کر آپؐ کے پاس آئی اور اس نے آپؐ سے کہا: یا رسولؐ اللہ! کوئی بھی عورت کسی مرد کو رشتہ کی پیش کش نہیں کرتی، میں ایک بیوہ عورت ہوں، میرا شوہر ایک عرصہ قبل دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اور میرے ہاں کوئی اولاد بھی نہیں ہے۔ اور اگر مجھے قبول کرنا چاہیں تو میں اپنا نفس آپؐ کو ہبہ کرتی ہوں۔

رسولِ اکرمؐ نے اس عورت کو دعا دی اور فرمایا: اے گروہِ انصار! خدا تمہیں جزائے خیر دے تمہارے مردوں نے میری مدد کی ہے اور تمہاری عورتیں میری طرف مائل ہیں۔ یہ سنا تو حفصہ بنت عمر نے اس خاتون سے کہا کہ تو تو بڑی بے حیا اور ڈھیٹ ہے اور مردوں کی بڑی پیاسی ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے حفصہ! وہ تم سے کہیں بہتر ہے وہ اللہ کے رسولؐ کی طرف راغب ہوئی ہے اور تو نے اسے ملامت کی ہے۔ پھر آپؐ نے اس خاتون سے فرمایا کہ تم واپس جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے۔ تم نے میری طرف رغبت کی ہے اس کی وجہ سے اللہ نے تجھ پر جنت واجب کی ہے۔ میں تیرے متعلق جو بھی فیصلہ کروں گا تجھے اس سے باخبر کروں گا۔

اسی کے متعلق اللہ نے آیت وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا ...... نازل فرمائی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں بھی یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے البتہ اس میں بی بی حفصہ کے بجائے بی بی عائشہ کا نام مذکور ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ نبی اکرمؐ کو تن بخشی کرنے والی خاتون کا نام خولہ بنت حکیم السلمی تھا۔ مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب ایک خاتون نے اپنے آپ کو بغیر مہر کے رسولؐ اللہ کی زوجیت کے لیے پیش کیا تو بی بی عائشہ نے کہا کہ عجیب عورتیں ہیں جو مہر کے بغیر اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کر رہی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ کی آیت نازل فرمائی۔ آیت کے نزول کے بعد بی بی عائشہ نے رسولؐ خدا سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ آپؐ کی خواہش کو جلد پورا کرتا ہے۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: اگر تم بھی خدا کی اطاعت کرنے لگ جاؤ تو خدا تمھاری خواہش کو بھی جلد پورا کر دے گا۔

علمائے سیرت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا نبی اکرمؐ نے اس خاتون سے نکاح کیا تھا یا نہیں؟ اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ آپؐ نے اس سے نکاح کیا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس عورت کا تعلق بنی اسد سے تھا اور اس کا نام اُم شریک بنت جابر تھا۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ ان ازواج کے علاوہ رسولؐ خدا کے پاس دو کنیزیں بھی تھیں، ایک کا نام ماریہ قبطیہ تھا اور دوسری کا نام ریحانہ خندفیہ تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور تفسیر مجمع البیان میں مذکور ہے کہ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ کی آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرتؐ نے بیویوں سے دُوری اختیار کی ہوئی تھی۔ اللہ نے آپؐ کو اجازت دے دی کہ ان میں سے آپؐ جسے چاہیں اپنے سے الگ کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ پر يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا...... کی آیات نازل ہوئی تھیں۔

قولہ تعالیٰ: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

"اس کے بعد تمھارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور یہ بھی جائز نہیں کہ ان کے عوض اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حُسن آپ کو کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگے، البتہ لونڈیاں اس سے مستثنیٰ ہیں، اللہ ہر چیز کا نگران ہے"۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے بعد آپؐ کے لیے اور عورتیں حرام قرار دے دی گئیں۔ مقصد آیت یہ ہے کہ جس طرح سے آپ کو تن بخشی کے تحت نکاح کی اجازت ہے

G3

اسی طرح آپ کو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ...... (النساء:۲۳) کی آیت میں حرام کردہ عورتیں حلال نہیں ہیں۔ ان کے ماسوا باقی عورتیں حبیبؐ خدا کے لیے حلال تھیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ ...... کی آیتِ مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا وہ مفہوم نہیں ہے جو تم نے سمجھ رکھا ہے۔ تمھارے لیے تو یہ حلال ہے کہ اپنی بیویوں کو طلاق دے کر دوسری بیویاں لاسکتے ہو تو یہ چیز رسولِ اکرمؐ کے لیے کیسے حرام ہوسکتی ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ...... (النساء:۲۳) کی آیت میں جن عورتوں کو حرام کیا گیا ہے وہ آپؐ کے لیے بھی حرام ہیں۔ ان میں آپؐ کے لیے بھی کوئی استثنا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ نبیؐ کے لیے باقی تمام عورتیں حلال کی گئی تھیں۔

رسولؐ کے گھر بلا اجازت نہیں جانا چاہیے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ...... عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

"اے اہلِ ایمان! نبیؐ کے گھروں میں داخل نہ ہونا البتہ اگر تمھیں طعام کے لیے بلایا جائے تو پھر جاسکتے ہو لیکن نبیؐ کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار نہ کیا کرو۔ جب تمھیں بلایا جائے تو چلے جاؤ اور جب کھانا کھا لو تو پھر اُٹھ کر چلے جاؤ۔ وہاں بیٹھ کر باتوں میں نہ لگے رہو۔ اس سے پیغمبرؐ کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ تم سے شرم کرتے ہیں جب کہ اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تمھیں پیغمبرؐ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کی اُوٹ سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمھارے اور ان عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اور تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم پیغمبرؐ کو اذیت دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ خدا کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب رسولِؐ خدا کی زینب بنت جحش سے شادی ہوئی تو آپؐ نے لوگوں کو دعوتِ ولیمہ دی۔ کچھ اصحاب وقت سے پہلے جا کر بیٹھ گئے اور جب کھانا سب نے کھالیا تو اس کے بعد بھی چند افراد وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ نبی اکرمؐ تنگ آ گئے، آپ چاہتے تھے کہ یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ آخر کار کافی وقت گزرنے کے

بعد وہ لوگ آپؐ کے گھر سے روانہ ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی اور صحابہ کو تعلیم دی کہ وہ بلا اجازت نبیؐ کے گھر میں نہ جائیں اور اگر انھیں طعام کی دعوت دی جائے تو ضرور جائیں لیکن عین وقت پر جائیں اور جیسے ہی کھانا کھا لیں، فوراً اُٹھ کر چلے جائیں۔ تمھارا نبیؐ کے گھر میں زیادہ دیر تک بیٹھ کر باتیں کرنا نبیؐ کے لیے اذیت کا سبب ہے اور وہ شرم کے مارے تمھیں گھر سے اُٹھنے کے لیے کچھ نہیں کہتے جب کہ خدا حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔

اُصولِ کافی اور امالی شیخ الطائفہ طوسی علیہ الرحمہ میں مذکور ہے کہ جو لوگ آنحضرتؐ کے حجرہ میں دفن ہوئے تھے انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت کی خلاف ورزی کی تھی اور انھوں نے وہاں دفن ہو کر رسولِ خدا کو اذیت پہنچائی تھی۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ طلحہ نے گستاخی کی تھی اور کہا تھا کہ جب محمدؐ کی وفات ہوئی تو میں بنت ابی بکر سے شادی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ جسارت پسند نہ آئی اور خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ خبردار! رسولؐ کو اذیت نہ دینا اور اس کی بیویوں سے اس کے بعد نکاح نہ کرنا۔ ممکن ہے کہ تمھاری نظر میں اس بات کی کوئی اہمیت نہ ہو لیکن اللہ کے ہاں یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ اگر وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا کی آیتِ مجیدہ اگر بالفرض نازل نہ بھی ہوئی ہوتی تو بھی حسنین کریمینؑ کے لیے ازواجِ پیغمبرؐ سے نکاح حرام ہوتا کیونکہ حرام رشتوں میں اللہ نے پہلے سے یہ کہہ دیا تھا کہ "جن عورتوں سے تمھارے آباء نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح کرنا تمھارے لیے حرام ہے"۔ لہٰذا کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نانا کی بیوی سے نکاح کرے۔

حسن بصری سے منقول ہے کہ رسولِ خدا نے بنی عامر صعصعہ کی ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام "سفاۃ" تھا اور وہ اپنے دور کی انتہائی حسین و جمیل عورت تھی۔ رسولِ خدا کی دو بیویوں نے سازش کی اور آپس میں کہا کہ اگر یہ عورت رسولؐ خدا کے حرم سرا میں شامل ہوگئی تو یہ آنحضرتؐ کو اپنے حُسن و جمال پر فریفتہ کرلے گی۔ چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہا کہ اگر تم چاہتی ہو کہ رسول کریم تمھاری زلف کے اسیر بنیں تو تم جلدی سے انھیں منہ نہ دیکھنے دینا۔ چنانچہ جب رسولِ خدا حجلہ عروسی میں گئے اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا کہ میں خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔

اس کا یہ جملہ سن کر آپؐ نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا اور اسے اس کے گھر روانہ کردیا۔ آنحضرتؐ نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت بنت ابی الجون سے بھی نکاح کیا۔ اس اثناء میں آنحضرتؐ کے فرزند ابراہیم کی وفات ہوگئی۔ اس عورت نے کہا کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو ان کا بیٹا کبھی نہ مرتا۔

جب رسولؐ خدا نے اس کے یہ الفاظ سنے تو آپؐ نے زفاف سے قبل اسے اس کے خاندان کے پاس بھیج دیا۔ رسولؐ خدا کی وفات کے بعد دونوں عورتیں حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ رسولؐ خدا نے ہم سے مقاربت نہیں کی تھی، اب ہم کیا کریں۔

حضرت ابوبکر وعمر نے آپس میں مشورہ کیا اور ان سے کہا: اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھی رہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم شادی کرنا چاہو تو تمہیں اس سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ ان عورتوں نے نکاح کا انتخاب کیا۔ ایک کے شوہر کو جذام ہوگیا اور دوسری کا شوہر پاگل ہوگیا۔

عمرو بن اذنیہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ روایت زرارہ اور فضیل کے سامنے بیان کی تو انھوں نے مجھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ فرمان سنایا کہ لوگ اتنے ظالم ہیں کہ انھوں نے رسولؐ خدا کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کیا تھا۔ پھر امامؑ نے عامریہ اور کندیہ کا تذکرہ کیا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور وہ اس کو مقاربت سے قبل طلاق دے دے تو وہ مطلقہ عورت اس شخص کے بیٹے کے لیے حلال نہیں ہے لیکن لوگوں نے تو آنحضرتؐ کی اتنی بھی حیا نہیں کی تھی۔ رسولؐ خدا کی بیوی سے نکاح کرنا اتنا ہی حرام ہے جتنا کہ ماں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؑ کی چار بیویاں زندہ تھیں: ① امامہ دختر ابوالعاص ② اسماء بنت عمیس ③ لیلیٰ تمیمیہ ④ اُم البنین کلابیہ۔ آپؑ کی بیوگان نے آپؑ کے بعد کوئی نکاح نہیں کیا تھا۔ مغیرہ بن نوفل نے بعدازاں ابوالہیاج بن ابی سفیان بن حارث نے امامہ دختر ابوالعاص کو شادی کا پیغام بھیجا تھا لیکن امامہ نے یہ کہا تھا کہ میرے شوہر حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ نبی اور وصی کی بیوی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے بعد کسی اور سے نکاح کرے۔ اسی روایت کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام کی کسی بیوی اور کسی کنیز نے آپؑ کے بعد کوئی نکاح نہ کیا تھا۔

وہ افراد جن سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

"ان کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان کے باپ، ان کے بیٹے، ان کے بھائی، ان کے بھتیجے اور ان کے بھانجے اور ان کی میل جول کی عورتیں اور ان کے مملوک گھروں میں آئیں (اور انھیں بے پردہ دیکھیں)"۔

اس سے پچھلی آیت میں اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا تھا کہ اگر انھوں نے ازواجِ رسولؐ سے کچھ طلب کرنا ہو تو پردے کی اُوٹ سے طلب کرو۔ پھر اس آیت میں اللہ نے چند رشتوں کو مستثنٰی قرار دیا اور فرمایا کہ ان کا ان کے باپ، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ ان پانچ محارم کے علاوہ ان کا مسلمان عورتوں سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے اور اپنی کنیزوں اور غلاموں سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے۔ غلام گھر کا ایک فرد شمار کیا جاتا تھا اسی لیے اسے بھی خدا نے مستثنٰی رکھا۔ (اضافۃ من المترجم)

الکافی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ مجھے اہلِ مدینہ کے اس عمل پر اعتراض ہے کہ جب قریش اور بنی ہاشم کی عورتیں سوار ہونے لگتی ہیں تو وہ اپنا ہاتھ یا کبھی کبھی اپنا بازو غلام کے سر یا گردن پر رکھ کر سوار ہوتی ہیں جب کہ یہ عمل جائز نہیں ہے اور احکامِ پردہ کے منافی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! کیا تم نے قرآن میں وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ کے الفاظ نہیں پڑھے؟ غلام اپنی آقازادی کے بالوں اور پنڈلی کو دیکھ سکتا ہے۔

درود وسلام کا حکم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

"یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور ان پر سلام کرتے رہو"۔

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ خدا کی طرف سے نبیؐ پر صلوات بھیجنے سے نبیؐ کی عظمت وشان کا تذکرہ مراد ہے اور ملائکہ کی صلوات سے نبیؐ کی مدح وثنا مراد ہے اور انسانوں کی صلوات سے یہ مراد ہے کہ لوگ آنحضرتؐ کے لیے رحمت کی دعا کریں اور آپؐ کی فضیلت کی تصدیق کریں اور کھلے دل سے اس کا اقرار کریں اور وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے سامنے مکمل تسلیم ہو جائیں یعنی آنحضرتؐ کی حکومت کو تسلیم کریں اور آپؐ کی تعلیمات کو تسلیم کریں۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ مامون الرشید کے دربار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اُمت اور عترت کے بارہ فرق بیان کیے تھے۔ اس ضمن میں آپؑ نے فرمایا: اُمت اور عترت کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ جب اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمیں آپؐ پر سلام کرنے کے طریقہ کا تو پتہ ہے لیکن یہ فرمائیں کہ ہم آپؐ پر صلوات کس طرح سے بھیجیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم یہ کلمات کہو: اللّٰھم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وال ابراھیم انك حمید مجید۔

پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے دربار میں موجود علماء سے فرمایا کہ بتاؤ تمہیں اس روایت پر کوئی اعتراض ہے؟

سب کے ساتھ مامون نے کہا کہ اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن آپؑ اس سے بھی اور زیادہ واضح ثبوت پیش کریں جس سے آلِ محمدؐ پر سلام ثابت ہوتا ہو۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: لو سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④ (یٰسٓ: ۱-۴) لفظ یٰسٓ سے کون مراد ہیں؟

اہلِ دربار نے کہا کہ لفظ یٰسٓ سے رسولِ اکرمؐ مراد ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: پھر قرآن پڑھ کر دیکھو، اللہ نے انبیاءؑ پر سلام کیا لیکن کسی کی آلؑ پر سلام نہیں کیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا: سلام علی نوح فی العالمین، سلام علی ابراھیم، سلام علی موسٰی و ھارون۔ اس کے بجائے خدا نے یہ کہیں نہیں کہا: سلام علی 'ال نوح فی العالمین۔ اسی طرح سے یہ نہیں کہا: سلام علی آلِ ابراھیم، اسی طرح سے خدا نے یہ نہیں کہا: سلام علی 'ال موسٰی و'ال ھارون۔

خدا نے سلام کیا ہے تو صرف انبیاء ہی کو کیا، ان کی آل میں سے کسی پر سلام نہیں بھیجا۔ یہ شرف صرف ہمیں حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: سلام علی 'ال یاسین "آلِ یاسین پر سلام ہو" یعنی آلِ محمدؐ پر سلام ہو۔

مامون نے یہ اچھوتا استدلال سنا تو کہا: بے شک ایسی تشریح اور اس طرح کا بیان معدنِ نبوت سے ہی ممکن ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہر مقام پر ضروری ہے۔ چھینک کے وقت اور جانور کو ذبح کرنے کے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہیے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاں کچھ افراد جمع ہوں لیکن محفل میں اللہ کا نام نہ لیں اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجیں تو ایسی محفل ان کے لیے حسرت و وبال کا ذریعہ بن جائے گی۔

کتاب الخصال میں ہے کہ ہر مقام پر نبیؐ اور آلِ نبیؐ پر درود پڑھنا چاہیے۔ چھینک کے وقت اور تیز ہوا کے وقت بھی درود پڑھنا چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھو جب تم نبی کا ذکر کرو گے اور ان کے لیے دعا طلب کرو گے تو اس کے صدقہ میں اللہ تمھاری دعا قبول کرے گا اور جب تم اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی آیت پڑھو، خواہ نماز میں پڑھو یا نماز کے علاوہ پڑھو اس آیت کی تلاوت کے بعد فوراً درود پڑھا کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چار چیزیں سب سے زیادہ سننے والی ہیں: ① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ② حورِ عین ③ جنت ④ دوزخ۔

جب بھی کوئی شخص نبی اکرمؐ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو اس کا درود وسلام آپ تک پہنچ جاتا ہے اور جب کوئی مومن خدا سے حورِ عین کی درخواست کرتا ہے تو حورِ عین آمین کہتی ہیں۔ اور جب کوئی جنت طلب کرتا ہے تو جنت اس کے لیے آمین کہتی ہے اور جب کوئی دوزخ سے بچنے کی دعا کرتا ہے تو دوزخ آمین کہتی ہے۔

الکافی میں ہے کہ جب بھی اذان یا اذان کے علاوہ نبی اکرمؐ کا نام سنو تو ان پر درود پڑھا کرو۔

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے فوراً بعد کسی سے کلام کیے بغیر اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّذُرِّیَّتِہٖ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر دنیاوی حاجات پوری کرے گا اور تیس اُخروی حاجات پوری کرے گا۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! یہ بتائیں کہ جب لفظ صلوات کی اضافت اللہ کی طرف ہو تو اس کا کیا مفہوم ہوتا ہے اور جب اس لفظ کی اضافت ملائکہ کی طرف ہو تو اس کا کیا مفہوم ہوتا ہے اور جب اس لفظ کی اضافت اہلِ ایمان کی طرف ہو تو اس کا کیا مفہوم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ لفظ اللہ سے منسوب ہو تو اس کا معنی رحمت نازل کرنے کا ہوتا ہے اور جب ملائکہ کی

طرف اس کی نسبت ہو تو اس سے آنحضرتؐ کی مدح وثنا مراد ہوتی ہے اور جب اس لفظ کی اضافت اہلِ ایمان کی طرف ہو تو اس سے طلبِ رحمت کی دعا مراد ہوتی ہے۔

ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: ملائکہ مجھ پر اور علیؑ پر سات سال تک درود بھیجتے رہے۔ اس عرصہ میں انھوں نے کسی کے لیے رحمت کی درخواست نہ کی تھی کیونکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا صرف میں بلند کرتا تھا یا علیؑ بلند کرتے تھے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوایوب انصاریؓ نے کہا کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ نے مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک صلوات بھیجی۔ اس عرصہ میں انھوں نے کسی اور کو شریک نہیں کیا تھا کیونکہ اس عرصہ میں یا میں نماز پڑھتا تھا یا علیؑ پڑھتے تھے۔

کتابِ التوحید میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: لوگو! شہادتین کی وجہ سے تم جنت میں جاؤ گے اور درود کے ذریعہ سے تم رحمت حاصل کرسکو گے، لہٰذا رحمت چاہتے ہو تو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

معانی الاخبار مؤلفہ شیخ صدوقؒ میں ابوحمزہ کی زبانی منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی آیتِ مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ کی صلوات سے رحمت مراد ہے اور ملائکہ کی صلوات رسولِؐ خدا کی مدح وثنا مراد ہے۔ اور انسانوں کی صلوات سے طلبِ رحمت کی دعا مراد ہے اور وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا مقصد یہ ہے کہ نبیؐ کے ہر فرمان کو دل و جان سے تسلیم کرو۔

میں (راوی) نے کہا: ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوات کیسے بھیجیں؟

آپؑ نے فرمایا: تم یہ کہو: صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ مَلَائِكَتِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ میں نے عرض کیا: اس صلوات کا اجر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو یہ صلوات پڑھے گا تو وہ اپنے گناہوں سے یوں آزاد ہو جائے گا جس طرح سے پیدائش کے دن آزاد تھا۔

الکافی میں موسیٰ بن قاسمؒ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا: میں نے رسولِؐ خدا کی طرف سے طواف کیا۔

امام علیہ السلام نے جیسے ہی لفظ "رسولؐ اللہ" سنا تو آپؑ نے تین بار کہا: صلی اللہ علی رسول اللہ

اُصول کافی میں صفوان بن یحییٰ سے منقول ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپؑ کو چھینک آئی تو میں نے کہا: صلی اللہ علیك۔ آپؑ کو دوبارہ چھینک آئی تو اس بار بھی میں نے صلی اللہ علیك کہا۔ پھر میں نے آپؑ سے کہا کہ جب آپؑ جیسے کسی معصوم کو چھینک آئے تو کیا ہمیں اس کے جواب میں یرحمك اللہ جیسے الفاظ کہنے چاہییں؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تم عام حالات میں صلی اللہ علی محمدٍ و آل محمد کے جملے نہیں کہتے؟

میں (راوی) نے عرض کیا: کیوں نہیں کہتے، ضرور کہتے ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جب تم صلی اللہ علی محمدٍ وآل محمد کے جملے کہتے ہو تو کیا اللہ نبیؐ اور ان کی آلؑ پر صلوات اور رحمت نہیں بھیجتا؟

میں نے کہا: جی ہاں، خدا ان پر صلوات و رحمت بھیجتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جب ہم رسولؐ خدا پر صلوات بھیجتے ہیں تو وہ صلوات ہمارے لیے رحمت اور قربتِ خداوندی کا ذریعہ بنتی ہے۔

ابومریم انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ رسولؐ خدا کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: جب امیرالمومنین انھیں غسل و کفن دے چکے اور آپؐ پر چادر ڈال چکے تو پھر دس دس افراد کا ایک گروہ آتا تھا۔ وہ آپؐ کے گرد دائرہ بنا لیتے تھے۔ امیرالمومنینؑ ان کے درمیان میں کھڑے ہوگئے اور آپؑ نے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا کی آیت پڑھی اور جو کچھ آپؑ پڑھتے تھے وہی کچھ دوسرے پڑھتے تھے۔ اس طرح سے اہلِ مدینہ اور اہلِ عوالی نے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

(وضاحت: مدینہ کے قرب و جوار کی بستیوں کو "عوالی" کہا جاتا ہے)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ملائکہ نے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھی پھر مہاجرین و انصار نے گروہ در گروہ آپؐ پر نماز پڑھی۔

الکافی میں محمد بن مسعود سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا، آپؑ قبر پیغمبرؐ پر آئے اور آپؑ نے آنحضرتؐ کی قبر اطہر پر ہاتھ رکھ کر یہ جملے کہے: اَسْئَلُ اللّٰہَ الَّذِیْ اجۡتَبَاكَ وَاخۡتَارَكَ وَھَدَاكَ وَھَدٰی بِكَ اَنۡ یُّصَلِّیَ عَلَیۡكَ "میں اس اللہ سے درخواست کرتا ہوں جس نے آپؐ کو مجتبیٰ بنایا اور آپؐ کو چنا اور آپؐ کو ہدایت

فرمائی اور آپؐ کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ آپؐ پر درود بھیجیں۔

اس کے بعد آپؐ نے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی آیت پڑھی۔

روضہ کافی میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس کا نام "خطبۂ وسیلہ" ہے۔ اس خطبہ میں آپؑ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اپنے نبی پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ایک اور خطبہ میں آپؑ نے آیت صلوات پڑھنے کے بعد یوں صلوات پڑھی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَتَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ وَتَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ بن عمران سے گفتگو کی اور اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا۔ پھر اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: اے فرزند عمران! ان پر درود پڑھو، میں اور میرے ملائکہ بھی ان پر درود بھیجتے ہیں۔

احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی کتاب میں رسولؐ خدا کی جو فضیلت لکھی ہوئی ہے اس سے ہر عالم و جاہل واقف ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

اس آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اس کا ظاہر صَلُّوْا عَلَيْهِ ہے اور اس کا باطن وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ رسول جس کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کرے تو اس کی وصایت و خلافت کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ۔ اور اس تاویل کو صرف وہی جان سکتا ہے جس کی حِس لطیف ہو اور ذہن صاف ہو اور پہچان مکمل ہو۔

محاسن برقی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے متعلق فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم میرے نبیؐ کی ثنا کرو اور اس کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ۔

صحیفۂ سجادیہ میں طلب حوائج کی دعا میں اس طرح سے صلوات لکھی گئی ہے:

وصل على محمد وآله صلاة دائمة نامية لا انقطاع لابدها ولا فتى لامرها واجعل

ذٰلك عونالي وسببا لنجاح طلبتي انك واسع كريم

رسولؐ خدا کو اذیت دینے والے ملعون ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

"بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کو کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ رسولؐ کو اذیت دینا اتنا بڑا جرم ہے کہ وہ خدا کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ آیتِ مجیدہ سے رسول مقبولؐ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور خدا نے اشارہ کیا ہے کہ جو رسول سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ دراصل اللہ تعالیٰ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ کیونکہ رسولؐ تو صرف اللہ کا قاصد ہے۔ قاصد کو تکلیف دینے والا دراصل قاصد کو نہیں بلکہ اس کے بھیجنے والے کو تکلیف دے رہا ہوتا ہے اور رسولؐ کو اذیت دینے والوں کے لیے خدائے متعال نے دو سزاؤں کا اعلان کیا ہے۔

① ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے۔ لعنت کا مقصد رحمت سے دُوری ہوتا ہے اور اہلِ ایمان کے لیے خاص رحمتِ حق کا عقیدہ اور ایمان کی حقیقت کا حصول ہے۔ اس کے بعد عملِ صالح نعمت ہیں۔ جس پر خدا دنیا میں لعنت کر دے تو وہ ایمان و عقیدہ اور عملِ صالح کی دولت سے محروم رہتا ہے اور اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس پر اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے مُہر لگ جاتی ہے۔ اور آخرت میں لعنت کا مقصد یہ ہے کہ اسے اُخروی نعمات سے دُور رکھا جائے گا۔

② جو رسول کو اذیت دیں ان کے لیے رُسوا کن عذاب آمادہ کیا گیا ہے اور "رُسوا کن عذاب" کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ وہ لوگ دنیا میں رہ کر خدا اور اس کے رسول کی توہین کر کے اپنے تکبر کا ثبوت دیتے تھے، اسی لیے انھیں آخرت میں رُسوا کن عذاب دیا جائے گا۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا کی آیتِ مجیدہ کی وعید میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کا حق غصب کیا تھا اور حضرت فاطمہ زہراؑ کا حق غصب کر کے انھیں اذیت پہنچائی تھی کیونکہ رسولؐ اکرم نے یہ فرمایا تھا: جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابو خالد واسطی نے اپنے سر کے بال پکڑ کر روایت کی اور کہا کہ زید شہید نے اپنے بال پکڑ کر مجھ سے کہا تھا کہ میرے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے بال پکڑ کر مجھ سے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بال پکڑ کر یہ روایت کی تھی، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے والد ماجد امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے سر کے بال پکڑ کر مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر کے بال پکڑ کر مجھ سے فرمایا: علیؑ! جس نے تیرے ایک بال کو بھی اذیت دی تو اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک رات رسولؐ خدا نے نماز عشاء پڑھانے میں تاخیر کی۔ حضرت عمر نے آپؐ کے دروازہ پر دستک دی اور کہا: یارسولؐ اللہ! عورتیں اور بچے سو چکے ہیں۔ رسولؐ اللہ باہر آئے اور فرمایا کہ تمہیں مجھے اذیت پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تمھارا کام میرا حکم سننا اور اطاعت کرنا ہے۔

مومنین کو اذیت پہنچانا حرام ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو کسی قصور کے بغیر اذیت دیتے ہیں تو ان لوگوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے"۔

اُصولِ کافی میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو صحیح ہے کہ مومن کو اُذیت دینے والے نے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اپنے سر لیا ہے لیکن جانتے ہو جو مومن کو خوش کرے اس کی جزا کیا ہے؟ میں نے فوراً کہا کہ اسے دس نیکیاں ملیں گی۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم اسے ایک لاکھ نیکی ملے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والے کہاں ہیں؟

اس وقت کچھ لوگ کھڑے ہوں گے ان کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔ پھر کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہلِ ایمان کو اذیت دی تھی اور ان سے دشمنی رکھی تھی اور دین کی وجہ سے ان کو بدنام کیا تھا۔ پھر حکم صادر ہوگا کہ انھیں دوزخ

میں ڈال دیا جائے۔

الخصال میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی دو قسمیں ہیں: وہ مومن ہوں گے یا پھر جاہل ہوں گے۔تم مومن کو اذیت نہ دو اور جاہل کے سامنے جہالت کا ثبوت نہ دو ورنہ تم بھی اس جیسے قرار پاؤ گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا کی آیت اگرچہ جملہ مومنین ومومنات کے لیے ہے لیکن مومنین ومومنات میں حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سرفہرست ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے گا تو اسے "طینتِ خبال" میں جگہ دی جائے گی۔یا پھر اپنے بہتان کی لوگوں کے سامنے خود ہی تردید کرے۔

(وضاحت: حدیث میں ہے کہ "طینتِ خبال" دوزخ کی ایک ایسی وادی ہوگی جہاں اہلِ دوزخ کی پیپ جمع ہوئی ہوگی)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ

السَّاعَةِ ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ
السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِيۡبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡكٰفِرِيۡنَ وَاَعَدَّ لَهُمۡ
سَعِيۡرًا ﴿۶۴﴾ ۙ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۶۵﴾ ۚ
يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ
وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا
فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ
لَعۡنًا كَبِيۡرًا ﴿۶۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اٰذَوۡا
مُوۡسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِيۡهًا ﴿۶۹﴾ ؕ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِيۡدًا ﴿۷۰﴾ ۙ يُّصۡلِحۡ لَكُمۡ
اَعۡمَالَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ
فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ﴿۷۲﴾ ۙ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ
وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ وَيَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ
وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۳﴾ ع

اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی چادر کو اپنے اُوپر لٹکائے رکھا کریں۔ یہ طریقہ اس امر کے لیے زیادہ مناسب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کردیں گے پھر وہ آپ کی ہمسائیگی میں چند ہی دن رہ سکیں گے۔

وہ لعنت کے مارے ہوئے ہوں گے جہاں مل جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے۔ ایسے لوگوں کے معاملے میں یہ خدائی سنت ہے جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور آپ خدا کی سنت میں کوئی تبدیلی ہرگز نہ پائیں گے۔

لوگ آپ سے قیامت کی گھڑی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ شاید وہ قریب ہی آ چکی ہو۔ بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور وہ کسی سرپرست اور مددگار کو نہیں پائیں گے۔

جس دن ان کے چہرے آگ پر اُلٹائے پلٹائے جائیں گے، وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے خدا اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو اپنے سرداروں اور اپنے وڈیروں کی اطاعت کی تھی۔ انھوں نے ہمیں سیدھی راہ سے بھٹکا دیا تھا۔ اے ہمارے پروردگار! ان پر دُہرا عذاب نازل فرما اور ان پر بہت بڑی لعنت کر۔

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جنھوں نے موسیٰؑ کو اذیت دی۔ پھر اللہ نے ان کی باتوں سے موسیٰؑ کی براءت فرمائی، وہ اللہ کے ہاں بڑے باعزت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کیا کرو۔

اللہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کی ہے۔ بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا اور انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ پھر انسان نے اسے اُٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا۔ تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں پر عذاب نازل کرے اور مومنین و مومنات کی توبہ قبول کرے، اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

پردہ کا حکم

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

"اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنی چادر کو اپنے اُوپر لٹکائے رکھا کریں۔ یہ طریقہ اس امر کے لیے زیادہ مناسب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ اس آیت کا سببِ نزول یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مسلمان عورتیں فجر اور مغرب و عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتی تھیں۔ راستے میں انھیں آوارہ لڑکے اور نوجوان چھیڑا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کنزیں جا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت بھیجی اور مومن خواتین کو لمبی چادر پہننے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس چادر سے پتہ چل جائے گا کہ یہ عفیف اور پاک دامن عورتیں ہیں اور یہ کنیزیں نہیں ہیں۔

کیا لفظ "بنات" سے چار بیٹیوں کا استدلال صحیح ہے؟

مخالفین شیعہ اس آیتِ مجیدہ کے لفظ "بنات" سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ لفظ "بنات" جمع ہے اور اس کی واحد "بنت" ہے۔ اگر بیٹی ایک ہو تو "بنت" کہلاتی ہے اور اگر دو ہوں تو پھر "بنتان" کہلاتی ہیں اور اگر زیادہ ہوں تو "بنات"

کہلاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں لفظ "بنات" استعمال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں زیادہ تھیں۔ پھر وہ کتب تاریخ سے ثابت کرتے ہیں کہ ان کی تعداد چار تھی۔

کتاب ہذا مناظرہ کی کتاب نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم اس مسئلہ پر تھوڑی سی بحث کرنا چاہتے ہیں تاکہ مخالفین کے استدلال کی قلعی کھل سکے۔

اس سلسلے میں ہماری پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں جمع کا صیغہ استعمال ہو اس سے تین، چار یا زیادہ افراد مراد لیے جائیں۔ بعض اوقات فردِ واحد کے لیے بھی جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن کریم کی متعدد آیات میں صیغہ جمع استعمال ہوا ہے۔ مثلاً: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① اس میں اللہ کے لیے اِنَّا اور اَعْطَيْنَا جمع کے دو صیغے استعمال ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود اللہ واحد ہے۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کی آیت میں بھی اِنَّا اور اَنْزَلْنَا جمع کے دو صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ پھر بھی خدا واحدہٗ لاشریک ہے اور سورۂ حجر کی آیتِ مجیدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں خدا کے لیے پانچ جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود وہ واحد ہے۔

نبی اکرمؐ کے لیے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ...... "اے رسولو! ہم نے تمھیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ"۔

یہ آیت حبیبِ خدا پر نازل ہوئی اور آپؐ کے زمانہ میں دوسرا رسول بھی نہیں تھا اور آپؐ کے بعد بھی کسی رسولؐ نے نہیں آنا مگر اس کے باوجود تین بار صیغہ جمع استعمال ہوا ہے۔ پھر بھی رسولِ اکرمؐ اکیلے ہی مراد ہیں۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا مباہلہ میں شریک تھیں اور آیت مباہلہ کے الفاظ یہ ہیں: فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ...... "علم آنے کے بعد جو آپؐ سے جھگڑا کرے تو آپؐ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی بیٹیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ"۔

واضح رہے کہ اس آیت میں لفظ نسآء کا معنی عورتیں صحیح نہیں ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جب لفظ ابناء کے مقابلہ میں لفظ نساء بولا جائے تو اس سے بیٹیاں مراد ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا ہے: يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ "وہ تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے"۔

اس آیتِ مجیدہ کے تحت حضرت سیدہؑ میدانِ مباہلہ میں گئی تھیں اور لفظ نسآء اگرچہ جمع ہے مگر اس سے مراد صرف

حضرت سیدہؑ ہی تھیں۔ اسی لیے اگر پردہ کی آیت میں حضرت سیدہؑ اکیلی بیٹی ہیں اور اللہ ان کی عظمت کے اظہار کے لیے انھیں صیغہ جمع سے تعبیر کرے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

۲ عربی زبان میں بیٹی کو بھی بنت کہتے ہیں اور پوتی اور نواسی کو بھی بنت کہتے ہیں جیسا کہ سورۂ نساء میں ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ ...... "تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں حرام کی گئی ہیں"۔

اگر اصل بیٹی ہے تو بھی حرام ہے، پوتی ہے تو بھی حرام ہے، نواسی ہے تو بھی حرام ہے کیونکہ پوتی بیٹے کی بیٹی ہوتی ہے اور نواسی بیٹی کی بیٹی ہوتی ہے۔

رسولؐ خدا کے ہاں پوتیاں تو تھی نہیں مگر اللہ نے آپ کو نواسیاں عطا کی تھیں، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے وَبَنَاتِكَ کہہ کر فاطمہ زہراؑ پر پردہ فرض کیا ہے اور ان کی بیٹیوں حضرت زینبؑ کبریٰ اور حضرت اُم کلثومؑ پر بھی پردہ فرض کیا ہے تو اس میں ہرگز تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

ہم قارئین سے معذرت کرتے ہیں کہ ہم زیادہ بحث نہیں کر سکتے کیونکہ اس کتاب کا تعلق مناظرہ سے نہیں ہے۔
(اضافۃ من المترجم)

منافقین کو دھمکی

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۰ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝۶۱

"اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کردیں گے پھر وہ آپ کی ہمسائیگی میں چند ہی دن رہ سکیں گے۔ وہ لعنت کے مارے ہوئے ہوں گے جہاں مل جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح مارے جائیں گے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ منافق مدینہ میں رہ کر اہلِ ایمان کو ایذائیں دیا کرتے تھے اور وہ ہیجان انگیز خبریں پھیلایا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ جب بھی کسی غزوہ کے لیے باہر جاتے تو یہ بدبخت مشہور کرتے کہ رسولؐ خدا گرفتار ہو چکے ہیں۔ کبھی کہتے کہ اس جنگ میں مارے گئے ہیں۔

مسلمان ان کی اس طرح کی خبروں سے پریشان ہوجاتے تھے اور انھوں نے رسولؐ خدا سے ان کے اس رویے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی جس میں منافقین کو سخت دھمکی دی گئی کہ اگر وہ لوگ اپنی ناجائز حرکات سے باز نہ آئے تو رسولؐ خدا کو ان پر تسلط دیا جائے گا اور پھر وہ زیادہ دیر تک شہر میں نہیں رہ سکیں گے اور ان پر خدا کی لعنت ہوگی۔ وہ جہاں پکڑے جائیں گے گرفتار کر لیے جائیں گے اور بُری طرح سے قتل کردیے جائیں گے۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾

"بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کسی سرپرست اور مددگار کو نہیں پائیں گے"۔

اصولِ کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ مومن پر لعنت نہیں کرتا، اس کی بجائے اللہ کافرین ومنافقین پر لعنت کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

قولہ تعالیٰ: يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

"جس دن ان کے چہرے آگ پر اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو اپنے سرداروں اور وڈیروں کی اطاعت کی تھی۔ انھوں نے ہمیں سیدھی راہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان پر دُہرا عذاب نازل فرما اور ان پر بہت بڑی لعنت کر"۔

جس طرح سے کباب کے مختلف حصوں کو آگ پر اُلٹایا پلٹایا جاتا ہے کہ اس کے تمام حصے پک جائیں کوئی حصہ کچا نہ رہ جائے اسی طرح سے اہلِ نار کے چہروں کو بھی دوزخ کی آگ میں اُلٹایا پلٹایا جائے گا۔ اس وقت وہ حسرت و یاس سے کہیں گے کہ کاش ہم نے خدا و رسولؐ کی پیروی کی ہوتی تو آج اس عذاب کو جھیلنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ ہم نے تو اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تھی لیکن ان ظالموں نے ہمیں سیدھی راہ سے بھٹکا دیا تھا۔

پھر وہ کہیں گے کہ خدایا! جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا انھیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل کر۔

آیت کا تعلق اگرچہ ہر باطل کے پیرو سے ہے لیکن اس آیت کی عمومیت میں وہ لوگ بدرجۂ اتم شامل ہیں جنھوں نے آلِ محمدؐ کے حقوق غصب کیے تھے اور خدا و رسولؐ نے امیرالمومنینؑ کی امامت و ولایت کے متعلق جو احکام دیئے تھے انھوں نے فراموش کر دیئے اور خدا و رسولؐ کی فرمانبرداری کے بجائے اپنے بزرگوں کی اطاعت کی تھی جنھوں نے انھیں راہِ حق سے ہٹا دیا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے خدا کا راستہ امیرالمومنین ہیں اور جو انھیں فراموش کرتا ہے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

مصباح شیخ الطائفہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے روزِ غدیر خطبہ دیا تھا اور آپؑ نے اس خطبہ میں یہ کلمات بھی فرمائے تھے:

لوگو! اقرارِ توحید سے خدا کا قرب حاصل کرو اور خدا نے جن لوگوں کی اطاعت کا تمھیں حکم دیا ہے ان کی اطاعت کر کے خدا کا تقرب حاصل کرو۔ کافر عورتوں کی کلائیوں کو مت تھامو۔ خبردار! گمراہی میں اتنے نہ بڑھو کہ سیدھا راستہ ہی بھول جاؤ اور گمراہ اور گمراہ کنندہ افراد کی اطاعت کرنے لگ جاؤ اور ان لوگوں میں سے نہ بنو جو کل فریاد کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تھی انھوں نے ہمیں راہِ حق سے بھٹکا دیا تھا۔ خدا اب انھیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل کر۔

حضرت موسیٰؑ سے تہمت کا ازالہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

"ایمان والو! ان لوگوں کی طرح سے مت بنو جنھوں نے موسیٰؑ کو اذیت دی تھی، پھر اللہ نے ان کی باتوں سے موسیٰؑ کی براءت فرمائی۔ وہ اللہ کے حضور بڑے باعزت تھے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ایک پہاڑ پر چڑھے جہاں حضرت ہارونؑ کی وفات ہوگئی۔ بنی اسرائیل کو موسیٰؑ کی بہ نسبت ہارونؑ سے زیادہ پیار تھا۔ جب ہارونؑ کی وفات ہوئی تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ پر الزام عائد کیا کہ انھوں نے خود ہی ہارونؑ کو قتل کیا ہے۔

جب حضرت موسیٰؑ نے یہ الزام سنا تو آپؑ سخت پریشان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ ہارونؑ کی لاش

اُٹھا کر بنی اسرائیل کو دکھائیں اور انھیں ان کی طبعی موت کی خبر دیں۔ جب ملائکہ نے لوگوں کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا تو تب کہیں جا کر لوگوں کی زبانیں بند ہوئیں۔

اس کے علاوہ مفسرین نے ایک اور اذیت کا تذکرہ بھی کیا ہے لیکن وہ اتنی متبذل ہے کہ تحریر کے قابل ہی نہیں ہے اور شیخ المغیرہ کے مؤلف نے اس روایت پر طویل بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ مذکورہ روایت حضرت ابو ہریرہ کی ساختہ پرداختہ ہے۔

امالی شیخ صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے علقمہ سے ارشاد فرمایا: علقمہ! لوگوں کو خوش کرنا بڑا مشکل ہے اور لوگوں کی زبانوں کو بند کرنا بڑا مشکل ہے۔ لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰؑ پر بھی الزام لگا دیا تھا۔ پھر اللہ نے انھیں لوگوں کے الزامات سے بُری کیا تھا اور وہ خدا کے ہاں باوجاہت تھے۔

زبان کی حفاظت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾

"اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سیدھی بات کیا کرو۔ اللہ تمھارے اعمال درست کردے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کی ہے"۔

علامہ جوادی حاشیہ قرآن پر لکھتے ہیں کہ زبان کا صحیح استعمال ہی تقویٰ کا کمال ہے اس لیے کہ زبان سے تیس قسم کے گناہ صادر ہوتے ہیں:

﴿۱﴾ جھوٹ ﴿۲﴾ غیبت ﴿۳﴾ چغل خوری ﴿۴﴾ منافقت ﴿۵﴾ خوشامد ﴿۶﴾ بدزبانی ﴿۷﴾ طعنہ ﴿۸﴾ بھونڈا مذاق ﴿۹﴾ استہزاء ﴿۱۰﴾ راز کا فاش کرنا ﴿۱۱﴾ غلط وعدہ ﴿۱۲﴾ ناحق لعنت کرنا ﴿۱۳﴾ جھگڑا کرنا ﴿۱۴﴾ باطل گفتگو ﴿۱۵﴾ فضول بکواس ﴿۱۶﴾ غیر متعلق بات ﴿۱۷﴾ محافلِ لہو کی تعریف ﴿۱۸﴾ مہمل سوالات ﴿۱۹﴾ تصنع ﴿۲۰﴾ تہمت ﴿۲۱﴾ جھوٹی گواہی ﴿۲۲﴾ افواہ ﴿۲۳﴾ خودستائی ﴿۲۴﴾ بے جا اصرار ﴿۲۵﴾ سخت کلامی ﴿۲۶﴾ ایذا رسانی ﴿۲۷﴾ بے جا مذمت ﴿۲۸﴾ کفرانِ نعمت ﴿۲۹﴾ ترویج باطل (اضافہ من المترجم نقلاً عن ترجمۃ الجوادی)

روضۂ کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بصرہ کے ایک مشہور صوفی عباد بن کثیر سے فرمایا: عباد! عفتِ فرج اور عفتِ شکم پر ناز نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ...... "جب تک تمھاری زبان حق وصداقت کی امین نہ ہوگی اس وقت تک تمھارا کوئی عمل قابلِ قبول نہ ہوگا"۔

اصولِ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ کامیابی کے حصول کے لیے خدا اور رسولؐ کی اطاعت ہر بات میں ضروری ہے لیکن حضرت علیؑ اور آئمہ ہدیٰ کی ولایت کے قبول کرنے کے لیے خدا ورسولؐ کی اطاعت انتہائی ضروری ہے۔

وہ بارِ امانت جسے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے نہیں اٹھایا تھا

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

"بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا، انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ پھر انسان نے اسے اُٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا۔ تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں پر عذاب نازل کرے، اور مومنین ومومنات کی توبہ قبول کرے۔ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

علامہ جوادی حاشیۂ قرآن پر لکھتے ہیں: امانت کے مفہوم میں مفسرین کے نزدیک شدید ترین اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک امانت تکلیف اور اطاعت کے معنی میں ہے۔ بعض کے نزدیک امانت کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ امانت انسان کے تمام اعضاء وقُویٰ کا نام ہے۔ بعض امانت سے مالی امانت مراد لیتے ہیں لیکن آیات کے سیاق وسباق کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امانت یہی عہدِ اطاعت وعبادت ہے جو خدا نے تمام باشعور مخلوقات سے لیا ہے اور جس کے لیے انسان اور جنّ کو پیدا کیا ہے اور جس کا بارِ گراں انسان کے علاوہ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔

اب یہ انسان کی فطری استعداد وصلاحیت اور شرافت وانسانیت تھی کہ اس نے اس بارِ گراں کو اٹھالیا اور نادانی تھی کہ

اس کی سنگینی اور اس کے نتائج کا اندازہ نہ کیا۔ گویا انسان طبعی اعتبار سے شریف اور امین ہے اور حالات کے اعتبار سے ظالم اور جاہل ہو جاتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے یا خیانت کے نتائج سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔

عیون الاخبار میں حسین بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ ..... کی آیت کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: امانت سے ولایت مراد ہے اور جو اس کا ناحق دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اَرواح کو اجسام سے دو ہزار سال قبل خلق کیا اور ان میں سے محمدؐ، علیؑ، حسن و حسین اور آئمہ علیہم السلام کی اَرواح کو تمام اَرواح پر فضیلت دی اور ان اَرواح کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو ان کا نور ان پر چھا گیا۔

پھر اللہ سبحانہ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں سے فرمایا کہ یہ میرے پیارے ہیں اور یہ میرے دوست ہیں اور میری مخلوق پر میری حجت ہیں اور میری مخلوق کے رہنما ہیں۔ میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے ان سے زیادہ محبوب ہو۔ میں نے ان کے لیے اور ان کے محبوں کے لیے جنت پیدا کی ہے اور ان کے مخالفین کے لیے دوزخ بنائی ہے۔ جو بھی ان کے مقام کا دعویٰ کرے تو میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب تمام جہانوں میں مَیں نے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اور ان کے دشمنوں کو میں دوزخ کی پاتالی میں مشرکین کے ساتھ رہائش دلاؤں گا۔

اور اس کے برعکس جو شخص ان کی ولایت کا اقرار کرے اور ان کی منزلت کا دعوے دار نہ ہو تو میں اسے ان ذواتِ مقدسہ کے ساتھ اپنی جنت کے باغات عطا کروں گا اور وہ جس چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کے لیے موجود ہوگی اور میں اپنی کرامت انھیں عطا کروں گا اور اپنی ہمسائیگی میں انھیں جگہ فراہم کروں گا اور اپنے گناہ گار بندوں کے لیے انھیں حقِ شفاعت عطا کروں گا۔ ان کی ولایت میری مخلوق کے پاس امانت ہوگی۔ تم میں سے وہ کون ہے جو اس امانت کا بوجھ اٹھائے اور اپنے لیے اس کا دعویٰ کرے؟

چنانچہ آسمان، زمین اور پہاڑ اس سے ڈر گئے اور انھوں نے اس بوجھ کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ پھر جب اللہ نے آدمؑ اور اس بیوی کو جنت میں اقامت عطا کی تو ان سے کہا کہ ساری جنت میں سے جو چاہو کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے قرار پاؤ گے۔

آدمؑ و حوّاؑ نے پنجتن پاکؑ اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بلند مقام کا مشاہدہ کیا تو انھوں نے دیکھا کہ ذواتِ طاہرہ کے لیے جنت کے بلند ترین مقامات تھے۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! ان کے نام کیا ہیں؟

آوازِ قدرت آئی: ذرا ساقِ عرش کی طرف دیکھو۔ آدم علیہ السلام نے نگاہ کی تو انھیں پنجتن پاک اور باقی آئمہ کے نام دکھائی دیے جو کہ خدا کے نور سے ساقِ عرش پر لکھے ہوئے تھے۔

آدم علیہ السلام نے فرطِ تعجب سے کہا: خدایا! ان کا مقام کتنا ہی بلند ہے اور یہ ہستیاں تجھے کتنی ہی محبوب ہیں اور ان کی عظمت کتنی ہی بلند ہے!!

آوازِ قدرت آئی کہ آدمؑ! اگر یہ ہستیاں نہ ہوتیں تو میں تم دونوں کو پیدا نہ کرتا۔ یہ میرے علم کے خازن ہیں اور میرے اَسرار کے امین ہیں۔ خبردار! انھیں حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا اور ان کے مقام کی تمنا نہ کرنا ورنہ تم میرے نافرمان قرار پاؤ گے اور ظالمین میں سے ہو جاؤ گے۔

آدمؑ نے عرض کیا: پروردگار! ظالم کون ہیں؟

خدا نے فرمایا: جو ناحق ان کے مقام کا دعویٰ کریں وہ ظالم ہیں۔

اس وقت آدمؑ وحواؑ نے عرض کیا: خدایا! ہمیں ان پر ظلم کرنے والوں کا دوزخ میں ٹھکانا دکھا۔

اللہ نے دوزخ کو حکم دیا تو اس نے اپنے تمام عذاب انھیں دکھائے۔ پھر خدا نے فرمایا: جو ذواتِ طاہرہ کے منصب و مقام کا دعویٰ کریں گے ان کا مقام دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوگا اور جب وہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو انھیں دوبارہ اس میں دھکیل دیا جائے گا اور جب ان کی کھالیں گلنے لگیں گی تو ہم نئی کھالیں چڑھا دیں گے تاکہ وہ عذاب کا ذائقہ چکھتے رہیں۔

آدمؑ وحواؑ: انھیں نگاہِ حسد سے نہ دیکھنا ورنہ میں تمھیں اپنی ہمسائیگی سے ہٹا دوں گا اور تم ذلیل ہو جاؤ گے۔

پھر شیطان نے ان کے لیے وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی پوشیدہ شرم گاہوں کو ان کے لیے کھول دے اور اس نے ان سے کہا کہ تمھارے رب نے تمھیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشہ کی زندگی نہ مل جائے اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

چنانچہ اس نے انھیں دھوکے میں مبتلا کیا اور انہیں ذواتِ طاہرہ کے مقام کے حصول کی تمنا میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آدمؑ وحوا نے انہیں نگاہِ حسد سے دیکھا۔ اس وقت ان سے حفاظتِ الٰہی اُٹھا لی گئی اور انھوں نے گندم کے درخت کا پھل کھا لیا۔ انھوں نے جو حصّہ کھایا تھا وہاں جَو آ گئے اور جو حصّہ نہیں کھایا تھا وہ بدستور گندم ہی رہا۔ جیسے ہی انھوں نے شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھایا تو ان کے جسم پر جتنے زیور اور پوشاکیں تھیں وہ سب غائب ہو گئیں اور دونوں عریاں ہو گئے۔ پھر انھوں نے جنت

کے درختوں کے پتے تلاش کیے۔

اس وقت ان کے رب نے انھیں ندا دے کر کہا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت سے نہیں روکا تھا اور کیا تم سے یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

اس وقت دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ظالموں میں سے بن جائیں گے۔

خدا نے فرمایا: میری ہمسائیگی چھوڑ کر نیچے اُتر جاؤ۔ میری نافرمانی کرنے والا میرے جوار میں میری جنت میں نہیں رہ سکتا۔ اب تم جاؤ تمھیں تمہارے نفس کے حوالے کیا جاتا ہے اور زمین پر جا کر اپنا رزق تلاش کرو۔

پھر جب اللہ نے ان کی توبہ قبول کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیلؑ امین ان کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: خدا نے تمھیں سزا دے کر زمین پر بھیجا ہے، اب اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری توبہ قبول ہو تو خدا کو ان ناموں کا واسطہ دو جنھیں تم نے ساقِ عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔

اس وقت آدمؑ وحواؑ نے کہا: خدایا! ہم تجھے تیری محترم مخلوق محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور (دیگر) آئمہؑ کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہماری توبہ قبول فرما اور ہم پر رحم فرما۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس کے بعد تمام انبیاءؑ اس امانت کو یاد کرتے رہے اور اپنے اوصیاء اور مخلص افرادِ اُمت کو اس کی خبر دیتے رہے۔ چنانچہ وہ مقامِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کے اٹھانے سے انکار کرتے رہے اور اس کے ناجائز دعویٰ سے ڈرتے رہے۔ پھر ایک انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا اور وہ قیامت کے روز تک ہر ظلم کا منبع و مصدر شمار ہوتا رہے گا اور اسی چیز کو اللہ نے اس آیت میں بیان کیا ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ ...... کی آیتِ مجیدہ کے متعلق سوال کیا کہ امانت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امانت سے ولایت مراد ہے اور انسان سے تمام شر کا منبع منافق مراد ہے۔

اصولِ کافی میں ہے کہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ ......کی آیت میں امانت سے ولایتِ امیرالمومنینؑ مراد ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام جنگ سے قبل مسلمانوں کو چند باتوں کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

آپؑ فرمایا کرتے تھے:

لوگو! نماز کی عادت اپناؤ اور نماز کو ضائع ہونے سے بچاؤ اور زیادہ سے زیادہ نمازیں ادا کرو اور اس کے ذریعے سے خدا کا تقرب تلاش کرو اور یہ بھی سن لو کہ اللہ نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ شامل کیا ہے اور زکوٰۃ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب کرتی ہے اور جو خوش ہو کر زکوٰۃ نہ دے اور پھر خدا سے اس کے اجر کی توقع بھی رکھے تو ایسا شخص سنت سے جاہل ہے۔ اس کا اجر ضائع ہے اور وہ پوری زندگی گمراہی میں بسر کرنے والا ہے اور خدا کے فرمان کو ترک کرنے کی وجہ سے طویل ندامت حاصل کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ......(آل عمران، آیت ۸۵) ''اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے تو اس کی طرف سے وہ دین کبھی قبول نہ کیا جائے گا''۔

دین اور احکامِ دین ایک بھاری امانت ہیں اور اس امانت کے بوجھ کو آسمانوں، زمین اور پہاڑ نے بھی نہیں اٹھایا تھا، وہ لرز گئے تھے مگر انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا تھا۔

نہج البلاغہ میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں: ''پھر امانت کا ادا کرنا بہت ضروری ہے جو اپنے آپ کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے۔ اس امانت کو مضبوط آسمانوں، پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ بھلا ان سے بڑھ کر کوئی چیز لمبی چوڑی، اُونچی اور بڑی تو نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز لمبائی، چوڑائی یا قوت و غلبہ کے بل بوتے پر سرتابی کرسکتی ہوتی تو یہ بھی سرتابی کر لیتے۔ لیکن یہ تو اس کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے اور اس چیز کو جان گئے جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا۔ بلاشبہ انسان بڑا ناانصاف اور بڑا جاہل ہے۔

عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علیؑ تڑپ اُٹھتے تھے اور کانپنے لگ جاتے تھے اور آپؑ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگ آپؑ سے اس کی وجہ پوچھتے تو آپؑ فرمایا کرتے تھے: نماز کا وقت آ گیا ہے۔ یہ اس امانت کا وقت ہے جسے خدا نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا لیکن انھوں نے امانت کا بار اُٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس سے ڈر گئے تھے۔

تہذیب الاحکام میں اسحاق سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص اگر دوسرے سے کہے کہ جاؤ بازار میں میرے لیے فلاں قسم کا کپڑا تلاش کرو۔ وہ شخص بازار میں جائے اور اس کا مطلوبہ کپڑا تلاش کرلے۔ پھر وہ دل میں سوچے کہ اس جیسا کپڑا تو پہلے سے میرے گھر میں رکھا ہوا ہے تو وہ گاہک کو اپنے گھر والا کپڑا دے کر

قیمت وصول کرے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس کے پاس اس کے مطلوبہ کپڑے سے بہتر کپڑا بھی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ اسے نہ دے کیونکہ امانت کی اپنی ایک اہمیت ہے اور امانت وہ بارِگراں ہے جسے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے بھی نہیں اٹھایا تھا اور وہ اس سے سے ڈر گئے تھے مگر انسان نے بارِ امانت کو اٹھایا بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا اور جاہل تھا۔

بصائر الدرجات کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ وہ امانت ولایت تھی اور جس نے اس کا ناجائز دعویٰ کیا وہ ظالم و جاہل تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیتِ مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ امانت سے امامت اور امر و نہی مراد ہے اور امانت سے امامت مراد لینے کی دلیل اللہ کا وہ فرمان ہے جس کے مخاطبِ اوّل آئمہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا......(النساء: ۵۸) ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچاؤ''۔

مقصد یہ ہے کہ پہلے امام کو چاہیے کہ وہ امامت دوسرے امام کو پہنچائے۔ اسی امانتِ امامت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور اس سے ڈر گئے تھے۔

مقصد یہ ہے کہ وہ امامت کے دعویٰ اور اسے غصب کرنے سے ڈر گئے تھے جب کہ ایک انسان نے اسے اٹھایا۔ بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومنین اور مومنات کی توبہ قبول کرے۔ اللہ تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

●......●......●

سُورَةُ سَبَإٍ

سورة السبا مكية آياتها ۵۴ و ركوعاتها ۶

''سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چون آیات اور چھے رکوع ہیں''۔

سورۂ سبا کے فضائل

ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:
"لفظ حمد سے شروع ہونے والی دو سورتوں سورۂ سباء اور سورۂ فاطر کو جو شخص رات کو پڑھے تو پوری رات خدا کی حفظ و امان میں رہے گا اور جو اِن سورتوں کو دن میں پڑھے تو پورے دن میں اسے کوئی اذیت نہیں پہنچے گی اور خدا اُسے دنیا و آخرت کی اتنی بھلائیاں عطا کرے گا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔
مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ سباء کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن ہر رسولؑ و نبیؑ اس کا رفیق ہوگا اور اس سے مصافحہ کرے گا۔

سورۂ سبا کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ میں خدا کی بادشاہت، خدا کے علم، قیامت کی آمد، اہلِ ایمان کی مغفرت، کفار کے عذاب، اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کی روش، حضرت داؤدؑ وسلیمانؑ کی بادشاہت، حضرت سلیمانؑ کی انوکھی موت، قومِ سباء کی ناشکری اور بربادی، معبودانِ باطل کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، کفار سے مطالبہ کہ خدا کے شریک دکھاؤ۔
رسولِ خدا تمام انسانوں کے رسول ہیں، قیامت کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ بالادست اور زیردست طبقہ کی گفتگو، بالادست طبقہ کی رعونت، رزق کی کمی بیشی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ملائکہ اپنے پوجے جانے کا انکار کریں گے۔ رسولِ خدا پر اعتراضات میں تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ اب باطل کارگر نہیں ہوسکے گا اور کفار کی خواہشات کی تکمیل میں رکاوٹیں ڈال دی جائیں گی جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ③ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۧ﴿۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ

كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء ہیں اور آخرت میں بھی اسی کے لیے حمد ہے۔ وہی صاحبِ حکمت اور صاحبِ خبر ہے۔ جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے برآمد ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو چیز اس میں بلند ہوتی ہے، وہ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ مہربان اور زیادہ بخشنے والا ہے۔

کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہہ دیں کہ مجھے اپنے عالم الغیب خدا کی قسم! وہ تم پر ضرور آئے گی۔ اُس سے ذرہ برابر چیز نہ تو آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے اور نہ ہی زمین میں چھپی ہوئی ہے۔ نہ ذرہ سے چھوٹی چیز اور نہ ہی بڑی چیز سب کچھ واضح کتاب میں ہے۔ قیامت اس لیے ہے تاکہ خدا ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ جن لوگوں نے ہماری آیات کو پست بنانے کے لیے کوششیں کی ہیں ان لوگوں کے لیے دردناک سزا کا عذاب معین ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپؐ پر اُتارا گیا ہے وہ حق ہے اور خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔

کافروں نے کہا: کیا ہم تمھیں ایسے شخص کا پتہ بتائیں جو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تمھارے جسم کا ذرّہ ذرّہ منتشر ہو چکا ہوگا، اس وقت تمھیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا؟

اس نے اللہ پر اِفترا پردازی کی ہے یا پھر اس میں جنون پایا جاتا ہے۔ نہیں جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور وہ بُری طرح سے بھکے ہوئے ہیں۔ کیا انھوں نے اس آسمان و زمین کو نہیں دیکھا جو انھیں آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے

ہے۔ اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرا دیں۔ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے نشانی موجود ہے۔

ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے فضل عطا کیا تھا اور (حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو! تم اس کے ساتھ تسبیح میں ہم آہنگی کرو اور ہم نے پرندوں کو اس کے لیے مسخر کر دیا اور لوہے کو نرم کر دیا۔ (داؤدؑ کو حکم دیا کہ) تم زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھو۔ آلِ داؤدؑ! نیک عمل کرتے رہو۔ میں تم سب کے اعمال کو دیکھ رہا ہوں اور ہم نے سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کی رفتار بھی ایک ماہ کے برابر تھی اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا اور ایسے جن اس کے تابع کر دیئے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی نافرمانی کرتا تو اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ جنات اس کے لیے جو وہ چاہتے تھے بناتے تھے جیسے محرابیں، تصویریں اور حوضوں کے برابر پیالے اور زمین میں گڑی ہوئی بڑی بڑی دیگیں۔ آلِ داؤدؑ! شکر ادا کرو۔ میرے بندوں میں بہت کم لوگ شکر گزار ہیں۔

پھر جب ہم نے سلیمانؑ پر موت کا فیصلہ نافذ کیا تو اس کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ سنائی سوائے دیمک کے جو اُن کے عصا کو کھا رہی تھی۔ جب وہ گرے تو جنات کو اس کی موت کا علم ہوا۔ اگر وہ غیب جاننے والے ہوتے تو وہ ذلت کے عذاب میں کبھی گرفتار نہ رہتے''۔

حمد کی وجوہات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ①

""تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء ہیں اور آخرت میں بھی اسی کے لیے حمد ہے وہی صاحبِ حکمت اور صاحبِ خبر ہے۔

قرآن کریم میں پانچ سورتیں ایسی ہیں جن کا آغاز لفظ ""الحمد"" سے ہوا ہے۔ پہلی دو نصف اوّل میں ہیں اور دوسری دو نصف ثانی میں ہیں۔ چنانچہ سورۂ انعام اور سورۂ کہف کی ابتدا ""الحمد"" سے ہوتی ہے اور سورۂ سبا اور سورۂ فاطر کی ابتدا بھی اسی لفظ سے ہوتی ہے اور سورۂ فاتحہ کی ابتدا بھی اسی لفظ سے ہوتی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خدا کی نعمات اگرچہ بہت زیادہ ہیں اور انسان انھیں شمار کرنے سے قاصر ہے۔ پھر بھی وہ تمام نعمات دو قسموں میں منحصر ہیں:

① نعمتِ ایجاد ② نعمتِ ابقاء (باقی رکھنا)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے طفیل ہمیں پیدا کیا اور پھر ہمیں اس دنیا میں چند روز باقی رکھنے کا بھی ساز و سامان پیدا کیا۔

انسان کو دوبارہ بھی جی اُٹھنا ہے۔ چنانچہ آخرت کے لحاظ سے بھی یہی دو عظیم نعمات شمار کی جاتی ہیں: ① نعمتِ اعادہ (دوبارہ لوٹائے جانے کی نعمت) ② نعمتِ ابقاء۔ جہاں دنیا میں حاصل ہونے والی نعمتِ وجود کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں یوں بیان کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تاریکیوں اور روشنی کو پیدا کیا ہے)

اس آیت میں اللہ نے اشارہ کیا کہ انسان کو چاہیے کہ میری حمد بجا لائے کیونکہ میں نے اسے نعمتِ وجود دی ہے اور اسی نعمتِ وجود کے لیے سورۂ انعام میں فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ""وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا ہے""۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف کا آغاز ان کلمات سے کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ① (تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کوئی کجی نہیں چھوڑی)

یہ ""نعمتِ ابقاء"" کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر کتابِ قانون نہ ہو اور شریعتوں کا وجود نہ ہو تو پھر ہر شخص اپنے مفادات پورا کرنے کی جدوجہد کرے گا اور اس سے جو فریق متاثر ہوگا وہ اس سے جھگڑا کرے گا۔ اگر قانون و شریعت ہی نہ ہو تو اختلافات کا فیصلہ نہ ہو سکے گا اور پوری دنیا آپس میں لڑ مر کر تباہ ہو جاتی۔ انسان کی بقاء شریعت و قانون کے ساتھ مربوط ہے اور قرآن کتابِ قانون ہے، لہٰذا قرآن نعمتِ ابقاء کا سبب ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس سے قبل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ کے جملے ارشاد فرمائے۔

پھر سورۂ سباء کے آغاز میں ""نعمتِ اعادہ"" کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

الْاَرْضِ (تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء ہیں)۔

اس کی مزید دلیل یہ ہے کہ ان کلمات کے بعد اللہ نے فرمایا: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ "اور آخرت میں اس کے لیے حمد ہے"۔

پھر سورۂ فاطر کے آغاز میں "اخروی نعمتِ ابقاء" کی طرف اشارہ کیا اور سورۂ فاطر کا آغاز ان الفاظ سے کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا ...... (تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور ملائکہ کو اپنا قاصد بناتا ہے)۔

ملائکہ انبیاءؑ جو پیغام لائے ہیں اس پیغام کا تعلق آخرت کی نعمتِ ابقاء سے ہے اسی لیے سورۂ فاطر کا آغاز لفظ الحمد سے کیا گیا۔

سورۂ فاتحہ میں دنیوی اور اُخروی دونوں طرح کی نعمات کا ذکر ہے۔ چنانچہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں دنیاوی نعمتِ ایجاد کا ذکر بھی ہے اور نعمتِ ابقاء کا ذکر بھی ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے الفاظ میں نعمتِ وجود کا تذکرہ کیا گیا ہے اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں نعمتِ ابقاء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی آیت میں نعمتِ اعادہ اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں نعمتِ ابقاء کی طرف اشارہ ہے۔

چنانچہ سورۂ فاتحہ میں چاروں طرح کی نعمات کا ذکر ہے جب کہ لفظ الحمد سے شروع ہونے والی باقی چار سورتوں میں ایک ایک نعمت کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ سب سے جامع ہے۔ اسی لیے اللہ نے اسے "سبع مثانی" کا لقب دیا ہے، یعنی یہ ایسی سات آیات ہیں جو کہ بار بار دہرائی جاتی ہیں۔

قولہ تعالیٰ: وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ①

"اور وہ صاحبِ حکمت اور صاحبِ خبر ہے"۔

"حکمت" اس علم کو کہا جاتا ہے جو کسی فعل کا ذریعہ بنے۔ اگر کوئی شخص کسی بات کو جانتا ہو لیکن اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے تو اسے "حکیم" نہیں کہا جاتا۔ بالفاظِ دیگر "حکیم" اس کو کہتے ہیں جس کے قول و فعل میں مطابقت پائی جائے۔ اور "خبیر" اسے کہا جاتا ہے جو معاملات کی حقیقت اور ان کے انجام سے واقف ہو۔

خدائے متعال نے فرمایا: میں حکیم و خبیر ہوں تو مقصد یہ ہے کہ ابتدا کرتے وقت اس نے حکمت سے کام لیا اور ہر چیز کو ویسا بنایا جیسا کہ اس کے بنانے کا حق تھا اور وہ مخلوق کی انتہاء اور مخلوق کے افعال سے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اشیاء کا

آخر پر انجام کیا ہے۔ لفظ ''حکیم'' کا تعلق ابتداء سے ہے اور ''خبیر'' کا تعلق انتہا سے ہے۔ (اضافۃ من المترجم ملخصا عن الرازی)

قولہ تعالیٰ: يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ②

''جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے برآمد ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو چیز اس میں بلند ہوتی ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ مہربان اور بہت بخشنے والا ہے''۔

مقصدِ آیت یہ ہے کہ زمین میں جو دانہ جاتا ہے اور جو دوسرے مُردے زمین میں دفن ہوتے ہیں اور زمین سے جو انگوری پیدا ہوتی ہے اور قیامت کے دن زمین سے جو مُردے برآمد ہوں گے وہ ان سب کو جانتا ہے اور آسمان سے جو بارش کے قطرات، ملائکہ اور آسمانی کتب نازل ہوئی ہیں وہ انھیں بھی جانتا ہے اور جو چیزیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں مثلاً پاکیزہ کلمات اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (پاکیزہ کلمات اسی کی طرف جاتے ہیں اور عملِ صالح انھیں بلند کرتا ہے)

اور اَرواح وغیرہ کو جو آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں انھیں بھی اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ آخر میں اللہ نے اپنی دو صفات ''رحیم'' اور ''غفور'' کا ذکر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو کچھ وہ آسمان سے رزق یا شریعت کے رنگ میں اُتارتا ہے تو اس میں وہ ''رحیم'' ہے۔ اور جب مرنے والوں کی اَرواح اس کے پاس آتی ہیں تو وہ ان کے لیے ''غفور'' ہوتا ہے۔ (ملخصا عن الرازی)

تفسیر علی بن ابراہیم میں يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ کے ضمن میں لکھا ہے کہ زمین میں جو چیز داخل ہوتی ہے اور جو نباتات اس سے نکلتے ہیں اور جو بارش اور شریعتیں آسمان سے اُترتی ہیں اور بندوں کے جو اعمال آسمانوں تک پہنچتے ہیں، اللہ ان سب کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا پھر اسے حکم دیا کہ لکھ۔ چنانچہ قلم نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونا ہے سب کچھ لکھ دیا۔

قولہ تعالیٰ: وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ⑥

''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اُتارا گیا

ہے وہ حق ہے اور وہ خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم کے ایک بیان کا ماحصل یہ ہے کہ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں اسی لیے انھوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی تصدیق کی تھی۔

داوٗدؑ وسلیمانؑ پر خصوصی نعمات

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬

"ہم نے داوٗدؑ کو اپنی طرف سے فضل عطا کیا تھا اور (حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو! تم اس کے ساتھ تسبیح میں ہم آہنگی کرو اور ہم نے پرندوں کو اس کے لیے مسخر کر دیا اور لوہے کو نرم کر دیا۔ (داوٗدؑ کو حکم دیا کہ) تم زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھو۔ آلِ داوٗدؑ! نیک عمل کرتے رہو۔ میں تم سب کے اعمال کو دیکھ رہا ہوں اور ہم نے سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کی رفتار بھی ایک ماہ کے برابر تھی اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا اور ایسے جن اس کے تابع کر دیئے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی نافرمانی کرتا تو اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ جنات اس کے لیے جو وہ چاہتے تھے بناتے تھے جیسے محرابیں، تصویریں اور حوضوں کے برابر پیالے اور زمین میں گڑی ہوئی بڑی بڑی دیگیں۔ آلِ داوٗدؑ! شکر ادا کرو۔ میرے بندوں میں بہت کم لوگ شکر گزار ہیں"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے جب حضرت داوٗد علیہ السلام زبور پڑھتے تو ان کے ساتھ پہاڑ، پرندے اور جنگلی

جانور بھی تسبیح کرنے لگ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو ان کے لیے موم بنا دیا تھا وہ جو چاہتے لوہے سے بنا لیتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: منگل کے دن اپنی حاجات تلاش کرو کیونکہ اس دن خدا نے داؤدؑ کے لیے لوہے کو موم کر دیا تھا۔ خدا نے داؤدؑ و سلیمانؑ کو وہ کچھ عطا کیا تھا جو پہلے انبیاء میں سے کسی کو عطا نہیں ہوا تھا۔ خدا نے دونوں کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا تھا اور ان کے لیے لوہے اور تانبے کو موم کر دیا تھا اور پہاڑ داؤدؑ کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ لوگ علی بن الحسینؑ سے پہلے مکہ کی طرف روانہ نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؑ مکہ کی طرف روانہ ہوئے میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا۔ ایک جگہ اُترے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر سجدہ میں تسبیح پڑھی۔ وہاں جتنے بھی درخت یا پہاڑ تھے سب سے تسبیح کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

میں ڈر گیا۔ آپؑ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا: سعید! کیا گھبرا گئے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تسبیح اعظم ہے۔

اصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: خدا نے اپنے رسول کو تین خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ آپ کی پہلی خاصیت یہ تھی کہ آپ کا سایہ نہیں تھا اور دوسری خاصیت یہ تھی کہ خدا نے آپؐ کے وجود کو اتنا خوشبودار بنایا تھا کہ آپؐ جہاں سے بھی گزر کرتے، تین دن تک وہاں آپ کی خوشبو موجود رہتی تھی۔

آپ کی تیسری خاصیت یہ تھی کہ آپؐ جس بھی درخت یا پہاڑ کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کو سجدہ کرتا تھا اور سلام کہتا تھا۔

احتجاج طبرسی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے نبی داؤد کے لیے پہاڑ مسخر تھے تو کیا آپؑ کے نبی کا حکم پہاڑوں پر بھی چلتا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! ایک دفعہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ ایک پہاڑ پر بیٹھا ہوا تھا کہ پہاڑ لرزنے لگا۔ رسولِ خدا نے فرمایا: ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی اور ایک وصی شہید موجود ہے۔ آپؐ کا یہ فرمان سن کر پہاڑ پُرسکون ہو گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ آپؐ نے ایک پہاڑ کو دیکھا جس سے آنسوؤں کی طرح کا پانی ٹپک رہا تھا۔ آپؐ نے پہاڑ سے فرمایا: تو کیوں رو رہا ہے؟

پہاڑ سے آواز آئی کہ حضرت عیسیٰؑ کا یہاں سے گزر ہوا تھا انھوں نے کہا تھا کہ دوزخ کا ایندھن پتھر اور انسان ہوں گے۔ جب سے میں نے یہ سنا ہے اس وقت سے مسلسل رو رہا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تجھے رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دوزخ میں سنگِ کبریت کو جلایا جائے گا۔ اس کے بعد پہاڑ پُر سکون ہو گیا۔

کفار کے مقابلہ کے لیے خندق کھودی جا رہی تھی کہ ایک سخت چٹان نمودار ہوئی جو کسی کے کاٹے نہ کٹی۔ رسولِ خدا نے وضو کیا اور کدال ہاتھ میں لیا اور اس پر اپنے ہاتھ سے ضربیں ماریں۔ سخت چٹان ریت کی طرح سے بھُر بھُری بن گئی تھی۔

الکافی میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو وحی فرمائی کہ تم ہمارے اچھے بندے ہو لیکن تمھارے اندر ایک کمی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم بیت المال سے اپنا خرچ پورا کرتے ہو۔ اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنے لیے رزق حاصل کیوں نہیں کرتے؟ یہ سنا تو داؤد چالیس دن تک روتے رہے، پھر اللہ نے ان کے لیے لوہا موم کر دیا اور فرمایا کہ لو اب تم اس سے زرہیں بناؤ۔

حضرت داؤدؑ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے۔ انھوں نے ایک سال میں تین سو ساٹھ زرہیں بنائیں۔ پھر انھوں نے سب زرہیں ایک زرہ ایک ہزار درہم کے حساب سے فروخت کر دیں۔ انھیں تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم کی رقم حاصل ہوئی۔ پھر انھیں اپنے اخراجات کے لیے بیت المال کی رقم کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

حضرت سلیمانؑ اور ہوا

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا۔ آپؑ تخت پر بیٹھتے تھے۔ ہوا آپؑ کے تخت کو پرواز میں لاتی تھی اور صبح کے وقت آپؑ اپنی سلطنت کا فضائی جائزہ لیتے تھے اور ایک انسان ایک ماہ میں جتنی مسافت طے کر سکتا ہے اتنی مسافت آپ صبح کے وقت طے کرتے تھے اور شام کے وقت بھی اتنے ہی علاقہ کا فضائی جائزہ لیتے تھے۔

عیون الاخبار میں ہے کہ چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ سے کہا تھا کہ اچھا یہ بتاؤ خدا نے تمھارے لیے ہوا کو مسخر کیوں کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔

چیونٹی نے کہا: خدا نے ہوا کو تیرا مسخر بنا کر تجھے یہ پیغام دیا ہے کہ حکومت و اقتدار پر کبھی ناز نہ کرنا، یہ تو ہوا کی طرح سے آنے جانے والی چیز ہے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایک یہودی نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ سلیمانؑ کے لیے ہوا مسخر تھی وہ روزانہ دو ماہ کا سفر صبح و شام طے کیا کرتے تھے۔ کیا تمھارے نبی کو بھی خدا نے کوئی ایسا معجزہ دیا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے نبی کو خدا نے اس سے بڑا معجزہ عطا کیا تھا۔ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کا ایک ماہ کا سفر ہے۔ آپؐ نے شبِ معراج اسے چشم زدن میں عبور کیا۔ پھر مسجد اقصیٰ سے ملکوتِ سماوات تک پچاس ہزار سالوں کا فاصلہ ہے۔ آپ نے ایک تہائی شب میں یہ فاصلہ عبور کیا اور ساقِ عرش تک جا پہنچے تھے۔

شاہِ ولایت کے لیے ہوا کی تسخیر

سید ابن طاؤس اپنی کتاب سعد السعود میں لکھتے ہیں کہ انس بن مالک نے بیان کیا کہ رسولِ خدا کی خدمت میں ایک قالین ہدیہ کیا گیا جسے "بہندف" کہا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس پر حضرت علیؑ، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد کو بٹھایا اور آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اسے پرواز کا حکم دو، یہ پرواز کرے گا اور تمھیں اصحابِ کہف کے غار کے دہانے پر لے جائے گا اور وہاں تم فرداً فرداً اصحابِ کہف کو سلام کرنا۔

حکمِ پیغمبرؐ پانے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے قالین کو پرواز کرنے کا حکم دیا۔ قالین نے پرواز کی۔ پھر وہ انھیں ایک غار کے دہانے پر لے گیا۔ سب وہاں اُترے اور سب نے باری باری اصحابِ کہف کو سلام کیا لیکن کسی کو جواب نہ ملا۔ آخر میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام آگے بڑھے اور آپؑ نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے آپ کو سلام کا جواب دیا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں نے پہلے افراد کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟

اصحابِ کہف نے کہا: ہم صرف نبیؐ یا نبیؐ کے وصیؑ کے سلام کا جواب دینے پر مامور ہیں۔ ان میں کوئی نبی تھا اور نہ ہی کوئی نبی کا وصی تھا اسی لیے ہم نے انھیں جواب نہیں دیا۔ آپ چونکہ نبی کے وصی ہیں اسی لیے ہم نے آپ کو سلام کا جواب دیا ہے۔

اس کے بعد سب افراد قالین پر بیٹھے۔ قالین نے پرواز کی۔ راستے میں امیرالمومنین نے قالین کو اُترنے کا حکم دیا۔ قالین زمین پر اُترا۔ آپؑ نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری جس سے پانی برآمد ہوا۔ سب نے وضو کیا اور نمازِ شب پڑھی۔ نمازِ شب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپؑ نے قالین کو پرواز کا حکم دیا۔ قالین نے پرواز کی اور سیدھا مدینہ آکر اُترا۔ اس وقت رسولِ خدا مسجد نبویؐ میں نمازِ فجر پڑھا رہے تھے اور آپؐ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا کی تلاوت کر رہے تھے۔

جب آپؐ نے نماز مکمل کی تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ! تم اپنے سفر کا حال بیان کرو گے یا میں تمھارے سفر کا حال بیان کروں؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ہم آپؐ کی زبانِ مبارک سے سننا پسند کریں گے۔
پھر رسولِؐ خدا نے اول سے لے کر آخر تک سفر کا یوں حال سنایا جیسے وہ اس سفر میں اِن کے ساتھ ہوں۔

تسخیرِ جنات

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ؕ

''اور ہم نے ایسے جن سلیمانؑ کے تابع کر دیئے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ نے جنات کو صرف سلیمان علیہ السلام کے لیے تابع نہیں کیا تھا بلکہ انھیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بھی تابع کیا ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل روایات سے پتہ چلتا ہے۔

ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ ابوخالد کابلی نے ایک طویل عرصہ تک حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت کی۔ پھر اسے وطن کی یاد نے ستایا۔ اس نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! اب میں اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے طویل عرصہ تک ہماری خدمت کی ہے، میں تمھیں خالی ہاتھ روانہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس وقت میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔ تم ٹھہر جاؤ، کل شام ایک مالدار شخص یہاں مدینہ آئے گا۔ اس کی بیٹی پر آسیب کا سایہ ہے۔ اس نے شام میں ہر جگہ اپنی بیٹی کا علاج کرایا ہے لیکن اس کی بیٹی ٹھیک نہیں ہو سکی۔ وہ کل اپنی بیٹی کے علاج کے لیے مدینہ آئے گا۔ تم اس کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میں آسیب کو دُور کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم اس کے عوض مجھے دس ہزار درہم دو گے۔ وہ تم سے دس ہزار درہم کا وعدہ کریں گے۔ تم لڑکی کے بائیں کان پر منہ رکھ کر یہ کہنا:

''علی بن الحسینؑ کہہ رہے ہیں کہ اس لڑکی کو چھوڑ دے''۔

جب تم یہ کہو گے تو لڑکی کو افاقہ ہوگا لیکن وہ اپنی شرط پوری نہ کریں گے۔ چنانچہ دوسرا دن ہوا تو شام کا ایک رئیس اپنے ساتھ نوکروں کی فوج ظفر موج لے کر مدینہ آیا اور کہا کہ میری بیٹی پر آسیب کا سایہ ہے، کوئی ہے جو اس کا علاج کرے؟

ابھی اس نے یہ کہا ہی تھا کہ ابوخالد کابلی نے کہا: میں اس کا علاج کرتا ہوں لیکن اس کے لیے تمھیں دس ہزار درہم نذرانہ دینا ہوگا۔

شامی رئیس نے کہا: ٹھیک ہے میں تمھاری مطلوبہ رقم تمھیں دوں گا۔

اس کے بعد ابوخالد آگے بڑھے اور لڑکی کے بائیں کان پر منہ رکھ کر کہا: "اے خبیث! علی بن الحسینؑ تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اس لڑکی کو چھوڑ دے"۔

جیسے ہی ابوخالد نے حضرتؑ کا پیغام پہنچایا تو لڑکی فوراً ہوش میں آ گئی اور باپ سے باتیں کرنے لگی۔ ابوخالد نے رقم کا مطالبہ کیا تو شامی نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔ ابوخالد پریشان ہو کر امام علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ انھوں نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے کل تم سے یہ کہا تھا کہ وہ وعدہ خلافی کریں گے۔ اب وہ تمھارے پاس دوبارہ آئیں گے۔ کچھ دیر بعد لڑکی پر دوبارہ آسیب آ گیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ شامی رئیس ابوخالد کے پاس آیا اور کہا: خدا کے لیے میری بیٹی کا علاج کرو۔

ابوخالد نے کہا: تم زبان کے پکے نہیں ہو، پہلے دس ہزار درہم میرے آقا علی بن الحسینؑ کے پاس جمع کراؤ۔ پھر میں تمھاری بچی کا علاج کروں گا۔

شامی رئیس نے وہ رقم امام علیہ السلام کے پاس جمع کرائی۔ پھر ابوخالد آگے بڑھے اور لڑکی کے کان میں فرمایا: خبیث! میرے مولا امام علی بن الحسینؑ تجھے حکم دیتے ہیں کہ اس لڑکی کو چھوڑ دے۔ اگر تو واپس آیا تو میں تجھے خدا کی بھڑکائی ہوئی اس آگ سے جلا دوں گا جو دلوں تک چڑھ جاتی ہے۔

ابوخالد نے یہ کلمات کہے تو لڑکی ہوش میں آ گئی اور اسے ہمیشہ کے لیے آسیب سے نجات مل گئی۔

ابوخالد نے امامؑ سے مذکورہ رقم لی اور اپنے وطن چلے گئے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے کہا کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے جن تابع بنا دیے گئے تھے کیا تمھارے نبی کو بھی خدا نے کوئی ایسا مقام دیا ہے؟

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ سچ ہے کہ جنات نے سلیمانؑ کی خدمت کی تھی لیکن وہ اپنے کفر پر باقی رہے تھے۔ جب کہ رسول اکرمؐ کی زبانی جنات نے قرآن سنا تو وہ ایمان لے آئے تھے اور پھر انھوں نے اپنی قوم میں دین کی تبلیغ کی تھی۔ اکہتر ہزار جنات نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر بیعت کی تھی، لہٰذا ہمارے نبیؐ کا معجزہ حضرت سلیمانؑ کے معجزہ سے زیادہ عظیم ہے۔

کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جنات آسمانوں تک کیسے جاتے ہیں جب کہ وہ بھی ہماری طرح سے جسم کثیف رکھتے ہیں؟!

آپؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے وہ جسم لطیف رکھتے ہیں۔ ان کی غذا نسیم سحر ہے اور اگر وہ جسم کثیف رکھتے تو آسمانوں تک نہ جاسکتے۔ البتہ حضرت سلیمانؑ کے لیے انھیں جسم کثیف دیا گیا تھا۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنات حضرت سلیمانؑ کے لیے جو تماثیل (تصویریں) بناتے تھے وہ مردوں اور عورتوں کی نہیں ہوتی تھیں وہ درختوں اور پہاڑوں کی تصاویر بنایا کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ایسے تکیے اور قالین تھے جن پر تصاویر بنی ہوئی تھیں، ان پر آپ بیٹھا کرتے تھے۔

شکر

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

''میرے بندوں میں سے بہت کم لوگ ہی شکر گزار ہیں''۔

روضۂ کافی میں احمد بن عمر سے منقول ہے کہ میں اور حسین بن ابی فاختہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے کہا: مولاؑ! ہم پہلے بہتر حالت میں تھے لیکن گردشِ زمانہ کے تحت اب ہمارے حالات انتہائی خراب ہو چکے ہیں اور ہم مالی طور پر انتہائی پریشانی کا شکار ہو چکے ہیں۔ آپ خدا سے دعا مانگیں کہ ہمارے حالات بہتر ہو جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟ کیا تم بادشاہ بننا چاہتے ہو؟ اور کیا تم ہماری ولایت کے عقیدہ کو چھوڑ کر مامون کے جرنیل طاہر اور ہرثمہ کی طرح کا بننا پسند کرتے ہو؟

ہم نے کہا: مولاؑ! اگر ساری زمین کے خزانے بھی ہمیں دے دیئے جائیں تو بھی ہم عقیدۂ ولایت کو ان پر ترجیح دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یاد رکھو جب خدا آسانی اور فراخی عطا کرے تو خدا کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم، آیت ۷) ''اگر تم نے شکر کیا تو میں نعمات میں اضافہ کردوں گا''۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ''میرے بندوں میں سے بہت کم بندے شکر گزار ہیں''۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: ''اے خدا کے بندو! میں تمھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ اللہ کا تم پر حق ہے اور تمھارے حق کو اللہ پر ثابت کرنے والا ہے اور یہ کہ تقویٰ کے لیے اللہ سے مدد چاہو اور تقربِ الٰہی کے لیے اس سے اعانت کی درخواست کرو اس لیے کہ تقویٰ آج (دنیا میں) پناہ و سپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے۔ اس کا راستہ آشکارا اور اس کا راہ پیا نفع میں رہنے والا ہے۔ جس کے سپرد یہ ودیعت ہے وہ اس کا نگہبان ہے۔ یہ تقویٰ اپنے آپ کو گزر جانے والی اور پیچھے رہ جانے والی اُمتوں کے سامنے ہمیشہ پیش کرتا رہا ہے کیونکہ وہ سب اس کی حاجت مند ہوں گی۔ کل جب خداوند عالم اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گا اور جو دے رکھا ہے وہ واپس لے گا اور اپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا تو اسے قبول کرنے والے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے۔ وہ گنتی کے اعتبار سے کم اور اس توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے کہ میرے بندوں میں شکرگزار بندے کم ہیں۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عبادات میں شکر کو اہم مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ''میرے بندوں میں سے بہت کم شکرگزار ہیں''۔

حضرت سلیمانؑ کی موت

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

''پھر جب ہم نے سلیمانؑ پر موت کا فیصلہ نافذ کیا تو اس کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ سنائی سوائے دیمک کے جو اس کے عصا کو کھا رہی تھی۔ پھر جب وہ گرے تو جنات کو ان کی موت کا علم ہوا۔ اگر وہ غیب جاننے والے ہوتے تو وہ ذلت کے عذاب میں کبھی مبتلا نہ رہتے''۔

عیون الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک دن حضرت سلیمانؑ نے دربار میں فرمایا کہ مجھے بہت زیادہ نعمات عطا کی ہیں۔ اللہ نے مجھے ایسی سلطنت عطا کی ہے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہوگی۔ اس نے میرے لیے ہوا کو مسخر کیا اور انسانوں، جنات، پرندوں اور جانوروں کو میرا مطیع بنایا اور مجھے پرندوں کی بولی کی

تعلیم دی لیکن اس کے باوجود میں نے کبھی بھی پورا دن آرام وسکون سے بسر نہ کیا۔ میں کل کا دن آرام وسکون سے بسر کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے محل میں رہوں گا اور چھت پر چڑھ کر اپنی مملکت کا نظارہ کروں گا۔ کل میرے محل کے دروازے بند ہوں گے اور کسی کو یہ اجازت نہ ہوگی وہ آ کر مجھے بے آرام کرے۔

دوسرا دن ہوا۔ محل کے دروازے تمام لوگوں کے لیے بند ہو گئے۔ آپ نے ہاتھ میں عصا لیا اور محل کی چھت پر آ گئے۔ آپ عصا کا سہارا لے کر اپنی مملکت کا نظارہ کر کے خوش ہو رہے تھے کہ اتنے میں محل کے ایک کونے سے خوبصورت شکل کا شخص نمودار ہوا۔

حضرت سلیمانؑ کی اس پر نظر پڑی تو فرمایا: تجھے یہاں آنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

جوان نے کہا: میں اس محل کے اصلی مالک کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا: بے شک وہ اس کا حقیقی مالک ہے۔

پھر آپؑ نے پوچھا: تو کون ہے؟

جوان نے کہا: میں ملک الموت ہوں، آپؑ کی روح قبض کرنے کے لیے آیا ہوں۔

حضرت سلیمانؑ نے کہا: آپ خدا کے فرمان کی تعمیل کریں۔ میں تو آج کا دن خوشی اور آرام میں بسر کرنا چاہتا تھا لیکن خدا چاہتا ہے کہ میں اپنی خوشی کی تکمیل اس کی بارگاہ میں حاضری سے کروں۔ آپؑ نے عصا کا سہارا لیا اور ملک الموت نے آپؑ کی روح قبض کر لی۔ پھر جب تک خدا نے چاہا آپؑ عصا کا سہارا لیے ہوئے کھڑے رہے۔

لوگ آپؑ کو دُور سے کھڑا ہوئے دیکھتے رہے اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ سلیمانؑ زندہ ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ لوگوں میں ان کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

ایک گروہ نے کہا: سلیمانؑ مدت سے عصا کے سہارے کھڑے ہیں نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ کھڑے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے رب ہیں اور ہمیں ان کی عبادت کرنی چاہیے۔

دوسرے گروہ نے کہا: یہ ہمیں عصا کا سہارا لیے ہوئے کھڑے دکھائی دیتے ہیں جب کہ حقیقت میں یہ ناممکن ہے۔ انھوں نے ہماری نظر کو دھوکا دے رکھا ہے اور وہ بہت بڑے جادوگر ہیں۔

اہلِ ایمان نے کہا: سلیمانؑ خدا کے بندے ہیں اور اس کے نبی ہیں، خدا جیسے چاہے گا ان کے معاملات کی تدبیر کرے گا۔

جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عصا پر دیمک مسلط کر دی۔ جس نے ان کے عصا کو کھانا شروع کر دیا۔ جب آپؑ کا عصا اندر سے کھوکھلا ہوگیا تو وہ ٹوٹ گیا اور آپؑ منہ کے بل زمین پر (چھت پر) گر پڑے۔

قوم جنات نے دیمک کا شکریہ ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تمھیں دیمک دکھائی دے گی وہاں تمھیں مٹی اور پانی کی بھی کچھ مقدار ضرور دکھائی دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی موت سے یہ استدلال کیا کہ اگر جنات کو غیب کا علم ہوتا تو وہ اتنے عرصہ تک ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

ایک روایت اس طرح سے ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنات نے ان کے لیے ایک شیش محل تعمیر کیا تھا۔ ایک دن آپ اس شیش محل میں چل رہے تھے اور وہاں سے دیکھ رہے تھے کہ جنات کیسے کام کرتے ہیں۔ پھر آپؑ نے کسی اور شخص کی موجودگی کا احساس کیا۔ آپؑ نے پلٹ کر دیکھا تو انھیں وہاں ایک اور شخص دکھائی دیا۔

آپؑ نے فرمایا: تم کون ہو؟

نووارد نے کہا: میں وہ ہوں جو کسی سے رشوت نہیں لیتا اور کسی بادشاہ سے نہیں ڈرتا۔ میں ملک الموت ہوں اور میں تمھاری روح قبض کرنے کے لیے آیا ہوں۔

آپؑ نے عصا کا سہارا لیا۔ ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔ آپؑ ایک برس تک عصا کے سہارے کھڑے رہے۔ جنات یہ سمجھتے رہے کہ سلیمانؑ ان کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں۔

پھر اللہ نے عصا پر دیمک مسلط کی جس نے آپ کے عصا کو کھوکھلا کر دیا تو آپؑ گر پڑے۔ جب آپؑ گرے تو جنات کو علم ہوا کہ سلیمانؑ کو وفات پائے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر ان کے پاس غیب کا علم ہوتا تو وہ کبھی بھی ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

جنات آج تک دیمک کے شکر گزار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جہاں بھی دیمک کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے لیے مٹی اور پانی وہاں رکھ دیتے ہیں۔ کتاب کمال الدین میں رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عمر سات سو بارہ سال تھی۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو وحی فرمائی کہ تیری موت کی نشانی یہ ہے کہ بیت المقدس میں ایک درخت پیدا ہوگا جسے "خرنوبہ" کہا جائے گا۔

ایک دن سلیمانؑ نے ایک نیا درخت اُگا ہوا دیکھا تو آپؑ نے درخت سے فرمایا کہ تیرا کیا نام ہے؟

درخت سے آواز آئی کہ مجھے "خرنوبہ" کہا جاتا ہے۔ یہ سنا تو آپؑ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا اور آپؑ محرابِ عبادت

میں آئے اور عصا کا سہارا لیا۔ اسی جگہ پر آپ کی وفات ہوگئی۔

تمام انسان اور جن آپ کو زندہ سمجھ کر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مصروف رہے۔ پھر دیمک نے آپ کا عصا چاٹا۔ عصا کمزور ہوا تو آپ گر پڑے۔

روایات میں ہے کہ اس دوران میں آپ کے وزیر آصف بن برخیا نظام حکومت کو چلاتے رہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ

وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ج لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي
الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ
عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا لا قَالَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا الْحَقَّ ج وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ لا
وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا
تُسْئَلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ
بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ط وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ
اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ط بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ
سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ط وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

G6

مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

"قوم سباء کے لیے ان کے وطن ہی میں نشانی تھی ان کے دائیں بائیں دونوں طرف باغات تھے۔ تم اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ وعمدہ ملک ہے اور بخشنے والا پروردگار ہے۔

مگر انھوں نے (شکر سے) منہ موڑ لیا۔ آخر ہم نے ان پر منہ زور سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو باغوں والی جگہ دو اور باغ دیے جن میں بے مزہ پھل اور جھاؤ کے کچھ درخت اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔

ہم نے ان کو ناشکری کی یہ سزا دی اور کسی ناشکرے کے علاوہ ہم ایسا بدلہ اور کسی کو نہیں دیا کرتے۔ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی، کچھ نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں۔ اب

دن رات جب چاہو سفر کرو محفوظ رہو گے۔

انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے۔ انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو ہم نے انھیں داستانیں بنا کر رکھ دیا اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔

ان پر ابلیس نے اپنے گمان کو سچ کر دکھایا تو اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے علاوہ سب نے اس کی پیروی کر لی۔ شیطان کو ان پر کوئی اختیار حاصل نہیں تھا مگر یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ہم یہ جاننا چاہتے تھے کہ آخرت پر ایمان رکھنے والا کون ہے اور اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا کون ہے۔ آپ کا پروردگار ہر چیز کا نگران ہے۔

تم اپنے ان معبُودوں کو پکار کر دیکھ لو جنھیں تم نے اللہ کے علاوہ اپنا معبُود سمجھ رکھا ہے، وہ آسمانوں میں ذرّہ برابر چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ زمین میں کسی چیز کے مالک ہیں اور زمین و آسمان میں ان کی کوئی ساجھے داری نہیں ہے اور نہ ان میں سے کوئی ان کا پُشت پناہ ہے۔

خدا کے یہاں کسی کی سفارش فائدہ نہ پہنچائے گی بجز اس کے جس کو وہ خود اجازت دے دے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے ہیبت دُور ہوگی تو وہ پوچھیں گے کہ تمھارے پروردگار نے کیا کہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ جو کہا ہے حق کہا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔

آپؐ کہہ دیں کہ تمھیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون فراہم کرتا ہے؟ آپؐ جواب دیں کہ اللہ، اور ہم اور تم یا تو ہدایت پر ہیں یا کھلم کھلا گمراہی میں ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ ہمارے قصور کی بازپرس تم سے نہ کی جائے گی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے متعلق ہم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

آپؐ کہہ دیں کہ ایک دن ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا صاحبِ علم ہے۔ آپؐ کہہ دیں کہ مجھے اپنے وہ

شریک تو دکھاؤ جنھیں تم نے خدا سے ملا دیا ہے۔ ہرگز نہیں، زبردست اور دانا تو بس وہ اللہ ہی ہے۔

اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کو بشیر و نذیر بنا کر اور تمام لوگوں کو دوزخ سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے، جب کہ لوگوں کی اکثریت کو اس کا علم نہیں ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

آپؐ کہہ دیں کہ تمھارے لیے ایک ایسے دن کی میعاد مقرر ہے جس کے آنے میں ایک گھڑی بھر کی تم تاخیر کر سکتے ہو اور نہ ایک گھڑی اسے پہلے لا سکتے ہو۔

کافر کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی اس سے پہلے کی کسی کتاب کو مانیں گے۔ کاش آپ ان کا حال اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے رب کے ہاں کھڑے ہوں گے اور ہر ایک بات کو دوسرے کی طرف پلٹائے گا اور جن لوگوں کو دنیا میں دبا کر رکھا گیا تھا وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔

وہ بڑے بننے والے ان مقہور لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تمھیں اس ہدایت سے روکا تھا جو تمھارے پاس آئی تھی؟ نہیں بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ پھر وہ مقہور لوگ بڑے بننے والے لوگوں سے کہیں گے: ''نہیں، بلکہ یہ روز و شب کی مکاری تھی جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرائیں اور عذاب دیکھنے کے بعد یہ لوگ اپنے دل میں شرمندگی محسوس کریں گے اور ہم منکرین کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے تو کیا انھیں ان کے اعمال کا بدلہ کچھ اور دیا جا سکتا ہے؟''

سباء کی خوش حالی اور ویرانی

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿۱۵﴾

"قوم سباء کے لیے ان کے وطن ہی میں نشانی تھی۔ ان کے دائیں بائیں دونوں طرف باغات تھے۔
تم اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ وعمدہ ملک ہے اور بخشنے والا پروردگار ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک خشک دریا میں میٹھا پانی جاری کرایا تھا اور اس میں سے ہیڈ بنا کر نہریں جاری کرائی تھیں۔ جب وہاں کے لوگوں کو ضرورت ہوتی تو اپنے کھیتوں کو سیراب کر لیتے تھے۔ علاقہ میں اتنی سرسبزی پھیلی کہ دائیں بائیں دس دنوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہر طرف باغ ہی باغ دکھائی دینے لگے لیکن ان لوگوں نے خدا کی نعمت کی ناقدری کی اور رب کے احکام سے سرکشی کی۔ اس وقت کے صالحین نے انھیں اس سے منع کیا لیکن وہ لوگ اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کے بند پر چوہے مسلط کر دیئے۔ اُنھوں نے دریا کے پتھر سے بنے ہوئے کناروں کو کاٹنا شروع کر دیا اور پتھر دھڑا دھڑ گرنے لگے۔ کچھ عقل مند لوگوں نے جب دریا کے بند کے کٹاؤ کو دیکھا تو انھوں نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دیا اور محفوظ مقامات پر چلے گئے۔ آخرکار پتھروں کا بنا ہوا بند ٹوٹ گیا اور دریا کا منہ زور پانی ان کے علاقہ میں داخل ہوگیا۔ جس سے ان کے شہر تباہ ہوگئے اور درخت گر گئے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فروہ بن مسیک نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ "سباء" مرد تھا یا عورت؟

آپؐ نے فرمایا: سباء ایک عربی مرد تھا اس کے ہاں دس بیٹوں نے جنم لیا تھا اور ہر بیٹے سے قبائل وجود میں آئے تھے۔ دس بیٹوں میں سے چھ بیٹے یمن چلے گئے تھے جب کہ چار بیٹے شام چلے گئے تھے جو یمن گئے تھے وہ یہ ہیں: ① ازد ② کندہ ③ مذحج ④ اشعرون ⑤ انمار ⑥ حمیر۔

ایک شخص نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! "انمار" کون لوگ ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: خثعم اور بجیلہ قبائل کا تعلق "انمار" سے ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: عاملہ، جذام، لخم اور غسان شام چلے گئے تھے۔

قولہ تعالیٰ: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑲

"انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارے سفر کی مسافتیں طویل کر دے اور انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو ہم نے انھیں داستانیں بنا کر رکھ دیا اور ہم نے انھیں بُری طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں"۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق سوال کیا۔ اس کے جواب میں آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ تھے جن کی بستیاں ایک دوسرے سے متصل تھیں اور وہاں بہتی ہوئی نہریں، سرسبز باغات اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی اور وہ لوگ بڑے دولت مند تھے۔ انھوں نے کفرانِ نعمت کا ثبوت دیا۔ اللہ نے ان پر ایک سیلاب بھیج دیا جس سے ان کی بستیاں اُجڑ گئیں اور شہر ویران ہوگئے اور ان کے حسین و جمیل اور قیمتی باغ تباہ ہوگئے۔ پھر وہاں بے قیمت اور بے مزہ سے درخت اُگ آئے اور کافروں کا یہی بدلہ ہے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ کوفہ کا ایک قاضی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: مولاؑ! یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ (تم دن رات جب اس میں سفر کرو گے تو محفوظ رہو گے) اس سے کون سے علاقہ کا سفر مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تمھارے یہاں کے لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

اس نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ مکہ مراد ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدارا مجھے بتاؤ کیا مکہ میں چوریاں نہیں ہوتیں؟

اس نے کہا: کیوں نہیں ہوتیں ہیں، ضرور ہوتی ہیں۔

پھر اس نے کہا: حضرتؑ! آپؑ خود ہی بیان کریں۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے افراد مراد ہیں اور قرآنِ مجید کا ایک اسلوبِ بیان یہ بھی ہے کہ ظرف بول کر مظروف مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ (سورۂ طلاق، آیت ۸)

"بہت سی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار اور اپنے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی"۔

واضح سی بات ہے کہ سرکشی "بستیاں" نہیں کرتیں بستیوں کے رہنے والے کیا کرتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ (سورۂ کہف، آیت ۵۹) "ان بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے"۔

یہاں بھی بستیوں والے مراد لیے گئے ہیں اور وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا (سورۂ یوسف، آیت ۸۲) "آپ اس بستی سے پوچھیں جہاں ہم موجود تھے"۔ بستی سے مراد بستی والے ہیں کیونکہ بستی کے گھر اور دیواریں تو جواب دینے سے قاصر

ہیں۔

قاضی کوفہ نے کہا: پھر مقصد آیت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہاں بھی ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔ قَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ "ہم نے وہاں سیر وسیاحت کے اندازے مقرر کر دیئے، اب تم دن رات بے خوف ہو کر ان میں سفر کرو"۔

مقصد یہ ہے کہ ہم نے آل محمدؑ کو علمی فضیلت دے دی ہے، اب تم ان سے دن رات دین کے مسائل میں استفادہ کرو اور اطمینان رکھو کہ تم بھٹکنے سے محفوظ رہو گے۔

احتجاج طبرسی کی ہی ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ حسن بصری حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپؑ سے چند آیات کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو اہل بصرہ کا فقیہہ نہیں ہے؟

اس نے کہا: لوگ ایسا ہی کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا بصرہ میں کوئی شخص ایسا ہے جس کی طرف تم رجوع کر کے استفادہ کرو؟ اس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا یہ صحیح ہے کہ اہل بصرہ تمہاری طرف رجوع کرتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ صحیح ہے۔

یہ سن کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تو نے اپنی گردن میں بھاری طوق ڈال رکھا ہے۔ تیرے متعلق مجھے یہ بتایا گیا کہ تو کہتا ہے: اللہ نے مخلوق پیدا کر کے ان کے تمام معاملات خود ان کے حوالے کر دیئے ہیں؟

حسن بصری خاموش رہا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ جسے خدا امن کی ضمانت دے دے تو اسے اس پر اطمینان کر لینا چاہیے یا نہیں؟

حسن بصری نے کہا: اسے ضرور اطمینان کر لینا چاہیے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ فرما رہا ہے: سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ "دن رات وہاں بے خوف ہو کر سفر کرو"۔

اب بتاؤ کہ کون سی جگہ ہے جہاں انسان مطمئن ا ، بے خوف ہو کر دن رات سفر کر سکتا ہے؟

حسن بصری نے کہا: اس سے مکہ کا سفر مراد ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدارا مجھے بتاؤ کہ کیا حج وعمرہ کے مسافر راستے میں لٹا نہیں کرتے اور کیا ڈاکو ان کا مال لوٹا نہیں کرتے؟!

حسن بصری نے کہا: جی ہاں، یہ تو صحیح ہے۔ پھر آپؑ ہی بتائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے یہ مراد ہے کہ آلِ محمدؐ کے علم کی روشنی میں دن رات دین کا سفر کرو، تم ہر لغزش اور خطا سے محفوظ رہو گے۔

روضۂ کافی میں بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی قتادہ سے اس طرح کی گفتگو مرقوم ہے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے فرمایا کہ تم اپنے تئیں عالمِ اسلام کے مفتی ہونے کے دعویدار ہو تو مجھے یہ بتاؤ کہ تم کتاب اللہ کا پورا علم رکھتے ہو اور کیا تمھیں ناسخ و منسوخ کا علم ہے؟

ابوحنیفہ نے جواب دیا: جی ہاں۔ میرے پاس کتاب اللہ کا علم موجود ہے اور میں ناسخ و منسوخ کا بھی عالم ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا نے تمھیں علمِ کتاب کا وارث مقرر نہیں کیا۔ اگر پھر بھی تمھیں اس پر اصرار ہے تو مجھے بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ "دن رات وہاں بے خوف ہو کر سفر کرو"۔

مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے جہاں انسان بے خوف ہو کر دن رات سفر کر سکتا ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: اس سے مدینہ سے مکہ کا سفر مراد ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ذرا انصاف سے بتاؤ کہ کیا اس راستہ میں عازمینِ حج و عمرہ کبھی نہیں لٹے؟

ابوحنیفہ نے کہا: جی ہاں کئی بار لٹے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ خدا نے فرمایا ہے: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہو گیا تو وہ امن میں آ گیا)

یہ کون سی جگہ ہے جہاں انسان قدم رکھے تو اسے امن مل جاتا ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: اس سے حرمِ کعبہ مراد ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا ابنِ زبیر صحنِ کعبہ میں قتل نہیں ہوا تھا؟

ابوحنیفہ نے کہا: جی ہاں یہ بھی سچ ہے لیکن اب آپؑ خود ہی بتائیں کہ ان آیات کا مقصد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سِيْرُوْا فِيْهَا...... کی آیت کا مقصد یہ ہے کہ جب قائمِ آلِ محمدؐ کا ظہور ہو جائے تو ان کے ساتھ بے خوف و خطر ہو کر دن رات کا سفر کرو اور وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا کا مقصد یہ ہے کہ جو بھی قائمِ آلِ محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کرے اور ان کی فوج میں شامل ہو جائے اور اس کے سر پر امامؑ دستِ شفقت پھیر دیں تو وہ بے خوف ہو جائے گا۔

مَلّی مچھلی، گدھا اور سوسمار حرام ہیں

ابوسعید خدری راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر بلال سے فرمایا کہ تم کوہِ ابوقبیس پر چڑھ کر اعلان کرو کہ رسولؐ خدا نے مَلّی مچھلی، سوسمار (گوہ) اور گدھوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا خدا سے ڈرتے رہو۔ صرف وہی مچھلی کھاؤ جس پر چھلکا ہو اور چھلکے پر پیسوں کی طرح سے ٹکے ٹکے ہوں۔

اللہ نے سات سو ایسی اُمتوں کو مسخ کیا جنہوں نے انبیاءؑ کے بعد اوصیاء کی نافرمانی کی تھی۔ ان میں سے چار سو اُمتوں کو خشکی کے جانوروں کی شکل میں مسخ کیا اور تین سو جانوروں کو بحری جانوروں کی شکل میں مسخ کیا ہے۔ پھر فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ کی آیت پڑھنا۔ "ہم نے انھیں داستانیں بنا دیا اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا"۔

ابلیس کے پیرو اکثریت میں ہیں

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"اور ان پر ابلیس نے اپنے گمان کو سچ کر دکھایا۔ اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے علاوہ سب نے اس کی پیروی کر لی"۔

مقصد یہ ہے کہ ابلیس نے اپنے گمان کو بنی آدمؑ کے لیے پورا کر دکھایا ہے، کیونکہ اس نے خدا کے سامنے یہ کہا تھا کہ میں انھیں گمراہ کر کے رہوں گا اور اس نے یہ بھی کہا تھا: وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (سورۂ اعراف، آیت ۱۷) "تو لوگوں کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا"۔

اور یہاں سورۂ سبا میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اس بات کی تائید کی ہے کہ ابلیس نے ان کے متعلق جو گمان قائم کیا تھا وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا۔ واضح رہے کہ علیھم کی ضمیر تمام بنی آدم کے لیے ہے، یہ صرف قومِ سباء سے مخصوص نہیں ہے۔ اگرچہ اس کا ظاہری تعلق قومِ سباء کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

روضۂ کافی اور تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ جب رسولؐ خدا نے غدیرِ خم میں حضرت علی علیہ السلام کی نیابت و ولایت کا اعلان کیا تو ابلیس کے چیلے خوب روئے پیٹے اور انھوں نے ابلیس سے کہا کہ اب تمھارا ابلیسی نظام ناکام ہو چکا ہے۔ محمد مصطفیؐ نے اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے، لہٰذا اب ہمارا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔

ابلیس نے کہا: تمھیں ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُمتِ اسلامیہ میں کچھ میرے ہم نوا بھی موجود

ہیں اور وہ علیؑ کو مسندِ اقتدار پر آنے ہی نہیں دیں گے۔

شفاعت حق ہے

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ

"خدا کے یہاں کوئی سفارش فائدہ نہ پہنچائے گی بجز اس کے جس کو وہ خود اجازت دے"۔

مشرکین اپنے بتوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ خدا کے ہاں ان کی شفاعت کرنے والے ہیں اور وہ روزِ آخرت پر عقیدہ نہیں رکھتے تھے اسی لیے وہ انھیں روزِ آخرت کا شفیع نہیں مانتے تھے۔ وہ انھیں اس دنیا جہان کے کاموں کا شفیع مانتے تھے۔ مشرکین جنھیں اپنا شفیع قرار دیتے تھے وہ اوّل و آخر خدا کے ہی پیدا کردہ اور اس کے مملوک تھے اور جب تک خدا کی طرف سے انھیں اذنِ شفاعت حاصل نہ ہو وہ شفاعت نہیں کرسکتے تھے۔ جب کہ خدا کی طرف سے انھیں کوئی اذنِ شفاعت حاصل نہیں تھا۔ (ملخصاً عن المیزان)

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شفاعت کرنے والا اجازتِ پروردگار کا منتظر ہوگا اور جب تک اسے اجازت نہیں ملے گی، کوئی کسی کے لیے شفاعت نہیں کرسکے گا مگر جنابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ آپؐ کو خدا نے پہلے سے ہی اذنِ شفاعت عطا کر رکھا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک بیوی کا غلام، جس کا نام ابوایمن تھا، وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا: ابوجعفر! تم لوگوں نے شفاعتِ محمدؐ، شفاعتِ محمدؐ کی یہ کیا رَٹ لگا رکھی ہے اور تم اس سے لوگوں کو کب تک دھوکا دیتے رہو گے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ابوایمن! کیا ہوا اگر تو نے اپنی شرم گاہ اور پیٹ کو حرام سے بچا لیا ہے؟ خدا کی قسم! قیامت کے دن کی سختیاں اتنی زیادہ ہیں کہ وہاں تجھے بھی شفاعتِ رسولؐ کی احتیاج محسوس ہوگی۔ اوّلین و آخرین میں سے ہر شخص شفاعتِ محمدؐ کا محتاج ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے اور ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے، اور ہمارے شیعہ اپنے اہل و عیال کی شفاعت کریں گے۔ ایک مومن قبیلہ ربیعہ و مضر کے افراد کی تعداد کے برابر شفاعت کرے گا۔ حد یہ ہے کہ مومن قیامت کے دن اپنے نوکر کے لیے بھی شفاعت کرے گا اور کہے گا کہ خدایا! یہ شخص مجھے

سردی اور گرمی سے بچاتا تھا، آج تو بھی اسے اپنے عذاب سے بچالے۔

نزولِ وحی

حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡكَبِیۡرُ ﴿۲۳﴾

"یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے ہیبت دُور ہوگی تو وہ پوچھیں گے کہ تمھارے پروردگار نے کیا کہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ جو کہا ہے وہ حق ہی کہا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد سے کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی اور جب رسولؐ خدا مبعوث ہوئے تو اللہ نے ایک طویل عرصہ بعد زمین پر وحی بھیجی تو وحی کی آواز اہلِ آسمان کو یوں محسوس ہوئی جیسے کسی چٹان پر لوہا گرنے کی صدا محسوس ہوتی ہے۔ یہ آواز سنائی دی تو سب کے دلوں پر رُعب وخوف طاری ہوگیا۔ اور جب جبرئیلؑ وحیِ الٰہی لے کر چلے تو جہاں جہاں سے بھی گزرے انھوں نے پوچھا: تمھارے رب نے کیا کہا ہے؟

جبرئیلؑ امین نے کہا: اس نے جو کچھ کہا ہے حق کہا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔

قوله تعالٰی: وَ اِنَّاۤ اَوۡ اِیَّاكُمۡ لَعَلٰی هُدًی اَوۡ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾

"اور ہم اور تم یا تو ہدایت پر ہیں یا کھلم کھلا گمراہی میں ہیں"۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے خوارج سے جو کہ تحکیم کے مسئلہ پر آپؑ سے اختلاف کر رہے تھے، فرمایا: تم لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مجھے اپنے متعلق شک تھا اور اس کے لیے تمھاری یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کہ میں نے حکمین سے کہا تھا کہ تم خوب غور کرو کہ معاویہ حقدارِ خلافت ہے یا میں؟ ہم میں سے تمھیں جو بھی خلافت کا حقدار دکھائی دے تم اسے خلیفہ مقرر کردو۔

یاد رکھو! میرے یہ کلمات کسی طرح کے شک پر مبنی نہیں تھے اور اگر ان جملوں سے تمھیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی خلافت میں شک کیا تھا تو پھر رسول اکرمؐ کے متعلق بھی کہہ دو، انھیں بھی اپنی نبوت میں شک تھا۔ جب کہ قرآنِ مجید کی یہ آیت ہے: وَ اِنَّاۤ اَوۡ اِیَّاكُمۡ لَعَلٰی هُدًی اَوۡ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ "ہم اور تم یا تو ہدایت پر ہیں یا پھر کھلم کھلا گمراہی میں ہیں"۔ جب کہ نبی کو اپنی نبوت و حقانیت میں کوئی شک نہیں تھا۔ اگر اس طرح کے کلمات سے رسولؐ خدا کی نبوت مشکوک

نہیں ہوتی تو پھر اس طرح کے کلمات سے میری امامت و خلافت بھی مشکوک نہیں ہوتی۔

رسولِ خدا تمام انسانوں کے رسول ہیں

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۸

"اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کو بشیر و نذیر بنا کر، تمام لوگوں کے لیے دوزخ سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے، جب کہ لوگوں کی اکثریت کو اس کا علم نہیں ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں عبداللہ بن بکیر رجانی سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: یہ بتاؤ کیا رسولِ خدا کی نبوت و رسالت تمام انسانوں کے لیے نہیں تھی؟ اور سچ یہی ہے کہ آپؐ کی نبوت تمام انسانوں کے لیے تھی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۸

اس آیتِ مجیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کی نبوت تمام اہلِ شرق و اہلِ غرب کے لیے تھی اور آپ تمام انسانوں اور جنات کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن یہ بھی بظاہر ایک حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ کی پوری زندگی مکہ و مدینہ میں بسر ہوئی۔ آپ ان شہروں سے باہر گئے ہی نہ تھے۔ پھر اس کے باوجود آپ پوری روئے زمین کے انسانوں کے لیے مبعوث ہوئے تھے تو کیسے تھے؟

عبداللہ بن بکیر نے جب یہ سنا تو عرض کیا: مولاؑ! میرے پاس اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آپؑ ہی اس کا جواب دیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عبداللہ! سنو، اللہ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ ساری زمین اکھیڑ کر نبی کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ جبریلؑ نے ساری روئے زمین کو اکھیڑ کر آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپؐ نے اہلِ مشرق و مغرب کو خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی دعوت دی تھی اور لطف یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ہر قوم کو ان کی زبان میں دعوت دی تھی۔ دنیا کی تمام اقوام سے آپ نے براہِ راست خطاب کیا تھا۔

اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ کو حضرات نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام کی شرائع عطا کی تھیں اور خدا نے آپ کو تمام سیاہ فام اور سفید فام

انسانوں اور جنات کے لیے بھیجا ہے۔

الخصال اور مجمع البیان میں ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا: خدا نے میرے لیے تمام زمین کو سجدہ کا مقام اور طہارت کا ذریعہ بنایا ہے اور مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

روضۃ الواعظین میں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ مکہ میں رسولِ خدا کی حفاظت و حمایت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کفار نے ابوطالبؑ سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے سے پوچھیں کہ وہ صرف ہمارے لیے رسولؐ بنا کر بھیجے گئے ہیں یا تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟

جب حضرت ابوطالبؑ نے آپؐ سے یہی سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: چچا جان! مجھے ہر کالے، گورے، عربی اور عجمی کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں ہر کالے گورے، عربی، عجمی، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سکونت پذیر اور سمندر کی تہہ میں رہنے والے تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں گا اور سب سے پہلے فارس و روم کو دعوت دوں گا۔

انبیائے سابقینؑ کا دائرۂ نبوت محدود تھا اور رسولِ خدا کا دائرہ لامحدود ہے

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: انبیائے کرامؑ میں سے کچھ ایسے تھے جن کی نبوت کا دائرہ عام تھا اور زیادہ تر وہ ہیں جن کی دعوت کا دائرہ خاص تھا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت تمام اہلِ زمین کے لیے تھی، جب کہ حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت قومِ عاد کے لیے مخصوص تھی۔ اسی طرح سے حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت کا دائرہ قومِ ثمود تک محدود تھا۔ قومِ ثمود ایک ہی بستی میں رہتی تھی جس کے گھروں کی تعداد چالیس سے بھی کم تھی۔ یہ لوگ ساحلِ سمندر پر آباد تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نبوت صرف مدین تک محدود تھی اور وہاں کی آبادی چالیس گھروں سے متجاوز نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق کے ایک قریہ ''کوثا'' میں تبلیغ دین کی تھی۔ پھر آپؑ نے وہاں سے ہجرت کی تھی اور آپؑ کی ہجرت بھی کسی قتال کے بغیر تھی۔ ان کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی نبوت کا دور شروع ہوا۔ ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے نبوت کا اعلان کیا۔ آپؑ کی نبوت سرزمینِ کنعان تک محدود تھی۔ پھر جب یوسف علیہ السلام کی دعوت پر مصر گئے تو کچھ عرصہ تک مصر میں تبلیغ دین کرتے رہے۔

حضرت یوسفؑ کے بعد بارہ اسباط کا دور شروع ہوا۔ پھر موسیٰؑ و ہارونؑ کی نبوت کا زمانہ آیا تو ان کی نبوت بھی

سرزمینِ مصر تک محدود تھی۔

حضرت موسیٰ کے بعد یوشع بن نون نے دعوتِ نبوت دی۔ ان کی نبوت کا آغاز صحرائے سینا میں ہوا تھا جہاں چالیس برس تک بنی اسرائیل بھٹکتے رہے تھے۔ ان کے بعد سے انبیاءؑ آئے جن میں کچھ انبیاءؑ کے واقعات اللہ نے رسولؐ خدا سے بیان کیے ہیں اور کچھ انبیاءؑ کے حالات بیان نہیں کیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ آپؑ کی نبوت کا دائرہ بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ آپؑ کے بعد آپؑ کے بارہ حواریوں نے دین کی تبلیغ کی۔ اس کے بعد ایمان واسلام چند سینوں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جنات اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا اور آپؐ کو خاتم الانبیاء بنایا۔

قولہ تعالیٰ: وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ......

''عذاب دیکھنے کے بعد وہ اپنے دل میں شرمندگی محسوس کریں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ کسی نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! عذاب دیکھنے کے بعد دل میں شرمندگی چھپانے کا کیا فائدہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اس طرح سے شماتتِ اعداء سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ
وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ
بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا
ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ
بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ
اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا
مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًی ؕ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا
جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ
یَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ ؕ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا
رُسُلِیْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ
تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ

جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝۴۶ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۴۷ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۴۸ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝۴۹ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝۵۰ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۵۱ۙ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۲ښ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝۵۴ۧ

"ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے کھاتے پیتے لوگوں نے کہا: تم جو پیغام لے کر آئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا: ہم زیادہ دولت اور اولاد رکھنے والے لوگ ہیں ہمیں ہرگز سزا نہیں دی جائے گی۔

آپ کہہ دیں کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تمھاری دولت اور اولاد ایسی نہیں

ہے جو تمھیں ہم سے قریب کر سکے البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی دُہری جزا ہے۔ وہ بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان سے ہوں گے۔

وہ لوگ جو ہماری آیات کو عاجز کرنے کی کوشش میں ہیں وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آپ کہہ دیں کہ بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے اور جو کچھ تم اس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو اس کا عوض وہ دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

جس دن خدا ان سب کو جمع کرے گا پھر ملائکہ سے کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے؟ ملائکہ کہیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے۔ ہمارا تعلق تو آپ سے ہے نہ کہ ان سے ہے۔ یہ ہماری بجائے جنات کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کی اکثریت انھی پر ایمان لائے ہوئے تھی۔

آج کے دن تم میں سے کوئی کسی کے فائدے اور نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظلم کرنے والوں سے کہیں گے کہ اب دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ان لوگوں کو جب ہماری واضح آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمھیں ان معبُودوں سے روک دے جن کی تمھارے آباء و اجداد پوجا کیا کرتے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے اور جب منکرین کے پاس حق پہنچا تو انھوں نے کہا: یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

ہم نے انھیں ایسی کتابیں نہیں دی تھیں جنھیں وہ پڑھتے ہوں اور ہم نے آپ سے قبل ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نبی بھی نہیں بھیجا۔ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی ہمارے پیغام کو جھٹلا چکے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا تھا یہ لوگ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں

پہنچے۔ انھوں نے میرے رسولوںؑ کی تکذیب کی ہے۔ دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔
آپ کہہ دیں کہ میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے ایک ایک، دو دو کر کے اُٹھو۔ پھر خوب غور وفکر کرو کہ تمھارے ساتھی (رسولؐ خدا) میں آخر جنون کی کون سی بات ہے۔ وہ تو تمھیں سخت عذاب کی آمد سے پہلے متنبہ کرنے والا ہے۔
آپؐ کہہ دیں کہ میں نے جو اجر تم سے مانگا ہے وہ بھی تمھارے فائدہ ہی کے لیے ہے۔ میرا حقیقی اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔
آپؐ کہہ دیں کہ میرا رب دل میں حق کا اِلقا کرتا رہتا ہے۔ وہ تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ آپؐ کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نہ تو کچھ ایجاد کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پلٹا سکتا ہے۔ آپؐ کہہ دیں کہ اگر میں گمراہ ہوں تو اس کا اثر میرے ہی اُوپر ہوگا اور اگر میں ہدایت حاصل کرلوں گا تو یہ میرے رب کی وحی کا نتیجہ ہوگا۔ وہ سب کچھ سننے والا اور قریب ہے۔
کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور بچ نہ سکیں گے اور بہت قریب سے پکڑے جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ اتنی دُور دراز جگہ سے ایمان تک انھیں دسترس کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔
یہ لوگ پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں اور تحقیق کے بغیر دُور دراز کی کوڑیاں لایا کرتے تھے۔ اب ان کے اور جن چیزوں کی وہ خواہش کرتے ہیں، میں پردے حائل کر دیئے جائیں گے جیسا کہ ان سے پہلے والوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ وہ لوگ بھی بے چین کرنے والے شک میں پڑے ہوئے تھے"۔

دولت مندوں کا گھمنڈ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے کھاتے پیتے لوگوں نے کہا: تم جو پیغام لے کر آئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا: ہم زیادہ دولت اور اولاد رکھنے والے لوگ ہیں ہمیں ہرگز سزا نہیں دی جائے گی"۔

زیادہ دولت انسان کو تکبر کی راہ دکھاتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان راہِ حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اور قرآن کریم کی ان آیات میں یہی بات بیان کی گئی کہ انبیاءؑ کی مخالفت کا آغاز ہمیشہ دولت مند طبقہ سے ہوا اور جب انبیاءؑ نے انھیں عذابِ الٰہی سے خبردار کیا تو انھوں نے کہا: تمھارا خیال صحیح نہیں ہے، خدا کو ہم سے بڑا پیار ہے، اس نے دنیا میں ہمیں مال و دولت اور اولاد عطا کی ہے اور اگر آخرت کی بات سچی ثابت ہوگئی تو بھی ہمیں وہاں عزت و عظمت ہی نصیب ہوگی۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن المیزان)

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خوش حال قوموں کے مال دار لوگ اپنی نعمتوں پر اِتراتے ہوئے بڑا بول بولے: "ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں، ہمیں کیسے عذاب کیا جاسکتا ہے"۔ اب اگر تمھیں فخر ہی کرنا ہے تو اس کی پاکیزگی، اخلاق، بلندیٔ کردار، حسنِ سیرت پر فخر و ناز کرو۔

علل الشرائع میں ابو بصیر سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے ہم نے دولت مند شیعہ افراد کا شکوہ کیا۔ امام علیہ السلام کو ہمارا یہ شکوہ ناگوار محسوس ہوا اور آپؑ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا: "اے ابو محمد! جب کوئی مومن دولت مند ہو اور مہربان ہو اور اپنے ساتھیوں سے بھلائی کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی خرچ کی ہوئی دولت کا دُہرا اجر عطا کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝

"تمھاری دولت اور اولاد ایسی چیز نہیں ہیں جو تمھیں ہم سے قریب کرسکیں البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی دُہری جزا ہے۔ وہ بلند و بالا عمارتوں میں بڑے اطمینان سے متمکن ہوں گے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور امالی شیخ الطائفہ طوسیؒ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بھی اسی مفہوم کی روایات منقول ہیں۔

راہِ خدا میں خرچ ہونے والی دولت کا خدا نعم البدل دیتا ہے

وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۳۹﴾

"اور جو کچھ تم اس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو اس کا وہ عوض دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی مرقوم ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ہر شب جمعہ رات کے ابتدائی حصّہ میں نازل کرتا ہے اور ہر رات کے آخری حصّہ میں بھی اپنے امر کو نازل کرتا ہے۔ امر الٰہی کے آگے ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے:

"کوئی ہے جو توبہ کرے تا کہ اس کی توبہ قبول کی جاسکے۔ کوئی ہے جو گناہوں کی مغفرت طلب کرے تا کہ اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں؟ کوئی ہے جو سوال کرے تا کہ اسے عطا کیا جائے؟ خدایا! ہر خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا کر اور ہر بخیل کا مال تلف کر"۔

صبح ہونے تک فرشتہ یہ آواز دیتا رہتا ہے۔ پھر بندوں کے رزق تقسیم کرتا ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فضیل بن یسار کو خطاب کر کے فرمایا:

فضیل! جو کچھ راہِ خدا میں خرچ کر رہے ہو اس کا معاوضہ تمھیں خدا کی طرف سے ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۳۹﴾ "تم جو کچھ اس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو وہ اس کا عوض دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے"۔

اصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: قرآنِ مجید کی دو آیات ایسی ہیں جن پر میں نے عمل کیا ہے لیکن ان کے اثر سے محروم رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کون سی آیات ہیں؟

اس شخص نے کہا: پہلی آیت تو یہ ہے: اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا) میں دعائیں مانگ مانگ کر تھک گیا ہوں لیکن دعائیں ہیں کہ قبول ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ اور دوسری آیت یہ ہے: وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ (تم جو کچھ اس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو وہ اس کا عوض دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے)۔ میں راہِ خدا میں خرچ کرتا ہوں لیکن اس کا نعم البدل نہیں ملتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے کہ خدا نے وعدہ خلافی کی ہے؟

اس نے کہا: نہیں، میں ایسا تو نہیں سوچتا لیکن یہ بتائیں کہ آخر خدا مجھے اس کا نعم البدل عطیہ کیوں نہیں دیتا؟

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص رزقِ حلال کما کر خدا کی راہ میں خرچ کرے تو خدا اسے اس کا نعم البدل ضرور عطا کرتا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص کچھ حاصل کر کے اس میں سے کچھ حصّہ خدا کے نام پر خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے اس کا نعم البدل دیتا ہے اور آخرت میں اسے دگنا اجر عطا کرتا ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: مولاؑ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب حساب برحق ہے تو مالِ دنیا کی جمع آوری کس لیے ہے؟ جب خدا کی طرف سے نعم البدل ملنے کا یقین ہے تو پھر کنجوسی کس لیے ہے؟

الکافی میں مرقوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے نعم البدل کا یقین ہوگا وہ راہِ خدا میں ضرور خرچ کرے گا۔ جسے نعمِ البدل کا یقین ہوگا اس کا نفس سخاوت کا مظاہرہ کرے گا۔

حضرات امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ خرچ کے مطابق آسمان سے رزق اُترتا ہے اور جسے نعم البدل ملنے کا یقین ہو تو وہ سخاوت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے ہاتھ میں دولت حاصل کر کے اس کا کچھ حصّہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو جو کچھ اس نے خرچ کیا ہوگا اللہ دنیا میں اسے اس کا نعم البدل عطا کرے گا اور آخرت میں اسے دُہرا اجر دے گا۔

حسین بن ایمن راوی ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا: حسین! خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور نعم البدل کا یقین رکھو اور یاد رکھو جب کوئی شخص رضائے خدا میں خرچ نہیں کرے گا تو وہ اس سے کہیں زیادہ خدا کی ناراضگی میں خرچ کرے گا۔

ایک مرتبہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے غلام خازن سے کہا کہ کیا آج تو نے خدا کے نام پر کچھ خرچ کیا ہے؟!
غلام نے جواب دیا کہ نہیں، میں نے آج کچھ بھی خدا کے نام پر خرچ نہیں کیا۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: جب تم نے کچھ خرچ ہی نہیں کیا تو خدا نعم البدل کہاں سے دے گا؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: روزانہ طلوع آفتاب کے ساتھ چار فرشتے یہ آوازیں دیتے ہیں:

پہلا فرشتہ کہتا ہے: اے نیکی کرنے والے! نیکی کی تکمیل کر اور تجھے خوش خبری ہو،

دوسرا فرشتہ کہتا ہے: اے برائی کرنے والے! باز آ جا اور رُک جا،

تیسرا فرشتہ کہتا ہے: خدایا! جو تیری راہ میں خرچ کرے اسے اس کا عوض عطا فرما،

چوتھا فرشتہ کہتا ہے: خدایا! ہر کنجوس کا مال تلف کر۔ ایک فرشتہ سورج پر پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سورج کی حدت سے زمین جل اُٹھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص مجھے چار باتوں کی ضمانت دے میں اسے جنت کے چار گھروں کی ضمانت دوں گا:

① راہِ خدا میں خرچ کرے اور فقروفاقہ کا خیال نہ رکھے، ② اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف فراہم کرے، ③ جہان میں اسلام کو پھیلائے، ④ حق پر ہوتے ہوئے بھی لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بھلائی صدقہ ہے اور جس دولت سے انسان اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے وہ بھی صدقہ ہے اور مومن جو کچھ بھی خرچ کرے تو خدا اسے اس کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔ البتہ جو دولت مکان بنانے یا خدا کی نافرمانی میں خرچ ہو اس کا خدا کی طرف سے عوض نہیں ملتا۔

ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور اگر میں نے یہ کلمات نہ سنے ہوں تو خدا کرے میرے کان بہرے ہو جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے: خبردار! خرچ کرتے وقت اِسراف سے کام نہ لینا اور ہمیشہ میانہ روی اختیار کرنا۔ جو بھی قوم میانہ روی سے کام لے گی وہ کبھی اِفلاس میں مبتلا نہ ہوگی۔

ولایتِ آلِ محمدؐ کی اہمیّت

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝

"آپ کہہ دیں کہ میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے ایک ایک، دو دو

کر کے اُٹھو۔ پھر خوب غور وفکر کرو کہ تمھارے ساتھی میں آخر جنون کی کون سی بات ہے۔ وہ تو تمھیں سخت عذاب کی آمد سے پہلے متنبہ کرنے والا ہے"۔

مقصود آیت یہ ہے کہ تم لوگ مجمع بازی چھوڑ کر ایک ایک ہو کر یا دو دو ہو کر میرے متعلق خوب غور وخوض کرو۔ میں نے تمھارے شہر اور تمھارے ماحول میں چالیس سال کی طویل زندگی بسر کی ہے۔ کیا تم نے میری کسی گفتگو میں کبھی کوئی خلل پایا یا میرے کسی فعل میں تمھیں کوئی غلطی دکھائی دی۔ اگر میری سابقہ زندگی میں کبھی کوئی لغزش تم نہیں دیکھی تو آج مجھے پاگل اور مجنون کیوں کہہ رہے ہو؟ میرا قصور اگر ہے تو صرف یہی ہے کہ میں تمھیں آنے والے عذاب الٰہی سے متنبہ کر رہا ہوں۔ (اضافۃ من المترجم نقلا عن المیزان)

کتب احادیث میں قاعدہ "جری وتطبیق" کے تحت ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ "واحدہ" سے مراد ولایتِ امیر المومنینؑ و ولایتِ آئمہؑ ہے جیسا کہ حسب ذیل کتب میں یہ روایات مرقوم ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: مقصد یہ ہے کہ میں تمھیں ایک بات یعنی ولایتِ علیؑ کی نصیحت کرتا ہوں، اور یہاں "واحدہ" سے ولایتِ علیؑ مراد ہے۔

اصولِ کافی میں بھی یہی روایت مرقوم ہے۔

احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے ارشاد فرمایا: اسلام کے عقائد واحکام مرحلہ وار نازل ہوئے۔ سب سے پہلے توحید خداوندی کے عقیدہ کو ذہن نشین کرایا گیا اور جب یہ عقیدہ لوگوں کے اذہان میں پختہ ہو گیا تو آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت کے اقرار وتصدیق کی دعوت دی گئی۔ اس کے بعد اللہ نے مختلف اوقات میں نماز، روزہ، حج و جہاد کے احکام نازل فرمائے، پھر زکوٰۃ وصدقات کے احکام نازل ہوئے۔

منافقین نے آنحضرتؐ سے کہا: کیا آپ کے رب کے احکام مکمل ہو گئے ہیں یا ہنوز باقی ہیں۔ اگر مکمل ہو گئے ہیں تو ہم شکر ادا کرتے ہیں اگر نامکمل ہیں تو بھی ہمیں بتا دیں۔

اس وقت قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ کی آیت نازل ہوئی۔ مقصد یہ ہے کہ ابھی ایک اہم عقیدہ باقی ہے اور وہ عقیدہ ولایت کا عقیدہ ہے اور عقیدۂ ولایت کو اللہ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

رٰکِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾ (سورۂ مائدہ، آیت ۵۵)

(اے اہلِ ایمان! تمھارا ولی بس اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں)

مناقب ابن شہرآشوب میں حضرات امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُکُمۡ بِوَاحِدَۃٍ سے حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام کی ولایت مراد ہے۔

مودّتِ آلِ محمدؐ میں مسلمانوں کا فائدہ مضمر ہے

قُلۡ مَا سَاَلۡتُکُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَہُوَ لَکُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ﴿۴۷﴾

"آپؐ کہہ دیں کہ میں نے تم سے جو اَمر مانگا ہے وہ تمھارے ہی فائدہ کے لیے ہے۔ میرا حقیقی اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے"۔

روضۂ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکمِ خداوندی سے جو اجر نبوت طلب کیا تھا وہ آپؐ کے قرابت داروں کی مودّت تھی۔ جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی (سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳)

(آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس سے کوئی اجر نہیں مانگتا، البتہ صرف یہی مانگتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے مودّت رکھو"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مودّتِ آلِ محمدؐ کا فائدہ یہ بیان کیا:

وَ مَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡ لَہٗ فِیۡہَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ﴿۲۳﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳)

(جو کوئی نیکی بجالائے گا ہم اس میں خوب صورتی کا اضافہ کر دیں گے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے)

مودّت آلِ محمدؐ کو خدا نے "حسنہ" نیکی قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسی نیکی ہے جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ ایمان سے اپنے قرابت داروں کی مودّت کا سوال کیا تو اللہ نے آپؐ کو فرمایا کہ آپؐ لوگوں کو یہ بھی بتا دیں: قُلۡ مَا سَاَلۡتُکُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَہُوَ لَکُمۡ ...... (آپؐ کہہ دیں کہ میں نے جو اجر تم سے مانگا ہے وہ بھی

تمھارے فائدہ ہی کے لیے ہے۔ میرا حقیقی اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے)۔

مجمع البیان میں ہے کہ ماوردی لکھتے ہیں: ''مقصدِ آیت یہ ہے کہ اگر میں نے تم سے کوئی اُجرت مانگی ہے تو وہ تمھیں ہی مبارک ہو، میرا اجر تو بس خدا کے ذمہ ہے''۔

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا تھا: وہ اپنے رشتہ داروں سے محبت کریں اور انھیں مت ستائیں اور فَهُوَ لَكُمْ کا مقصد یہ ہے کہ اس کا ثواب تمھیں ہی ملے گا۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل نے ولیمہ دیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ مساکین کا خصوصی خیال رکھنا اور انھیں پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

قائم آلِ محمدؑ کی طرف اشارہ

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾

''کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور بچ نہ سکیں گے اور وہ بہت قریب سے پکڑے جائیں گے، اور وہ کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ اتنی دُور دراز جگہ سے ایمان تک دسترس انھیں کہاں حاصل ہو سکتی ہے؟''

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آیت کا اشارہ لشکرِ سفیانی کی طرف ہے جنھیں صحرا میں دھنسا دیا جائے گا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان راوی ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنہ کا ذکر کیا جو مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا اور فرمایا کہ اس فتنہ وآشوب کے زمانہ میں سفیانی خروج کرے گا اور وہ ''وادی یابس'' میں اپنے لشکر جمع کرے گا۔ پھر وہ ایک لشکر مشرق کی طرف روانہ کرے گا اور دوسرا لشکر ملعون شہر یعنی بغداد کے نزدیک شہر بابل کی طرف روانہ کرے گا۔ اس کا لشکر وہاں پہنچ کر تین ہزار افراد کو قتل کرے گا اور ایک سو خواتین کی عصمت دری کرے گا اور مقتولین میں نسلِ عباس کے تین سو سردار بھی شامل ہوں گے۔ پھر وہ لشکر کوفہ کا رُخ کرے گا اور کوفہ کے گرد و نواح میں تباہی پھیلائے گا۔ پھر وہ لشکر شام کی طرف جائے گا۔ اس وقت کوفہ سے ہدایت کا پرچم بلند ہوگا اور اہلِ حق اس پرچم تلے جمع ہو کر

سفیانی کے لشکر کا مقابلہ کریں گے اور سفیانی کے لشکر کا قتلِ عام کریں گے اور ان کے ہاتھ میں جتنے قیدی ہوں گے، سب قیدیوں کو چھڑا لیا جائے گا اور مالِ غنیمت ان سے واپس لے لیا جائے گا۔

سفیانی کا دوسرا لشکر مدینہ منورہ کو تاراج کرے گا اور مسلسل تین دنوں تک مدینہ کو لوٹا جائے گا۔ مدینہ کے بعد وہ لشکر مکہ کی طرف رُخ کرے گا اور جب وہ لشکر "بیداء" (صحرا) میں پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کو حکم دے گا کہ تم اس لشکر کو تباہ کر دو۔

جبرئیل امینؑ صحرا میں پاؤں کی ٹھوکریں ماریں گے، زمین پھٹ جائے گی اور سفیانی کا پورا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ قبیلہ جہینہ کے دو افراد خبر دینے کے لیے بچیں گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابو خالد کابلی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! گویا میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ قائم علیہ السلام نے حجر سے اپنی پشت لگائی ہوئی ہے، پھر وہ خدا سے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ دعا کے بعد وہ لوگوں سے کہیں گے کہ لوگو! میں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں۔ میں ہی آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم کا وارث ہوں اور میں ہی کتاب اللہ کا وارث ہوں۔

پھر قائم آلِ محمد علیہ السلام مقامِ ابراہیمؑ پر جائیں گے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھیں گے اور خدا سے اذنِ ظہور طلب کریں گے اور آپؑ وہ مضطر ہیں جن کے متعلق خدا نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے: اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ (سورۂ نمل، آیت ۶۲) "کون ہے جو مضطر کی فریاد کو قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دُور کرتا ہے اور تمھیں زمین پر خلیفہ مقرر کرتا ہے"۔

اس وقت آپ کو اذنِ خروج ملے گا۔ سب سے پہلے جبرئیل امینؑ آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ ان کے بعد تین سو تیرہ مومن آپؑ کی بیعت کریں گے۔ جو چل کر آنے کے قابل ہو گا وہ امامؑ کے ساتھ شامل ہو جائے گا اور جو چلنے کے قابل نہ ہو گا وہ راتوں رات بستر سے غائب ہو جائے گا اور امامؑ کی خدمت میں پہنچا دیا جائے گا۔

ان کے متعلق حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا تھا: "یہ وہ ہوں گے جو بستر سے غائب پائے جائیں گے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا (سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۸) (تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لو۔ تم جہاں پر بھی ہو گے خدا تم سب کو لے آئے گا) اس آیتِ مجیدہ میں "خیرات" سے عقیدۂ ولایت مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ (سورۂ ہود، آیت ۸) (اگر ہم شمار کردہ اُمت تک ان سے عذاب کو مؤخر کردیں)۔

اصحابِ قائم علیہ السلام ہی اُمت معدودہ ہیں۔ وہ ایک ہی ساعت میں آپؑ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ پھر آپؑ اپنے لشکر کو لے کر سفیانی کے لشکر کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوں گے لیکن سفیانی کا لشکر بیداء (صحرا) میں دھنس چکا ہوگا اور اسی کے متعلق خدا نے فرمایا: وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾

اور جب وہ دھنس رہے ہوں گے تو کہیں گے کہ ہم ان پر یعنی حضرت قائمؑ پر ایمان لاتے ہیں۔

ابو الجارودؓ روایت کرتے ہیں کہ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا ...... سے مراد یہ ہیں: ''کاش آپ انھیں دیکھیں جب وہ پریشان پھر رہے ہوں گے''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پریشانی کی وجہ آسمانی صدا ہوگی اور انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ان کی سرگردانی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ہدایت کو وہاں سے تلاش کرنا چاہا جو کہ ہدایت کا مقام ہی نہیں تھا اور جو مقامِ ہدایت تھا اور وہاں تک ان کی رسائی ممکن بھی تھی۔ پھر بھی انھوں نے وہاں سے ہدایت تلاش نہ کی تھی۔

●......●......●

سُورَۃ فَاطِرٍ

سورۃ فاطر مکیۃ آیاتھا ۴۵ ورکوعاتھا ۵

"سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں"۔

سورۂ فاطر کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص سورۂ سبا اور سورۂ فاطر کو رات کے وقت پڑھے گا تو وہ ساری رات خدا کی حفظ وامان میں رہے گا اور جو دن کے وقت اِن سورتوں کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ہر ناپسندیدہ بات سے محفوظ رکھے گا اور اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کرے گا''۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ''سورۃ الملائکہ'' کی تلاوت کرے گا تو قیامت کے دن اُس کے لیے جنت کے تین دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اُس سے کہا جائے گا کہ وہ جس بھی دروازے سے داخل ہونا چاہے اُسے اس کی اجازت ہے۔

وضاحت: سورۂ فاطر کو ''سورۃ الملائکہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

سورۂ فاطر کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی شانِ خلاّقیت کو بیان کیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو دو دو، کچھ کو تین تین اور کچھ کو چار چار پَر عطا کیے ہیں اور جس کے لیے چاہتا ہے اُسے زیادہ پَر عطا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں لوگوں کو نعماتِ الٰہی کی یاددہانی کی تلقین کی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ وہ لوگوں کی تکذیب کی فکر نہ کریں۔

اس سورہ میں انسانوں سے کہا گیا کہ وہ ابلیس سے دشمنی رکھیں۔ علاوہ ازیں بادل اور برسات کا تذکرہ کیا گیا اور لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ عزت اللہ کے لیے ہے، کلم طیب کا سفر خدا کی طرف ہے اور اعمالِ صالح اُسے بلند کرتے ہیں۔

انسانی تخلیق اور عمر کی کمی بیشی کو بیان کیا گیا۔ پانی کے میٹھے اور کھارے دو ذخیروں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کے فوائد پر بحث کی گئی ہے۔ رات اور دن کے آنے جانے کا ذکر کیا گیا ہے اور مشرکین کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے بت پرکاہ

کے بھی مالک نہیں ہیں۔ وہ نہ تو تمھاری صداؤں کو سنتے ہیں اور نہ ہی جواب دیتے ہیں۔

کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، بینا اور نابینا برابر نہیں ہیں۔ اہلِ قبور کو کچھ سنایا نہیں جاسکتا۔ ہر اُمت کے لیے کوئی نہ کوئی نذیر ہے۔ انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگ مختلف ہیں، اللہ سے اہلِ علم ہی ڈرتے ہیں۔ ناقابلِ خسارہ تجارت، وارثانِ کتاب، اہلِ جنت کی شان، اہلِ دوزخ پر عذاب، زمین و آسمان کو خدا نے روک رکھا ہے، خدا کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔ خدا گناہوں پر مؤاخذہ شروع کر دے تو روئے زمین پر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکے گا۔ جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾ مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ ؕ ہَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰہِ یَرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۫ۖ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ وَ لَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ؕ﴿۶﴾ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۬ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ
فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ
فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا
يَصْنَعُوْنَ ۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ
اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ
النُّشُوْرُ ۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ
يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ
يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ
يَبُوْرُ ۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ
اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ
مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۱۱ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ
شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا
وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۱۲ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو کہ آسمانوں اور زمین کے بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے۔ (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جب لوگوں کے لیے رحمت کا دروازہ کھولتا ہے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا اور جس چیز کو روک لے تو اللہ کے سوا اسے کوئی کھولنے والا نہیں ہے، وہ غالب اور حکیم ہے۔ اے لوگو! تم پر خدا کی جو نعمت ہوئی ہے اُسے یاد کرو۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور خالق بھی ہے جو تمھیں آسمان و زمین سے روزی پہنچاتا ہے؟ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟

(اب اے نبیؐ) یہ لوگ تمھیں جھٹلاتے ہیں (تو اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے) تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔ تمام امور خدا کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اے لوگو! اللہ کا وعدہ بالکل حق ہے۔ وہ دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ ہی بڑا دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دینے پائے۔ یقیناً شیطان تمھارا دشمن ہے

تم بھی اُسے اپنا دشمن ہی بنائے رہو۔ وہ اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے، تا کہ وہ اہلِ دوزخ میں شامل ہو جائیں۔

جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ بھلا وہ شخص جس کے لیے اس کا بُرا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو (بھلا ایسا شخص نیکوکار مومن کے برابر ہو سکتا ہے) خدا جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے۔ آپ کا دَم ان پر افسوس کر کے ہی کہیں نہ نکل جائے۔ یہ لوگ یہ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اُٹھاتی ہیں۔ ہم ان بادلوں کو مُردہ (بنجر) شہر کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے ہم زمین کے مر جانے کے بعد اسے زندہ کرتے ہیں۔ مرے ہوئے انسانوں کا جی اُٹھنا بھی اسی طرح سے ہوگا۔ جسے عزت مطلوب ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔ پاکیزہ کلمات اس تک پہنچتے ہیں اور عملِ صالح اُسے اُوپر چڑھاتا ہے۔ وہ لوگ جو بُری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر خود ہی تباہ ہونے والا ہے۔

اللہ نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے بنایا پھر تمھارے جوڑے بنا دیے۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور کسی کی عمر میں کمی نہیں کی جاتی مگر یہ سب کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ بے شک یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔ دو سمندر یکساں نہیں ہیں ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جو کہ پینے میں خوشگوار ہے اور دوسرا کھاری کڑوا ہے مگر ان میں سے ہر ایک سے تم تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو اور پہننے کے لیے زینت کا سامان نکالتے ہو۔ تم دیکھتے ہو

کہ کشتیاں پانی کے سینہ کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں، تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور تم شکرگزار بنو۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چلتا رہتا ہے۔ یہی خدا تمھارا پروردگار ہے۔ سلطنت اسی کی ہے۔ اسے چھوڑ کر جن کو تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار کو نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمھیں کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ تمھارے شرک کا انکار کردیں گے۔ صاحب خبر کے علاوہ تمھیں کوئی بھی ایسی صحیح خبر نہیں دے سکتا"۔

اللہ ارض وسماء کا فاطر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ......

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کے بنانے والا ہے"۔

راغب اصفہانی لکھتے ہیں: لفظ "فطر" کا اطلاق "طول میں چیرنے" پر کیا جاتا ہے۔ اللہ پر "فاطر" کا اطلاق بعنوان استعارہ ہے گویا قدرت یہ کہنا چاہتی ہے کہ خدا وہ ہے جس نے "عدم" کو شق کیا اور اس کے شکم سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ بالفاظِ دیگر اللہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور کسی مثالِ سابق کے بغیر آغاز کرنے والا ہے۔

لفظ "فاطر" لفظ "بدیع اور مبدع" سے معنوی طور پر قریب ہے، کیونکہ "ابداع" اس تخلیق کو کہا جاتا ہے جس کی پہلے سے نظیر موجود نہ ہو اور "فطر" سے مراد ہے۔ عدم کا دُور کرنا اور نئے سرے سے کسی چیز کو ایجاد کرنا۔ جب کہ "صانع" اُسے کہا جاتا ہے جو مختلف مواد کو ترتیب دے کر اسے ایک نئی شکل وصورت میں لے آئے۔

ملائکہ خدا کے قاصد ہیں

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

"وہ فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے، جن کے دو دو، تین تین، چار چار بازو ہیں وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

لفظ "ملائکہ" مَلَک کی جمع ہے۔ ملائکہ نورانی مخلوق ہے اللہ نے اُنھیں اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا ہے۔

ملائکہ تکوینی اور تشریعی اُمور میں واسطہ ہیں وہ خدا کے محترم بندے ہیں۔ وہ اللہ کے فرمان کی نافرمانی نہیں کرتے اور اُنھیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام فرشتے رسل اور وسائط ہیں اور وہ امورِ تکوینی اور امورِ تشریعی کے اجراء کے لیے وسائط کا کام دیتے ہیں۔

انبیاءؑ پر نازل ہونے والے ملائکہ کو لفظ "رسل" سے مخصوص کرنے کی کوئی خاص وجہ موجود نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم میں دوسرے ملائکہ کے نازل ہونے کو بھی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (سورۂ انعام، آیت ۶۱)

"یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ہمارے رسولؑ اُسے موت دیتے ہیں"۔

ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (سورۂ یونس، آیت ۲۱)

"یقیناً ہمارے رسولؑ تمھاری فریب کاریوں کو لکھ رہے ہیں"۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ (سورۂ عنکبوت، آیت ۳۱)

"جب ہمارے نمائندے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر گئے تو اُنھوں نے کہا کہ ہم اس بستی (قوم لوطؑ کی بستی) کے رہنے والوں کو ہلاک کریں گے"۔

جس طرح سے انسان کے لیے ہاتھ کارآمد ہے اسی طرح سے پرواز کرنے والی مخلوق کے لیے پَر ضروری ہیں۔ خدا نے ملائکہ کو پَر دیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ آسمان سے امرِ الٰہی لے کر زمین پر اُترتے ہیں۔ (اضافۃ من المترجم، نقلاً عن المیزان)

روائی بحث

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفۂ اول کے سامنے اپنے حق کے اثبات کے لیے بہت سے دلائل دیے تھے ان میں سے ایک دلیل یہ بھی تھی: آپؑ نے فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ بتاؤ کہ خدا نے جس شہید کو دو پَر عطا کیے ہیں اور وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہا ہے، وہ تمھارا بھائی ہے یا میرا بھائی ہے؟

خلیفۂ اول نے کہا کہ وہ آپؑ کا بھائی ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنینؑ نے شوریٰ کمیٹی کے اجلاس میں شرکاء کے سامنے یہ کہا تھا کہ تمھیں خدا کی قسم! مجھے یہ بتاؤ کہ جسے خدا نے دو پَر عطا کیے ہیں اور جو جنت میں پرواز کر رہا ہے کیا وہ تم میں سے کسی کا بھائی ہے یا میرا بھائی ہے؟

سب نے کہا کہ وہ آپؑ کا بھائی ہے۔

کتاب الخصال میں ترتیب وار امیر المومنینؑ کی زبانی آپؑ کے فضائل مرقوم ہیں۔ چنانچہ فضیلت نمبر چھبیس کے تحت آپؑ نے فرمایا: میری چھبیسویں فضیلت یہ ہے کہ جعفر میرا بھائی ہے جو جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کر رہا ہے۔ خدا نے اُسے دُر، یاقوت اور زبرجد کے پَر عطا کیے ہیں۔

کتاب مذکور کے اُسی باب میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا: میری اڑتالیسویں فضیلت یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا میرے گھر تشریف لائے، ہم نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: علیؑ! کیا تمھارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟

میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو کرامت کے ساتھ مکرم بنایا اور رسالت کے لیے چنا ہے۔ مَیں، میری بیوی اور میرے بچے تین دنوں سے بھوکے ہیں۔

نبی اکرمؐ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: فاطمہؑ! گھر میں جائیں اور دیکھیں کیا کوئی چیز تمھیں دکھائی دیتی ہے؟

حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں ابھی تو گھر سے باہر آئی ہوں۔

میں نے عرض کیا: اگر مجھے حکم دیں تو میں گھر میں داخل ہوتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: خدا کا نام لے کر گھر میں چلے جاؤ۔

میں داخل ہوا تو میں نے ایک تھال دیکھا جس پر تازہ کھجوریں رکھی تھیں اور تھال پر ایک بڑا پیالہ رکھا تھا جس میں

"ثرید" تھی۔ میں نے اس تھال اور پیالے کو اُٹھایا اور رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔

رسول کریمؐ نے فرمایا: علیؑ! کیا تم نے اس نمائندے کو دیکھا جو یہ طعام لے کر آیا تھا؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: اس کی شکل وصورت بیان کرو۔

میں نے عرض کیا: وہ سرخ، سبز اور زرد رنگ کا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: یہ جبریلؑ کے پَروں کے رنگ ہیں، کیونکہ اس کے پَر در و یاقوت سے بنے ہوئے ہیں۔

ہم نے ثرید کھائی، یہاں تک کہ ہم خوب سیر ہو گئے۔ ثرید ویسے کا ویسا بچا رہا۔ اس پر ہمارے ہاتھوں کے صرف نشانات دکھائی دیتے تھے۔ اللہ نے مجھے اس خصوصیّت سے مخصوص کیا ہے۔

ابن عمر راوی ہیں کہ حسن وحسین علیہم السلام نے تعویذ پہن رکھے تھے جن میں جبریلؑ کے پَروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے۔

محمد بن طلحہ نے اپنی اسناد سے رسول اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ملائکہ کی تین اقسام ہیں: ایک قسم وہ ہے جن کے دو پَر ہیں، دوسری قسم وہ ہے جن کے تین پَر ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جن کے چار پَر ہیں۔

حضرت عباسؑ علمدار کا مقام

ثابت بن ابی صفیہ کا بیان ہے کہ امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عباسؑ پر رحم کرے یعنی عباس بن علیؑ پر رحم کرے۔ اُنھوں نے میرے والد کے لیے ایثار سے کام لیا اور میرے والد کی حفاظت کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کے ہاتھ قلم ہوئے۔ ان کے ہاتھوں کے بدلے میں خدا نے انھیں دو پَر عطا کیے ہیں۔ وہ جعفر بن ابی طالبؑ کی مانند ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں عباسؑ کا وہ مقام ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء ان پر رشک کریں گے۔

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام سے خدا کی قدرت کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؑ نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ نے کچھ ایسے فرشتے پیدا کیے ہیں، اگر ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر اُترے تو زمین اس کی عظیم خلقت اور اس کے پَروں کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ خدا نے کچھ ایسے فرشتے بھی پیدا کیے ہیں کہ جن کے حسنِ ترکیب کی وصف بیان کرنے سے جن وانس عاجز ہیں۔

بھلا ان ملائکہ کی صفت کوئی کیا بیان کرے جن کے شانوں اور کان کی لو کے درمیان سات سو سال پیدل چلنے کا فاصلہ ہے۔ کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جن کے پَروں سے اُفق بھر جاتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جو کمر تک آسمانوں میں کھڑے ہیں اور ان کے قدم ہوائے اسفل پر ہیں اور زمینیں ان کے گھٹنوں تک آتی ہیں۔

کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو اپنے انگوٹھے کا پور سمندر میں رکھ دیں تو سمندر کی گہرائی اس سے بھر جائے اور کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں کہ ان کی آنکھوں سے جاری ہونے والی آنسوؤں کی نہر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کشتیاں چل سکتی ہیں۔

ابو ایوب انصاری نے نبی اکرمؐ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے (جس کا کچھ حصّہ یہ ہے) آنحضرتؐ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے فرمایا: فاطمہؑ! ہمارے خاندان کو خدا نے ایسی سات خصوصیات عطا کی ہیں جو اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا نہیں کیں:

(۱)...... ہمارا نبیؐ تمام انبیاءؑ سے افضل ہے اور وہ تمھارا والد ہے۔

(۲)...... ہمارا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تمھارا شوہر ہے۔

(۳)...... ہمارا شہید تمام شہداء سے افضل ہے اور وہ تمھارے والد کا چچا (حمزہؑ) ہے۔

(۴)...... ہمارے خاندان میں وہ بھی ہے جسے خدا نے دو پَر عطا کیے ہیں اور وہ جنت میں پرواز کرتا ہے اور وہ (تیرے شوہر کا بھائی) جعفر ہے۔

(۵)...... اس اُمت کے اسباط کا تعلق بھی ہمارے ہی خاندان سے ہے اور وہ تمھارے فرزند ہیں۔

(۶)...... تمام خواتین کی سردار بی بی کا تعلق ہمارے ہی خاندان سے ہے اور وہ تم ہو۔

(۷)...... اس اُمت کا مہدی ہمارے ہی خاندان کا فرد ہوگا۔

کتاب التوحید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے جس کے اُوپر کا حصّہ آگ سے بنا ہے اور نچلا دھڑ برف سے بنا ہے۔ آگ برف کو نہیں پگھلاتی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی اور وہ فرشتہ یہ دعا کرتا ہے:

اللھم یا مؤلفا بین الثلج والنار الف بین قلوب عبادك المومنین علی طاعتك

"اے خدا! اے برف اور آگ کو جمع رکھنے والے! اپنے اہل و ایمان بندوں کے دلوں کو اپنی اطاعت پر جمع رکھ"۔

کمال الدین وتمام النعمۃ میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: اللہ کے فرشتے کا نام "دردائیل" ہے۔ اُسے خدا نے سولہ ہزار پَر عطا کیے ہیں، ایک پَر سے دوسرے پَر کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔

اُصولِ کافی میں حسین بن ابی العلاء سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے گھر میں رکھے ہوئے ایک چرمی سرہانے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ کئی بار یہاں فرشتے آکر بیٹھے ہیں اور ہم نے کئی بار ان کے پَروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جمع کیے ہیں۔

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دروازے پر کچھ دیر کے لیے روک دیا گیا، پھر جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام گھر میں سے کچھ چیزیں اُٹھا کر مٹھی میں بند کر رہے تھے اور پھر بند مٹھی والا ہاتھ پردے کے پیچھے کیا اور پردہ کے پیچھے جو کوئی بھی تھا، اسی مٹھی میں بند چیز دے دی۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ کیا چن کر گھر میں دے رہے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: ملائکہ کے پَروں کے ننھے ننھے ٹکڑوں کو جمع کر کے اپنی اولاد کے لیے دھاری دار چادریں بنا لیتے ہیں۔

میں (راوی) نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، کیا فرشتے آپؑ حضرات کے پاس آتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ہمارے تکیوں پر آکر بیٹھا کرتے ہیں۔

فطرس کا واقعہ

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت کو پیش کیا۔ سب ملائکہ نے ولایت کو قبول کیا، لیکن "فطرس" نامی فرشتے نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے اس کے پَر توڑ ڈالے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو جبریلؑ امین ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک دینے کے لیے آئے۔

جبریلؑ کا گزر فطرس کے پاس سے ہوا تو فطرس نے پوچھا کہ آپؑ کہاں جا رہے ہیں؟ جبریلؑ امین نے کہا کہ خدا نے محمدؐ کی شاہزادی کو فرزند عطا کیا ہے اور مجھے مبارک بادی کے لیے بھیجا ہے۔

فطرس نے کہا کہ مجھے اپنے ساتھ لے چلو اور محمدؐ سے درخواست کرو کہ وہ میرے لیے دعا کریں۔

جبریلؑ نے کہا کہ تم میرے پَروں پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ فطرس جبریلؑ کے پَروں پر سوار ہوا اور جبریلؑ اُسے لے کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کو نواسے کی مبارک دی اور پھر کہا:

یا رسولؐ اللہ! یہ فطرس ہے، میرے اور اس کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں آپؐ سے التماس کروں کہ آپؐ اس کے لیے دعا مانگیں کہ خدا اس کے پَر اسے واپس کر دے۔

رسولؐ خدا نے فطرس سے فرمایا کہ کیا تم ایسا چاہتے ہو؟

فطرس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آنحضرتؐ نے اُس کے سامنے امیر المومنینؑ کی ولایت پیش کی۔ اُس نے قبول کی۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: تم حسینؑ کے گہوارے کے پاس جاؤ اور اپنا وجود اُس سے مَس کرو۔ فطرس گہوارے کی طرف بڑھا اور اپنا وجود اس سے مَس کیا۔ اس دوران رسولؐ خدا دعا کرتے رہے۔ چند لحات گزرے کہ اس کے پَر پھیلنے لگے اور ان میں خون گردش کرنے لگا۔ پھر اس کے پَر بالکل صحیح ہو گئے۔ اس نے جبریلؑ کے ساتھ پرواز کی اور آسمان کی طرف چلا گیا۔

عمار ساباطی راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں مجھے اخروٹ کی مانند کوئی چیز ملی۔ ہمارے کچھ ساتھیوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ چیز فرشتوں کے پَروں سے گرتی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: عمار! فرشتے ہمارے بستروں پر آیا کرتے ہیں۔

مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے فرزند موسیٰؑ کاظم آئے۔ ان کے گلے میں ایک قلادہ تھا جس میں موٹے موٹے بال تھے۔ میں نے معصوم بچے کو بلایا اور اُنھیں پیار کیا اور سینہ سے چمٹایا۔ پھر میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بچے کے گلے میں کیا لٹکا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ فرشتوں کے پَر ہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا فرشتے آپ کے پاس آتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمارے بستروں پر اپنے منہ مَلتے ہیں۔ جو کچھ تم نے موسیٰ کی گردن میں دیکھا ہے یہ فرشتوں کے پَروں کے ٹکڑے ہیں۔

ابن بکیر سے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت منقول ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف انداز کے تحت

پیدا کیا۔ حضرت رسول اکرمؐ کے پاس جبریلؑ آئے تو ان کے چھ سو پَر تھے اور پَروں کے درمیان ایک دُر یوں چمک رہا تھا جیسا کہ سبزی کے پتوں پر شبنم کے قطرات چمکتے ہیں۔ اس کے وجود نے زمین و آسمان کو بھر رکھا تھا۔

جب اللہ میکائیل کو دنیا کی طرف اُترنے کا حکم دیتا ہے تو اس کا ایک پاؤں ساتویں آسمان پر ہوتا ہے اور دوسرا پاؤں ساتویں زمین پر ہوتا ہے۔ خدا نے کچھ ایسے ملائکہ بھی پیدا کیے ہیں جن کا آدھا دھڑ آگ کا ہے اور آدھا دھڑ برف کا ہے اور وہ یہ دعا کرتے ہیں:

یا مؤلفا بین البرد والنار ثبت قلوبنا علی عن طاعتک

''اے برف اور آگ کو جمع کرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ''۔

آپؑ نے فرمایا: خدا نے ایک ایسا فرشتہ بھی پیدا کیا ہے جس کی کان کی لَو سے لے کر اس کی آنکھ تک پرندے کی پرواز کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ملائکہ نہ تو کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ہی اُنھیں نکاح کی احتیاج محسوس ہوتی ہے۔ ان کی زندگی کا دارومدار نسیم عرش پر ہے۔ کچھ فرشتے ایسے ہیں جو رکوع میں ہیں اور قیامت تک رکوع میں رہیں گے اور کچھ فرشتے سجدہ میں ہیں وہ قیامت تک سجدہ میں رہیں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ نے مخلوقات میں سے فرشتوں کو بہت بڑی تعداد میں پیدا کیا ہے۔ ہر دن اور ہر رات ستر ہزار فرشتے اُترتے ہیں اور وہ بیت الحرام جا کر اس کا طواف کرتے ہیں۔ پھر وہ رسول اکرمؐ کے پاس آتے ہیں۔ پھر وہ امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں اور اُنھیں سلام کرتے ہیں۔ پھر وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں۔ ان کے پاس قیام کرتے ہیں جیسے ہی وقتِ سحر ہوتا ہے تو وہ آسمان کی طرف پرواز کر کے چلے جاتے ہیں اور پھر ان کی کبھی باری نہیں آتی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ نے اسرافیلؑ، جبریلؑ اور میکائیلؑ کو ایک تسبیح سے پیدا کیا ہے پھر اُنھیں کان اور آنکھیں عطا کیں اور عقل و فہم کی تیزی عطا کی۔

ملائکہ کی تخلیق کو امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنی ایک دعا میں یوں بیان کیا:

خدایا! تو نے ملائکہ کو پیدا کیا اور تو نے اُنھیں اپنے آسمانوں میں رہائش عطا کی۔ ان سے نہ تو کوئی سُستی، نہ ہی غفلت اور نہ ہی ان سے معصیت صادر ہوتی ہے۔ وہ تیری مخلوقات میں سے وہ سب سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں اور

تیری تمام مخلوقات میں سے وہ سب سے زیادہ تیرا خوف رکھتے ہیں اور تیری باقی مخلوق سے زیادہ اُنھیں مقامِ قرب حاصل ہے۔ وہ تیری اطاعت پر سب سے زیادہ عمل پیرا ہونے والے ہیں۔ ان کی آنکھوں پر نیند مسلط نہیں ہوتی اور ان کی عقول پر سہو طاری نہیں رہتا۔ ان کے اَبدان پر سُستی طاری نہیں ہوتی۔

وہ اصلابِ آباء میں نہیں رہے اور ارحامِ اُمہات میں سے نہیں گزرے۔ تو نے انھیں نجس پانی سے پیدا نہیں کیا۔ تو نے انھیں خلق فرمایا اور آسمانوں میں انھیں رہائش دی اور اپنے جوار میں اُنھیں جگہ دے کر محترم بنایا اور تو نے انھیں اپنی وحی کا امین بنایا اور انھیں آفات سے محفوظ رکھا اور انھیں بلیات سے بچائے رکھا۔ تو نے انھیں گناہوں سے پاک بنایا اور اگر تو انھیں قوت فراہم نہ کرتا تو انھیں قوت نصیب نہ ہوتی۔ اور اگر تو انھیں ثابت قدم نہ رکھتا تو وہ کبھی ثابت قدم نہ رہتے۔ اور اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو وہ اطاعت نہ کرتے اور اگر تو نہ ہوتا تو وہ بھی نہ ہوتے۔ لیکن پھر بھی اس منزلت و مقام کے باوجود اور قلتِ غفلت کے باوجود اگر وہ اس چیز کو دیکھ لیں جو ان سے پوشیدہ ہے تو وہ اپنے اعمال کو حقیر سمجھنے لگیں گے اور اپنے نفوس کو قصوروار قرار دیں گے اور انھیں علم ہو جائے گا کہ انھوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ تو بلحاظ خالق و معبود پاک ہے۔ تیری مخلوق کے ہاں تیری آزمایش کتنی ہی اچھی ہے۔

امام سجادؑ اور ملائکہ مقربین پر سلام

بحث کی تکمیل کے لیے ہم صحیفہ سجادیہ میں سے امام سجاد علیہ السلام کی اس دعا کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جو آپ حاملینِ عرش اور ملائکہ مقربین پر درود بھیجنے کے لیے پڑھا کرتے تھے:

"اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما اپنے حاملینِ عرش پر جو تیری تسبیح میں سُستی نہیں کرتے اور تیری پاکیزگی بیان کرنے سے نہیں تھکتے۔ تیری عبادت میں تقصیر نہیں کرتے اور تیرے فرمان کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرتے اور تیرے والہانہ عشق سے غفلت نہیں برتتے۔

تو اسرافیل پر رحمت نازل فرما جو کہ صُور کا حامل ہے، جو آنکھیں کھول کر تیرے اذن اور فرمان کے نزول کا انتظار کر رہا ہے، تاکہ قبور میں مقید افراد کو صور پھونک کر ہوشیار کر دے۔

خدایا! رحمت نازل فرما میکائیل پر جو تیرے نزدیک بڑے مقام کا حامل ہے جسے تیری اطاعت میں بلند مقام حاصل ہے۔ خدایا! رحمت بھیج حضرت جبریلؑ پر جو تیری وحی کا امین ہے۔ تیرے آسمانوں کی مخلوق میں جس کی اطاعت کی جاتی ہے

جو تیرے پاس بارگاہ قرب میں مکین ہے۔ خدایا! رحمت بھیج اس روح پر جو تیرے حجابات میں رہنے والوں سے بلند ہے۔ خدایا! اس روح پر رحمت نازل فرما، جس کا تعلق تیرے امر سے ہے۔

خدایا! ان کے علاوہ اپنے آسمانوں میں رہنے والے فرشتوں پر رحمت بھیج اور جو تیرے پیغامات کے امانت دار ہیں وہ ایسے ہیں جن پر رنج کی بات سے کوئی ملال نہیں ہوتا اور مشقت و لغب سے کوئی درماندگی اور سُستی لاحق نہیں ہوتی۔ خواہشات اُنھیں تیری تسبیح سے نہیں روکتیں اور غفلتوں کی سہو اُنھیں تیری تعظیم سے جدا نہیں کرسکتی۔ وہ اپنی نظریں ہر وقت جھکائے ہوئے ہیں۔ وہ تیری طرف نظر اُٹھانے کا ارادہ نہیں کرتے۔ وہ اپنی ٹھوڑیاں نیچے ڈالے ہوئے ہیں۔ تیری نعمات کی طرف ان کی رغبت بہت طویل ہوچکی ہے۔ وہ تیری نعمتوں کے ذکر پر حریص ہیں۔ تیری شانِ عظمت اور شانِ کبریائی کی جلالت کے سامنے وہ عاجزی سے جھکے ہوئے ہیں۔

وہ جب اہلِ دوزخ کو دیکھتے ہیں جو تیرے نافرمان بندوں کے لیے بھڑک رہا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکا۔ خدایا! ان پر رحمت بھیج اور اپنے ان فرشتوں پر رحمت نازل فرما جنھیں "روحانیین" کہا جاتا ہے اور ان پر رحمت بھیج جو تیرے نزدیک مقربِ بارگاہ ہیں۔

خدایا! ان پر رحمت بھیج جو تیرے رسولوں کے پاس غیب کے پیغام لاتے ہیں اور وہ تیری وحی کے امین ہیں۔ خدایا! ملائکہ کے ان گروہوں پر رحمت نازل فرما جنھیں تو نے اپنے لیے خاص کرلیا ہے اور جنھیں تو نے اپنی تقدیس کی وجہ سے کھانے پینے سے بے نیاز کردیا ہے اور تو نے جنھیں اپنے آسمانوں کے اطباق کے درمیان رہائش دی ہے۔

خدایا! ان فرشتوں پر رحمت نازل فرما جو آسمانوں کے کناروں پر رہتے ہیں، جب تیرا فرمان نازل ہورہا ہوتا ہے۔ تیرا وعدہ تمام ہونے پر۔ اور بارش کے خزانہ دار فرشتوں پر رحمت نازل فرما اور بادل کے ہنکانے والوں پر اور اس فرشتے پر بھی رحمت نازل فرما جس کی چیخ کی آواز سے گرج سنی جاتی ہے اور جب کہ اس چیخ کے ساتھ گرجتے ہوئے بادل چلتے ہیں تو گرنے والی بجلیاں چمکتی ہیں اور اس کے عقب میں برف کے ٹکڑوں اور اَولوں کو لانے والے فرشتوں پر رحمت نازل کر۔ ان فرشتوں پر رحمت نازل فرما کہ جب بارش برستی ہے تو وہ بارش کے قطروں کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں۔

خدایا! ہواؤں کے خزانوں کے محافظ فرشتوں پر اور پہاڑوں پر موکل ملائکہ پر رحمت بھیج، جن کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ٹلتے۔ اور ان ملائکہ پر رحمت بھیج جنھیں تو نے پانیوں کے وزن سے باخبر کیا ہے، جنھیں تو نے ان مقامات کے پیمانوں سے مطلع کیا ہے جنھیں موسلا دھار اور تلاطم والی بارشیں گھیرتی ہیں۔ اور ان فرشتوں پر رحمت بھیج جو اہلِ ارض کی طرف تیرے

نمائندے بن کر جاتے ہیں اور وہ ناپسندیدہ بلائیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور بعض اوقات پسندیدہ فراخیِ معیشت کو لے کر اُترتے ہیں۔

خدایا! رحمت بھیج سفارت کا فرض انجام دینے والے نیکوکار بزرگ فرشتوں پر۔ اور ان بزرگ فرشتوں پر رحمت بھیج جو نگہبان ہیں اور جو نامۂ اعمال لکھتے ہیں اور موت کے فرشتے اور اس کے مددگاروں اور منکر و نکیر اور مبشر و بشیر پر رحمت بھیج اور رحمت بھیج "رُوْمان" نامی فرشتے پر جو کہ قبروں کی آزمائش کرتا ہے اور ان فرشتوں پر جو بیتِ معمور کے گرد طواف کرتے رہتے ہیں اور دوزخ کے داروغہ مالک اور دوزخ کے خزینہ داروں پر رحمت بھیج اور خازنِ جنت رضوان اور جنت کے دربانوں پر رحمت بھیج جو کہ حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے اور ان پر رحمت بھیج جو اہلِ جنت کو سلام کر کے کہیں گے:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ (سورۂ رعد، آیت ۲۴)

"صبر کرنے والو! تم پر سلام ہو انجام کار کتنا اچھا ہے"۔

اور دوزخ کے سنبھالنے والوں پر رحمت بھیج جب ان سے کہا جائے: "اسے پکڑو، طوق میں مقید کر کے اُسے دوزخ میں ڈال دو" تو وہ جلدی سے مجرم کو گرفتار کر لیں گے اور اسے مہلت نہیں دیں گے"۔

اور ایسے تمام ملائکہ پر رحمت بھیج جن کے ذکر کا ہمیں الہام ہوا ہے لیکن ہمیں اس کے مقام اور مرتبہ اور اس کے فرائض کا علم نہیں ہے۔ ہوا میں رہائش پذیر اور زمین اور پانی میں رہائش پذیر ملائکہ پر رحمت بھیج۔

خدایا! ان پر درود بھیج جس دن ہر شخص حاضر ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کو ہانکنے والا اور گواہ موجود ہوگا۔ ان پر ایسی درود بھیج جو ان کی کرامت و طہارت میں اضافہ کا سبب ہو۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن الصحیفۃ السجادیۃ)

عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: اپنی خوش الحانی سے قرآن کو حسین بناؤ کیونکہ خوش الحانی قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ

"وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے"۔

مجمع البیان میں يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ کے ضمن میں ابوہریرہ کی یہ حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے خوبصورت چہرہ، عمدہ آواز اور خوبصورت بال مراد ہیں۔

ابلیس کو دشمن سمجھو

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

"یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اُسے دشمن ہی بنائے رہو"۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چار باتوں کی نصیحت کی تھی، ان میں سے چوتھی نصیحت یہ تھی: "جب تک شیطان کو زندہ سمجھو تب تک اس کے مکر سے اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھو"۔

ابان احمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مجھے نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب جانتے ہو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تو پھر غفلت کیوں برت رہے ہو؟

خود پسندی

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧

"بھلا وہ شخص جس کے لیے اس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو اور وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو، (بھلا ایسا شخص نیکوکار مومن جیسا ہوسکتا ہے) خدا جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کا دم ہی نہ نکل جائے۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے بخوبی واقف ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی حریف مراد ہیں۔

اُصولِ کافی میں علی بن سوید سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ خود پسندی کا وہ درجہ کون سا ہے جو عمل کو خراب کر دیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خود پسندی کے بہت سے مراتب ہیں۔ اس کا آخری مرتبہ یہ ہے کہ انسان اپنے بُرے عمل کو بھی خوش نما سمجھنے لگے اور بُرائی کر کے یہ تصور کرے کہ میں نے بھلائی کی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو معلوم ہے کہ بعض اوقات گناہ مومن کے لیے خود پسندی سے بہتر ہوتا ہے، اسی لیے وہ گناہ کر بیٹھتا ہے تا کہ کہیں خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مومن کبھی بھی گناہ میں مبتلا نہ ہوتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس رنگ برنگ لباس پہنے ہوئے حاضر ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ پر سلام کیا:

حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ابلیس ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا تجھے کسی کا ہمسایہ نہ بنائے۔

اُس نے کہا کہ آپؑ کا خدا کے ہاں بڑا مقام ہے اسی لیے میں آپؑ کو سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

آپؑ نے اس سے فرمایا کہ یہ رنگین لباس کیا ہے؟

اس نے کہا کہ میں اس سے بنی آدم کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ وہ کون سا ایسا گناہ ہے جس کے بعد تو بنی آدم پر مسلط ہو جاتا ہے؟

ابلیس نے کہا کہ جب کوئی شخص خود پسندی میں مبتلا ہو جائے اور اپنے عمل کو زیادہ سمجھنے لگے اور اپنے گناہ کو حقیر جاننے لگے تو اس وقت میں اس پر مسلط ہو جاتا ہوں۔

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ "مرے ہوئے انسانوں کا جی اُٹھنا بھی اسی طرح سے ہوگا"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ اُٹھانے کا ارادہ کرے گا تو چالیس دن تک بارش برسائے گا۔ مرنے والوں کے بند اور مفاصل جمع ہو جائیں گے اور ان کے ڈھانچوں پر گوشت چڑھا دیا جائے گا۔ یہ روایت امالی صدوق میں بھی مرقوم ہے۔

عزت کا سرچشمہ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا

"جسے عزت کی تلاش ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا رب روزانہ یہ اعلان کرتا ہے کہ

میں ہی عزت کا مالک ہوں جسے دونوں جہانوں کی عزت مطلوب ہو تو وہ مجھ سے تعلق قائم کرے"۔

کلمہ طیبہ (پاکیزہ کلمات)

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ

"پاکیزہ کلمات اس تک چڑھتے ہیں اور عملِ صالح اُنھیں بلند کرتا ہے"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے کہ اس سے کلمۂ اخلاص اور خدا کے نازل کردہ فرائض کا اقرار اور ولایت مراد ہے اور عملِ صالح ان کلمات کو بلند کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

الکلم الطیب قول المؤمن لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله وخلیفة رسول الله

کلمات طیبہ سے مومن کا یہ قول مراد ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله وخلیفة رسول الله اور عملِ صالح سے اعتقاد بالقلب مراد ہے۔ یقیناً یہ اللہ کی طرف سے حق ہے جس کے متعلق کوئی شک نہیں ہے۔

ابوالجارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

عمل ہی قول کی تصدیق یا تردید کرتا ہے۔ جب ابن آدمؑ کوئی بات کرتا ہے اور اُس کا عمل اُس کے قول کی تصدیق کرے تو اُس کا قول خدا کی طرف بلند ہوتا ہے اور جب کسی کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو قول و فعل کے تضاد کی وجہ سے وہ شخص دوزخ میں جا گرتا ہے۔

کتاب التوحید میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے آسمانوں میں کچھ ایسے مقامات مقرر کیے ہیں جو وہاں تک پہنچ جائے تو گویا وہ خدا تک بلند ہوا ہے۔ کیا تم اللہ کے اس فرمان کو نہیں سنتے۔

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡهِ (سورۂ المعارج، آیت ۴)۔ اسی طرح سے قصۂ عیسیٰؑ میں خدا نے فرمایا ہے: بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ (سورۂ نساء، آیت ۱۵۷) اسی طرح سے اللہ نے فرمایا ہے: اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ "پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور عملِ صالح اسے بلند کرتا ہے"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ کی آیت پڑھ کر فرمایا کہ عملِ صالح ہم اہلِ بیتؑ کی محبت ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر فرمایا کہ جو ہم سے محبت نہ رکھے تو اس کا کوئی عمل بلند نہیں ہوتا۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر آسمان اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اس کے سامنے سرِاطاعت نہ جھکاتے تو وہ اُنھیں اپنے عرش کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا۔

احتجاج طبرسی کی ایک طویل روایت میں یہ کلمات بھی مرقوم ہیں کہ ابن الکواء نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے کہا کہ یہ بتائیں لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے کا کیا ثواب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو شخص اخلاص سے لا الٰہ الا اللّٰہ کہے تو اس کے گناہ یوں مٹ جاتے ہیں جیسا کہ سفید جھلی سے سیاہ حروف مٹ جاتے ہیں۔

جب کوئی شخص دوسری مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے تو یہ کلمۂ توحید آسمان کے دروازوں اور ملائکہ کی صفوں کو چیر کر آگے جاتا ہے۔ اس وقت ملائکہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ عظمتِ الٰہی کے سامنے جھک جاؤ۔

اور جب کوئی شخص تیسری بار لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے تو یہ کلمہ توحید عرش سے پہلے کیوں نہیں رُکتا۔ اس وقت خداوند جلیل اس سے کہتا ہے: ٹھہر جا، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جس نے تجھے منہ سے نکالا ہے میں اسے ضرور معاف کروں گا۔

پھر حضرت علیؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ اور فرمایا کہ مقصد یہ ہے کہ جب اس کا عمل خالص ہوتا ہے تو اس کے قول اور کلام کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

عمر میں کمی بیشی

وَمَا یُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ⑪

”کوئی (طویل) عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور کسی کی عمر میں کمی نہیں کی جاتی، مگر یہ سب کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ بے شک یہ بات اللّٰہ کے لیے آسان ہے“۔

آیتِ مجیدہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسانوں کی عمر میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اسی لیے اس آیت کے ضمن میں تفسیر قمی میں یہ کلمات مرقوم ہیں: عمر کی کمی بیشی کو ایک کتاب میں لکھ لیا جاتا ہے اور یہ آیتِ مجیدہ منکرین ''بداء'' کی تردید کرتی ہے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ لوح میں یہ بات لکھ دی جاتی ہے کہ اگر فلاں شخص نے اللہ کی اطاعت کی تو فلاں وقت تک باقی رہے گا اور اگر کوئی شخص نافرمانی کرتا ہے تو اس کی مقرر کردہ عمر میں کمی کر دی جاتی ہے۔

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی طرف یوں اشارہ کیا تھا: ''صدقہ اور صلہ رحمی سے شہر آباد ہوتے ہیں اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے''۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم صلۂ رحمی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہیں جانتے جو عمر میں اضافہ کرتی ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی شخص کی عمرِ طبیعی صرف تین برس باقی رہتی ہے اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے تو اللہ اس کی عمر میں تیس برس کا اضافہ کر دیتا ہے اور اس کی عمر تینتیس برس ہو جاتی ہے۔

اور اگر کسی کی عمرِ طبیعی تینتیس برس ہوتی ہے اور وہ قطع رحمی کرتا ہے تو اللہ اس کی عمر میں تیس برس کی کمی کر دیتا ہے اور اس کی عمر تین برس ہو جاتی ہے۔

مؤلف کتابِ ہذا عرض پرداز ہے کہ اُصولِ کافی میں ان دو احادیث کی بہت سی موید احادیث موجود ہیں۔ محققین ان کی طرف رجوع کریں۔

کتاب الخصال میں انس بن مالک کی زبانی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جسے اس بات پر خوشی ہو کہ اس کا رزق وسیع کر دیا جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اُسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کتابِ علیؑ میں مرقوم ہے کہ تین عادات ایسی ہیں کہ ان عادات کا حامل جب تک دنیا میں ان کا انجام نہ دیکھ لے اس وقت تک وہ نہیں مرے گا اور وہ عادات یہ ہیں:

① بغاوت ② قطع رحمی ③ جھوٹی قسم کھانا۔ ناحق قسم کھانے والا خدا سے مقابلہ کر رہا ہوتا ہے۔

کچھ لوگ بدکار ہوتے ہیں، لیکن وہ صلۂ رحمی کرتے ہیں تو خدا کی طرف سے ان کی دولت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور کچھ بدکار ایک دوسرے سے اچھائی اور بھلائی کرتے ہیں تو خدا کی طرف سے ان کی عمر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ جھوٹی قسم اور قطع رحمی سے ہنستے بستے شہر ویران ہو جاتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کی زبان سچ بولنے کی عادی ہوگی تو اس کے عمل میں پاکیزگی پیدا

G9

ہوگی اور جس کی نیت اچھی ہوگی تو خدا اس کے رزق میں اضافہ کرے گا اور جو اپنے رشتہ داروں سے بھلائی کرے گا تو اللہ اس کی عمر میں اضافہ کر دے گا"۔

حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زنا کے چھ نقصانات ہیں۔ تین نقصانات کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا تعلق آخرت سے ہے جن کا تعلق دنیا سے ہے، وہ یہ ہیں:

① ......زنا سے چہرے کی رونق ختم ہوجاتی ہے۔

② ......زنا فقر وافلاس کا سبب بنتا ہے۔

③ ......زنا سے عمر میں کمی واقع ہوتی ہے۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجلسِ مامون میں سلیمان مروزی سے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے روایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ میں سے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ تم فلاں بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ خدا کہہ رہا ہے کہ میں اتنے عرصہ بعد تجھے موت دے دوں گا۔

بادشاہ نے سنا تو وہ لرز اُٹھا، اُس نے خدا سے دعا مانگی اور دعا میں روتے روتے وہ اپنے تخت سے گرا اور اس نے گڑگڑا کر عرض کی: خدایا! مجھے اتنی مہلت دے کہ میرے بچے جوان ہوجائیں اور میں سلطنت ان کے سپرد کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آ گیا اور نبی کو وحی کی کہ اب تم پھر اس بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ میں نے اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کر دیا ہے۔

نبیؑ نے عرض کیا: خدایا! چند روز پہلے میں نے اور پیغام پہنچایا تھا، اب اور پیغام پہنچاؤں۔ وہ مجھے جھوٹا سمجھے گا، جب کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

خدا نے فرمایا: تم تو ایک عبد مامور ہو، تم جا کر میرا پیغام اس تک پہنچا دو۔ میں اپنے افعال کے لیے کسی کا جواب دہ نہیں ہوں۔ یہ روایت عیون اخبار الرضا میں بھی مرقوم ہے۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا جسے حکومت واقتدار دیتا ہے تو اس کے اقتدار کے شب و روز اور وقت مقرر کرتا ہے۔ اگر حکمران عدل و انصاف سے کام لیں تو اللہ لیل ونہار کے سلسلہ کو سُست رفتار بنا دیتا ہے اور یوں اس کی حکومت کی میعاد لمبی ہوجاتی ہے اور اگر کوئی حاکم ظلم کرنے لگے تو اللہ شب و روز کے

سلسلہ میں تیزی پیدا کردیتا ہے اور یوں لیل و نہار کی گردش میں تیزی آجاتی ہے اور اس کے اقتدار کے ایام بہت جلد ختم ہوجاتے ہیں۔

شیخ مفید "الارشاد" میں لکھتے ہیں کہ مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہوگا تو زمین اپنے مالک کے نور سے جگمگا اُٹھے گی اور لوگ سورج کی روشنی سے بے نیاز ہوجائیں گے اور تاریکی چھٹ جائے گی۔ ان کی حکومت کے ایام میں لوگوں کی عمریں بڑھ جائیں گی، یہاں تک کہ ایک ایک شخص کے ہاں ہزار بچے پیدا ہوں گے جن میں لڑکی ایک بھی نہ ہوگی۔

تہذیب الاحکام میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حسین بن علی علیہما السلام کے زائرین کی زیارت کے ایام کو ان کی زندگی کے ایام میں شمار نہیں کیا جاتا۔

منصور بن حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرمایا کرتے تھے: جسے ایک سال گزر جائے اور وہ قبرِ حسینؑ کی زیارت کے لیے نہ جائے تو اللہ اس کی عمر سے ایک سال کم کردیتا ہے۔ اور اگر میں یہ کہوں تو میں حق بجانب ہوں گا کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنی عمر طبیعی سے تیس برس قبل مر رہے ہیں کیونکہ تم نے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت چھوڑ دی ہے۔

خبردار! زیارتِ حسینؑ کو مت چھوڑو۔ اس سے تمہاری عمر میں اضافہ ہوگا اور تمہارے رزق میں وسعت پیدا ہوگی اور جب تم قبرِ حسینؑ کی زیارت ترک کردو گے تو اللہ تمہاری عمر کم کردے گا اور رزق میں تنگی پیدا کردے گا۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ! اللہ کی نظر میں مومن کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ مومن کے لیے زندگی کا وقت مقرر نہیں کرتا اور جب مومن تباہ کن گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اسے اپنی طرف بلا لیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تباہ کن گناہوں سے پرہیز کرو، خدا تمہاری عمر میں اضافہ کرے گا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے خلاف ان کے بھتیجے کی چغل خوری

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند علیؑ نے کہا کہ میرے پاس علی بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ آیا۔ اُس وقت ہم مکہ میں تھے اور ہم نے رجب کا عمرہ کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: چچا جان! میں بغداد جانا

چاہتا ہوں اور جانے سے قبل اپنے چچا ابوالحسن موسٰی بن جعفرؑ سے الوداع کرنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ میرے ساتھ ان تک چلیں۔

چنانچہ میں اُسے لے کر اپنے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف چل پڑا۔ آپؑ اس وقت مکہ کے محلہ حوبہ میں اپنے گھر میں قیام پذیر تھے اور ہم غروب کے تھوڑی دیر بعد ان کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے میرے بھائی بولے کہ کون؟ میں نے عرض کیا: میں آپ کا بھائی علی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں ابھی آرہا ہوں۔ آپؑ ٹھہر ٹھہر کر وضو کرنے کے عادی تھے۔ میں نے کہا کہ جلد باہر آئیں۔
آپؑ نے فرمایا: میں ابھی آیا ہی چاہتا ہوں۔ آپؑ باہر آئے، آپؑ نے گیری سے رنگی ہوئی قمیص پہنی ہوئی تھی اور آپؑ اپنی دہلیز کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ میں نے جھک کر آپؑ کے سر کا بوسہ لیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں ایک کام کے لیے آپؑ کے پاس آیا ہوں۔ اگر آپؑ اسے درست سمجھیں تو خدا اس میں توفیق دے گا اور اگر وہ صحیح نہ ہو تو ہم سے اکثر غلطیاں سرزد ہوتی ہی رہتی ہیں۔

میں نے کہا کہ یہ آپ کا بھتیجا ہے۔ یہ آپؑ کو الوداع کر کے بغداد جانا چاہتا ہے۔
آپؑ نے فرمایا: اُسے میرے قریب لاؤ۔ اس وقت محمد بن اسماعیل کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ میں نے اسے امام علیہ السلام کے قریب کیا۔ اس نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا: میں تجھے صرف یہی نصیحت کرتا ہوں کہ میرے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرنا۔
محمد بن اسماعیل نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے جو آپؑ سے برائی کا ارادہ کرے تو خدا اُسے تباہ و برباد کرے۔
پھر وہ آگے بڑھا اور آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور پھر کہا کہ آپؑ مجھے نصیحت فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا: تجھے خدا کا واسطہ، میرے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرنا۔ محمد بن اسماعیل نے آپؑ سے برائی کرنے والے ہر شخص کو بددعا دی اور علیحدہ جا کر کھڑا ہو گیا۔
اس وقت مجھے میرے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: علی! کچھ دیر کے لیے رُک جائیں۔ چنانچہ میں باہر رُک گیا۔
آپ اپنے گھر گئے اور ایک تھیلی مجھے پکڑائی جس میں ایک سو دینار تھے اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تھیلی اپنے بھتیجے کو دے دو اور اس سے کہو کہ وہ اس کو زادِ سفر کے طور پر استعمال میں لائے۔
اس کے بعد آپؑ نے مجھے ایک اور تھیلی دی اور فرمایا کہ یہ بھی اُسے دے دو۔

میں نے کہا: جب آپؑ کو اس سے خطرہ ہے تو آپؑ اس پر اتنی عنایت کیوں کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں اس سے صلۂ رحمی کر رہا ہوں۔ اگر اس نے مجھ سے قطع رحمی کی تو اللہ اس کی زندگی ختم کردے گا۔

پھر آپؑ نے ایک چرمی سرہانہ میرے حوالے کیا۔ اس میں تین ہزار خالص درہم تھے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ رقم بھی اسی کے سپرد کر دو۔ الغرض میں نے اسے آپؑ کی دی ہوئی ساری رقم دے دی۔ رقم حاصل کر کے وہ بہت خوش ہوا۔ مجھے تو یوں لگا کہ یہ اب بغداد کا نام تک نہیں لے گا، لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور ہارون سے ملنے کے لیے بغداد گیا۔ ہارون سے ملاقات ہوئی تو اس نے اُسے خلیفۃ المسلمین کہہ کر سلام کیا اور پھر کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ایک وقت میں زمین پر دو خلیفے ہوں۔ میرے چچا موسیٰ بن جعفرؑ کو اس کے پیروکار خلیفۃ المسلمین کہہ کر سلام کرتے ہیں۔

ہارون نے اس کے لیے ایک لاکھ درہم انعام کا حکم دیا۔ جب تک اس کے لیے خزانچی رقم جمع کرتے رہے اس سے قبل خدا نے اُس کے حلق میں حناق پیدا کیا، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ جب ہارون کے نوکر رقم لے کر آئے تو اس وقت وہ مر چکا تھا۔ اسے ہارون کی دی ہوئی رقم دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئی۔

پانی کا میٹھا ذخیرہ اور کھارا ذخیرہ برابر نہیں ہے

وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ

"دو سمندر برابر نہیں ہیں، ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جو کہ پینے میں خوش گوار ہے جب کہ دوسرا کھاری اور کڑوا ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ لفظ اُجاجٌ سے کڑوا پانی مراد ہے۔

ابوبکر الحضرمی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابرش سے فرمایا: ابرش! اللہ کی تعریف و توصیف وہی ہے جو اس نے خود بیان کی ہے۔ اس کا عرش (اقتدار) پانی پر تھا، پانی ہوا پر تھا، ہوا غیر محدود تھی۔ اس وقت ان دو کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہی نہیں تھی۔ اس وقت پانی کا ذخیرہ سارا میٹھا تھا۔ آسمان سبز پانی کی رنگت کے مطابق ہے اور زمین میٹھے پانی کے رنگ کے مطابق ٹمیالی ہے۔

قولہ تعالیٰ: مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ

"خدا کے ماسوا جنھیں تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی پر موجود جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سی جھلی ہوتی ہے اُسے عربی زبان میں قطمیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ
وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ
الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ
اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ
مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ
الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ
لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ
عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ
بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ
يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ
وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا
الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ
مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ج لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا
يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ط كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ج ﴿٣٦﴾ وَهُمْ
يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ج رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا
نَعْمَلُ ط اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ
النَّذِيْرُ ط فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ع ﴿٣٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ
غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾ هُوَ
الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ط فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ط
وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ج وَلَا يَزِيْدُ
الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ
الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ج اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى
بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ج بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا
غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ج
وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا
غَفُوْرًا ﴿٤١﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ

لَيَكُونُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ۵ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَىْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع

"اے لوگو! تم خدا کے محتاج ہو، جب کہ اللہ بے پروا اور لائق حمد ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں ہٹا دے اور تمھاری جگہ کوئی نئی مخلوق لے آئے اور یہ خدا کے لیے دشوار نہیں ہے۔
کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی لدا ہوا شخص اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے کسی کو پکارے گا تو اس کے بار کا ہلکا سا حصّہ بھی اٹھانے کے لیے کوئی نہ آئے گا خواہ وہی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ آپ صرف ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہوں اور پابندی سے نماز ادا کرتے ہوں۔ جو بھی پاکیزگی

اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے۔ سب کو اللہ کی طرف پلٹنا ہے۔

اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہیں۔ اور تاریکیاں اور اُجالا برابر نہیں ہے۔ اور سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہیں اور زندہ افراد اور مُردہ افراد برابر نہیں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے۔ آپ انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں دفن ہیں۔

آپ تو محض ایک ڈرانے والے ہیں۔ یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو۔

اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں، تو ان کے اگلوں نے بھی تو (انبیاءؑ کو) جھٹلایا تھا۔ ان کے رسول ان کے پاس کھلے دلائل، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے انکار کیا تھا انھیں میں نے پکڑ لیا۔ دیکھو میری سزا کیسی سخت تھی؟ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگت والے پھل پیدا کیے۔ پہاڑوں میں بھی سفید، سُرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے رنگ مختلف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف اہلِ علم ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔ بے شک جو کتابِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے چھپا کر اور دِکھلا کر خرچ کرتے ہیں تو وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا، تاکہ اللہ ان کو پورے پورے اجر دے اور اپنے فضل سے اُنھیں مزید بھی عطا کرے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

ہم نے آپ کی طرف جو کتاب وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے وہ حق ہے۔ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔

پھر ہم نے کتاب کا وارث اُنھیں مقرر کیا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ کیونکہ بندوں میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں اور ان میں میانہ رَو بھی ہیں اور ان میں اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے بھی ہیں۔ یہ بہت بڑا فضل ہے۔

ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اُنھیں وہاں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے سجایا جائے گا اور وہاں ان کا لباس خالص ریشم کا ہوگا اور وہ کہیں گے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دُور کیا ہے۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدر دان ہے۔

جس نے اپنا فضل کرتے ہوئے ہمیں ابدی قیام گاہ میں ٹھہرایا، اب ہمیں نہ تو کوئی مشقت درپیش ہے اور نہ ہی ہمیں کوئی تکان چھوئے گی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کا قصہ تمام کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ ہی ان پر دوزخ کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ ہم اسی طرح سے ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔

وہ دوزخ میں چلا چلا کر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال لے۔ ہم جو عمل پہلا کیا کرتے تھے اب ان سے مختلف اور نیک عمل کریں گے (اُنھیں جواب دیا جائے گا) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت لے سکتا تھا؟ اور تمھارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ اب عذاب کا ذائقہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

یقیناً اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور وہ سینوں میں چھپی ہوئی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمھیں (سابقہ اقوام کا) زمین میں جانشین بنایا۔ اب جو کوئی کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اس پر ہے۔

خدا کے ہاں کافروں کا کفر خدا کے غضب میں اضافہ کے علاوہ اور کسی چیز کا سبب نہیں بنے

گا۔ کافروں کا کفر خسارہ کے علاوہ اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرے گا۔ (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیں کبھی تم نے اپنے ان شرکاء پر غور کیا ہے جنھیں تم خدا کے علاوہ پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین کا کون سا حصّہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے؟ کیا ہم نے انھیں کوئی سند لکھ کر دی ہے کہ وہ دلیل رکھتے ہیں۔ نہیں بلکہ ظالم تو ایک دوسرے کو محض فریب پر مبنی وعدے کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو (محور سے) ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر بالفرض وہ (اپنے محور سے) ٹل جائیں تو خدا کے علاوہ اُنھیں کوئی تھامنے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ بڑا بُردبار اور زیادہ بخشنے والا ہے۔

ان لوگوں نے کڑی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی متنبہ کرنے والا آیا تو یہ باقی تمام اقوام سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ پھر جب ان کے پاس متنبہ کرنے والا آ گیا تو ان کے اندر حق سے دُوری کے علاوہ اور کسی کیفیت کا اضافہ نہیں ہوا۔

یہ زمین میں اور زیادہ تکبر کرنے لگے اور بُری چالیں چلنے لگے۔ جب کہ بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ جو پچھلی قوموں کے ساتھ خدا نے معاملہ کیا تھا وہی معاملہ ان سے بھی کیا جائے۔ تم اللہ کی روش میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم خدا کی روش میں ہرگز کوئی تغیّر نہ پاؤ گے۔

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا تھا اور وہ ان سے زیادہ کہیں قوت رکھتے تھے اور اللہ کو آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔ اگر خدا لوگوں کے اعمال کی وجہ سے گرفت کرنے لگ جاتا تو روئے زمین پر کسی بھی جان دار کو باقی نہ چھوڑتا، مگر وہ ایک مقررہ میعاد تک لوگوں کو مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت پورا ہوگا تو اللہ

اُپنے بندوں کو دیکھ لے گا"۔

بینا اور نابینا برابر نہیں ہیں

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۲۲﴾

"اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہیں اور تاریکیاں اور اُجالا برابر نہیں ہے اور سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہے اور زندہ اور مُردے برابر نہیں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے آپ قبروں میں مدفون افراد کو کچھ نہیں سنا سکتے"۔

تفسیر قمی میں آیاتِ مذکورہ بالا کے متعلق مرقوم ہے کہ کافر کی تشبیہ اندھے سے دی گئی ہے۔ مومن کی تمثیل بینا سے دی گئی ہے اور کفر کی مثال تاریکیوں سے اور ایمان کی مثال روشنی سے دی گئی ہے۔ انسانوں کی تمثیل سائے سے اور جانوروں کی تمثیل دھوپ سے دی گئی ہے۔ پھر اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا کہ جس طرح سے اہلِ قبور کسی کی بات نہیں سنتے۔ اسی طرح سے یہ کفار بھی آپؐ کی باتیں نہیں سنتے۔

ہر اُمت کے لیے ایک متنبہ کرنے والے کو بھیجا گیا ہے

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۴﴾

"کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو"۔

سیاقِ آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "نذیر" سے خدا کی طرف سے مقرر کردہ رسول مراد ہے۔ اور رسول کو بھیجنا اللہ کی سنت جاریہ رہی ہے، جب کہ کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ "نذیر" بننے کے لیے رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ جو بھی شخص وعظ و نصیحت کرے خواہ وہ نبی ہو یا کوئی عالم ہو، وہ اس سے مراد لیا جاسکتا ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ "نذیر" سے ہر زمانے کا رہبر و امام مراد ہوتا ہے۔

اُصولِ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اے گروہِ شیعہ! سورہ پڑھ کر اپنے مخالفین کو لاجواب کردو، کیونکہ رسولؐ کے بعد یہ اللہ کی حجت کو بیان کرتی ہے اور یہ سورہ تمھارے دین کی سردار ہے اور ہمارے علم کی منزلِ آخر ہے۔

اے گروہِ شیعہ! ہمارے مخالفین کے ساتھ جب بحث کرو تو حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ (سورۂ دخان، آیت ۱-۳) کی آیت پڑھ کر مخالفین کو زیر کر دو، کیونکہ یہ رسول اکرمؐ کے بعد کے صاحبانِ امر کے لیے ہے۔

اے گروہِ شیعہ! جب مخالفین سے مسئلہ امامت پر بحث ہو تو ان کے سامنے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کی آیت پڑھ کر ہماری امامت ثابت کرو اور مخالفین کو لاجواب کر دو۔

ایک شخص نے آپؑ سے کہا: اے ابوجعفرؑ! خدا کی طرف سے محمد مصطفیٰؐ "نذیر" بن کر آئے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے بالکل سچ کہا، لیکن یہ بتا کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں زمین کے اقطار و اکناف میں کوئی اور نذیر نہیں تھا؟

سائل نے کہا: آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں اور کوئی نذیر نہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے آنحضرتؐ کو نذیر بنا کر بھیجا تھا اور کیا آنحضرتؐ نے کسی کی تربیت فرما کر نذیر مقرر نہیں کیا تھا؟

سائل نے کہا: جی ہاں ایسا ہی تھا۔

سائل نے پھر کہا کہ اگر میں اس کا انکار کر دوں تو آپ کی دلیل کیا ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: اگر رسولِ خدا نے کسی کی تربیت نہیں کی تھی تو آپؐ نے مسلمانوں کی نسلوں کو ضائع کر دیا تھا۔

سائل نے کہا: تربیت یافتہ نذیر کے بجائے یہ عقیدہ کیوں نہ رکھا جائے کہ اُمت کے لیے قرآن کافی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مفروضہ صحیح ہے، بشرطیکہ اس کا کوئی صحیح مفسر ہو۔

سائل نے کہا: کیا رسولِ خدا نے قرآن کی تفسیر نہیں کی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: رسولِ خدا نے ایک فرد علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے قرآن کی مکمل تفسیر کی تھی اور اُمت پر لازم کیا تھا کہ وہ تفسیر قرآن کے لیے علی بن ابی طالبؑ کی طرف رجوع کرے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ نے مجوسیوں کی طرف کیوں رسول بھیجا تھا؟ جب کہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ ان کے پاس بلیغ اور مؤثر مواعظ اور شفا بخش اَمثال اور محکم کتابیں ہیں!!

آپؑ نے فرمایا: ہر اُمت میں اللہ نے کسی نہ کسی کو نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے مجوسیوں کے پاس ایک نبی کو کتاب دے کر بھیجا تھا، لیکن مجوسیوں نے اس کا انکار کیا تھا اور اس کی کتاب کا انکار کر دیا تھا۔

اہلِ علم ہی اللہ سے ڈرتے رہیں

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں''۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی معرفت اور عمل ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں جسے خدا کی معرفت حاصل ہوگی وہ خدا کا خوف رکھے گا اور خوف اُسے اطاعتِ الٰہی پر عمل کرنے کی رغبت دلائے گا۔ بے شک اربابِ علم اوران کے پیروکار ہی خدا کی معرفت رکھتے ہیں اور وہ خدا کی رضا کے لیے عمل بجالاتے ہیں اوران کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ''اللہ کے بندوں میں سے اہلِ علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: عالم وہ ہے جس کا قول اُس کے فعل کی تصدیق کرے اور جس کے قول وفعل میں تضاد ہو وہ عالم نہیں ہے۔

حدیث نبویؐ میں بیان کیا گیا ہے کہ جسے سب سے زیادہ خدا کی معرفت ہوتی ہے وہی سب سے بڑا پرہیزگار ہوتا ہے۔

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خشیتِ الٰہی کا جذبہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ذہن میں اللہ کی تعظیم اور اطاعت پر عمل کرنے کا جذبہ موجود ہو اور یہ جذبہ علم کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

مصباح شیخ الطائفہ میں مرقوم ہے کہ بدھ کی صبح امام علیہ السلام یہ دعا پڑھا کرتے تھے: (جس کا ترجمہ یہ ہے)

''خدایا! تیری تمام مخلوق میں سے تیرا زیادہ خوف رکھنے والا وہی ہے جسے تیری زیادہ معرفت حاصل ہے اور بلحاظ عمل تیری مخلوق میں سے افضل وہ ہے جو تجھ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ علم تیرے خوف کا نام ہے اور حکمت تجھ پر ایمان لانے کا نام ہے۔ جسے تیرا خوف نہیں وہ عالم نہیں اور جو تجھ پر ایمان نہیں رکھتا اس کے پاس حکمت نہیں ہے''۔

خدا کے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرنے کا حکم

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾

"بے شک جو کتابِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے چھپا کر اور دکھلا کر خرچ کرتے ہیں تو وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ایک شخص رسول اکرمؐ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا وجہ ہے کہ مجھے موت سے نفرت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال و دولت ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھیج دے۔ اُس نے کہا: میں ایسا نہیں کرسکتا۔

آپؐ نے فرمایا: انسان کا دل مال و دولت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر دولت کو انسان آگے روانہ کر دے تو وہ خود بھی آگے جانا پسند کرتا ہے اور اگر مال و دولت دنیا میں اپنے پاس رکھے تو اس کا دل دنیا چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے تمھیں یہ دولت اس لیے دی ہے کہ اُسے وہاں روانہ کرو جہاں روانہ کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ خدا نے دولت بڑھانے کے لیے تمھیں دولت نہیں دی ہے۔

کتاب الخصال کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بننے کے بعد مدینہ آئے اور اُنھوں نے اعلان کیا کہ حکومت نے جس کا مال غصب کیا ہو وہ آئے اور اپنا مال واپس لے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اُسے ملنے گئے اور آپؑ نے اسے کچھ نصیحتیں کیں اور ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ دیکھو جو چیز تمھیں خدا کے حضور عزت دلائے اُسے اختیار کرو اور جو چیز تمھاری رسوائی کا ذریعہ بنتی ہو اُس پر عمل نہ کرو۔

قولہ تعالٰی: وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

"اور وہ ان پر اپنے فضل کا اضافہ کرے گا"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے دوزخ کے حق دار کے لیے شفاعت کا مل جانا مراد ہے اور شفاعت کا حصول دنیا میں لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے پر موقوف ہے۔

وارثانِ کتاب

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

"پھر ہم نے کتاب کا وارث اُنھیں مقرر کیا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، کیونکہ بندوں میں اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں اور میانہ رَو بھی ہیں اور ان میں اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے بھی ہیں۔ یہ بہت بڑا فضل ہے"۔

اُصولِ کافی میں سالم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا......کی آیت کے متعلق عرض کیا: آپؑ اس آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ کیا اس سے اولادِ فاطمہؑ مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ تم سمجھ رہے ہو ایسا نہیں ہے۔ اس آیت میں وہ شخص شامل نہیں ہے جو تلوار اُٹھا کر مخالفتِ قرآن کی دعوت دے۔

میں (راوی) نے کہا: ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے کون مراد ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہو اور امامؑ کی معرفت نہ رکھتا ہو اور مُّقْتَصِدٌ میانہ رَو وہ ہے جسے امام کی معرفت حاصل ہو اور سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ امام ہے۔

احمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ......کی آیت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا سے مراد اولادِ فاطمہؑ مراد ہے اور سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ سے امام مراد ہے۔ مُّقْتَصِدٌ سے امام کی پہچان رکھنے والا مراد ہے اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے امامؑ کی پہچان نہ رکھنے والا مراد ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ہمیں اُس قرآن کا وارث مقرر کیا ہے جس سے پہاڑ چلنے لگ جاتے ہیں اور زمینی فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور جس سے مُردے جی اُٹھتے ہیں۔ ہمیں ہوا کے نیچے پانی کا علم ہے۔ کتاب میں آسمان و زمین کا ہر غیب موجود ہے اور ہم کتاب اللہ کے وارث ہیں، چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

"ہم ہی خدا کے چنے ہوئے بندے ہیں۔ خدا نے ہمیں اس کتاب کا وارث مقرر کیا ہے جس میں ہر چیز کا واضح بیان موجود ہے"۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ سابق بالخیرات سے امام مراد ہے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ سابق بالخیرات امام ہوتا ہے۔ یہ آیت علیؑ و بتولؑ کی اولاد کے لیے مخصوص ہے۔

610

سید ابن طاؤس اپنی کتاب ''سعد السعود'' میں ابواسحاق سبیعی کی زبانی رقمطراز ہیں کہ میں حج کے لیے روانہ ہوا، اور میری ملاقات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ہوئی۔ میں نے ان سے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ ...... هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ کی آیتِ مجیدہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس آیت کا مصداق کون ہیں؟

آپؑ نے مجھ سے کہا کہ تیری قوم یعنی اہلِ کوفہ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں (راوی) نے کہا: وہ تو کہتے ہیں کہ یہ آیت ان کے لیے یعنی ساری اُمت کے لیے ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر معاملہ یہی ہے تو ساری اُمت ہی جنتی ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اس کے متعلق آپؑ کیا کہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے لیے مخصوص ہے۔ پھر آپؑ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابواسحاق! سابق بالخیرات سے علی بن ابی طالبؑ اور حسن و حسین علیہم السلام اور ہم میں سے شہادت پانے والے افراد مراد ہیں۔ جب کہ مُّقْتَصِدٌ (میانہ رَو) وہ ہے جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ ہے جو عام انسانوں کی مانند ہو اور وہ خدا کی طرف سے مغفرت کا حقدار ہو۔

سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ میں نے اس سلسلہ کی کچھ احادیث اپنی کتاب کشف المحجة لثمرة المهجة میں نقل کی ہیں اور احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ ......کی آیتِ مجیدہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ذُریت مراد ہے۔ ان میں ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ ہے جسے امام کی معرفت حاصل نہ ہو اور مُّقْتَصِدٌ (میانہ رَو) اپنے قلب کے گرد گردش کرتا ہے اور سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ اپنے رب کی رضا کے گرد گردش کرتا ہے۔

جابر بن یزید جعفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ...... کی آیتِ مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ہم میں سے ''ظالم'' وہ ہے جسے امام کے حق کی معرفت نہ ہو اور مُّقْتَصِدٌ میانہ رو وہ ہے جسے امامؑ کے حق کی معرفت حاصل ہو اور سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ سے امام مراد ہے اور آیت میں جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ مقتصد اور سابق کے لیے مخصوص ہے۔

ابوحمزہ ثمالی راوی ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں بصرہ کے رہنے والے دو افراد آپؑ کے پاس آئے اور اُنھوں نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! ہم آپؑ سے مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو جی چاہے سو پوچھو۔

اُنھوں نے ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ ...... يَمَسُّنَا فِيۡهَا لُغُوۡبٌ تک کی آیات تلاوت کی اور کہا کہ آپؑ کی نظر میں وارثانِ کتاب کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیات ہم اہلِ بیت رسولؐ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

ابوحمزہ ثمالیؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے والدین آپؑ پر قربان ہوجائیں، آپؑ یہ وضاحت کریں کہ آپؑ میں سے ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ میں سے جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ مُّقۡتَصِدٌ (میانہ رَو) کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہم میں میانہ رَو وہ ہے جو دکھ اور سکھ دونوں حالتوں میں اللہ کی عبادت کرے، یہاں تک کہ اُسے موت آجائے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ میں سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ وہ ہے جو اللہ کے راستے کی دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور گمراہ افراد کا دست و بازو بنے اور خیانت کاروں کا ساتھی نہ بنے اور فاسقین کے فیصلہ پر راضی نہ ہو، ہاں اگر اُسے اپنی جان دین کا خوف ہو اور مددگار نہ ہوں اور اُسے مجبوری کی وجہ سے تقیہ کرنا پڑے تو پھر علیحدہ بات ہے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ ...... کی آیتِ مجیدہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس آیت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

میں (راوی) نے عرض کیا: میرا عقیدہ ہے کہ یہ آیت تمام اولادِ فاطمہؑ کے لیے مخصوص ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اولادِ فاطمہؑ میں سے جو تلوار سونت لے اور گمراہی کی دعوت دے وہ اس آیت کا ہرگز مصداق نہیں ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اس آیت سے کون مراد ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا ایک مصداق تو ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ہے اور اس سے وہ شخص مراد ہے جو لوگوں کو کسی طرح کی دعوت نہ دے، نہ ہدایت اور نہ گمراہی کی اور مُّقۡتَصِدٌ ہم میں سے وہ ہے جو حق امام کی معرفت رکھتا ہو اور سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ سے امام مراد ہے۔

الخرائج والجرائح میں حسن بن راشد سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

حسن! فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) کا خدا کی نظر میں بڑا مقام ہے، اسی لیے خدا نے اس کی نسل پر دوزخ کو حرام کیا ہے اور خدا نے اُن کے متعلق ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا......کی آیت نازل فرمائی ہے۔

ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا وہ ہے جسے امام کی معرفت نہیں ہے اور ان میں مُّقْتَصِدٌ (میانہ رَو) وہ ہے جسے امام کے حق کی معرفت حاصل ہو اور سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ سے امام مراد ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے ابو ہاشم جعفری نے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ......کی آیتِ مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ان سب کا تعلق آلِ محمدؐ سے ہے۔ ان میں سے ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ ہے جو امام کا اقرار نہ کرے اور مُّقْتَصِدٌ وہ ہے جو امام کی معرفت رکھتا ہو اور سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ خود امام ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا......کی آیت ہمارے اور ہماری نسل کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت ہمارے لیے مخصوص ہے اور اس سے ہم ہی مراد ہیں۔

ابی الجارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے آلِ محمدؐ مراد ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ منھم کی ضمیر کے مرجع کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع لفظ "عباد" کی طرف ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع، اصطفاء شدہ افراد ہیں اور مفسرین کی اکثریت اسی دوسرے نظریہ کی حامی ہے۔ پھر تینوں گروہوں کے متعلق اختلاف ہے اور اس کے متعلق دو نظریات پائے جاتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ سب کے سب ناجی ہیں اور اس نظریہ کی تائید ابودرداء کی حدیث سے ہوتی ہے کہ میں نے رسولِ خدا کو اس آیت کے ضمن میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

"سابق" کسی حساب کے بغیر جنت میں چلا جائے گا اور مقتصد (میانہ رَو) کا معمولی سا حساب ہوگا، پھر وہ بھی جنت میں چلا جائے گا اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کو میدانِ قیامت تک کافی دیر تک کھڑا کیا جائے گا، پھر اسے بھی جنت میں بھیج دیا جائے گا اور یہ وہی ہیں جو کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دُور کیا ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم میں سے ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ ہے جو حق امام کی معرفت نہ رکھتا ہو اور ہم میں سے مُّقْتَصِدٌ وہ ہے جسے حق امام کی معرفت حاصل ہو اور سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ نیکیوں میں سبقت کرنے والا امام ہے اور یہ تمام گروہ مغفور ہوں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم میں سے ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ ہے جس کے کچھ عمل نیک ہوں اور کچھ عمل بڑے ہوں۔ ہم میں سے مُّقْتَصِدٌ (میانہ رَو) وہ ہے جو عبادت گزار اور جدوجہد کرنے والا ہو، اور ہم میں سے سابق بالخیرات سے حضرت علیؑ اور حسنؑ وحسینؑ اور آلِ محمدؑ میں سے مظلوم ہو کر شہید ہونے والے افراد مراد ہیں۔

عیون الاخبار میں مروی ہے کہ مامون کے دربار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اُمت کے مشہور علما سے مباحثہ کیا تھا۔ مامون نے علماء سے کہا کہ آپ حضرات یہ فرمائیں کہ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا کی آیتِ مجیدہ کے مصداق کون ہیں؟

علماء نے کہا: اس سے ساری اُمت مراد ہے۔

مامون نے یہی سوال حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ نہیں کہوں گا جو اِن لوگوں نے کہا ہے۔ اس آیت سے ساری اُمت مراد نہیں ہے۔ اس سے صرف رسول اکرمؐ کی عترتِ طاہرہ مراد ہے۔

مامون نے کہا: آپؑ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اس سے عترتِ پیغمبر مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر اس سے پوری اُمت مراد ہوتی تو ساری اُمت جنتی ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؁۳۲

پھر اللہ نے تمام وارثانِ قرآن کو جنت میں جمع کیا ہے اور فرمایا ہے: جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ؁۳۳ ''وہ سدا بہار باغات میں داخل ہوں گے جہاں اُنھیں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا''۔

لہٰذا یہ وراثتِ طاہرہ کے لیے ہے تمام اُمت کے لیے نہیں ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے مُّقْتَصِدٌ (میانہ رَو) اور سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (نیکیوں میں سبقت کرنے والا) گروہ جناتِ عدن میں داخل ہوگا۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے روزِ شوریٰ میں ارکانِ شوریٰ کے سامنے فرمایا تھا: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تمھارے اندر کوئی ایسا بھی ہے جس کے متعلق رسولِ خداؐ نے یہ فرمایا ہو: جو شخص میری طرح سے زندہ رہنا اور میری طرح سے مرنا چاہے اور اس ''جناتِ عدن'' میں رہنے کا خواہش مند ہو، جن کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ ''جناتِ عدن'' کو خدا نے خصوصی اہتمام سے فرمایا ہے، تو اُسے چاہیے کہ وہ علی بن ابی طالبؑ

اور اس کے بعد اس کی ذریت سے محبت رکھے۔ وہ میرے اوصیاء ہیں۔ خدا نے اُنھیں میرا علم اور میرا فہم عطا کیا ہے۔ وہ تمھیں گمراہی کے دروازے میں داخل نہ ہونے دیں گے اور ہدایت کے دروازے سے باہر نہ نکالیں گے۔ تم اُنھیں پڑھانے کی کوشش نہ کرنا، وہ تم سے بڑے عالم ہیں۔ حق ان کے ساتھ چلتا ہے جہاں وہ چلیں گے حق ان کے ساتھ چلے گا۔

بتاؤ یہ حدیث رسولؐ خدا نے تمھارے متعلق فرمائی تھی یا میرے متعلق فرمائی تھی؟

تمام حاضرین نے کہا کہ رسولؐ خدا نے یہ حدیث آپؑ کے متعلق ارشاد فرمائی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام سے کسی یہودی نے پوچھا کہ آپؑ کے نبیؐ جنت میں کہاں ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: ہمارے نبیؐ جنت کے بلند ترین درجہ اور جناتِ عدن کے افضل ترین حصہ میں ہوں گے۔

یہودی نے کہا: آپؑ نے بالکل سچ فرمایا۔ یہ بات موسیٰؑ نے لکھوائی تھی اور ہارونؑ نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی۔

لباسِ جنت

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾

"اُنھیں جناتِ عدن میں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا لباس ریشم کا ہوگا"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو اُس کے سر پر ملک و کرامت کا تاج رکھا جائے گا اور اُس کے تاج میں سونا چاندی، یاقوت اور موتیوں کی کنیاں ہوں گی اور سونے چاندی اور موتیوں اور یاقوت سرخ کے دھاگوں سے بنا ہوا ریشمی لباس پہنایا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ......

روضہ کافی میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

مجمع البیان میں ابودرداء سے یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سابق" کسی حساب کے بغیر جنت میں جائے گا۔ اور میانہ رَو سے آسان حساب لیا جائے گا اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ کو میدانِ قیامت میں کچھ دیر تک روکا جائے گا پھر اُسے جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ وہی لوگ ہوں گے جو کہیں گے: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دُور کیا ہے۔ بے شک ہمارا پروردگار بہت بخشنے والا قدردان ہے"۔

قولہ تعالٰی: لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿۳۵﴾

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ "نصب" مشقت اور تکلیف کو کہا جاتا ہے اور لغوب سستی اور تنگدلی کو کہا جاتا ہے۔
مقصد آیت یہ ہے کہ اہلِ جنت کہیں گے کہ ہمیں جنت میں کسی طرح کی مشقت اور سُستی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔
نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں: اللہ نے ان کے کانوں کو دوزخ کی چیخیں سننے سے محفوظ رکھا اور ان کے اجسام کو سُستی اور تنگدلی سے دُور رکھا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو مومن بدھ کے دن مرے تو اللہ اُسے آخرت کے نقصان سے محفوظ رکھے گا اور اُسے اپنی ہمسائیگی کی سعادت نصیب کرے گا اور اپنے فضل سے اُسے عمدہ رہائش عطا کرے گا، جہاں اسے کسی طرح کی مشقت اور سُستی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

سید ابن طاوؤس نے محمد بن عباس کی کتاب کے حوالے سے "سعد السعود" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کا کچھ حصہ یہ ہے: جب حضرت علیؑ کے محبّ جنت میں قدم رکھیں گے تو وہ اللہ تعالٰی سے عرض کریں گے کہ اُنھیں سجدہ کی اجازت ملنی چاہیے۔

اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ میں نے تم سے عبادت کی تکلیف ہٹا دی ہے اور تمھیں آرام دیا ہے دنیا میں تم نے اپنے ابدان کو خوب تھکن میں مبتلا کیا تھا اور تم نے اپنے چہرے میرے لیے جھکائے تھے۔ اب تم میری رحمت میں آچکے ہو تمھیں کسی طرح کی زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر جب وہ اپنی منازل میں داخل ہوں گے تو ملائکہ اُنھیں مبارک دیں گے اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا ہے؟

وہ کہیں گے: جی ہاں، ہم اپنے رب سے راضی ہیں، وہ ہم سے راضی رہے اس وقت اُنھیں یہ ندائے قدرت سنائی دے گی: میں تم سے راضی ہوں تم اپنے نبی کی اہلِ بیتؑ سے محبت رکھتے تھے، اسی لیے میں نے تمھیں اپنے گھر میں رہائش دی ہے اور تم نے ملائکہ سے مصافحہ کیا ہے۔ تمھیں ہماری رضا مبارک ہو، ہماری عطا میں کبھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اس وقت وہ کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔

تمام حمد اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دُور رکھا اور اپنے فضل سے ہمیں ایسی رہائش عطا کی جہاں ہمیں کوئی تکلیف اور سُستی لاحق نہ ہوگی۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدردان ہے۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ فتح بن یزید جرجانی نے حضرت امام موسٰی کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: یہ فرمائیں اگر

ناممکن چیز بالفرض وقوع پذیر ہو جائے تو کیا خدا کو اس کے انجام کا علم ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: تمھارا سوال انتہائی مشکل ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ (سورۂ انبیاء، آیت ۲۱) "اگر زمین و آسمان میں زیادہ معبود ہوتے"۔

یہ بات بالکل ناممکن ہے اور اللہ نے اس ناممکن کے انجام کا تذکرہ اور اس کا نتیجہ ان الفاظ میں بیان کیا: لَفَسَدَتَا (سورۂ انبیاء، آیت ۲۲) "زمین و آسمان تباہ ہو جاتے"۔ اور اس کا ایک نتیجہ یہ بھی بیان کیا: وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (سورۂ مومنون، آیت ۹۱) "ان میں سے کچھ معبود دوسروں پر غلبہ حاصل کر لیتے"۔

قرآن کریم میں ہے کہ اہلِ دوزخ خدا سے التجا کریں گے: رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ (سورۂ فاطر، آیت ۳۷) "خدایا! ہمیں اس سے باہر نکال لے، ہم جو عمل پہلے کیا کرتے تھے اب ہم ان سے مختلف اور نیک عمل کریں گے"۔

خدا نے ان کی ناممکن العمل درخواست کا نتیجہ یہ بیان کیا: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (سورۂ انعام، آیت ۲۸) "اگر (بالفرض) انھیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہ لوٹ کر وہی کام کریں گے جن سے انھیں منع کیا گیا تھا اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں"۔

زندگی کی وہ حد جہاں عذر بہانے ختم ہو جاتے ہیں

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ

"کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت لے سکتا تھا اور تمھارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ اب عذاب کا ذائقہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے"۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ نصیحت حاصل کرنے کے لیے کتنی عمر کافی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اٹھارہ برس کی عمر پانے والوں کو خدا نے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ...... کی آیت کے ذریعے سے توبیخ کی ہے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ اللہ ابن آدم کا ساٹھ برس کی عمر تک عذر قبول کرتا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا ساٹھ برس تک کی عمر میں عذر قبول کرتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ نصیحت پذیر عمر کا آغاز اٹھارہ برس کی زندگی سے ہوتا ہے۔

دیوار اور چھت کے ملبہ سے بچانے والی عزیمت

اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۬ۚ وَ لَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَہُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۱﴾

"بے شک اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو (ان کے محور سے) ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر بالفرض وہ ٹل جائیں تو خدا کے علاوہ اُنھیں کوئی تھامنے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ بڑا بُردبار اور زیادہ بخشنے والا ہے"۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میری اُمت کے افراد کو چھت گرنے اور دیوار گرنے سے بچانے کے لیے اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ...... کی آیت بڑی مددگار ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سوتے وقت اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ ...... کی آیتِ مجیدہ پڑھ کر سوئے گا تو وہ مکان گرنے سے محفوظ رہے گا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک زندیق (دہریہ) سے فرمایا: اے مصر کے رہنے والے! جو کچھ تم گمان کر رہے ہو کہ یہ سب کچھ زمانہ کر رہا ہے اور اگر تمھارا نظریہ سچا ہے تو پھر یہ بتاؤ کہ اگر زمانہ لوگوں کو لے کر جا رہا ہے تو وہ اُنھیں واپس کیوں نہیں پلٹاتا اور زمانہ اُنھیں پیچھے کی طرف پلٹا رہا ہے تو اُنھیں آگے کیوں نہیں لے جاتا؟

ذرا غور تو کرو، آسمان بلند ہے، زمین کا فرش بچھا ہوا ہے۔ آسمان زمین پر کیوں نہیں گرتا؟ زمین کے طبقات ایک دوسرے پر کیوں نہیں گرتے؟ مجھے بتاؤ اُنھیں کس نے گرنے سے روکے رکھا ہے؟

زندیق کو یہ کہنا پڑا کہ اُنھیں ان کے خالق و مالک اللہ نے روکا ہوا ہے۔ پھر وہ زندیق امام علیہ السلام کے ہاتھوں پر ایمان لے آیا۔ جاثلیق امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے آپؑ سے یہ کہا کہ مجھے یہ بتائیں اللہ نے عرش کو اٹھایا ہوا ہے یا عرش نے اللہ کو اُٹھا رکھا ہے؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمانوں، عرش اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کو اٹھائے ہوئے ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ ہماری وجہ سے اللہ

زمین و آسمانوں کو گرنے سے تھامے ہوئے ہے۔

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا امام کے بغیر زمین باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر ایک لمحہ کے لیے زمین پر امام باقی نہ ہو تو زمین دھنس جائے گی۔

شیخ صدوق نے کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں اس مفہوم کی مزید پانچ احادیث بھی نقل کی ہیں اور مؤلف کتاب ہذا نے بھی انھیں نقل کیا ہے۔ ہم بغرضِ اختصار انھیں حذف کر رہے ہیں۔ (من المترجم عفی عنہ)

قولہ تعالٰی: وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ

"بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو نقصان پہنچاتی ہیں"۔

یہ سچ ہے کہ بعض اوقات ایک مکار اور چال باز شخص اپنی چال بازی سے اپنے مخالف کو نقصان دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے، لیکن اس کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ بُری چال کا اصل نقصان چال باز کو ہی پہنچتا ہے، کیونکہ جو دوسروں کے لیے کنواں کھودتا ہے خود اُس میں گرتا ہے اور مکاری اور چال بازی کا نقصان ممکن ہے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں پہنچے اور اگر بالفرض دنیا میں اس کا نقصان نہ بھی پہنچے تو آخرت میں اس کا نقصان ضرور پہنچے گا۔

اسی حقیقت کو اللہ تعالٰی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم (سورۂ یونس، آیت ۲۳)

"تمھاری بغاوت تمھارے اپنے ہی نقصان میں ہے"۔

فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ (الفتح، آیت ۱۰)

"جو کوئی عہد شکنی کرتا ہے تو اس کے نقصان کا خود ذمہ دار ہوتا ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ جب طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت کی اور زوجۂ رسول کو اپنے ساتھ لے چلے تو امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے طلحہ و زبیر کی جسارت، غداری اور عہد شکنی کا ذکر کیا اور آپؑ نے یہ لکھا کہ طلحہ و زبیر کی اس سے بڑھ کر اور جسارت کیا ہو سکتی ہے کہ اُنھوں نے اپنی بیویوں کو تو گھر میں بٹھایا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو مجمع عام میں لے آئے۔ اُنھوں نے بغاوت، مکاری اور عہد شکنی کا ارتکاب کیا ہے، جب کہ ان تینوں افعال کا خمیازہ اُنھیں بھگتنا پڑے گا۔ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم (سورۂ یونس، آیت ۲۳)

''لوگو! تمھاری بغاوت تمھارے اپنے ہی نقصان میں ہے''۔

ان لوگوں نے مجھ سے چال بازی اور مکاری کی ہے، لیکن اُنھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّیُٔ اِلَّا بِاَھْلِہٖ ''بُری چالیں اپنے چلنے والوں کو ہی نقصان پہنچاتی ہیں''۔

ان لوگوں نے میری بیعت شکنی کی ہے اُنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ (الفتح، آیت ۱۰)

''جو کوئی بیعت شکنی کرے گا تو اس کے نقصان کا خود ہی ذمہ دار ہوگا''۔

کیا ان لوگوں نے اُمم سابقہ کے حالات نہیں پڑھے اور کیا اُنھیں خدا کی روش کا علم نہیں ہے؟

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''علم الٰہی ہر چیز پر سبقت رکھتا ہے۔ قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ قضا جاری ہو چکی ہے اور کتاب کو حق جاننے، انبیاءؑ کی تصدیق، اہلِ ایمان واہلِ تقویٰ کی سعادت اور دین اور ولایت کی تکذیب کرنے والوں کے لیے بدبختی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ابن آدم! میری مشیت کی وجہ سے تو اپنے لیے چیزوں کو چاہتا ہے اور میرے ارادہ کی وجہ سے تو اپنے لیے مختلف ارادے قائم کرتا ہے۔ میری نعمات کی وجہ سے تجھے میری معصیت کی طاقت ملی ہے اور میری قوت اور میری ادا کردہ عافیت کی وجہ سے تو میرے فرائض ادا کرتا ہے۔ تیری ادا کردہ نیکیوں کا اعزاز مجھے جاتا ہے اور تیرے گناہوں کی ذمہ داری خود تجھ پر عائد ہوتی ہے۔ میری طرف سے تجھ تک مسلسل بھلائی پہنچ رہی ہے اور تیری طرف سے فرشتے برائیاں لے کر میری طرف آرہے ہیں۔ میرے اقتدار کی وجہ سے تو میری اطاعت پر کمربستہ ہوتا ہے اور پھر اپنی بدگمانی کی وجہ سے میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔

میں ہر غلطی پر مواخذہ کرنے کا عادی نہیں ہوں، کیونکہ اگر میں ہر غلطی کا مؤاخذہ کرنے پر آجاؤں تو روئے زمین پر ایک بھی چلنے والا فرد دکھائی نہیں دے گا۔

●......●......●

سُوۡرَۃ یٰسٓ

سورۃ یٰسٓ مکیۃ آیاتھا ۸۳ و رکوعاتھا ۵

”سورۂ یٰسین مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں“۔

سورۂ یٰسٓ کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے۔ جو شخص رات کو سونے سے پہلے یا دن کو رات ہونے سے قبل پڑھے تو وہ سارا دن خدا کی حفاظت میں رہے گا اور خدا کے مرزوق افراد میں سے ہوگا اور جو رات کو سونے سے قبل اس سورہ کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ ہر شیطان رجیم کے شر اور ہر آفت سے بچانے کے لیے ایک ہزار فرشتے مقرر کرے گا جو اس کی حفاظت کریں گے اور اگر وہ اس دن مر جائے تو اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے غسل میں تیس ہزار فرشتے شریک ہوں گے، وہ اس کے لیے مغفرت طلب کریں گے اور اس کی قبر تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور جب وہ شخص قبر میں داخل ہوگا تو فرشتے اس کی قبر میں داخل ہوں گے۔ وہ اس کی قبر میں اللہ کی عبادت کریں گے اور ان کی عبادت کا ثواب صاحبِ قبر کو عطا کیا جائے گا۔ اس کی قبر تاحدِ نظر وسیع کر دی جائے گی اور وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ اس کی قبر سے نور کی کرنیں چھن چھن کر آسمان تک جاتی رہیں گی یہاں تک کہ خدا اُسے قبر سے محشور فرمائے گا۔ جب وہ قیامت کے دن محشور ہوگا تو ملائکہ اس کی مشایعت کرتے ہوئے اور اُس سے باتیں کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے اور اُسے ہر اچھائی کی بشارت دیتے ہوئے چلیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسے صراط اور میزان کے مقامات عبور کرائیں گے اور اسے خدا کے حضور اتنا مقامِ قرب میں کھڑا کریں گے جہاں صرف ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین ہوں گے۔ وہ شخص خدا کے حضور انبیاءؑ کے شانہ بشانہ کھڑا ہوگا۔ اس پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: میرا بندہ! شفاعت کر، تو جن لوگوں کی شفاعت کرے گا میں ان کے حق میں تیری شفاعت کو قبول کروں گا۔ میرے بندے! مجھ سے مانگ آج تو جو کچھ مانگے گا تجھے عطا کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ شفاعت کرے گا اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور وہ خدا سے سوال کرے گا خدا اُسے ہر چیز عطا کرے گا۔

اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے ساتھ اُسے کھڑا کیا جائے گا اور نہ ہی وہ پھسلنے والوں کے

ساتھ (پل صراط سے) پھسلے گا۔ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی بُرائی اور غلطی تحریر نہیں ہوگی۔ ملائکہ اسے اس کا نامۂ اعمال کھول کر دیں گے۔

جب وہ خدا کی عدالت سے باہر آئے گا تو لوگ کہیں گے: سبحان اللہ! اس بندے کو دیکھو جس کے نامۂ اعمال میں کوئی خطا نہیں ہے۔ اور وہ شخص اس دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں سے قرار پائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص پوری زندگی میں ایک بار سورۂ یٰس پڑھے تو اللہ دنیا اور آخرت کی ہر مخلوق کے عوض اُسے ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب عطا کرے گا اور اتنی ہی اس کی خطائیں محو کرے گا اور وہ شخص افلاس، قرض سے محفوظ رہے گا اور وہ مکان گرنے سے نہیں مرے گا۔ اللہ اسے جنون، جذام اور وساوس سے محفوظ رکھے گا۔ نزع کے وقت اُسے آسانی ہوگی۔ خدا اس کے قبضِ روح کی خود نگہبانی کرے گا۔

ایسا شخص ان لوگوں میں سے قرار پائے گا جن کے لیے فراخی رزق اور موت کے وقت خوشی کی اللہ نے ضمانت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے تمام فرشتوں سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے راضی ہو چکا ہوں تم اس کے لیے استغفار کرو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابی بن کعب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کوئی سورۂ یٰس پڑھے اور اس سے اللہ کی رضا کا طلب گار ہو تو اللہ اُس کی مغفرت کرے گا اور اُسے بارہ مرتبہ قرآن کی تلاوت کا ثواب عطا کرے گا۔ جس مریض پر سورۂ یٰس پڑھی جائے تو ہر حرف کے عوض اس پر دس فرشتے نازل ہوں گے اور وہ مریض کے سامنے صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے۔ اس کے لیے استغفار کریں گے اور اس کی روح قبض کرنے کے وقت وہاں موجود رہیں گے اور اس کے جنازہ کی مشایعت کریں گے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور اس کی تدفین میں موجود رہیں گے۔

جو بھی مریض اُسے سکراتِ موت یا احتضار کے وقت پڑھے تو خازنِ جنت رضوان اُس کے پاس جنت کا شربت لے کر آتا ہے اور اُسے بستر پر وہ جام پلاتا ہے۔ چنانچہ مرنے والے کی موت واقع ہوتی ہے تو وہ سیر و سیراب ہوتا ہے اور جب اُسے مبعوث کیا جائے گا تو اس وقت بھی وہ سیر و سیراب ہوگا اور وہ انبیاءؑ کے حوضوں میں سے کسی حوض کا محتاج نہ ہوگا اور وہ سیر و سیراب حالت میں جنت میں داخل ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورۂ یٰس کو تورات میں لفظ ''معمہ'' سے یاد کیا گیا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! معمہ کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: معمہ کا معنی ہے "عام کرنے والی"۔ چونکہ یہ سورہ دنیا و آخرت کی بھلائی کو عام کرتی ہے اسی لیے اسے "معمہ" کہا گیا ہے۔ جو اس سورہ کی تلاوت کرے تو اس کے لیے دنیا کی مشکلات آسان کردی جاتی ہیں اور آخرت کی پریشانیاں دُور کردی جاتی ہیں۔

اس سورہ کا نام "مدافعہ" اور "قاضیہ" بھی ہے۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے سے ہر شر کو دفع کرتی ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کرتی ہے۔ دفع بلیات کی وجہ سے اس کا نام "مدافعہ" ہے اور قضائے حاجات کے لیے اس کا نام "قاضیہ" ہے۔

اس کی تلاوت پر دس حج کا ثواب عطا کیا جاتا ہے اور جو اس سررہ کو سنے تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار دینار (راہِ خدا میں خرچ کرنے) کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جو اس سورہ کو لکھ کر پانی سے دھو کر پیئے تو یہ سمجھے کہ اس کے اندر ایک ہزار دوا، ایک ہزار نور، ایک ہزار یقین، ایک ہزار برکت، ایک ہزار رحمت داخل ہوئی ہے اور اس سے ہر بیماری اور تکلیف ہٹا دی گئی ہے۔

انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان جا کر سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرے تو اس دن اہلِ قبور کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور قبرستان میں جتنے بھی مُردے دفن ہوں گے ان سب کی تعداد کے برابر اُسے نیکیاں عطا کی جائیں گی۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ اصبغ بن نباتہ راوی ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اس ذات کی قسم، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ان کے اہلِ بیتؑ کو محترم قرار دیا۔ لوگوں کو آگ میں جلنے کے بچاؤ یا پانی میں ڈوبنے سے بچاؤ، چوری سے حفاظت، جانور کے بھاگ جانے یا غلام کے بھاگ جانے کی جو بھی عزیمت کی ضرورت ہو وہ سب قرآن میں موجود ہیں اور جسے کسی عزیمت کی ضرورت ہو تو وہ مجھ سے پوچھ لے۔

ایک شخص اُٹھا اُس نے کہا: گمشدہ چیز کی واپسی کے لیے کیا پڑھنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: تم دو رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں (سورۂ فاتحہ کے بعد) سورۂ یٰسٓ پڑھو اور نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا پڑھو: یَا هَادِیَ الضَّالَّةِ رُدَّ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ۔

اس شخص نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گمشدہ چیز لوٹا دی۔

سعید بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! آپ کے آزاد کردہ

غلام سلیم نے کہا ہے کہ اُسے قرآنی سورتوں میں سے صرف سورۂ یٰسٓ زبانی یاد ہے تو کیا وہ اسی ایک سورہ کو رکعات میں بار بار پڑھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، کوئی حرج نہیں ہے۔

سورۂ یٰسٓ کے مرکزی موضوعات

سورۂ یٰسٓ کے مرکزی موضوعات حسب ذیل ہیں:

رسول اکرمؐ کی رسالت کا اثبات، رسول صراطِ مستقیم پر ہیں، قرآن کتابِ خدا ہے، کافر قرآن سے محروم رہیں گے، ہر چیز کا احصاء امامِ مُبین میں کر دیا گیا ہے۔ اصحاب القریہ کا مقصد، مومن آلِ یٰسٓ کا قصہ، مبلغین حق کی دو نشانیاں ہیں، اصحاب القریہ کا انجام، دلائل اثباتِ توحید، مُردہ زمین کا احیاء، دن رات کا آنا جانا، شمس وقمر کے منازل، کشتیوں کا چلنا، کفار کا سوال کہ قیامت کب آئے گی؟ قیامت کے کچھ مناظر، اہلِ ایمان کی کامیابی، قیامت کے دن ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے، بڑھاپے میں بچپنا لوٹ آتا ہے، رسول اکرمؐ کو شاعری کی تعلیم نہیں دی گئی، جانوروں کے فوائد، قیامت پر اعتراض، قدرتِ خداوندی کی وسعت۔ (اضافۃ من المترجم)

OOO

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ؕ﴿۴﴾ تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ۙ﴿۵﴾ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾ لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰٓى اَكۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلۡنَا فِىۡٓ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِىَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحۡنُ نُحۡىِ الۡمَوۡتٰى وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ ؕ وَكُلَّ شَىۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِىۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۲﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"یٰس، حکمت والے قرآن کی قسم! آپ مرسلین میں سے ہیں، آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

قرآن عزیز ورحیم خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے، تا کہ آپ ان لوگوں کو خبردار کریں جن کے باپ دادا کو خبردار نہیں کیا گیا تھا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی اکثریت پر ہماری بات سچ ثابت ہو چکی ہے، وہ ایمان نہ لائیں گے
ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اور وہ سر اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کے آگے ایک دیوار کھڑی کر دی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کی ہے۔ ہم نے ان کو ڈھانپ لیا ہے۔ وہ نہیں دیکھ سکتے ان کے لیے برابر ہے خواہ آپ اُنھیں متنبہ کریں یا نہ کریں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
آپ تو صرف اُسے خبردار کر سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتا رہے تو آپ اُسے بخشش دیں اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔ بے شک ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور ان کے آثار کو لکھ رہے ہیں۔ ہم نے ہر چیز کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے"۔

یٰس ۱

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بارہ خلفائے راشدین کے نام بیان کیے۔ آپؑ جب آخری نام پر پہنچے تو آپؑ نے فرمایا: بارھواں وہ ہوگا جس کے پیچھے عیسٰی بن مریمؑ نماز پڑھیں گے اور یہ واقعہ یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ کے سال میں پیش آئے گا۔
کتاب الخصال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ کے دس نام ہیں۔ ان میں سے پانچ قرآن میں ہیں اور پانچ قرآن میں نہیں ہیں۔ جو نام قرآن میں بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:
﴿۱﴾ محمد ﴿۲﴾ احمد ﴿۳﴾ عبداللہ ﴿۴﴾ یٰس ﴿۵﴾ نٓ
احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: ہر عالم و جاہل جانتا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیبؐ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم نبیؐ پر درود و سلام بھیجو"۔ (سورۂ احزاب، آیت ۵۶)

اس آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ ظاہر ہے اور وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا باطن ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ نبیؐ کے ہر فرمان کے سامنے ادب سے گردن جھکا دو۔ سرِ تسلیم خم کرو۔ نبیؐ جسے اپنا وصی مقرر کرے اُسے نبی کا وصی اور جانشین تسلیم کرو اور اسی طرح سے سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (الصافات، آیت ۱۳۰)

اور اس آیت کا باطنی مفہوم یہ ہے کہ یاسین پیغمبر کا نام ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ اور آلِ یاسین ہم ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ سلام علیٰ الِ محمد کے الفاظ نازل کرتا تو ممکن ہے کہ آلِ محمدؐ کے مخالف اُسے مٹا دیتے۔

امالی صدوق میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ کی آیت میں آلِ یاسین سے آلِ محمدؐ مراد ہیں، کیونکہ رسولِؐ خدا یٰس ہیں اور ہم آلِ یاسین ہیں۔

الکافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ لوگوں کو "محمدؐ" نام رکھنے کی اجازت ہے لیکن یٰس نام رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

عیون الاخبار کی ایک روایت کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے دربار میں علمائے اسلام کے سامنے یہ فرمایا: اللہ نے انبیاءؑ پر سلام بھیجا ہے کسی نبی کی آل پر سلام نہیں بھیجا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ "عالمین میں نوح پر سلام ہوں"۔ یہ نہیں فرمایا کہ نوحؑ کی آل پر سلام ہو۔ اسی طرح سے اللہ نے فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ "ابراہیم پر سلام ہو"۔ یہ نہیں فرمایا کہ ابراہیم کی آل پر سلام ہو۔

اللہ نے فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ "موسیٰ و ہارونؑ پر سلام ہو"۔ یہ نہیں فرمایا کہ آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ پر سلام ہو۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے صرف انبیاءؑ پر سلام کیا ہے کسی کی آل پر سلام نہیں کیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر بھی اللہ نے سلام کیا ہے اور فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (آلِ یاسین پر سلام ہو)۔ یاسین سے رسولِؐ خدا مراد ہیں اور آلِ یاسین سے رسولِؐ خدا کی آل مراد ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یٰس رسولِؐ خدا کا نام ہے اور اس کا ثبوت یہ

ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے:

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝٣ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٤

"بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں، آپ صراطِ مستقیم پر ہیں"۔

یعنی آپؐ واضح راستے پر ہیں۔ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝٥ مقصد یہ ہے کہ قرآن خدائے غالب و رحیم کا نازل کردہ کلام ہے۔

قوله تعالٰی: لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ أُنْذِرَ آبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ ۝٦

"تا کہ آپ اس قوم کو خبردار کریں جن کے باپ دادا کو خبردار نہیں کیا گیا تھا وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں"۔

آیتِ مجیدہ میں قوم سے قریش اوران سے ملحقہ اقوام مراد ہیں اوران کے باپ دادا سے اُن کے قریبی باپ دادا مراد ہیں، جب کہ دُور کے آباء و اجداد میں حضرت اسماعیل و ابراہیم علیہما السلام بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالٰی نے حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کو بھی عرب اقوام اور عرب علاقوں کی طرف مبعوث کیا تھا۔

رسالت کی عمومیت کے تحت اس سے زمانۂ رسولؐ کے تمام افراد مراد ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ سے پہلے حضرت عیسٰیؑ بحیثیت نبیؑ تشریف لائے تھے اور رسول اکرمؐ اوران کے درمیان کئی صدیوں کا فاصلہ تھا۔

قوله تعالٰی: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰٓ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٧

"ان کی اکثریت پر ہماری بات سچ ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے"۔

جو قول لوگوں کی اکثریت پر حق ثابت ہوا ہے وہ وہی قول ہے جو انسانوں کی خلقت کی ابتداء میں خدا نے ابلیس سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ۝٨٤ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٨٥

"میں حق بات ہی کہتا ہوں، میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے دوزخ کو بھر دوں گا"۔ (سورۂ صٓ، آیت ۸۵)

شیطان کی اتباع سے اس کے پیدا کردہ وساوس اور بُرے خیالات پر عمل کرنا مراد ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ ......کی آیت کے مصداق

امیر المومنینؑ کی ولایت کے منکر ہیں۔ گویا قدرت یہ کہہ رہی ہے کہ جن لوگوں نے امیر المومنینؑ اور اُن کی نسل کے آئمہ کی ولایت کا انکار کیا ہے وہ کبھی بھی عقیدۂ ولایت پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور ولایت پر ایمان نہ لانے کا یہ نتیجہ برآمد ہوگا۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸

"ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اور وہ سر اُٹھائے چل رہے ہیں"۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝۹

"ہم نے ان کے آگے ایک دیوار کھڑی کی ہے اور ان کے پیچھے سے بھی دیوار کھڑی کر دی ہے۔
ہم نے اُنھیں ڈھانپ دیا ہے اُنھیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا"۔

یہ ان کی دنیا میں حالت ہے، جب کہ آخرت میں ان کی حالت اور زیادہ خراب ہوگی۔ یہ لوگ دوزخ کی آگ کی رسیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک شامی نے مسجد کوفہ میں امیر المومنینؑ سے بہت سے سوالات کیے اور آپؑ نے اس کے سوالات کے تسلی بخش جواب دیے۔ ان سوالات میں سے چند سوال یہ بھی تھے:

یہودی: حضرت آدمؑ نے کتنی بار حج کیا تھا؟

امیر المومنینؑ: ستر بار پاپیادہ حج کیے تھے اور جب آپؑ نے پہلا حج کیا تھا تو آپؑ کے ساتھ صُرد نامی پرندہ تھا۔ وہ آپؑ کو پانی کے مقامات کی نشاندہی کرتا تھا اور یہ پرندہ آپؑ کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور "صُرد" اور "خطاف" کے کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

یہودی: کیا وجہ ہے یہ پرندہ چلتا کیوں نہیں ہے؟

امیر المومنینؑ: اس نے بیت المقدس کے اُجڑنے پر نوحہ کہا تھا اور اس کے گرد چالیس برس تک پرواز کرتا رہا اور روتا رہا تھا۔ یہ پرندہ آدمؑ کے ساتھ گریہ کرتا رہا اور اُس نے لوگوں کے گھروں میں رہائش اختیار کی۔ آدم علیہ السلام آیاتِ الٰہی کی جنت میں تلاوت کرتے تھے۔ چنانچہ صُرد پرندہ کے پاس قیامت تک نو آیات باقی رہیں گی۔ تین کا تعلق سورۂ کہف کی ابتدائی آیات سے ہے، تین کا تعلق سورۂ بنی اسرائیل سے ہے اور تین کا تعلق سورۂ یٰسٓ سے ہے۔

قولہ تعالٰی: اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸

تفسیر قمی میں ہے کہ مراد یہ ہے کہ اُنھیں کچھ اس انداز سے طوق میں جکڑا گیا ہے کہ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے کے لیے چہرے کو دائیں بائیں کرنے سے قاصر ہیں اور ان کے سر اُوپر کی جانب اُٹھے ہوئے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹

''ہم نے اُن کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر دی ہیں، ہم نے ان کو ڈھانپ لیا ہے وہ دیکھ نہیں سکتے''۔

ابوالجارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مقصود آیت یہ ہے کہ کفار ہدایت کی روشنی کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ اللہ نے ان کے دونوں طرف دیواریں کھڑی کی ہیں اور اُوپر سے ان کو ڈھانپ دیا ہے، لہٰذا ان کے کان حق کی آواز نہیں سن سکتے اور اُن کی آنکھیں اور اُن کے دل حق کے اِدراک سے قاصر ہیں اور اُن کے اعمال میں ہدایت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

یہ آیت ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ نبی اکرمؐ نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ ابوجہل نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر اس نے محمدؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ ان کے سر پر وار کر کے ان کا سر زخمی کرے گا۔ چنانچہ ابوجہل اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے اُٹھا۔ اس نے بھاری پتھر اُٹھا کر آنحضرتؐ کو مارنا چاہا مگر خدا کی قدرت سے اُس کا ہاتھ اُس کے گلے کے ساتھ چپک کر رہ گیا۔ وہ مایوس ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو اُس کا ہاتھ آزاد ہو گیا اور پتھر اس کے ہاتھ سے دُور جا گرا۔ پھر ابوجہل کے قبیلہ کا دوسرا شخص اُٹھا اور کہنے لگا: میں محمدؐ کو قتل کرتا ہوں۔ جب وہ آپؐ کے قریب پہنچا تو اُسے آنحضرتؐ کی قراءت سنائی دیتی تھی، لیکن آنحضرتؐ کا وجودِ مبارک اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

یہ منظر دیکھ کر وہ سخت خوف زدہ ہوا اور اپنے دوستوں کے پاس واپس آیا اور کہنے لگا کہ میں جب ان کے قریب ہوا تو میں نے ایک جنگلی بیل کو دیکھا جس نے دم اُٹھا رکھی تھی اور وہ مجھے ٹکر مارنے کے لیے بڑھ رہا تھا۔ میں یہ منظر دیکھ کر واپس آ گیا۔ اسی کے متعلق سورۂ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھڑی کر دی ہے، ہم نے اُنھیں ڈھانپ دیا ہے وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے''۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ شام کا ایک یہودی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے عرض کیا: اللہ نے ابراہیمؑ کو نمرود سے بچانے کے لیے تین حجابات کا پردہ بنایا تھا۔ کیا آپؐ کے نبیؐ کے لیے بھی ایسا ہوا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ سچ ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کے لیے تین حجابات قائم کیے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کے لیے

پانچ حجابات قائم کیے تھے۔ تین کے مقابلہ میں تین پورے ہوئے۔ اللہ نے ہمارے نبی کو دو اضافی حجابات عطا کیے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا "ہم نے ان کے سامنے دیوار کھڑی کر دی ہے"۔ یہ پہلا حجاب ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا: وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا "ہم نے ان کے پیچھے دیوار کھڑی کی ہے"۔ چنانچہ یہ دوسرا حجاب ہے۔ اللہ نے پھر فرمایا: فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ "ہم نے اُنھیں ڈھانپ دیا ہے وہ دیکھ نہیں سکتے"۔ یہ تیسرا حجاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

"جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان ایک نادیدہ حجاب مقرر کر دیتے ہیں"۔ چنانچہ یہ چوتھا حجاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ "تو اُنھوں نے ان کی ٹھڈیوں تک کو کس لیا ہے تو وہ مجبوراً سر اُٹھائے ہوئے ہیں"۔ چنانچہ یہ حبیبِ خدا کا پانچواں حجاب ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ نے شبِ ہجرت رات ہونے سے قبل اپنے لیے بستر بچھوایا۔ پھر آپؐ نے علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا: آج رات تم میرے لیے اپنی جان قربان کرو بتاؤ تمھاری رائے کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: ضرور یارسولؐ اللہ!

آنحضرتؐ نے اُنھیں حکم دیا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؑ بسترِ محمدؐ پر سو گئے۔ اتنے میں حضرت جبریلؑ آئے، اُنھوں نے رسولِ خدا کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو قریش کے مجمع کے درمیان سے لے گئے۔ قریش نیند میں پڑے رہے۔ جب آنحضرتؐ خون کے پیاسوں کے درمیان میں سے گزر رہے تھے تو آپؐ نے یہ آیت پڑھی تھی:

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾

قولہ تعالیٰ: وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

"ان کے لیے برابر ہے خواہ آپ اُنھیں متنبہ کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ مقصد یہ ہے کہ کفار اللہ، رسولؐ اور ولایتِ علیؑ و آئمہؑ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا:

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾

"آپ تو اسے متنبہ کرتے ہیں جو "ذکر" کی پیروی کرے اور بن دیکھے خدا سے ڈرتا رہے۔ آپ اُسے بخشش اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں"۔

اُصولِ کافی کی روایت کے مطابق "ذکر" سے امیر المومنین علی علیہ السلام مراد ہیں۔

مقصد آیت یہ ہے کہ تبلیغ پیغمبرؐ اس شخص کے لیے فائدہ مند ہے جو امیر المومنینؑ کی پیروی کرنے والا ہو اور خدا کو دیکھے بغیر اس کا خوف رکھتا ہو۔

امامِ مُبین

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۛ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

"بے شک ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور ان کے آثار کو لکھ رہے ہیں۔ ہم نے ہر چیز کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے"۔

اُصولِ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے وصیت ایک کتاب کی شکل میں نازل ہوئی تھی۔ اُسے جبریلؑ امین دوسرے امین ملائکہ کے ساتھ لے کر نازل ہوئے تھے اور اس میں خدا اور رسولؐ کی تمام سُنن کا تذکرہ موجود تھا اور اوصیاء رسولؐ کے مخالفین کا بھی تفصیلی ذکر تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کبھی گناہوں کو حقیر خیال نہ کرو، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۛ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

"جو کچھ اُنھوں نے بھیجا ہے اور اُن کے تمام آثار کو ہم لکھ رہے ہیں، ہر چیز کو ہم نے روشن امام میں جمع کر دیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

"بیٹا! کوئی چیز رائی کے دانہ برابر ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو اللہ اسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بین اور باخبر ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا اپنے صحابہ کے ساتھ ایک بنجر اور بے آب و گیاہ زمین پر تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کو یہاں جتنا بھی ایندھن ملے وہ جمع کرو۔ صحابہ اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ کچھ دیر بعد ایندھن کا ڈھیر جمع ہوگیا۔

آپؐ نے فرمایا: لوگو! یاد رکھو، گناہ بھی اسی طرح سے جمع ہوکر ڈھیر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: گناہوں کو ہلکا خیال مت کرو۔ ان کا طالب وہ ہے جو کہ اعمال اور اس کے آثار کو لکھ رہا ہے اور اس نے فرمایا ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

''ہم نے ہر چیز کو روشن امام میں جمع کر دیا ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوسعید خدری نے کہا: بنی سلمہ مدینہ شہر کے پرلے کنارے آباد تھے اور مسجد نبویؐ سے کافی فاصلہ پر تھے۔ اُنھوں نے رسول اکرمؐ سے اپنے گھروں کی دُوری کی شکایت کی اور مسجد کے قریب گھر بنانے کا مشورہ طلب کیا تو اللہ نے وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ...... کی آیت نازل فرمائی۔

مقصد یہ ہے کہ ہم ان کی نماز بھی لکھ رہے ہیں اور نماز کے لیے جتنے قدم وہ چل کر آتے ہیں ہم وہ بھی لکھ رہے ہیں۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کی آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! کیا امام مُبین سے تورات مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں پھر اُنھوں نے کہا: تو کیا اس سے انجیل مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ پھر اُنھوں نے کہا: تو کیا اس سے قرآن مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

اتنے میں حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: وہ یہ ہے۔ یہ وہ امام مُبین ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کا علم جمع کر دیا ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ......کی آیت میں امام مُبین سے ''کتابِ مُبین'' مراد ہے اور یہ آیت مُحکم ہے۔

ابن عباسؓ نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! میں ہی امام مُبین ہوں، میں حق کو باطل سے جدا کرتا ہوں، میں نے حق و باطل کی جدائی رسول اکرمؐ سے میراث میں پائی ہے۔

احتجاج طبرسی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:
میں جس بھی علم کا عالم ہوں خدا نے وہ علم امام المتقین میں جمع کیا ہے۔ میرے پاس جو بھی علم تھے میں نے وہ تمام علوم علیؑ کو تعلیم کیے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ

شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ
بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِیْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ
اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا
مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾
یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ
اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع
وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ
یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا
مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا
یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ
الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ
نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ
لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ

مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ
اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ
یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ۙ
وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا
صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰی
حِیْنٍ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا
كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ
قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ
اَطْعَمَهٗۤ ۖۗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً
تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤی
اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ؑ وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ
اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ
هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا

صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا
تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾ إِنَّ
أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي
ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا
يَدَّعُونَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ
أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۵۹﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا
الشَّيْطٰنَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۶۰﴾ وَّأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ
مُّسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا
تَعْقِلُونَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ
أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ
لَطَمَسْنَا عَلٰٓى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنّٰى يُبْصِرُونَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ
نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَّلَا
يَرْجِعُونَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۶۸﴾
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِي لَهٗ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ

مُّبِيۡنٌ ۙ﴿۶۹﴾ لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۰﴾
اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا
مٰلِكُوۡنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمۡ
فِيۡهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ
اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَهُمۡ ۙ وَهُمۡ لَهُمۡ
جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّا نَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا
يُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ
خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ
الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ
وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمُۨ ۙ﴿۷۹﴾ الَّذِىۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ
نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيۡسَ الَّذِىۡ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ
الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ
فَيَكُوۡنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبۡحٰنَ الَّذِىۡ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّاِلَيۡهِ
تُرۡجَعُوۡنَ ع ﴿۸۳﴾

”آپ اُن کے لیے بستی والوں کا قصہ بیان کریں، جب ان کے پاس رسول گئے تھے۔
جب ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے۔ اُنھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا۔ ہم نے تیسرے رسولؑ کو بھیج کر اُن کی مدد کی۔ اُنھوں نے کہا: ہم تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔
بستی والوں نے کہا: تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو، رحمٰن نے کسی چیز کو نازل نہیں کیا، تم تو صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

رسولوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہمیں تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہم پر صاف صاف پیغام پہنچانے کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ بستی والے کہنے لگے کہ ہم نے تو تمھیں منحوس پایا ہے اور اگر تم باز نہ آئے تو پھر ہم ضرور تمھیں سنگسار کریں گے اور ہم سے تمھیں سخت دردناک سزا پہنچے گی۔

رسولوں نے کہا: تمھاری نحوست تمھارے اپنے ساتھ ہے۔ کیا تم یہ باتیں صرف اس لیے کہہ رہے ہو کہ تمھیں نصیحت کی گئی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے میری قومؑ! تم رسولوں کی پیروی کرو۔ تم ان لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے اُجرت طلب نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ آخر میں اس ذات کی عبادت کیوں نہ کروں، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کے حضور تم سب کو پلٹایا جائے گا۔

کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے معبُود مان لوں؟ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اُن کی شفاعت مجھے کوئی فائدہ نہ دے سکے گی اور نہ ہی وہ مجھے رحمٰن سے چھڑا سکیں گے۔ اگر میں نے ایسا کیا تو پھر میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تمھارے پروردگار پر ایمان لا چکا ہوں تم میری باتیں سنو۔

(بالآخر کفار نے اُسے قتل کردیا تو) اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہوجا۔ اس نے کہا:
ہائے کاش میری قوم جان لیتی، کہ میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے میری بخشش کی ہے
اور مجھے باعزت افراد میں شامل کیا ہے۔
اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا اور نہ ہی ہم لشکر بھیجنے والے
تھے۔ وہ تو بس ایک زوردار دھماکا تھا کہ جس سے وہ سب بُجھ کر رہ گئے۔ بندوں کے حال پر
انتہائی حسرت ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول گیا تو وہ اس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے۔
کیا اُنھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی اقوام کو تباہ کرچکے ہیں، جو کہ ان کی
طرف کبھی پلٹ کر نہیں آئیں گی۔ ان سب کو ہماری طرف حاضر کیا جانا ہے۔
ان کے لیے مُردہ زمین ایک نشانی ہے، جسے ہم نے زندگی دی اور ہم نے اس سے غلّہ نکالا،
جن میں سے یہ کھا رہے ہیں۔ ہم نے زمین میں کھجوروں اور اُنگوروں کے باغات بنائے
ہیں اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کیے ہیں، تاکہ یہ اس کا پھل کھائیں اور یہ سب کچھ
ان کے ہاتھوں کا پیدا کردہ نہیں ہے، پھر کیا یہ ہمارا شکر ادا نہیں کرتے؟
ہر نقص وعیب سے وہ ذات پاک ومنزہ ہے جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ
زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس میں سے ہوں یا ان اشیاء میں سے
ہوں جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔
ان کے لیے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا
ہے۔ سورج اپنے مستقر پر چل رہا ہے۔ یہ خدائے عزیز وعلیم کا معین کردہ حساب ہے اور
چاند تو اس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ وہ آخر میں خشک شاخِ
کھجور کی مانند ہوجاتا ہے۔
سورج کی بساط نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن پر سبقت کرسکتی ہے۔

سب اپنے فلک اور مدار میں تیر رہے ہیں۔ اُن کے لیے نشانی یہ ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے اس جیسی کشتی پیدا کی جس پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اُنھیں غرق کر دیں۔ کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور نہ ہی ان کو بچایا جائے۔ بس یہ تو ہماری رحمت ہی ہے (جو ان کی کشتی کو ڈوبے سے بچاتی ہے) اور ایک خاص وقت تک زندگی سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیتی ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس عذاب سے بچو جو تمھارے سامنے یا پیچھے سے آ سکتا ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جا سکے۔ ان کے پاس خدا کی نشانیوں میں سے جو بھی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے عطا کردہ رزق میں سے کچھ خرچ کرو تو اس وقت کافر اہلِ ایمان سے کہتے ہیں: کیا ہم اُنھیں کھلائیں؟ اگر خدا خود چاہے تو اُنھیں کھلا سکتا ہے۔ تم لوگ تو کھلم کھلا گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (قیامت) کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو۔ یہ لوگ بس صرف ایک زوردار دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جو اُنھیں آ پکڑے گا۔ اس وقت وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اس وقت وہ نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف نکل پڑیں گے۔

کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے کھڑا کیا ہے؟ یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ بس ایک زوردار دھماکا ہوگا کہ سب کے سب ہمارے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔ آج کے دن کسی بھی جان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمھیں تمھارے اپنے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

آج کے دن اہلِ جنت مزے لینے میں مصروف ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں بہشت کے

سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لیے پھل ہوں گے اور وہ جو کچھ بھی چاہیں گے ان کے لیے موجود ہوگا۔ رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔

اے جرائم پیشہ لوگو! تم علیحدہ ہو جاؤ۔

اے اولادِ آدمؑ! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے۔ بے شک وہ تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس نے تم میں سے بہت سی نسلوں کو گمراہ کیا ہے۔ تو کیا تمھیں عقل نہیں آئے گی۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ تم جو کفر کرتے تھے اس کی وجہ سے آج اس کا ایندھن بن جاؤ۔

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے اور جو کچھ وہ دنیا میں کرتے تھے اس کی گواہی ان کے پاؤں دیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا ڈالیں۔ وہ راستے کی طرف قدم بڑھائیں، لیکن اُنھیں راستہ کہاں سے سجھائی دے۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُنھیں ان کی جگہ پر ہی مسخ کر دیں کہ یہ نہ تو آگے چل سکیں اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو اُسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں۔ کیا اُنھیں عقل نہیں آتی؟

اور ہم نے نبی کو نہ تو شعر کی تعلیم دی ہے اور نہ ہی شاعری اس کے شان کے مطابق ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ تاکہ نبی اس قرآن کے ذریعہ سے زندہ افراد کو خبردار کرے اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔

کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے اپنے دستِ قدرت سے مویشی پیدا کیے ہیں، جن کے یہ مالک بنے ہوئے ہیں؟ ہم نے جانوروں کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ کچھ جانوروں پر وہ سوار ہوتے ہیں اور کچھ جانوروں کا گوشت کھاتے

ہیں۔ جانوروں کے اندران کے لیے بہت سے فوائد ہیں اور مشروبات ہیں۔ یہ شکر کیوں ادا نہیں کرتے؟ اُنھوں نے خدا کو چھوڑ کر اور بہت سے معبُود بنا لیے ہیں کہ شاید ان کی کہیں سے مدد ہو سکے۔

(ان کے خودساختہ معبُود) ان کی مدد کی قوت نہیں رکھتے جب کہ یہ لوگ ان کے لیے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں؟ جو باتیں یہ بنا رہے ہیں کہیں وہ آپ کو رنجیدہ نہ کریں جو کچھ وہ چھپا رہے ہیں اور جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم ان تمام باتوں کو جانتے ہیں۔ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے نطفہ سے پیدا کیا ہے، پھر وہ صریح جھگڑالو بن گیا ہے۔ وہ ہمارے لیے باتیں بنانے لگ گیا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول چکا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

آپ کہہ دیں کہ اُنھیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنھیں پہلے پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی تخلیق سے آگاہ ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی ہے۔ تم اس سے آگ روشن کرتے ہو۔

تو کیا جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں وہ خلاق اور علم رکھنے والا ہے۔

(اس کی شان یہ ہے کہ) جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے: ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتی ہے۔ ہر عیب اور نقص سے وہ ذات پاک ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کا اقتدار ہے۔ تم سب اُسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے''۔

اہلِ انطاکیہ کا واقعہ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ......

''آپ ان لوگوں کے لیے بستی والوں کا واقعہ بیان کریں، جب اُن کے پاس رسول گئے تھے''۔

تفسیر قمی میں ابوحمزہ ثمالیؒ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیتِ مجیدہ کی تفسیر دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے دو افراد کو رسول بنا کر اہلِ انطاکیہ کے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے ان لوگوں کے سامنے خدا کا دین پیش کیا۔ لوگوں نے اُنھیں پکڑ کر ان پر تشدد کیا اور اُنھیں بت کدہ میں بند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے تیسرا رسول بھیجا۔ وہ شہر میں آیا تو اس نے کہا: مجھے بادشاہ کے محل کا راستہ بتاؤ۔ لوگوں نے اُسے راستہ بتایا اور جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں صحرا میں ایک عرصہ تک عبادت کرتا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ کے معبُود کی عبادت کروں۔

بادشاہ نے کہا: اسے بت کدہ لے جاؤ۔ چنانچہ وہ رسول ایک سال تک اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بت خانہ میں رہا اور اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: پرانے عقیدہ کو چھوڑ کر نیا عقیدہ اپنانا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ تم کو چاہیے تھا کہ نرمی اور ملائمت سے کام لیتے۔ اب میں اپنے طریقہ سے تبلیغ کروں گا۔ تم لوگ میری واقفیت کا اقرار نہ کرنا۔ پھر اُسے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو بادشاہ نے اُس سے کہا کہ تم نے میرے معبُود کی عبادت کی ہے، لہٰذا تم میرے بھائی ہو، اب تمھاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ میں تمھاری حاجت پوری کروں گا۔

اس نے کہا: میری اور تو کوئی حاجت نہیں ہے، البتہ میں نے بت خانہ میں دو افراد کو قید میں دیکھا تو مجھے ان پر بڑا رحم آیا۔ آپ نے جو اُنھیں قید کر کے رکھا ہے ان کا قصور کیا ہے؟

بادشاہ نے کہا: یہ دو اشخاص میرے پاس آئے تھے اور اُنھوں نے کہا تھا کہ میرا دین باطل ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ میں اپنے ان معبُودوں کو چھوڑ دوں اور ان کی جگہ ایک آسمانی معبُود کی عبادت کروں۔

رسولؑ نے کہا: اُنھیں قید میں رکھنے کی ضرورت ہے؟ آپ انھیں منظرِ عام پر لائیں، تاکہ ہم ان سے گفتگو کر کے اُنھیں لوگوں کے سامنے جھوٹا کریں۔ اگر وہ جھوٹے ثابت ہوگئے تو وہ ہماری ملت میں شامل ہو جائیں گے اور اگر بالفرض وہ سچے ثابت ہوئے تو ہم اُن کے دین کی پیروی کریں گے۔

بادشاہ کو اس کا مشورہ پسند آیا اور اس نے اُنھیں قید خانہ سے آزاد کرا دیا اور اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

چنانچہ جب دونوں رسول آئے تو تیسرے رسول نے ان سے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو آسمان و زمین کے خالق کی عبادت کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں۔ ہمارا خدا

وہ ہے جو شکمِ مادر میں مخلوقات کو پیدا کرتا ہے اور جیسا مناسب سمجھتا ہے شکل وصورت عطا کرتا ہے۔ اسی نے درختوں اور پھل پھولوں کو پیدا کیا اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔

تیسرے رسولؑ نے اُن سے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمھارا خدا اندھے کو بینا بنا سکتا ہے؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں، اگر ہم خدا سے درخواست کریں تو وہ نابینا کو بینا بنا سکتا ہے؟

بادشاہ نے کہا: مادر زاد اندھے کو یہاں لایا جائے۔ چنانچہ ایک اندھا لایا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ اب تم اُسے بینا بناؤ۔

دونوں رسولوں نے سجدہ کیا۔ جیسے ہی اُنھوں نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو نابینا ٹھیک ہو چکا تھا۔ تیسرے رسول نے کہا: صرف ایک تجربہ کافی نہیں ہے۔ ایک اور اندھے کو ہم یہاں لائیں گے تم اُسے بنا دو۔ چنانچہ ایک اور مادر زاد اندھے کو لایا گیا۔ دونوں رسولوں نے سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے اُس کی شفایابی کی درخواست کی۔

رسولوں نے جیسے ہی سر بلند کیا تو اندھا بینا ہو چکا تھا۔ تیسرے رسول نے کہا: کیا تمھارا خدا کسی اپاہج کو چلنے پھرنے کی قدرت دے سکتا ہے؟

دونوں رسولوں نے کہا: جی ہاں! ہمارا خدا اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک اپاہج کو میدان میں لایا گیا، جو کہ مدت سے زمین گیر ہو چکا تھا۔ رسولوں نے دعا کی تو وہ چلنے پھرنے لگ گیا۔

تیسرے رسول نے کہا: کیا تمھارا خدا مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے؟ دونوں رسولوں نے کہا: جی ہاں! اگر ہم اس سے درخواست کریں تو وہ ہماری دعا کو قبول کرتا ہے۔

تیسرے رسول نے کہا: بادشاہ سلامت! میں نے سنا ہے کہ آپ کا ایک جواں سال بیٹا فوت ہو گیا تھا۔ اب ہم ان سے کہتے ہیں کہ یہ آپ کے بیٹے کو زندگی دلائیں۔ اگر یہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم ان کا دین قبول کر لیں گے۔

تیسرے رسول نے کہا: اب ہماری ایک شرط باقی ہے۔ اگر تم نے ہمارے بادشاہ کے بیٹے کو زندہ کر دیا تو بادشاہ اور ہم سب مل کر تمھارا دین قبول کر لیں گے۔

یہ سنا تو دونوں رسول سجدے میں گر پڑے اور کافی دیر تک سجدے میں پڑے رہے۔ پھر اُنھوں نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور بادشاہ سے کہا کہ آپ کا بیٹا زندہ ہو چکا ہے۔ آپ قبرستان جائیں وہاں آپ کا بیٹا آپ کو دکھائی دے گا۔

بادشاہ لوگوں کو ساتھ لے کر چلا اور جب قبرستان پہنچا تو دیکھا قبر پھٹ چکی تھی اور شاہزادہ قبر سے باہر آ چکا تھا۔ بادشاہ نے بیٹے کو گلے لگایا اور کہا: بیٹا تمھارا کیا حال ہے؟

بیٹے نے کہا: ابا جان! میں مرچکا تھا۔ اچانک میں نے دو افراد کو دیکھا جو سجدہ کر کے خدا سے میری زندگی کی درخواست کر رہے تھے۔ خدا نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور مجھے دوبارہ زندگی عطا کی۔

بادشاہ نے بیٹے سے کہا کہ کیا تم اُن افراد کو پہچان لو گے؟

بیٹے نے کہا: جی ہاں! میں اُنھیں پہچان لوں گا۔

بادشاہ نے لوگوں کو صحرا میں جمع کیا اور اُنھیں حکم دیا کہ وہ ایک ایک کر کے شاہزادے کے سامنے سے گزریں۔ لوگ گزرتے رہے جب دو رسولوں میں سے ایک رسول گزرا تو شاہزادے نے کہا: ابا جان! ان دو میں سے ایک یہ تھا:

پھر جب دوسرا رسول گزرا تو شاہزادے نے اُسے بھی پہچان لیا اور کہا کہ ابا جان! دوسرا شخص یہ ہے۔ جب شہزادے کی زبان سے یہ اقرار سنا تو تیسرے رسول نے کہا: میں تم دونوں کے دین کو قبول کرتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا: میں بھی تمھارے ساتھ ان کے دین کو قبول کرتا ہوں اور یوں انطاکیہ کے باشندے سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اہلِ انطاکیہ کی طرف دو شاگردوں کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ وہ دونوں انطاکیہ آئے اور بادشاہ سے کوئی تعلق قائم نہ کیا۔ پھر اچانک ایک دن بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا شروع کر دی۔

بادشاہ بت پرست تھا، اُسے ان پر سخت غصہ آیا اور اُس نے اُنھیں قید خانے بھیجنے کا حکم صادر کیا اور ہر ایک کو ایک سو کوڑے مروائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کی مدد کے لیے اپنے سب سے بڑے حواری شمعون الصفا کو بھیجا۔ شمعون اس شہر میں اجنبی بن کر تشریف لائے۔ انھوں نے بادشاہ کے مصاحبین سے روابط قائم کیے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی شہرت بادشاہ تک جا پہنچی۔ بادشاہ نے انھیں اپنے ہاں طلب کیا اور ان سے گفتگو کی۔ بادشاہ ان کی شخصیت سے بے تحاشا متاثر ہوا اور انھیں اپنا مقربِ خاص بنا لیا۔

ایک دن حضرت شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ دو افراد نے تجھے ایک نئے دین کی دعوت دی تھی اور تو نے انھیں قید کر دیا تھا۔ کیا تو نے ان سے ان کے مذہب کے متعلق کچھ بحث بھی کی تھی؟

بادشاہ نے کہا: ہرگز نہیں، مجھے غصہ آ گیا تھا، اسی لیے میں نے کسی طرح کا بحث ومباحثہ نہیں کیا تھا۔

تیسرے رسول نے کہا: آپ انھیں یہاں طلب کریں، تا کہ ہم ان سے ان کا موقف معلوم کرسکیں۔ الغرض انھیں سرِ دربار بلایا گیا تو شمعون نے ان سے کہا کہ تمھیں کس نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟

ان دونوں نے جواب دیا: ہم واحدہٗ لاشریک خدا کے نمائندے ہیں۔

شمعون نے کہا: تم کون سا معجزہ لائے ہو؟

انھوں نے کہا: آپ جو طلب کریں گے ہم وہی معجزہ دکھائیں گے۔

بادشاہ نے کہا: دربار میں ایسا اندھا لایا جائے جس کی آنکھوں کے ڈھیلے بھی نہ ہوں۔

چنانچہ ایک ایسے اندھے کو لایا گیا۔ اُنھوں نے مٹی کے دو ڈھیلے اُٹھائے اور اندھے کی آنکھوں میں داخل کیے تو اندھا سب کچھ دیکھنے لگ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ بہت متاثر ہوا۔

شمعون نے موقع کو غنیمت جانا اور بادشاہ سے کہا کہ آپ بھی ایسا معجزہ دکھائیں، تا کہ آپ کے خداؤں کی عزت ظاہر ہو۔

بادشاہ نے شمعون سے کہا: بھائی! ایسا مت کہیں، سچ تو یہ ہے کہ ہمارے معبُود وہ ہیں جو نہ تو دیکھ سکتے ہیں اور نہ کچھ سن سکتے ہیں۔ ہمارے معبُود نہ کسی کو فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

بادشاہ نے دونوں رسولوں سے کہا: کیا تمھارا خدا مُردہ زندہ کرسکتا ہے؟ اگر تم نے ایک مُردہ زندہ کر دیا تو ہم تم پر اور تمھارے خدا پر ایمان لائیں گے اور ہمارے یہاں ایک شخص مرا ہے جسے مرے ہوئے سات دن گزر چکے ہیں۔ اس کا والد کہیں باہر گیا ہوا ہے اسی لیے اُسے ابھی تک کسی نے دفن نہیں کیا ہے۔

بادشاہ کے حکم پر مرنے والے شخص کی میت لائی گئی۔ میت سے بدبو کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے۔ دونوں رسولوں نے بلند آواز میں دعا مانگی۔ شمعون دل ہی دل میں مُردہ کی زندگی کی دعا مانگنے لگے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مُردہ اُٹھ بیٹھا اور اس نے کہا: سات دن پہلے میری موت واقع ہوئی تھی اس دوران مجھے دوزخ کی سات وادیوں میں لے جایا گیا۔ تم لوگوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ بت پرستی چھوڑ دو اور خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔

یہ معجزہ دیکھا تو بادشاہ اور اس کے اہلِ مملکت ایمان لے آئے۔

قولِ مترجم: اکثر تفاسیر میں سورۂ یٰسؔ کی ان آیات کے ضمن میں یہ واقعہ مرقوم ہے، لیکن یہ واقعہ آیاتِ قرآن سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ اس واقعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ شہر ایمان لائے تھے، جب کہ قرآنِ مجید میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ شہر ایمان نہیں لائے تھے اور جس خیر خواہ نے اُنھیں انبیاء پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی اُنھوں نے اس کو

بھی شہید کر دیا تھا۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے اس شہر پر عذاب نازل کیا اور ایک زوردار دھماکا ہوا جس سے وہ سب ہلاک ہوگئے۔(اضافۃ من المترجم عفی عنہ)

فالِ بد لینا

کتاب الخصال میں مروی ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کو تین چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہر شخص کو فالِ بد، تکبر اور تمنا سے واسطہ پڑتا ہے۔ جب کبھی فالِ بد محسوس کرنے لگے تو خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنے کام پر چلا جائے اور فالِ بد کی پرواہ نہ کرے۔

اور جب کسی کو ذہن میں تکبر محسوس ہونے لگے تو اُسے چاہیے کہ اپنے غلام اور خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے اور اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہے، تاکہ تکبر ختم ہوسکے۔ اور جب کسی کو کوئی تمنا کرنی ہو تو اللہ سے سوال کرے اور نفسِ امارہ کے کہنے پر گناہ کی دلدل میں قدم نہ رکھے۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فالِ بد کا اثر انسان کی سوچ کے برابر ہوتا ہے۔ اگر کوئی اُسے معمولی سی اہمیت دیتا ہے تو اُس پر معمولی اثر مرتب ہوگا اور اگر کوئی اسے زیادہ اہمیت دیتا ہے تو پھر اُس پر زیادہ اثر مرتب ہوگا اور اگر کوئی اُسے ہرگز اہمیت ہی نہیں دیتا تو اس پر کسی طرح کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فالِ بد کا کفارہ خدا پر توکل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت رسولِ خدا کا فرمان ہے: ''کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی اور فالِ بد کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کو منحوس سمجھنے پر کوئی اثر مرتب ہوتا ہے''۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: سفر میں لوگ عام طور پر سات چیزوں سے فالِ بد لیتے ہیں:

۱......کسی کی دائیں جانب کوا کائیں کائیں کرے۔

۲......کسی کے سامنے کتا اس حالت میں آئے کہ اس نے اپنی دُم کو سیدھا کیا ہوا ہو۔

۳......کسی کے سامنے بھیڑیا تین بار چیخے۔

۴......کسی کے سامنے سے ہرن دائیں جانب سے گزر کر بائیں طرف جائے۔

(۵)......کوئی اُلو چیخ رہا ہو۔

(۶)......ایسی عورت سامنے آجائے جس کے بالوں میں سفیدی اور سیاہی دونوں قسم کے رنگ موجود ہوں۔

(۷)......کان کٹا گدھا سامنے آجائے۔

ان اسباب میں سے اگر کسی کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہونے لگے تو اُسے یہ کلمات پڑھنے چاہئیں: اعتصمت بک یا رب من شر ما ابد فی نفسی فاعصمنی من ذٰلک۔ خدا نے چاہا تو وہ ہر طرح کے خطرے سے محفوظ رہے گا۔

مومن آلِ یاسین

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾

"شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! تم رسولوں کی پیروی کرو۔ تم ان لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے اُجرت طلب نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا ...... وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ تک کی آیات مومنِ آلِ یاسین حبیب النجار کے متعلق نازل ہوئیں۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین افراد وہ ہیں جنھوں نے چشم زدن کے لیے بھی وحی کا انکار نہیں کیا اور وہ یہ ہیں: (۱) علی بن ابی طالبؑ (۲) صاحب یاسین (۳) آسیہ زوجۂ فرعون۔ یہ تینوں صدیق ہیں اور علیؑ ان سب سے بہتر ہیں۔

مومن آلِ یاسین نے اپنی قوم کو انبیاءؑ کی پیروی کی دعوت دی تھی اور یہ کہا تھا کہ تم رسولوں کی پیروی کرو۔ اب قوم کی طرف سے یہ سوال متوقع تھا کہ آخر ہم رسولوں کی پیروی کیونکر کریں؟ آخر رسولوں میں ایسی کون سی خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے ہم اُن کی پیروی کریں؟

اس کے جواب میں مومن آلِ یاسین نے رسولوں کی دو خوبیاں بیان کیں: ان کے بقول رسولوں کی پہلی خوبی یہ ہے: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُکُمْ اَجْرًا "ان لوگوں کی اتباع کرو جو تم سے اُجرت طلب نہیں کرتے"۔ اور ان کی دوسری خوبی یہ ہے: وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ "وہ ہدایت یافتہ ہیں"۔

سورۂ یٰسٓ کی یہ آیتِ مجیدہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قابلِ اتباع رہبر وہ ہوتا ہے جس میں یہ دو خوبیاں موجود

ہوں: ① اُجرت کا طلب گار نہ ہو ② ہدایت پر ہو۔

اس آیتِ مجیدہ کے تحت مترجم مملکتِ پاکستان کی ملت جعفریہ سے یہ سوال کرتا ہے کہ ان کے وہ ذاکرین وعلماء جو مجالس کی منہ مانگی فیسیں طلب کرتے ہیں، کیا اُنھیں قابلِ اتباع قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ انبیاء واوصیاء کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے کبھی اُجرت کا مطالبہ نہیں کیا تھا، لیکن ایک عرصہ سے ہماری ملّت میں رقصِ منبری کرنے والوں نے اُجرت کو بڑی شدت سے رواج دیا ہے اور منہ مانگے پیسے طلب کیے جاتے ہیں اور ذکر آلِ محمدؐ ایک منفعت خیز پیشہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنی مجالس ومحافل کے لیے مخلص علمائے کرام کو دعوت دیں، تاکہ اِسراف سے بھی محفوظ رہیں اور دینی حقائق سے بھی دامن بھر سکیں۔ (اضافۃ من المترجم)

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ یونس بن عمار کے چہرے پر برص (پھلبہری) کے داغ پیدا ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو جس بندے کی بھلائی مطلوب ہو تو خدا اُسے اس بیماری میں مبتلا نہیں کرتا۔

آپؑ نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مومن آلِ فرعون "لُنجا" تھا اور وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہہ رہا تھا:

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾

عرضِ مترجم: معلوم ہوتا ہے کہ الکافی کی اس روایت میں تصحیف ہے کیونکہ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ کی دعوت مومن آلِ یاسین نے دی تھی نہ کہ مومنِ آلِ فرعون نے۔ (اضافۃ من المترجم)

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیق تین ہیں: پہلا صدیق حبیب النجار تھا جو کہ مومن آلِ یاسین ہے اور یہ وہی ہے جس نے اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے کہا تھا:

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُکُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

دوسرا صدیق حزقیل مومنِ آلِ فرعون تھا اور تیسرا صدیق علیؑ بن ابی طالبؑ ہے اور وہ سب سے افضل ہے۔

الغرض مومن آلِ یاسین نے اپنی قوم کی مکمل رہبری کی اور لوگوں کو بتایا کہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ خود ساختہ معبود کسی طرح کے نفع ونقصان پر قادر نہیں ہیں، مگر اس شہر کے لوگ اتنے بدبخت تھے کہ انھوں نے اس نصیحت کرنے والے خیرخواہ کو شہید کر دیا تھا۔

قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ مومنِ آلِ یاسین اپنی قوم کے اتنے بڑے خیر خواہ تھے کہ جب وہ شہید ہوئے اور اللہ نے اُنھیں جنت کا بلند درجہ دیا تو وہاں پہنچ کر بھی اُنھوں نے اپنی قوم کو یاد کیا اور فرمایا:

یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾

"اے کاش میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے کس وجہ سے میری بخشش کی ہے اور مجھے باعزت افراد میں شامل کیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کو جلال آیا اور اس شہر پر اپنا عذاب نازل کیا۔ شہر میں ایک زوردار دھماکا ہوا، جس سے دل لرز گئے، کان پھٹ گئے اور پوری کی پوری قوم آنِ واحد میں لقمۂ اجل بن گئی۔

تفسیر جوامع الجامع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "مومن آلِ یاسین نے زندگی اور موت کے بعد اپنی قوم کی خیر خواہی کی تھی"۔

قولہ تعالیٰ: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾

"وہ ذات ہر نقص وعیب سے منزہ ہے جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے ہیں خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس میں سے ہوں یا ان اشیاء میں سے ہوں جنھیں یہ جانتے تک نہیں ہیں"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نطفہ آسمان سے زمین پر نباتات، ثمرات اور اشجار پر گرتا ہے۔ لوگ اور بہائم اُنھیں کھاتے ہیں تو نطفہ ان میں سرایت کرنے لگتا ہے۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسولؐ خدا کی تشبیہ سورج کے ساتھ دی اور وصی کی تشبیہ چاند کے ساتھ دی۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا ...... (سورۂ یونس، آیت ۵)

"وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا......"

اللہ نے سورۂ یٰسٓ میں فرمایا:

وَ اٰیَۃٌ لَّهُمُ الَّیۡلُ ۚۖ نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ ﴿۳۷﴾

''ان کے لیے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۷)

''خدا نے ان کی روشنی ختم کر دی اور انھیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا جہاں انھیں کچھ بجھائی نہیں دیتا''۔

اس آیت کی ایک تاویل یہ ہے کہ جب رسولِ خدا کی وفات ہوئی تو چاروں طرف تاریکی پھیل گئی اور اس تاریکی میں لوگوں کو آنحضرتؐ کے اہلِ بیتؑ کے افضل افراد تک دکھائی نہ دیے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے تاریکی سے ایک حجاب پیدا کیا ہے اور مشرق کی طرف اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ جب سورج غائب ہوتا ہے تو وہ فرشتہ ایک مٹھی بھر تاریکی ہاتھ میں لے کر اُسے سوئے مغرب پھیلا دیتا ہے۔ چنانچہ رات کے وقت وہ تاریکی چھائی رہتی ہے۔ پھر جب فجر ہوتی ہے تو وہ فرشتہ اُسے سمیٹنا شروع کر دیتا ہے اور اس کی جگہ روشنی پھیل جاتی ہے۔

قضا و قدر کے مراحل

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علمِ الٰہی کی کیفیت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے چند مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ علم ہے، دوسرا مرحلہ مشیت ہے، تیسرا مرحلہ ارادہ ہے، چوتھا مرحلہ تقدیر ہے، پانچواں مرحلہ قضا ہے، چھٹا مرحلہ اِمضا یعنی اِجراء کا ہے۔ اللہ نے اس کا اِجرا کیا ہے جس کا قضا کے تحت فیصلہ کیا ہے۔ اس کی قضا وہی ہے جس کی اُس نے تقدیر بنائی اور تقدیر وہی ہے جس کا اُس نے ارادہ کیا ہے۔ اس کے علم سے مشیت وجود میں آئی اور مشیت سے ارادہ وجود میں آیا۔ ارادہ سے تقدیر وجود میں آئی اور تقدیر سے قضا اور قضا سے اِمضا وجود میں آیا۔

پہلا مرحلہ علم کا ہے، دوسرا مرحلہ مشیت کا ہے اور تیسرا مرحلہ ارادے کا ہے اور تقدیر قضا بالامضاء پر واقع ہوتی ہے۔ خدا کو علم و مشیت اور ارادہ و تقدیر میں بداء کا اختیار حاصل ہے، لیکن جب قضا اِمضا کے مرحلہ میں داخل ہو جائے تو پھر بداء باقی نہیں رہتا۔ معلوم کے وجود میں آنے سے قبل علم موجود ہے اور مشیت کے تحت وجود میں آنے والی چیز سے قبل مشیت موجود ہوتی ہے اور مراد کے قیام پذیر ہونے سے قبل ارادہ موجود ہوتا ہے۔

قدیم کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

"ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کردیں، یہاں تک کہ وہ پرانی شاخ کھجور کی مانند ہوجاتا ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ابوسعید مکاری حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ اب تمھارا مقام اتنا بلند ہوگیا ہے کہ تم اپنے والد کی طرح سے امامت کا دعویٰ کرنے لگ گئے ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھے کیا اعتراض ہے۔ اللہ تیرا نور بجھائے اور تیرے گھر میں فقر داخل کرے۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمران کو وحی کی تھی کہ میں تجھے فرزند عطا کروں گا، لیکن خدا نے اُنھیں مریمؑ عطا کی تھی اور مریمؑ کو عیسیٰؑ عطا کیا تھا۔ عیسیٰؑ مریمؑ سے ہے اور مریمؑ عیسیٰؑ سے ہے اور مریمؑ اور عیسیٰؑ ایک ہیں۔ میں اپنے والد سے ہوں اور میرے والد مجھ سے ہیں، لہٰذا میں اور میرا والد ایک ہی ہیں۔

ابوسعید نے کہا: میں آپؑ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھ اگرچہ تو میرے گروہ کا فرد نہیں ہے، لیکن پھر بھی تجھے مسئلہ پوچھنے کی اجازت ہے۔

اُس نے کہا: ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے جتنے بھی قدیم (پرانے) مملوک ہیں، میرے مرنے کے بعد رضائے خداوندی کے لیے سب آزاد ہیں۔ اب "قدیم مملوک" کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جس بھی غلام اور کنیز کو چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہو تو وہ آزاد ہوگا کیونکہ اس پر لفظ "قدیم" کا اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ "یہاں تک کہ وہ پرانی شاخ کھجور کی طرح سے ہوجاتا ہے" اور شاخِ کھجور کو "قدیم" کہلانے کے لیے چھ ماہ کے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ابوسعید مسئلہ پوچھ کر چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بددعا نے اس پر پورا اثر دکھایا۔ اس پر غربت چھا گئی اور اس کی نگاہ ختم ہوگئی۔ وہ نانِ شبینہ کا محتاج ہوگیا، پھر وہ مرگیا۔

ارشادِ مفید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی تھی کہ میرا ہر قدیم غلام آزاد ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جس بھی غلام کو چھ ماہ کا عرصہ گزرا ہو وہ قدیم ہے اور وہ آزاد ہے۔ اور آپؑ نے اس کے لیے حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ کی آیت سے استدلال کیا تھا۔

شمس وقمر

لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ‌ؕ وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ۝

''سورج کی بساط نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن پر سبقت کرسکتی ہے۔ سب اپنے فلک اور مدار میں تیر رہے ہیں''۔

تفسیر قمی میں ابوالجارود کی زبانی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ضمن میں منقول ہے کہ سورج سلطانِ روز اور چاند سلطانِ شب ہے۔ سورج چاند کی روشنی کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور رات دن سے پہلے نہیں آسکتی۔ رات، دن کی آمد سے قبل ختم نہیں ہوسکتی۔ تمام اجرامِ فلکی گولائی میں چکر لگا رہے ہیں۔

مجمع البیان میں تفسیر عیاشی کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ اشعث بن حاتم کا بیان ہے کہ میں مرو میں اس ایوان میں موجود تھا جہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام مامون الرشید اور فضل بن سہل ایک دسترخوان پر جمع ہوئے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: مدینہ میں ایک اسرائیلی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپؑ کے نظریہ کے تحت دن پہلے پیدا ہوا یا رات پہلے پیدا ہوئی؟ یہ کہہ کر آپؑ خاموش ہوگئے اور حاضرین نے اس پر بحث شروع کردی، لیکن وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔

فضل نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: حضرتؑ! آپؑ ہی ارشاد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں قرآن سے بتاؤں یا حساب سے؟

فضل نے کہا: مولاؑ! حساب سے ثابت کریں۔

آپؑ نے فرمایا: فضل! تم جانتے ہو کہ دنیا کا طالع سرطان ہے، کواکب شرف میں ہوں یا زحل میزان میں اور مشتری سرطان میں اور شمس حمل میں اور قمر میں ثور میں ہوتا ہے۔ اس سے سورج کا حمل میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کی تخلیق رات کی پیدائش سے پہلے ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ...... کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دن پہلے ہے اور رات بعد میں ہے۔

روضۂ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورج کو پہلے پیدا کیا چاند کو بعد میں پیدا کیا اور نور کو پہلے پیدا کیا، تاریکی کو بعد میں پیدا کیا۔

احتجاج طبرسی کی ایک طویل روایت میں یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ سائل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے

سامنے عرض کیا: اللہ نے دن کو رات سے پہلے پیدا کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، اللہ نے دن کو رات سے پہلے پیدا کیا اور سورج، چاند اور زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا۔

قولہ تعالیٰ: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝

"اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا"۔

کتاب الخصال میں ہے کہ کشتیٔ نوحؑ میں نوے گھر جانوروں کے لیے بنائے گئے تھے۔

قولہ تعالیٰ: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس عذاب سے بچو جو تمھارے آگے اور پیچھے سے تم پر آ سکتا ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جا سکے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مقصدِ آیت یہ ہے کہ تم ان گناہوں سے ڈرتے رہو جو تم آگے روانہ کر چکے ہو اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو کہ تمھارے تعاقب میں چلا آ رہا ہے۔

قیامت اچانک آئے گی

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (قیامت) کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ یہ لوگ بس ایک زوردار دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں آ پکڑے گا۔ اس وقت وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔

اس وقت وہ نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ جب آخری زمانہ ہوگا تو اچانک ایک دھماکے کی زوردار آواز بلند ہوگی، جس سے سب بجھ کر رہ جائیں گے۔ اس وقت بازار میں خرید وفروخت ہو رہی ہوگی۔ دکاندار اور گاہک کے درمیان قیمت پر بحث ہو رہی ہوگی کہ اچانک ایک دھماکے کی صدا بلند ہوگی اور ہر چیز تباہ ہو جائے گی۔ کوئی بھی اپنے گھر تک نہ جا سکے گا اور نہ ہی کوئی کسی کو وصیت کر سکے گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت دکاندار کپڑا کھول کر گاہک کو دکھا رہا ہوگا۔ ابھی اس نے کپڑا تہہ نہیں کیا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔ ایک شخص کھانا کھا رہا ہوگا اور لقمہ اُٹھا کر منہ کی طرف لے جا رہا ہوگا کہ زوردار دھما کا ہوگا۔ لقمہ ایک طرف گرے گا اور کھانے والا دوسری طرف گرے گا اور قیامت قائم ہوجائے گی۔

کوئی شخص اپنے مویشیوں کو پانی پلانے میں مصروف ہوگا۔ ابھی مویشیوں نے پانی نہیں پیا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔

قوله تعالٰی: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝

"پھر صور پھونکا جائے گا تو یکا یک وہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف نکل پڑیں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اجداث سے قبریں مراد ہیں۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

"کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے کھڑا کیا ہے۔ یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا"۔

تفسیر قمی میں ابو الجارود سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: لوگ قبروں میں ہوں گے جب وہ اُٹھیں گے تو وہ سمجھیں گے کہ شاید وہ اس سے قبل نیند میں تھے۔ چنانچہ وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی، ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے اُٹھایا ہے؟

اس وقت ملائکہ کہیں گے کہ یہ وہی وقت ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام مَن بَعَثَنَا کو مِن بَعثِنَا یعنی مِن جارہ اور بَعث مصدر سے پڑھا کرتے تھے۔

روضۂ کافی میں حسن بن شاذان الواسطی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں میں نے "اہلِ واسط" کی جفا کا ذکر کیا اور لکھا کہ عثمانیوں کا ایک گروہ مجھے اذیت دیتا رہتا ہے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر کیا: اللہ تعالٰی نے باطل حکومتوں کے دور میں ہمارے شیعوں سے صبر کا میثاق لیا ہے، لہٰذا تمہیں اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے صبر کرنا چاہیے۔

اگر سید الخلق آ جائیں تو یہ کہیں گے: ہائے ہماری بدنصیبی! ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے کھڑا کیا ہے؟ یہ وہی

ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خطبہ میں یہ فرمایا کرتے تھے: "لوگو! قیامت اور دوبارہ جی اُٹھنے میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک مرتبہ نیند کا ہوتا ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اہلِ ارض کو موت دے گا تو پھر تخلیقِ خلق اور اماتتِ خلق کے وقفہ کے برابر وقفہ کرے گا، پھر آسمانِ دنیا پر رہنے والی مخلوق پر موت طاری کر دے گا۔ پھر دوسرے آسمان پر رہنے والوں کو ہلاک کرے گا۔ پھر تیسرے آسمان پر رہنے والوں کو ہلاک کرے گا۔ پھر چوتھے آسمان پر رہنے والوں کو ہلاک کرے گا اور یوں وقفہ وقفہ سے ایک ایک آسمان کی مخلوق کو ہلاک کرتا رہے گا۔ پھر میکائیلؑ پر موت طاری کرے گا، پھر ایک وقفہ کے بعد جبریلؑ پر موت کو مسلط کرے گا۔ پھر اسرافیلؑ پر موت طاری کرے گا، پھر ملک الموت پر موت طاری کرے گا۔ پھر آوازِ قدرت بلند ہوگی:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ "ہر طرف سناٹے کا راج ہوگا"۔ پھر خود ہی خدا جواب دے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (سورۂ مومن، آیت ۱۶) یعنی خدا کہے گا کہ آج کس کی حکومت ہے، پھر خود ہی جواب دے گا: خدائے واحد وقہار کی حکومت ہے۔

پھر ندائے قدرت بلند ہوگی: آج جبار کہاں ہیں؟ آج متکبر کہاں ہیں؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ اور معبُودوں کا عقیدہ رکھتے تھے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مخلوقات کو زندہ کرے گا۔

قوله تعالیٰ: اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝

"آج کے دن اہلِ جنت مزے لینے میں مصروف ہوں گے"۔

قیامت کے دن اہلِ جنت مردوں کی حوروں سے شادی کی جائے گی۔ وہ اپنی نئی نویلی دلہنوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے۔

قوله تعالیٰ. هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝

"وہ اور ان کی بیویاں بہشت کے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ الْاَرَآئِكِ ان تختوں کو کہا جاتا ہے جن پر چادر پڑی ہوئی ہو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا نے جنت میں مومن کے داخلہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب مومن تخت پر بیٹھے گا تو اس کا تخت خوشی سے ہلنے لگ جائے گا۔ وہ فرشتہ جو اس کی ضروریات کے لیے موکل ہوگا۔ وہ اس

کی ملاقات کے لیے اندر آنا چاہے گا تو خدامِ جنت کہیں گے کہ آپ ٹھہر جائیں۔ اس وقت اللہ کے ولی کی بیوی اپنے شوہر کی ملاقات کے لیے آمادہ ہو رہی ہے۔ آپ میاں بیوی کو مل لینے دیں پھر ان سے ملاقات کر لینا۔ اتنے میں جنت کی حور یاقوت ،لؤلؤ اور زبرجد سے بنے ہوئے کپڑے پہن کر اپنے شوہر سے ملنے کے لیے روانہ ہوگی۔ شوہر جیسے ہی اپنی بیوی کو دیکھے گا تو اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا چاہے گا۔

بیوی کہے گی: اللہ کا ولی! آپ ہرگز تکلیف نہ کریں آج کا دن آپ کی تکلیف کا نہیں ہے۔

اس کے بعد میاں بیوی آپس میں معانقہ کریں گے اور ان کا معانقہ پانچ سو سال تک جاری رہے گا۔ نہ شوہر کو تنگدلی محسوس ہوگی اور نہ بیوی کو تھکن کا احساس ہوگا۔ پانچ سو برس بعد شوہر دیکھے گا کہ اس کی بیوی کی گردن میں یاقوتِ سرخ کا ایک ہار ہوگا جس میں ایک لوح ہوگی اور اس لوح پر یہ عبارت لکھی ہوگی ہوگی:

''اللہ کا ولی! تو ہی میرا محبوب ہے اور میں تیری محبوبہ ہوں۔ تو میری طرف مائل رہے گا اور میں تیری طرف مائل رہوں گی''۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک ہزار فرشتے بھیجے گا جو اسے جنت کی بشارت دیں گے۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مومن جنت میں ایک ساعت اپنی جنتی بیوی کے ساتھ بسر کرے گا۔ ایک ساعت اپنے دوستوں کے ساتھ بسر کرے گا اور ایک ساعت تخت پر لیٹ کر دوسرے اہلِ ایمان کو دیکھنے میں بسر کرے گا۔

قولہ تعالیٰ: سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

''ربِ رحیم کی طرف سے اُن کو سلام کہا جائے گا۔ اے جرائم پیشہ لوگو! تم علیحدہ ہو جاؤ''۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ جب اللہ کی طرف لفظ سلام منسوب ہو تو اس کا معنی امان دینے کا ہوتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا، تمام مخلوق کھڑی ہوگی اور کھڑے کھڑے تھک جائے گی اس وقت ہر شخص بارگاہِ احدیت میں عرض کرے گا: خدایا! حساب شروع کر، خواہ ہمیں دوزخ میں ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو نیکوکاروں کو علیحدہ کرے گی اور بدکاروں کو جدا کرے گی۔ جس کے دل میں ایمان کی رمق ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔

قولہ تعالیٰ: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾

"اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے۔ بے شک وہ تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے"۔

شیخ صدوقؒ اعتقادات الامامیہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی شیطانی نمائندے کی بات کو غور سے سنتا ہے تو وہ اس کی عبادت کر رہا ہے اور اگر کوئی اللہ کے نمائندے کی باتوں کو توجہ سے سنتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔

اُصولِ کافی میں ایک طویل حدیث مرقوم ہے جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر عضو کے ایمان کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن ہاتھ اور پاؤں اپنے مالک کے خلاف گواہی دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

"آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے اور جو کچھ وہ دنیا میں کرتے تھے اس کی گواہی ان کے پاؤں دیں گے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن مومن کے اعضاء اُس کے خلاف گواہی نہیں دیں گے۔ اعضاء صرف اس کے خلاف گواہی دیں گے جو عذاب کا حق دار ہوگا۔ جب کہ مومن کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ خوشی سے اُسے پڑھے گا اور اس پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کے نام اپنے وصیت نامہ میں تحریر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

"آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ وہ کرتے تھے ان کے ہاتھ پاؤں ہمارے سامنے اس کی گواہی دیں گے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ہر شخص کے ہاتھ پاؤں اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ دیا جس میں آپؑ نے قیامت کی ہولناکیوں کی تصویر کشی کی اور اُس خطبہ میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا: "مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور مونہہ بول نہیں سکیں گے اس کی جگہ

ہاتھ اور پاؤں اور جلدیں گواہی دیں گی۔ چنانچہ وہ خدا سے کچھ بھی چھپا نہ سکیں گے"۔

تفسیر قمی میں اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ...... بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ کی آیتِ مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ جب قیامت کے دن خداوند عالم تمام مخلوق کو جمع کرے گا اور ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا تو اس وقت کچھ لوگ کہیں گے کہ اس میں جو برائیاں مرقوم ہیں ہم نے وہ کبھی بجا نہیں لائی تھیں۔

اس وقت ملائکہ گواہی دیں گے اور کہیں گے: یہ تمھارے ہی اعمال ہیں جو اس میں درج ہیں۔

اس وقت لوگ کہیں گے: خدایا! فرشتے تیرے ہیں، یہ تیرے کہنے پر گواہی دے رہے ہیں۔

پھر لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم نے یہ برائیاں نہیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (سورۂ مجادلہ، آیت ۱۸)

"جس دن خدا اُن سب کو مبعوث کرے گا تو وہ خدا کے سامنے ویسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسا کہ تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں"۔

چنانچہ جب لوگ عذاب سے بچنے کے لیے ملائکہ کی گواہی کی تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے مونہوں پر مہر لگا دے گا۔ اُن کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے اور اُن کے ہر عمل کو بیان کریں گے۔

بڑھاپا بچپن کی مانند ہے

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۗ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۞

"اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو اُسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں تو کیا اُنھیں عقل نہیں آتی؟"

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اس آیت میں "زنادقہ" کی تردید کی گئی ہے کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جب نطفہ رحمِ زن میں داخل ہوتا ہے تو مختلف غذاؤں اور افلاک کے چکر سے اس کی شکل و صورت بنتی ہے۔ دن رات کی گردش اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے اُس کے اعضاء و جوارح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے نظریہ کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی اور اُنھیں فرمایا کہ اگر لیل و نہار اور افلاک کی گردش قوت کا ذریعہ ہوتی تو بڑھاپے میں یہ قوت کیوں کم ہو جاتی ہے؟ قوت کی جگہ ضعف کیوں لے لیتا ہے؟ جب کہ لیل و نہار اور افلاک کی گردش بدستور موجود ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں انسان کی تمام قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں خواہ وہ قوتِ سماعت ہو یا

بصارت، یا علم و منطق ہو، سب چیزوں میں کمی واقع ہوتی ہے۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی قوت وضعف میں لیل ونہار اور افلاک کی گردش مؤثر نہیں ہے، بلکہ خدا کی تدبیر کارفرما ہے۔

رسول اکرمؐ شاعر نہیں تھے

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝

''ہم نے اپنے نبی کو شعر وشاعری کی تعلیم نہیں دی اور شاعری ان کی شان کے مطابق نہیں ہے یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے''۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ قریش قرآنی آیات سن کر یہ کہتے تھے کہ محمدؐ جو کچھ کہہ رہا ہے، یہ شاعری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شاعری نہیں سکھائی اور شاعری ان کے عظیم منصب کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ہمارا نبی جو کچھ بیان کر رہا ہے وہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کبھی شعر نہیں کہتے تھے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خداؐ نے ایک شعر بطور تمثیل پڑھا اور آپؐ نے اُسے یوں ادا کیا:

کفی الاسلام والشیب ناھیا

جب حضرت ابوبکر نے شعر کو اس رنگ میں سنا تو انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! شعر یوں نہیں جیسا آپ پڑھ رہے ہیں، شعر یوں ہے: کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا۔

پھر حضرت ابوبکر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ خدا نے آپ کو شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی شاعری آپؐ کے شایانِ شان ہے۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ اکرم نے بطور تمثیل بن قیس کے ایک شاعر کے شعر کو پڑھا۔ شعر دراصل یوں ہے:

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا
ویاتیک بالاخبار من لم تزود
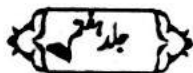
''زمانہ تیرے لیے ان چیزوں کو ظاہر کرے گا جن سے تو ناواقف ہے اور تیرے پاس وہ خبریں لائے گا جن کو تو نے جمع نہ کیا ہوگا''۔

رسول اکرمؐ نے دوسرے مصرعہ کو یوں پڑھا:

ویاتیک من لم تزود بالاخبار

حضرت ابوبکر نے جب یہ بے وزن شعر سنا تو کہا: یارسولؐ اللہ! شعر یوں نہیں ہے جیسا کہ آپؐ پڑھ رہے ہیں۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: میں نہ تو شاعر ہوں اور نہ ہی شاعری میرے لیے مناسب ہے۔

رسول اکرمؐ کی پوری زندگی میں آپؐ سے ایک مقفّٰی کلام منقول ہے۔ آپؐ نے غزوۂ حنین میں فرمایا تھا:

انا النبی لا کذب ...... انا ابن عبدالمطلب

اس کے لیے کچھ علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ شعر نہیں ہے۔ کچھ دوسرے علماء بیان کرتے ہیں کہ یہ شعر نہیں ہے۔ اتفاقاً مقفّٰی اور مسجع کلام ہے۔ جب کہ شعر اُسے کہتے ہیں جسے قصدِ شعر سے کہا جائے۔ البتہ یہ سچ ہے کہ آنحضرت حکمت آمیز اشعار سنتے تھے اور ان کی تعریف بھی کرتے تھے۔ آپؐ نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا: جب تک تو اپنی زبان سے ہماری مدد کرتا رہے گا اس وقت تک تیری تائید روح القدس سے ہوتی رہے گی۔

حقیقی معنوں میں مومن ہی ''زندہ'' ہوتا ہے

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝

''تاکہ نبی اس قرآن کے ذریعہ سے زندہ افراد کو خبردار کرے اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہوجائے''۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: صحیح معنوں میں زندہ کہلانے کا حقدار مومن ہے جب کہ کافر زندہ ہوتے ہوئے بھی مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (سورہ آل عمران، آیت ۲۷)

''تو مُردہ سے زندہ کو پیدا کرتا ہے اور زندہ سے مُردہ کو پیدا کرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (الانعام، آیت ۱۲۲)

"کیا وہ جو پہلے مُردہ ہو اور ہم نے اُسے زندگی دے کر زندہ کیا ہو اور اس کے لیے نور مقرر کیا ہو جس سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہو"۔

اس آیتِ مجیدہ میں بھی کافر کو میت کہا گیا اور جب اس نے ایمان قبول کیا تو اُسے زندہ کہا گیا۔ اور سورۂ یٰس کی آیت لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ کی آیت میں بھی "زندہ" سے مومن کو مراد لیا گیا ہے۔

مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ "زندہ" سے عقل مند انسان کو بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

کتاب طب الائمہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دورانِ سفر ایک شخص کو غمگین اور پریشان پایا تو آپؑ نے اُس سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ اُس نے بتایا کہ میرا سواری کا جانور سرکش ہے، کسی طرح سے رام ہونے میں نہیں آتا۔

آپؑ نے فرمایا: تم اپنے جانور کے کان میں یہ آیت پڑھو، وہ تمھارا رام ہو جائے گا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۝ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۝

قولہ تعالیٰ: وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ۝ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ۝

"اُنھوں نے خدا کو چھوڑ کر بہت سے معبود بنا لیے ہیں کہ شاید ان کی کہیں سے مدد ہو سکے۔ (ان کے خودساختہ معبود) ان کی مدد کی قدرت نہیں رکھتے جب کہ یہ لوگ اُن کے لیے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں"۔

تفسیر قمی میں ابوالجارود کی زبانی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ بت پرست بھی عجیب بدبخت ہیں اُنھوں نے بتوں کو اس لیے معبود مانا تھا کہ شاید ان کی مدد ہو سکے۔ ان کی مدد پر تو ان کے بت قادر نہیں تھے البتہ خود بت پرستوں کو ان کا حاضر باش لشکر بننا پڑ گیا۔

بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝۷۹

"انسان ہمارے لیے باتیں بنانے لگ گیا اور اپنی تخلیق کو بھول گیا اور کہا کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ آپ کہہ دیں کہ وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انھیں پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کے تمام طریقوں سے آگاہ ہے"۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ابی بن خلف رسولؐ خدا کے پاس آیا، اُس کے ہاتھ میں ایک انسانی ہڈی تھی، اُس نے اس بوسیدہ ہڈی پر زور دیا تو وہ خاک بن گئی۔ پھر اس نے اس خاک کو پھونکے مار کر ہٹا دیا اور اس نے رسولؐ خدا سے پوچھا کہ بھلا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

اللہ نے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا کہ آپ اس کے جواب میں یہ کہیں:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ

"آپ کہہ دیں کہ اسے وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اُسے پیدا کیا تھا"۔

تخلیق کی مختلف اقسام کی طرف اشارہ

قرآن مجید قیامت تک رہنے والی کتاب ہے اسی لیے اللہ نے اس میں ایسے مطالب رکھے ہیں جو قیامت تک انسانوں کو راستہ دکھاتے رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک تخلیق کا بس ایک ہی طریقہ معلوم تھا اور وہ طریقہ نر و مادہ کے ملاپ پر مشتمل تھا۔ بعد ازاں انسان نے یہ دریافت کیا کہ سمندر میں ایک "سٹارفش" نامی ایک مچھلی پائی جاتی ہے اس کے جتنے بھی ٹکڑے کر کے سمندر میں پھینک دیے جائیں، اتنی ہی مچھلیاں وجود میں آتی ہیں۔

ماضی قریب میں سائنس دانوں نے تخلیق کا ایک اور طریقہ "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کی شکل میں دریافت کیا۔ اور چند سال قبل سائنس دانوں نے تخلیق کے ایک اور طریقہ "کلوننگ" کو دریافت کیا اور اس سے ایک بھیڑ بھی منظر عام پر لائی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ یٰسٓ کی اس آیت میں ارشاد فرمایا: وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ "کہ اللہ تخلیق کے تمام طریقوں کو بخوبی جانتا ہے"۔

لفظ کل خلق سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تخلیق کا صرف ایک ہی طریقہ نہیں ہے اس کے بہت سے طریقے ہیں اور اللہ سب طریقوں سے آگاہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی یہ آیت صداقتِ قرآن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا: ہمارے اجسام کو مرنے کے بعد مٹی نہیں کھاتی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہڈیوں کو زمین پر حرام کیا ہے اور ہمارے گوشت کو درندوں پر حرام کیا ہے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو کیا روح فنا ہو جاتی ہے یا باقی رہ جاتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: صور پھونکے جانے تک باقی رہتی ہے۔ جب صور پھونکی جائے گی تو تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی، نہ حس باقی رہے گی اور نہ ہی محسوس باقی رہے گا۔

پھر قیامِ قیامت کے وقت تمام چیزوں کو وہی شکل وصورت دے دی جائے گی جو اُنھیں دنیا میں حاصل تھی۔ صور اور دوبارہ اُٹھنے کے درمیان چار سو سال کا وقفہ ہوگا۔

سائل نے کہا: مولاؑ! اَبدان دوبارہ کیسے اُٹھائے جائیں گے، جب کہ اجسام تو گل سڑ چکے ہوں گے اور اجزاء منتشر ہو چکے ہوں گے۔ ایک عضو کو درندے نے کھایا تو وہ بہت دُور چلا گیا۔ دوسرے عضو کو دوسرے درندے نے کھایا۔ وہ کہیں اور جگہ چلا گیا۔ کوئی عضو مٹی میں مل کے مٹی بن گیا اور مٹی سے اینٹیں پکا کر مکانات تعمیر ہو گئے تو یہ تمام اعضاء کیسے جمع ہوں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس خالق نے اجسام کو پہلے بنایا تھا وہی اُنھیں لوٹانے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

سائل نے کہا: مولاؑ! زیادہ آسان کر کے مجھے یہ بات سمجھائیں۔

آپؑ نے فرمایا: روح اپنی جگہ پر قائم ہے۔ نیک شخص کی روح روشنی اور کھلی جگہ پر ہوتی ہے اور بدکار شخص کی روح تنگی اور تاریکی میں ہوتی ہے۔ جسم مٹی میں مل کے مٹی بن جاتا ہے اور جسم کے جن اعضاء کو جانوروں نے کھایا ہے وہ بھی بالآخر مٹی بن جاتا ہے۔ جو خدا اشیاء کی تعداد اور ان کے وزن سے واقف ہے۔ وہ اَبدان کی مٹی اور عام مٹی کو بھی جانتا ہے۔ اَبدان کی مٹی باقی مٹی میں شکل ہوتی ہے، لیکن وہ یوں چمکتی ہے جیسا کہ مٹی میں سونا چمکتا ہے اور جب خدا اُٹھانے کا ارادہ کرے گا تو زمین پر بارش برسائے گا۔ ساری زمین تر ہو جائے گی اور انسانوں کی مٹی یوں چمک رہی ہوگی جیسا کہ عام مٹی میں سونا چمکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قالب کی مٹی کو جمع کر کے اس کے اصل قالب میں داخل کرے گا اور اس میں روح ڈال دے گا تو تمام انسان زندہ

ہو جائیں گے اور اُنھیں وہی شکل و صورت دی جائے گی جو کہ دنیا میں اُنھیں حاصل تھی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بیان کرتے ہیں: شام کا ایک یہودی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا: ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مباحثہ کیا تھا۔ جب نمرود نے کہا: میں خدا ہوں اور میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں تو اُس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا تھا کہ میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے، اگر تو رب ہے تو پھر سورج کو مغرب سے طلوع کر دے۔

ابراہیم علیہ السلام کی اس دلیل سے نمرود عاجز آ گیا اور اُس سے کوئی جواب نہ بن آیا تو کیا آپؐ کے رسول نے بھی ابراہیمؑ کی دلیل جیسی کبھی کوئی دلیل پیش کی تھی؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، ابی بن خلف جمحی رسولِ پاکؐ کے پاس آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک بوسیدہ انسانی ہڈی تھی۔ اس نے اس ہڈی کو ہتھیلی پر رکھ کر دوسرے ہاتھ کا زور دیا تو وہ سفوف بن گئی۔ پھر اُس نے پھونک ماری اور کہا:

مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیۡمٌ ﴿۰۱﴾

"بھلا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا"۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر جو آیت نازل کی وہ بھی ابراہیمی دلیل کی طرح سے مستحکم تھی۔

قُلۡ یُحۡیِیۡهَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ......

"آپ کہہ دیں کہ اُسے وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اُنھیں پیدا کیا"۔

رسولؐ خدا کی یہ دلیل سن کر وہ ہکا بکا رہ گیا اور اُس سے کوئی جواب نہ بن آیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مباحثہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) احسن مباحثہ (۲) غیر احسن مباحثہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو احسن مباحثہ کا حکم دیا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ منکرین بعث کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیۡمٌ ﴿۰۱﴾

"انسان ہمارے لیے باتیں بنانے لگ گیا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول چکا ہے اور کہتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا"۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

"آپ کہہ دیں کہ اُنھیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کی تمام اقسام سے آگاہ ہے"۔

پھر اللہ نے اپنی قدرت کو یوں بیان کیا:

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾

"اسی نے تمھارے لیے سبز درخت میں آگ رکھی ہے تم اسی سے آگ سلگاتے ہو"۔

ان آیات کے ذریعہ سے قدرت نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمھاری نظر میں کسی چیز کا پیدا کرنا مشکل ہے، لیکن اس کا اعادہ آسان ہے۔ تو جس خدا نے اُنھیں پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا اگر وہ ان کا اعادہ کرتے ہوئے انھیں زندگی دے دے تو اس پر اعتراض کیوں ہے؟ احتجاج کی ایک اور روایت میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

اختیارِ تکوینی

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾

"جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ "ہوجا" وہ چیز ہوجاتی ہے"۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ لفظ کُنْ بھی انسانوں کو سمجھانے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ جب خدا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نفس میں کسی طرح کی خلش پیدا نہیں ہوتی۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے کہ لفظ کُنْ کی ادائیگی الفاظ سے نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی ندا سنائی دیتی ہے۔ اللہ کے کلام کا مقصد انشائے فعل ہے جو اس سے قبل موجود نہ ہو۔ اگر کوئی چیز قدیم ہوتی تو وہ دوسرا معبود قرار پاتی۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ خدا کلام کرتا ہے لیکن الفاظ کے ساتھ نہیں کرتا وہ ارادہ کرتا ہے، لیکن اُسے دل میں چھپاتا نہیں ہے۔

کتاب اہلیجا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب بندے کسی چیز کا ارادہ

کرتے ہیں تو پہلے ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے اس کے نتیجے میں وہ عمل کرتے ہیں۔

جب ارادہ کی اضافت اللہ کی طرف ہو تو اُس سے محض فعل کا پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی طرح سے لفظ کُنْ بھی الفاظ و کیفیت کا محتاج نہیں ہوتا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ عاصم بن حمید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا اللہ ازل سے مُرید ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ارادہ کرنے والے کے ساتھ اس کی مراد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ ازل سے عالم و قادر ہے، پھر اُس نے ارادہ کیا تھا۔

صفوان بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: لفظ ارادہ کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو اُس کا کیا مفہوم ہوتا ہے، اور اگر اس لفظ کی اضافت خالق کی طرف ہو تو اس سے کیا مراد ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب لفظ ''ارادہ'' کی اضافت مخلوق کی طرف ہو تو اس سے دل میں سوچنا اور اس کے نتیجے میں عمل کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور اگر لفظ ''ارادہ'' کی اضافت خالق کی طرف ہو تو اُس سے کسی چیز کا پیدا کرنا مراد ہوتا ہے اور کچھ مراد نہیں ہوتا، کیونکہ خدا کو غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صفات خالق سے دُور ہیں۔ یہ مخلوق کی صفات ہیں۔ لفظ ''ارادہ'' جب اللہ کی طرف منسوب ہو تو اُس سے صرف ''فعل'' مراد ہوتا ہے اور جہاں تک کُنْ فَیَكُوْنُ کا تعلق ہے تو اُس کے لیے بھی خدا کو نہ تو الفاظ ادا کرنے کی احتیاج ہوتی ہے اور نہ ہی زبان سے نطق کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی غور و فکر کی احتیاج محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی کیفیت طاری ہوتی ہے، کیونکہ خدا کیف و کیفیات سے پاک ہے۔

قوله تعالٰی: فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ۝

''وہ ذات ہر عیب اور نقص سے منزہ ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کا اختیار ہے، تم سب اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے''۔

سورۂ یٰسٓ کی اختتامی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اقتدارِ اعلیٰ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ہر چیز کا اختیار اُس کے دستِ قدرت میں ہے۔ لہٰذا مُردوں کے زندہ کرنے پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ تم سب کو خدا کے حضور لوٹ کر آنا ہے۔

●......●......●

سُورَةُ الصّٰٓفّٰتِ

سورۃ صافات مکیۃ آیاتھا ۱۸۳ و رکوعاتھا ۵

"سورۂ صافات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ایک سو تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں۔"

سورۂ صافات کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
"جو شخص ہر جمعہ کے دن سورۂ صافات کی تلاوت کرے گا تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے ہر دنیاوی مصیبت دُور رکھے گا۔ اُسے دنیا میں بہترین رزق دیا جائے گا اور شیطان رجیم اس کے مال، بدن اور اولاد میں اُسے کوئی اذیت نہ پہنچا سکے گا۔ وہ ہر جبار اور سرکش سے محفوظ رہے گا۔ اگر وہ دن یا اس رات مر گیا تو اللہ تعالیٰ اُسے شہید مبعوث کرے گا یا اُسے شہادت کی موت عطا کرے گا اور اُسے جنت میں شہداء کے درجہ میں جگہ عطا کرے گا"۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جو شخص سورۂ صافات کی تلاوت کرے تو اللہ ہر جنّ وانس کے عوض اُسے دس گنا زیادہ نیکیاں عطا کرے گا اور سرکش شیاطین کو اُس سے دُور رکھے گا اور اُسے شرک سے محفوظ رکھے گا اور قیامت کے دن اُس کی کراماً کاتبین گواہی دیں گے کہ یہ شخص انبیاء ومرسلین پر ایمان رکھتا تھا"۔

الکافی میں سلیمان جعفری سے مروی ہے کہ ایک جوان پر نزع کا عالم طاری تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے فرزند قاسم سے فرمایا:
بیٹا! اپنے بھائی کے سرہانے سورۂ وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا کی تلاوت کرو۔ قاسم نے تلاوت شروع کی جب وہ سورۂ صفات کی آیت اھم اشد خلقا...... پر پہنچے تو جوان کی روح پرواز کرگئی۔ جوان پر چادر ڈال دی گئی۔ اس وقت یعقوب بن جعفر آئے اور اُنھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: ہم اس سے قبل حالتِ احتضار میں سورۂ یٰسٓ پڑھتے تھے۔ اب آپ نے سورۂ والصافات پڑھنے کا حکم دیا ہے!!

آپ نے فرمایا: نزع میں مبتلا شخص پر جب بھی سورۂ والصافات پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی مشکل آسان کر دیتا ہے اور جانکنی میں آسانی ہوتی ہے۔

سورۂ صافات کے مرکزی موضوعات

اس سورہ کے مرکزی موضوعات حسب ذیل ہیں: ملائکہ کی مختلف اقسام کی قسمیں، خدا کی ربوبیت وسیع ہے، ستارے باعثِ زینت ہیں اور سرکش شیاطین سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں، شہابِ ثاقب، کفار کی روش، کفار کا اعتراض کہ کیا ہمیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو اُٹھایا جائے گا؟ ولایتِ علیؑ کا سوال، کفار ایک دوسرے کو ملامت کریں گے، جنات النعیم کی نعمات، آیاتِ الٰہی کے استہزاء کی حکایت، حضرت نوحؑ کا واقعہ، حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ، حضرت خلیلؑ کی بت شکنی، حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی داستان، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا واقعہ، آلِ یاسین سے کون مراد ہے؟ حضرت لوطؑ کا واقعہ، قومِ لوطؑ کے کھنڈرات سے عبرت حاصل کرو، حضرت یونسؑ کا قصہ، ملائکہ کا مقام۔ آخری کامیابی مُرسلین کی ہوگی۔ (اضافۃ من المترجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾

G14

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢١﴾ اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَاهْدُوهُمْ إِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ

مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚۖ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ
عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۙ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ
بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۙ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ
الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ
الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۙ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ
لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۙ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا
الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾
لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ
الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ
اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۙ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ
لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۗ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا
مِّنْ حَمِيْمٍ ۚ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا
اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۙ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ

قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قطار اندر قطار صفیں باندھنے والوں کی قسم! پھر ان کی قسم جو کہ سخت انداز سے ڈانٹنے والے ہیں۔ پھر ذکرِ الٰہی کی تلاوت کرنے والوں کی قسم، بے شک تمھارا معبود ایک ہے۔ وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے اور وہ تمام مشرقوں کا پروردگار ہے۔ بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا ہے۔
اور اُنھیں ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن

سکتے وہ ہر طرف سے مارے اور ہانکے جاتے ہیں۔ ہنکانے کے لیے اور ان شیاطین کے لیے ابدی عذاب ہے۔ تاہم اگر ان میں سے کوئی بات لے اُڑے تو ایک تیز شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

اب ان سے پوچھو کہ ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا ان کی جنھیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے اُنھیں لیس دار گارے سے بنایا ہے۔ بلکہ تم تعجب کرتے ہو اور یہ مذاق اُڑاتے ہیں۔ جب اُنھیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹھٹھہ کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کھلم کھلا جادو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ اُٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے پچھلے آباء واجداد بھی اٹھائے جائیں گے؟ آپ کہہ دیں جی ہاں تم خدا کے مقابلے میں بے بس ہو۔ وہ تو ایک جھڑکی ہوگی، پھر یکایک وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی، یہ تو فیصلہ کا دن ہے۔ یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ (فرمان جاری ہوگا کہ) ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو گھیر لو اور اُنھیں بھی گھیر لو جن کی وہ خدا کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کو دوزخ کا راستہ دکھا دو۔ اُنھیں روکو ان سے کچھ پوچھنا ہے۔

کیوں کیا بات ہے تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ اس کے بجائے یہ تو آج سر جھکائے کھڑے ہیں۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ تم ہی تو وہ لوگ ہو جو ہمارے پاس سیدھے رُخ سے آیا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں تم تو خود ایمان لانے والے ہی نہیں تھے۔ ہمارا تم پر کوئی زور نہیں تھا تم خود ہی سرکش قوم تھے۔ آخرکار ہم اپنے رب کے اس فرمان کے مستحق ہو گئے کہ ہم عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا ہم خود بھی گمراہ تھے۔ اس دن عذاب میں سب کے سب

شریک ہوں گے۔ بے شک ہم مجرمین کے ساتھ یہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ وہ حق لے کر آیا اور رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے لوگ ہو۔ تمھیں صرف تمھارے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ علاوہ اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے کہ ان کے لیے جانا بوجھا رزق ہے۔ ان کے لیے جنت کے پھل ہوں گے اور نعمات والے باغات میں وہ محترم بنا کر رکھے جائیں گے۔ وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ صاف شراب کے پیالے ان میں پھرائے جائیں گے۔ سفید رنگ کی شراب جس سے پینے والوں کو لذت محسوس ہوگی۔ اس میں کسی طرح کا دردِ سر نہ ہوگا اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہوگی۔ ان کے پاس نگاہ جھکا کر رکھنے والی کشادہ چشم حوریں ہوں گی۔ جن کا رنگ چھپائے ہوئے انڈوں کی طرح سے سفید ہوگا۔

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ بس میرا ایک ساتھی ہوا کرتا تھا جو مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تم بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہو۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جائیں گے تو ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟

کیا تم لوگ بھی اُسے دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے یہ کہہ کر نگاہ ڈالی تو اُسے دوزخ کی گہرائی میں دیکھ لے گا۔ اُس سے کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھے بھی تباہ کرنے کے قریب لا چکا تھا۔ اگر میرے رب کی نعمت شاملِ حال نہ ہوتی تو میں بھی گرفتار شدہ لوگوں میں سے ہوتا۔

اچھا تو کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ سوائے پہلی موت کے اب ہمیں عذاب نہیں دیا

جائے گا؟ بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

اب بتاؤ یہ اچھا انجام ہے یا تھوہر کا درخت۔ ہم نے اُسے ظالموں کے لیے آزمائش بنا دیا ہے۔ وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھیلے ہوئے پھَن۔ اہلِ دوزخ اُسے کھائیں گے اور اُسی سے اپنے پیٹ بھریں گے۔ پھر اُس کے بعد اُنھیں کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ ان کی واپسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہوگی۔ اُنھوں نے اپنے آباء و اجداد کو گمراہ پایا تھا۔ وہ ان کے نقشِ قدم پر بھاگتے چلے گئے۔ یقیناً ان سے پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ ہوئی تھی۔ ہم نے ان میں خبردار کرنے والے نبی بھیجے تھے۔ دیکھ لو کہ جنھیں خبردار کیا گیا تھا ان کا انجام کیا ہوا؟ اس بُرے انجام سے بس وہی بچے جنھیں خدا نے اپنے لیے خالص کیا تھا۔

یقیناً نوحؑ نے ہمیں پکارا، ہم بہترین جواب دینے والے تھے۔ ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی۔ ہم نے اسی کی نسل کو باقی رکھا۔ ان کے تذکرہ کو آنے والی نسلوں میں برقرار رکھا۔ تمام جہانوں میں نوحؑ پر سلام ہو۔ بے شک ہم بھلائی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے باایمان بندوں میں سے تھا۔ پھر باقی تمام لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔

یقیناً اس کے پیروکاروں میں سے ابراہیمؑ تھا۔ جب وہ اپنے پروردگار کے حضورؑ قلبِ سلیم لے کر پیش ہوا۔ جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی عبادت کر رہے ہو؟ کیا خدا کو چھوڑ کر خودساختہ خداؤں کے طلب گار بن گئے ہو؟ رب العالمین کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے ستاروں کو نظر اُٹھا کر دیکھا۔ تو کہا کہ بے شک میں بیمار ہوں۔ وہ لوگ منہ پھیر کر چلے گئے“۔

تین گروہ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾

''قطار اندر قطار صفیں باندھنے والوں کی قسم، پھر ان کی قسم جو کہ سخت انداز میں ڈانٹنے والے ہیں، پھر ذکر الٰہی کی تلاوت کرنے والوں کی قسم''۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین اصناف کی قسم کھائی ہے، جو کہ حسب ذیل ہیں: ① صفیں باندھنے والے ② سخت لہجہ میں ڈانٹنے والے ③ ذکر کی تلاوت کرنے والے۔

مذکورہ تینوں اصناف کی تاویل میں اختلاف پایا جاتا ہے:

① اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو آسمانوں میں ایسے صفیں بناتے ہیں جیسا کہ زمین پر اہلِ ایمان نماز کی صفیں قائم کرتے ہیں۔

② اس سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو زمین پر نزول کے وقت اپنے پَروں کو پرندوں کی مانند حرکت دیتے ہیں۔

③ اس سے اہلِ ایمان کی وہ جماعت مراد ہے جو نماز کی ادائیگی یا جہاد کی غرض سے قائم کی جاتی ہے۔

''زاجرات'' ڈانٹنے والوں کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں:

① وہ ملائکہ جو لوگوں کے دلوں میں اُتر کر اُنھیں نافرمانی کے خطرات سے جا کر سختی سے آگاہ کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی نافرمانی سے بچاتے ہیں۔

② وہ ملائکہ جو کہ بادلوں پر موکل ہیں اور بادلوں کو ہانک کر وہاں لے جاتے ہیں جہاں خدا انھیں برسانا چاہتا ہے۔

③ اس سے قرآنِ حکیم کی وہ آیات مراد ہیں جو لوگوں کو سختی سے گناہوں سے منع کرتی ہیں۔

④ اس سے وہ اہلِ ایمان مراد ہیں جو بلند آواز سے آیاتِ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس طرح سے وہ عوام الناس کو برائیوں سے بچاتے ہیں۔

اسی طرح سے تلاوت کرنے والوں سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو نبی کے سامنے وحی کی تلاوت کرتے ہیں۔

② اس سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو کتابِ خداوندی کی تلاوت کرتے ہیں۔

③ اس سے قاریانِ قرآن کی وہ جماعت مراد ہے جو نماز میں تلاوت کرتے ہیں۔

اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ ''صافات' زاجرات اور تالیات جمع مونث کے صیغے ہیں ان کا اطلاق ملائکہ پر کیونکر

ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا موصوف لفظ "جماعت" سے ہے اور تانیث لفظی ہے۔

واضح رہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو کہ قسموں سے شروع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سی مخلوقات کی قسمیں کھائی ہیں۔ مثلاً خدا نے آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، رات، دن، ملائکہ، انسانوں، شہروں اور پھلوں کی قسمیں کھائی ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴

"تمھارا معبود ایک ہے اور یہ جوابِ قسم ہے"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دائرۂ ربوبیت کے کچھ نکات کو یوں بیان کیا:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵

"یعنی تمھارا وہ معبود جو کہ ایک ہے وہی آسمانوں، زمین اور ان کے مابین کی تمام اشیاء کا رب ہے اور وہی مشارق کا رب ہے"۔

عین ممکن ہے کہ "مشارق" سے سورج کے مختلف مشارق مراد ہیں، کیونکہ سورج کے تین خط ہیں اور ہر خط پر باری باری سورج سفر کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اس ملائکہ وحی کے مشارق بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ (اضافۃ من المترجم ملخصا عن المیزان)

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا سے ملائکہ اور انبیاء موجود ہیں اور فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا سے لوگوں کو برائی سے روکنے والے مراد ہیں۔ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا سے کتابِ الٰہی کی تلاوت کرنے والے لوگ مراد ہیں۔

یہ تین قسمیں ہیں اور ان کا جوابِ قسم یہ ہے:

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝۶

"بے شک تمھارا معبود ایک ہے، جو کہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا پروردگار ہے اور وہ مشارق کا پروردگار ہے۔ بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا ہے"۔

امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: آسمان کے ستارے تمھارے شہروں کی طرح سے ہیں، یہ تمام ستارے نور کے ایک ستون سے مربوط ہیں۔ اس عمودِ نور کی لمبائی اڑھائی سو برس کی مسافت کے برابر ہے۔

قولہ تعالٰی: وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝

"انھیں ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے"۔

لفظ "مارد" سے خبیث مراد ہوتا ہے۔ عَذَابٌ وَّاصِبٌ سے ہمیشہ کا عذاب مراد ہے، جو کہ سخت دردناک ہو اور دلوں تک اثر کرتا ہو۔

تفسیر قمی میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ کلمات مرقوم ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جبریلؑ آسمانِ دنیا پر چڑھے اور ان کے ساتھ میں بھی آسمانِ دنیا پر چڑھا۔ وہاں ایک فرشتے کو دیکھا جس کا نام "اسماعیل" تھا اور یہ وہی ہے جو استراقِ سمع کرنے والے شیاطین پر نظر رکھتا ہے اور ان کے تعاقب میں شہابِ ثاقب روانہ کرتا ہے۔ ۷۰ ہزار فرشتے اُس کے ماتحت تھے اور ہر ماتحت فرشتہ کے تحت ۷۰ ہزار فرشتے تھے۔

اس نے جبریلؑ سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ محمدؐ ہیں۔

اسماعیل فرشتے نے پوچھا تو کیا وہ مبعوث ہو چکے ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں، اس نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس پر سلام کیا۔ اس نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اس کے لیے مغفرت طلب کی۔ اس نے میرے لیے مغفرت طلب کی اور اس نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے مومن کو طینتِ جنت سے پیدا کیا اور کافر کو دوزخ کی طینت سے پیدا کیا۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے: طینت تین طرح کی ہے:

① انبیاءؑ کی طینت، مومن کا تعلق اسی طینت سے ہوتا ہے۔ انبیاءؑ اساس ہیں اور مومن اس کی فرع ہیں۔ اللہ انبیاءؑ اور اُن کے شیعوں میں جدائی نہیں ڈالتا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں: پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں (شورزار) زمین سے مٹی جمع کی۔ اُسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور اُسے تری سے اتنا گوندھا کہ اس میں لَس پیدا ہو گی۔

قولہ تعالٰی: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝

"(فرمان جاری ہوگا) ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو گھیر لو اور انھیں بھی گھیر لو جن کی وہ خدا کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کو دوزخ کا راستہ دکھا دو"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ قیامت کے دن جہاں تمام ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو محشور کیا جائے گا وہاں سرفہرست آلِ محمدؐ پر ظلم کرنے والوں کو محشور کیا جائے گا۔

اُنھیں روکو ان سے سوال ہونا ہے

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾

''اُنھیں روکو، ان سے سوال ہونا ہے''۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ان سے علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کا سوال کیا جائے گا۔

امالی طوسی میں انس بن مالک سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا اور دوزخ پر پُل صراط قائم کی جائے گی تو پُل صراط سے وہی گزر سکے گا جس کے پاس ولایتِ علیؑ بن ابی طالب کی راہداری ہوگی۔ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ (اُنھیں روکو، ان سے سوال ہونا ہے) وہ سوال علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت کا ہوگا۔

شیخ صدوق اعتقاداتِ امامیہ میں لکھتے ہیں کہ زرارہؒ نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آقا! قضا وقدر کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ بندوں کو جمع کرے گا تو اُن سے اس چیز کے متعلق سوال کرے گا جس کا ان سے عہد لیا ہے اور ان پر جو قضا جاری کی ہے اس کے متعلق ان سے کوئی سوال نہیں کرے گا۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! میری تمام اُمت کو قیامت کے دن ٹھہرایا جائے گا اور ان سے علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ (اُنھیں روکو، ان سے سوال کیا جائے گا)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ کی آیت کا تعلق ولایتِ علیؑ سے ہے۔

آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلا سوال ہم اہلِ بیتؑ کی محبت کا کیا جائے گا۔

کتاب الخصال میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنے قدم ہلا نہ سکے گا، جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا:

① زندگی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کہاں بسر کی ہے؟
② جوانی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اُسے کہاں کہاں داغ دار کیا ہے؟
③ دولت کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کہاں سے کمائی اور کہاں خرچ کی؟
④ ہم اہلِ بیتؑ کی محبت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

علل الشرائع میں بھی یہی حدیث مرقوم ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت لقمان حکیم نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: اے فرزند! کل جب تو خدا کے حضور پیش ہوگا تو تجھ سے چار چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا:

① تو نے جوانی کیسے بسر کی؟ ② تو نے عمر کہاں بسر کی؟ ③ تو نے دولت کہاں سے جمع کی تھی؟ ④ تو نے دولت کہاں خرچ کی تھی؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاریانِ قرآن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے قاریانِ قرآن کا گروہ! اللہ نے تمھیں اپنی کتاب کا حامل بنایا ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو۔ میں بھی جواب دہ ہوں اور تم بھی جواب دہ ہو۔ مجھ سے تبلیغ رسالت کے متعلق پوچھا جائے گا اور تم سے کتاب اللہ اور میری سنت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے مقرر کردہ حکام اور عُمّال کو لکھا تھا: خدا کے بندوں اور شہروں کے متعلق خدا کا خوف رکھنا۔ خدا تم سے سوال کرے گا، یہاں تک کہ زمین اور حیوانات کے متعلق بھی تم سے پوچھا جائے گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ بدعت گزار افراد نے بدعت کے لیے جو دعوت دی ہے ان سے اس دعوتِ بدعت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ ولایت علی بن ابی طالبؑ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ قول ابو سعید خدری سے مروی ہے۔

تہذیب الاحکام میں روزِ غدیر کی نمازِ شکرانہ کے بعد کی ایک دعا مرقوم ہے کہ صادقِ آلِ محمدؑ اس دعا کو پڑھا کرتے تھے:

اے صادق الوعد خدا، وعدہ خلافی نہ کرنے والے خدا، اے وہ ذات جو ہر روز نئے کام میں ہے، تو نے اپنے اولیاء کی محبت کے ذریعہ سے ہم پر انعام کیا ہے۔ تیرے اولیاء کے متعلق تیرے بندوں سے پوچھا جائے گا۔ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿۸﴾ (سورۃ التکاثر، آیت ۸)

"اس دن تم سے نعمت کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا"۔

تو نے ہی فرمایا ہے: وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْـُٔولُونَ "انھیں ٹھہراؤ، ان سے سوال ہونا ہے"۔

قوله تعالٰی: قَالُوٓا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾

"کہیں گے کہ تم ہی تو وہ لوگ ہو جو سیدھے رُخ سے ہمارے پاس آیا کرتے تھے، وہ کہیں گے کہ نہیں تم خود بھی تو ایمان لانے والے تھے"۔

تفسیر قمی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ تمام گمراہ ہونے والے اپنے گمراہ کرنے والوں سے یہ کہیں گے کہ تم نے ہی تو ہمیں گمراہ کیا تھا۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اصل مجرم تو تم ہو کہ تم ایمان لانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ اس میں مولائے کائنات کے سیاسی حریف بھی شامل ہیں۔

قوله تعالٰی: أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿۴۲﴾

"اللہ کے مخلص بندوں کے لیے جانا بوجھا رزق ہے۔ ان کے لیے نعمت والی جنت میں پھل ہوں گے اور وہ وہاں محترم بنا کر رکھے جائیں گے"۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل جنت کی نعمات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہلِ جنت کے سوال سے قبل خدامِ جنت اُنھیں نعمات پیش کریں گے۔ وہاں ان کی ہر خواہش کی تکمیل کا سامان موجود ہوگا۔

قیامت کے بعد موت نہیں آئے گی

أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿۵۸﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿۵۹﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۶۰﴾

"اچھا تو کیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ سوائے پہلی موت کے اب ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے"۔

تفسیر قمی میں مذکور ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ، دوزخ میں داخل ہوں گے تو اس وقت موت کو ایک گوسفند کی شکل میں لایا جائے گا اور اُسے جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔

پھر کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اب کبھی موت نہیں آئے گی اس وقت اہلِ جنت مذکورہ بالا گفتگو کریں گے۔

زقوم کا استہزاء

اَذٰلِکَ خَیۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَۃُ الزَّقُّوۡمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہَا فِتۡنَۃً لِّلظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّہَا شَجَرَۃٌ تَخۡرُجُ فِیۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۴﴾ طَلۡعُہَا کَاَنَّہٗ رُءُوۡسُ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۶۵﴾

''اچھا بتاؤ کیا یہ انجام بہتر ہے یا تھوہر کا درخت؟ ہم نے اُسے ظالموں کے لیے آزمائش بنا دیا ہے۔ وہ ایک ایسا درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھیلے ہوئے پھن''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں درخت ''زقوم'' کا تذکرہ کیا گیا تو قریش نے کہا کہ ہم نے آج تک یہ درخت نہیں دیکھا۔

ابن زبعری (مشہور کافر) نے کہا کہ لفظ ''زقوم'' اہلِ بربر کی لغت کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں کھجور اور مکھن۔

ابوجہل نے اپنی کنیز سے کہا کہ ہمیں ''زقوم'' کھلاؤ۔ وہ مکھن اور کھجوریں لے آئی۔ ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ زقوم کھاؤ۔ محمدؐ تمھیں اس سے ڈراتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ زقوم کا درخت آگ میں اُگتا ہے لیکن اس بے چارے کو یہ پتہ نہیں ہے کہ آگ میں درخت جلا کرتے ہیں، پیدا نہیں ہوتے۔

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ ہم نے زقوم کو ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔

روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ دوزخ کو دوزخ میں اتنی بھوک دے گا کہ اُنھیں آگ کا عذاب تک بھول جائے گا اور بھوک کی شدت سے چیخیں گے۔ دوزخ کا داروغہ ''مالک'' اُنھیں درختِ زقوم کے پاس لے جائے گا اور ان لوگوں میں ابوجہل سرفہرست ہوگا۔

چنانچہ وہ اس درخت کو کھائیں گے تو ان کے شکم میں دیگ کا سا اُبال پیدا ہو جائے گا۔ پھر اُنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس کی حرارت سے ان کا منہ تک جل اُٹھے گا اور ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ یہ اہلِ دوزخ کے لیے قدرت کی طرف سے ضیافت ہوگی۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مشرق میں آگ پیدا کی ہے جہاں کفار کی

اُرواح قیام پذیر ہوتی ہیں۔ جہاں اُنھیں خوراک میں زقوم کھلائی جاتی ہے اور پینے کے لیے آبِ حمیم فراہم کیا جاتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو اُنھیں یمن کی وادی "برہوت" کی طرف بھیج دیا جاتا ہے، جہاں کی آگ دنیا کی آگ سے زیادہ سخت ہے۔ سارا دن کفار کی اُرواح برہوت میں رہتی ہیں۔ اور جیسے ہی شام ہوتی ہے تو ان اُرواح کو مشرق زمین کی آگ کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔

ذُریتِ نوحؑ

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

"ہم نے نوحؑ کی نسل کو باقی رکھا"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے نسلِ نوحؑ میں حق، نبوت، کتاب اور ایمان کو رکھا۔ روئے زمین پر جتنے انسان رہتے ہیں وہ سب کے سب نسلِ نوحؑ میں سے نہیں ہیں، کیونکہ ان میں کشتی نوحؑ میں سوار افراد کی اولاد بھی شامل ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۳)

"ان لوگوں کی نسل ہیں جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا۔ بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا"۔

البتہ انسانوں میں نوحؑ کی نسل بھی بڑی تعداد میں موجود ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ "ہم نے نوحؑ کی نسل کو باقی رکھا"۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

حضرت نوحؑ نے اپنی نسل کو حضرت ہودؑ کی آمد کی بشارت دی تھی اور اُنھیں ان کی پیروی کی تاکید کی تھی اور حکم دیا کہ وہ ایک دن مقرر کریں جسے وہ عید کا دن بنائیں اور اُس دن وہ اُس وصیت کی یاد دہانی کریں۔ کچھ عرصہ بعد "حام و یافث" کی نسل اولادِ سام پر غالب آگئی اور اولادِ سام نے اپنا علم اپنے پاس چھپا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے اولادِ سام پر جابروں کی حکومت قائم کی۔ اللہ تعالیٰ محمدؐ کا دین غالب کر کے انھیں عزت دے گا۔ اہلِ سندھ، ہند اور حبش حام کی اولاد ہیں جب کہ سام سے عرب و عجم پیدا ہوئے اور اس نسل میں وصیت جاری رہی۔ ایک عالم کے بعد دوسرا عالم اس کی یاد دہانی کراتا رہا، یہاں تک کہ اللہ نے ہودؑ کو مبعوث کیا۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جسے بچھو کے کاٹنے کا خوف ہو تو وہ یہ آیات پڑھے۔ خدا نے چاہا تو وہ بچھو کے ڈنک سے محفوظ رہے گا۔ آیات یہ ہیں: سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۱﴾

ابراہیمؑ نوحؑ کے شیعہ تھے

وَ اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۸۳﴾

"یقیناً نوحؑ کے پیروکاروں میں سے ابراہیمؑ تھے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے شیعوں سے فرمایا کہ تمھیں یہ نام مبارک ہو۔

ابوبصیرؒ (راوی حدیث) نے عرض کیا: مولاؑ! کون سا نام؟

آپؑ نے فرمایا: تمھیں لفظ "شیعہ" مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ

پھر سورۂ قصص میں فرمایا:

ھٰذَا مِنۡ شِیۡعَتِہٖ وَ ھٰذَا مِنۡ عَدُوِّہٖ ۚ فَاسۡتَغَاثَہُ الَّذِیۡ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ عَلَی الَّذِیۡ مِنۡ عَدُوِّہٖ ۙ

"یہ اس کے شیعوں میں سے تھا اور یہ اس کے دشمنوں میں سے تھا۔ اس کے شیعہ نے دشمن کے خلاف اُس سے مدد طلب کی"۔ (سورۂ قصص، آیت ۱۵)

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوبصیرؒ نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں نام مبارک ہو۔

میں نے کہا: کون سا نام؟ آپؑ نے فرمایا: وہ نام ہے شیعہ۔

میں (راوی حدیث) نے عرض کیا: لوگ تو ہمیں اس نام پر طعنے دیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قرآنِ کریم کی یہ آیات نہیں سنیں:

ھٰذَا مِنۡ شِیۡعَتِہٖ وَ ھٰذَا مِنۡ عَدُوِّہٖ ۚ فَاسۡتَغَاثَہُ الَّذِیۡ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ عَلَی الَّذِیۡ مِنۡ عَدُوِّہٖ ۙ

قلبِ سلیم

اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿۸۴﴾

"جب وہ اپنے پروردگار کے حضور قلبِ سلیم لے کر پیش ہوا"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ "قلبِ سلیم" سے وہ دل مراد ہے جس میں شک نہ ہو۔ قلبِ سلیم وہ ہے کہ جب خدا کے حضور پیش ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

کیا ابراہیمؑ بیمار تھے؟

فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِی النُّجُوۡمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ ﴿۸۹﴾

"اس نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں بیمار ہوں"۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار بھی نہیں تھے اور آپؑ نے جھوٹ بھی نہیں بولا تھا۔ آپؑ کا مقصد یہ تھا کہ مجھے تمہارے دین میں شک ہے۔ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ میں عنقریب بیمار ہو جاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا ہے: اِنَّكَ مَیِّتٌ "تو میت ہے"۔ مقصد یہ ہے کہ تو عنقریب مر جائے گا۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام پر گزرنے والے واقعات پہلے سے دکھائے گئے تھے اور آپؑ یہ واقعات دیکھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ مشرکین نے آپؑ کو اپنے ساتھ شہر سے باہر جانے کی دعوت دی تو آپؑ نے فرمایا: اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ "میری طبیعت ناساز ہے"۔ یعنی میں نے اپنے فرزند حسینؑ پر آنے والے حالات کو دیکھا ہے اسی لیے میری طبیعت ناساز ہے۔

ابو بصیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تقیہ دین خداوندی کا حصہ ہے"۔

میں (راوی حدیث) نے عرض کیا: کیا تقیہ دین خداوندی کا حصہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں خدا کی قسم! تقیہ دین خداوندی کا حصہ ہے۔ یوسف علیہ السلام کے حکم پر اعلان کیا گیا:

اَیَّتُهَا الۡعِیۡرُ اِنَّكُمۡ لَسٰرِقُوۡنَ ﴿۷۰﴾ (سورۂ یوسف، آیت ۷۰)

"اے قافلہ والو! تم چور ہو"۔ جب کہ قافلہ والوں نے کوئی چیز چوری نہیں کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: اِنِّیْ سَقِیْمٌ "میں بیمار ہوں"۔ جب کہ آپؑ بیمار نہ تھے اور آپؑ نے جھوٹ بھی نہیں بولا تھا۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے خداؤں پر تنقید کی تھی۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ (اس نے ستاروں پر نظر ڈالی اور کہا کہ میں بیمار ہوں) خدا کی قسم! ابراہیمؑ بیمار نہیں تھے، لیکن انھوں نے جھوٹ بھی نہیں بولا تھا۔

ابوبصیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے آپؑ سے کہا کہ سالم بن ابی حفصہ اور اُس کے دوست آپؑ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ذومعنیٰ باتیں کرتے ہیں۔ آپؑ کی ہر بات کے ستر رُخ ہوتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: آخر سالم مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ کیا وہ چاہتا ہے کہ میں ملائکہ کو لے آؤں؟ جب کہ انبیاءؑ بھی ملائکہ کو نہیں لائے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) کہا تھا، جب کہ آپؑ بیمار نہیں تھے اور آپؑ نے جھوٹ بھی نہیں بولا تھا۔

تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے روح القدس کو پیدا کیا۔ اللہ نے اس سے زیادہ مقرب مخلوق پیدا نہیں کی ہے، جب اللہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو روح القدس کو اس کا القاء کرتا ہے اور روح القدس ستاروں کی طرح اِلقا کرتا ہے تو اس کے بعد امر کا اجرا عمل میں آتا ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ عبدالملک بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! میں تو علمِ نجوم میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو "طالع" کو دیکھتا ہوں، اگر ستارہ سعد ہوتا ہے تو کام کرتا ہوں اور اگر نحس ہو تو کام پر نہیں جاتا۔

آپؑ نے فرمایا: جب طالع سعد ہو تو کیا تیرا کام ہو جاتا ہے؟

میں (راوی حدیث) نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم علمِ نجوم کی تمام کتابوں کو نذرِ آتش کر دو۔

جعفر بن محمد درویستی کی کتاب میں مرقوم ہے کہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قدر کا ذکر ہونے لگے تو خاموش ہو جایا کرو۔ اور جب میرے صحابہ کا ذکر ہونے لگے تو خاموش ہو جایا کرو اور ستاروں کا ذکر ہونے لگے تو بھی تم خاموش ہو جایا کرو۔

G15

علمِ نجوم کی مذمت

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی شخص نے علمِ نجوم کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: یہ ایک ایسا علم ہے جس کا فائدہ کم ہے اور اس کا نقصان زیادہ ہے۔ کیونکہ اس سے تقدیر کو دُور نہیں کیا جاسکتا اور خطرات سے بچا نہیں جاسکتا۔ اگر منجم آزمائش کی خبر دے تو اس کے لیے قضا سے بچانا ممکن نہیں ہے اور منجم اگر بھلائی کی خبر دے تو وہ بھلائی کو جلد لانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اگر خود منجم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ اسے اپنے سے دُور نہیں کرسکتا۔ منجم دراصل اللہ کے علم کا مقابلہ کرتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی تدبیر سے مخلوقات سے اللہ کی قضا کو دُور کرسکتا ہے۔

سعید بن جبیر راوی ہیں کہ امیرالمومنین کے پاس فارس کے دہقانوں میں سے ایک دہقان آیا۔ اس نے آپؑ کو مبارک دینے کے بعد کہا: امیرالمومنینؑ! اس وقت ستاروں پر نحوست طاری ہے اور سعد ستارے بھی اس نحوست سے متاثر ہیں۔ اور جب کبھی ایسا وقت آجائے تو صاحبِ حکمت کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ گوشہ نشین ہوجائے۔ آپؑ کے لیے آج کا دن سخت بھاری ہے۔ دو ستارے اس میں "منقلب" ہوچکے ہیں اور آپؑ کے برج میں موجود دو نیر اُلٹ چکے ہیں، اسی لیے جنگ کے لیے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے آثار کی خبر دینے والے دہقان! تجھ پر افسوس ہو، اور تقدیر سے خوف زدہ کرنے والے تجھ پر ہلاکت ہو۔ اچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ صاحبِ میزان اور صاحبِ سرطان کا کیا قصہ ہے؟ برج اسد اور محرکات میں کتنے مطالع اور ساعات کا فرق ہے؟

ہاں یہ بھی بتاؤ کہ "سراری" اور "ذراری" کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

نجومی نے کہا کہ میں دیکھ کر بتاؤں گا۔ پھر اس نے اپنی آستین سے "اسطرلاب" نکالا اور اُسے دیکھنے لگا۔ امیرالمومنینؑ اس کی حرکت دیکھ کر مسکرائے اور اُس سے فرمایا: جانتے ہو کہ آج رات کیا واقعات رونما ہوئے ہیں۔ چین کا گھر بیٹھ گیا اور "ماچین" کا برج علیحدہ ہوگیا اور "سراندیپ" کی چار دیواری گرگئی اور "بطریق روم" کو ارمینیہ میں شکست ہوئی اور یہودیوں کا سب سے بڑا عالم "اَیلہ" میں گم ہوگیا۔ اور وادی نمل کی چیونٹیوں میں جوش بڑھ گیا اور افریقہ کا بادشاہ مرگیا۔ کیا تمھیں ان واقعات کا علم ہے؟

دہقان نے جواب دیا کہ مجھے اِن واقعات کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: سنو، آج رات ستر ہزار جہانوں میں بھلائی پھیلی اور ہر ایک جہان میں ستر ہزار عالم پیدا ہوئے اور

آج رات اتنے افراد مرجائیں گے اور ان مرنے والوں میں ایک یہ بھی ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے لشکر میں موجود ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص خوارج کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔ جب اُس شخص نے آپؑ کے اشارہ کو دیکھا تو اُس نے سمجھا کہ شاید آپؑ اپنے سپاہیوں کو فرما رہے ہیں کہ اُسے پکڑ کر قتل کرڈالو۔ اس نے فوراً اپنے آپ کو مار ڈالا۔

جب دہقان نے یہ منظر دیکھا تو وہ سجدہ میں گر گیا۔ امیرالمومنینؑ نے اُس سے فرمایا کہ بتاؤ کیا میں نے تمہیں چشمِ توفیق سے سیراب نہیں کیا؟ اس نے کہا: جی ہاں، امیرالمومنینؑ۔

آپؑ نے فرمایا: میں اور میرے ساتھی نہ شرقی ہیں نہ غربی ہیں۔ ہم اساسِ قطب اور افلاک کے پرچم ہیں۔ تم نے جو یہ کہا ہے کہ میرے برج سے دو نیر ہٹ چکے ہیں تو تمھیں چاہیے کہ تم اُسے میرے حق میں قرار دیتے نہ کہ میرے خلاف۔ کیونکہ اس کی روشنی اور نور میرے پاس ہیں جب کہ اس کا شعلہ اور اس کی لپک مجھ سے ہٹ چکی ہے۔ اگر تو حساب کرسکتا ہے تو اس مسئلہ کا اچھی طرح سے حساب کر، کیونکہ یہ ایک گہرا مسئلہ ہے۔

روایات میں مذکور ہے کہ جب امیرالمومنینؑ خوارج سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو آپؑ کے ایک ساتھی نے آپؑ سے عرض کیا: علم نجوم بتاتا ہے کہ اگر آپؑ اس وقت روانہ ہوئے تو اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تو اس گھڑی کی رہنمائی کرسکتا ہے کہ جو اس میں چلے تو وہ مصیبت سے محفوظ رہے گا اور تو اس گھڑی سے لوگوں کو ڈراتا ہے کہ جو اس میں چلے وہ ناکام ہوگا؟!

جو شخص اس بات میں تیری تصدیق کرے تو اس نے قرآن کی تکذیب کی ہے۔ اور وہ اپنے مطلوب کے پانے اور تکلیف کے دُور کرنے کے لیے خدا کی مدد سے بے نیاز محسوس کرے گا۔ اور تیرے مشورہ پر عمل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ خدا کے بجائے تیری حمد بجالائے، کیونکہ تو نے اُسے اس گھڑی کی رہنمائی کی ہے جس میں اس نے فائدہ حاصل کیا ہے اور نقصان سے محفوظ رہا ہے۔

لوگو! خبردار، علمِ نجوم حاصل کرنے سے پرہیز کرو۔ صرف اتنا علم نجوم حاصل کرو جس سے خشکی اور تری میں راستے کا تعین کرسکو۔ یاد رکھو! علمِ نجوم کہانت کی دعوت دیتا ہے اور منجم، کاہن کی مانند ہوتا ہے اور کاہن جادوگر کی مانند ہوتا ہے اور جادوگر کافر کی مانند ہوتا ہے اور کافر کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ تم اللہ کا نام لے کر سفر کرو اور اسی سے ہی مدد طلب کرو۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کا یہ فرمان مرقوم ہے: لوگو! نجوم کی تعلیم سے پرہیز کرو۔ یہ علم صرف اتنی مقدار میں پڑھو جس سے خشکی اور تری میں راستے کا تعین کرسکو۔ یہ علمِ کہانت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ منجم کاہن کی مانند

ہے۔ کاہن جادوگر کی مانند ہے۔ جادوگر، کافر کی مانند ہے اور کافر کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص کے ساتھ میری زمین مشترک تھی۔ وہ شخص ستاروں کی چالوں پر عقیدہ رکھتا تھا۔ اُس نے مجھے زمین تقسیم کرنے کے لیے بلایا۔ اس کے عقیدہ کے مطابق وہ ساعت اس کے لیے بھلائی کی ساعت تھی اور میرے لیے نحوست کی ساعت تھی۔ اس کا خیال تھا کہ جب اس ساعت میں زمین کے حصوں کی قرعہ اندازی ہوگی تو زرخیز زمین اُس کے حصّہ میں آئے گی اور بیکار زمین میرے حصّہ میں آئے گی۔

چنانچہ میں اُس کی مقرر کردہ ساعت میں وہاں گیا۔ زمین کی قرعہ اندازی ہوئی تو بہترین زمین میرے حصّہ میں آئی اور بنجر زمین اُس کے حصّہ میں آئی۔

یہ خلاف توقع قرعہ نکلنے پر میرا ساتھی انتہائی پریشان ہوا اور اس نے ازراہِ افسوس دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مارا، پھر اس نے کہا کہ میں نے اتنا پریشان کن دن پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔

میں نے کہا کہ کیوں کیا بات ہوئی؟

اس نے کہا: میں نے زمین کی تقسیم کے لیے اس ساعت کا انتخاب کیا جو میرے بعد سعد تھی اور آپ کے لیے نحس تھی، لیکن نتیجہ میری آرزو کے برخلاف آیا۔

میں نے اس سے کہا کہ میں تمھیں ایک حدیث سناتا ہوں جو کہ میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے بیان کی تھی اور انھوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت رسولؐ خدا سے یہ روایت کی ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اس دن کی نحوست سے محفوظ رہے تو وہ اپنے دن کا آغاز صدقہ سے کرے۔ اللہ تعالیٰ اس دن کی نحوست کو اس سے دُور رکھے گا اور جو شخص چاہتا ہو کہ وہ رات کی نحوست سے محفوظ رہے تو اسے چاہیے کہ وہ رات کا آغاز صدقہ سے کرے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اس رات کی نحوست سے محفوظ رکھے گا۔ اور میں نے آج کے دن کا آغاز صدقہ سے کیا ہے اور یہ چیز تیرے علمِ نجوم سے کہیں بہتر ہے۔

روضۂ کافی میں ہشام خفاف سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ تم نجوم کا کتنا علم رکھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: اس وقت پورے عراق میں مجھ سے زیادہ علمِ نجوم رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ تمھارے نزدیک فلک کی گردش کا کیا پیمانہ ہے؟

یہ سنا تو میں نے سر سے ٹوپی اُتاری اور اُسے چکر دینے لگا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اگر تمھاری بات صحیح ہے تو پھر یہ بتاؤ کہ جدی، بنات النعش اور مرقدین قبلہ کی جانب گردش کیوں نہیں کرتے؟

میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے اور نہ ہی کسی اہلِ حساب سے میں نے اس کا تذکرہ سنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ "سکینہ" ستارے اور "زہرہ" ستارے کی روشنی کا آپس میں کیا تناسب ہے؟

میں نے کہا: خدا کی قسم! میں نے آج تک کسی منجم سے اس ستارے کا کبھی نام تک نہیں سنا۔

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم لوگوں نے تو ایک پورے ستارے کو ہی چھوڑ دیا ہے، پھر تم حساب کیسے کرتے ہو؟

پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ سورج اور چاند کی روشنی کا آپس میں کیا تناسب ہے؟

میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آتے ہیں۔ ہر لشکر کے پاس ایک ایک منجم موجود ہے۔ ہر منجم نے اپنے لشکر کی کامیابی کی پیشین گوئی کی ہے، لیکن جب جنگ ہوتی ہے تو ایک لشکر کامیابی حاصل کرتا ہے اور دوسرے لشکر کو شکست ہوتی ہے۔ آخر بتاؤ وہ ستارے کہاں چلے جاتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ بنیادی طور پر حساب حق ہے، لیکن اُسے وہ جان سکتا ہے جسے سب لوگوں کی پیدائش کی گھڑی کا علم ہو۔

عبداللہ بن سیابہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ علمِ نجوم کے متعلق غور و فکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ جب کہ مجھے تو یہ چیز بہت اچھی لگتی ہے۔ اگر یہ چیز میرے دین کے لیے نقصان دہ ہے تو مجھے ایسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے جو کہ میرے دین کے لیے نقصان دہ ہو۔ اور اگر اس سے میرے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو میں اس میں غور و فکر کرنا پسند کروں گا؟

آپؑ نے فرمایا: ایسی بات نہیں ہے، یہ تمھارے دین کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے تم ایسی چیز پر توجہ کرتے ہو جس کی اکثر باتوں کا تمھیں ادراک نہیں ہے اور اس علم کی تھوڑی معلومات فائدہ مند نہیں ہیں۔ تم لوگ طالع قمر کا حساب کرتے ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو کہ مشتری اور زہرہ میں کتنے دقیقوں کا فاصلہ ہے؟

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے پھر فرمایا: اچھا یہ جانتے ہو کہ زہرہ اور چاند میں کتنے دقیقوں کا فاصلہ ہے؟

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ جانتے ہو کہ سورج اور سنبلہ میں کتنے دقیقوں کا فاصلہ ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نے یہ باتیں کبھی منجمین سے نہیں سنی ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ سکینہ اور لوح محفوظ کے درمیان کتنے دقیقے ہیں؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! میں نے آج تک کسی منجم سے یہ باتیں نہیں سنیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان میں سے ہر دو کے درمیان ساٹھ یا نوے دقیقوں کا فاصلہ ہے۔ (ساٹھ اور نوے کا شک راوی کی طرف سے ہے)

پھر آپؑ نے فرمایا: عبدالرحمٰن! جب اس طریقہ کے مطابق کوئی حساب کرے تو وہ جنگل میں ایک سرکنڈے کو بھی تلاش کر لے گا اور اس کے دائیں بائیں جتنے بھی سرکنڈے ہوں گے وہ ان سب کی تعداد جان لے گا اور اس سے کوئی بھی سرکنڈا مخفی نہیں رہے گا۔

معلّی بن خنیس راوی ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نجوم کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ حق ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے "مشتری" کو انسانی صورت میں بھیج پر روانہ کیا۔ اس نے عجم کے ایک شخص کو پکڑا، اور اُسے نجوم کی تعلیم دی۔ جب اس نے سمجھا کہ اب یہ ماہر بن چکا ہے تو اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ "مشتری" کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا کہ فلک میں بھی وہ دکھائی نہیں دیتا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے؟

مشتری نے اس شاگرد کو چھوڑ دیا، پھر اس نے ایک ہندوستانی کا ہاتھ پکڑا اور اسے تعلیم دی۔ جب اسے اندازہ ہوا کہ اب یہ ماہر ہو گیا ہے تو اس سے کہا کہ مجھے بتاؤ مشتری کہاں ہے؟

شاگرد نے حساب کر کے کہا کہ میرا حساب یہ کہتا ہے کہ تو ہی مشتری ہے۔

یہ سنا تو اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور وہ مر گیا۔ اس کے خاندان نے اس کے علم کو میراث میں پایا۔ یہ علم وہاں موجود ہے۔

اثباتِ صانع

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک رسالہ منسوب ہے جسے کتاب الاهلیلجہ کہا جاتا ہے۔اس میں آپؑ نے اپنی اور حکیم ہندی کی گفتگو کو نقل کیا ہے۔ حکیم کے ہاتھ میں "ہرڑ" کا بیج تھا اور ہرڑ کو عربی زبان میں اھلیلجہ کہا جاتا ہے۔آپؑ نے اس رسالہ میں اس شخص کی تردید کی جو کہ صانع کا منکر تھا اور اس کی دلیل یہ تھی کہ اشیاء کا اِدراک حواسِ خمسہ سے ہوتا ہے۔اگر خدا موجود ہوتا تو حواسِ خمسہ سے اس کا ادراک ہوتا۔

(اس کے بعد امام علیہ السلام کا براہِ راست مکالمہ شروع ہوتا ہے)

میں نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کیا تمھارے شہر کے لوگ علمِ نجوم سے بھی واقفیت رکھتے ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ شاید آپ کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ ہمارے شہر کے لوگ علمِ نجوم سے کتنی واقفیت رکھتے ہیں۔ میرے شہر والوں سے زیادہ علمِ نجوم جاننے والے کہیں بھی موجود نہیں ہیں۔

امام علیہ السلام: یہ بتاؤ اُنھوں نے نجوم کا علم کیسے حاصل کرلیا، جب کہ اس کا ادراک نہ تو حواس سے ہوتا ہے اور نہ ہی غور وفکر سے؟

سائل: یہ تو ایک لگا بندھا حساب ہے جسے حکماء نے وضع کیا تھا اور لوگوں نے یہ علم ان سے میراث میں پایا اور جب آپ کسی صاحبِ علم سے سوال کریں گے تو وہ سورج کا موازنہ کرے گا اور اس کے حال پر نظر کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ چاند پر بھی نظر کرے گا اور نظر آنے والے نحس بروج اور چھپے ہوئے سعد بروج پر نظر کرے گا تو وہ حساب کرے گا اور حساب کے نتیجے میں ہر پیدا ہونے والے کی جنم پتری بنائے گا اور کسی بھی مولود کو دیکھے بغیر اس کی ہر علامت کی خبر دے گا۔

امام علیہ السلام: نومولود افراد میں یہ حساب کیسے داخل ہو گیا؟

سائل: تمام لوگ اپنے ہی بروج میں جنم لیتے ہیں، اسی لیے حساب میں کوئی غلطی نہیں ہوتی، بشرطیکہ حساب کرنے والے کو پیدائش کی صحیح ساعت، دن، مہینہ اور سال معلوم ہو۔

امام علیہ السلام: تم نے تو ایک عجیب علم کی نشان دہی کی ہے دنیا میں اسے سے زیادہ کوئی بھی علم دقیق نہیں ہے اور اس علم کی یہ بات تو انتہائی تعجب خیز ہے کہ اس کے تحت کسی بھی پیدا ہونے والے نومولود کے متعلق پوری پیشین گوئی کر دی جاتی ہے کہ اس کی زندگی میں کیا واقعات پیش آئیں گے۔تو کیا اس حساب کے تحت تمام انسانوں کا زائچہ بنایا جاسکتا ہے؟

سائل: بالکل صحیح ہے۔ مجھے اس بات کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہے۔

امام علیہ السلام: تو آؤ کچھ دیر کے لیے سوچیں کہ کیا کچھ انسانوں نے یہ علم کچھ انسانوں سے حاصل کیا ہے؟
اب اگر تم یہ کہو کہ حکماء نے اس علم کے قوانین مقرر کیے ہیں اور اُنھوں نے سعد ونحس کی تعیین کی ہے اور انھوں نے بتایا کہ کون سے ستارے قریب ہیں اور کون سے ستارے دُور ہیں اور ان میں سے سُست رفتار کون سے ہیں اور تیز رفتار کون سے ہیں اور حکماء نے ہی بتایا کہ آسمان میں کون سے ستارے ہیں اور زیرِ زمین کون سے ستارے ہیں اسی طرح سے حکماء نے ان سات ستاروں کی رہنمائی کی ہے جو کہ علمِ نجوم کے حساب سے اس بات کو نہ تو دل قبول کرتا ہے اور نہ ہی عقل اُسے ماننے پر تیار ہے کہ کوئی شخص سورج پر اتنی قدرت حاصل کرلے کہ اُسے معلوم ہو سکے کہ وہ کون سے بُرج میں ہے اور اسی طرح سے قمر کے بروج کا پتہ چلائے اور نحس وسعد بروج کی نشان دہی کرے اور یہ بتا سکے کہ طالع کا وقت ہے اور باطن کا وقت کیا ہے۔ جب کہ وہ آسمان میں معلّق ہے اور وہ زمین کے نیچے ہے اور جب سورج کی روشنی میں چھپ جائے تو اُسے دیکھ نہ سکے۔

یہ سب کچھ تب ہی مانا جاسکتا ہے جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ایک حکیم آسمان پر چڑھا تھا اور اُس نے وہاں جاکر ساری معلومات اکٹھی کی تھیں اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ کوئی حکیم آسمان پر چڑھا ہوگا تو یہ بات کیسے مان لی جائے کہ اُس نے ہر برج کے ساتھ بھی سفر کیا تھا اور اُس نے ہر ستارے کے مقامِ طلوع سے مقامِ غروب تک کا سفر کیا تھا؟

کچھ ستارے ایسے ہیں جن کا چکر تیس سال میں مکمل ہوتا ہے۔ کچھ اس سے پہلے اپنا چکر مکمل کرلیتے ہیں اور کیا یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ کوئی حکیم تمام سعد ونحس ستاروں کے مطالع تک پہنچا ہوگا۔

اگر بفرضِ محال ہم یہ سب تسلیم بھی کرلیں تو یہ کیسے مان لیں کہ وہ حکیم زیرِ زمین بھی گیا ہوگا اور اگر کوئی چلا بھی جائے تو اُسے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اب زمین پر دن ہے یا رات ہے اور اس وقت کون سے ستارے کی حکمرانی ہے؟ اور کیا کوئی باشعور شخص اس بات کا تصور بھی کرسکتا ہے؟

سائل: کیا میں نے آپ سے یہ کہا ہے کہ کوئی آسمان پر چڑھا تھا اور اگر میں نے یہ کہا ہوتا تو پھر مجھے یہ کہنا پڑتا کہ وہ زمین میں بھی داخل ہوا تھا اور اس نے تاریکیوں کا مشاہدہ کیا اور ستاروں اور ان کی گزرگاہوں کا معائنہ کیا۔

امام علیہ السلام: جب تم یہ مانتے ہو کہ کوئی شخص آج تک آسمان پر گیا ہے اور نہ ہی زمین کے نیچے کا سفر کیا ہے تو پھر حکماء نے اُس کے اُصول وضوابط کیسے مقرر کیے ہیں؟ اور یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ ہر شخص ستاروں کے زیرِ اثر ہوتا ہے اور یہ کیسے مان لیا جائے کہ بعد میں پیدا ہونے والے افراد نے ستاروں کی گزرگاہوں کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہوگا؟

سائل: پھر اس کی یہی شکل تسلیم کی جاسکتی ہے کہ کسی ایک شخص کو کسی نے یہ ساری تعلیم دی تھی اور پھر اس سے آگے یہ علم رائج ہوگیا۔

امام علیہ السلام: تمھارے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ تم یہ اقرار کرو کہ اس علم کی تعلیم صاحب حکمت خدا نے دی ہے، جو کہ آسمان وزمین کے معاملات کو جانتا ہے اور ان کا مدبر ہے۔

سائل: اگر میں آپؑ کے الفاظ کو تسلیم کرلوں تو مجھے آپؑ کے خدا کا بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ البتہ مجھے یہ اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ اس حساب کا کوئی نہ کوئی معلم ضرور ہے۔ اور میری مجبوری یہ ہے کہ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ کسی زمین کے رہنے والے نے دوسرے زمین کے باسی سے یہ علم حاصل کیا ہے تو اس میں یہ قباحت لازم آتی ہے کہ زمینی علم حواس کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور علمِ نجوم کے لیے حواسی مؤثر نہیں ہیں، کیونکہ ستارے معلق ہیں، کبھی غائب ہوتے ہیں اور کبھی ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی زمین کے نیچے چلتے ہیں، کبھی آسمان پر نمودار ہوتے ہیں اور ان کے حساب، دقائق، سعد ونحس، تیز رفتاری اور سست رفتاری کا ادراک حواس سے ناممکن ہے۔

امام علیہ السلام: فرض کرو کہ علمِ نجوم حاصل کرنے والے پہلے فرد اگر تم ہوتے تو تم یہ علم کسی زمین کے باشندے سے حاصل کرنا پسند کرتے یا آسمان کے باشندے سے؟

سائل: میں آسمان کے باسی سے یہ علم حاصل کرنا پسند کرتا، کیونکہ ستاروں کا تعلق آسمان سے ہے، اہلِ ارض ان کی رفتار سے ناواقف ہیں۔

امام علیہ السلام: ہر طرح کی خواہشات سے آزاد ہو کر اچھی طرح سے سوچ کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اہلِ دنیا ستاروں سے متاثر ہیں اور ستارے لوگوں کی تخلیق سے پہلے موجود تھے، اسی لیے تمھیں کسی زمین کے باسی سے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اہلِ زمین کی تخلیق ستاروں کے بعد عمل میں لائی گئی ہے۔

سائل: جی ہاں، یہ سچ ہے۔

امام علیہ السلام: زمین کی تخلیق انسانوں سے پہلے ہوئی ہے؟ سائل: جی ہاں، یہ حقیقت ہے۔

امام علیہ السلام: تو کیا اہلِ زمین میں سے کچھ افراد کو پَر لگے ہوئے تھے کہ اُنھوں نے ان سے پرواز کرکے افلاک کا مشاہدہ کیا اور گردشِ نجوم کا پتہ چلایا؟

سائل: آپ کی دلیل کے تحت میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ خالقِ نجوم ہی ارض وسماء کا خالق ہے، کیونکہ اگر ارض وسماء نہ

ہوتے تو فلک کی گردش نہ ہوتی...... الی آخرہ۔

فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ۚ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۹۲﴾
فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ
اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ۙ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا
ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡيَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِى الۡجَحِيۡمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا
فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۹۹﴾
رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا
بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ
فَانْظُرۡ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ
شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۚ﴿۱۰۳﴾
وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ۙ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ
نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيۡنٰهُ
بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۖ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى
اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكۡنَا

عَلَيۡهِ وَعَلٰۤى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ ﴿۱۱۳﴾

''ابراہیمؑ ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ کیا بات ہے تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ اس کے بعد وہ ان پر پل پڑا اور سیدھے ہاتھ سے ضربیں لگائیں (واپس آ کر) وہ لوگ بھاگے بھاگے اُس کے پاس آئے۔

ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم لوگ اپنے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہو؟ جب کہ خدا نے تمھیں پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس کے لیے ایک الاؤ تیار کرو اور اسی دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دو۔

ان لوگوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ ایک چال چلنا چاہی تو ہم نے اُنھیں پست بنا ڈالا۔ اور اس نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، وہ میری ہدایت کرے گا۔ پروردگار! مجھے نیک فرزند عطا فرما۔ ہم نے اُسے ایک حلیم (بُردبار) لڑکے کی بشارت دی۔

جب وہ لڑکا اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کے لائق ہوا تو اس نے کہا: بیٹا! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو اپنی رائے بیان کر۔

بیٹے نے کہا: ابا جان! آپؑ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپؑ اس پر عمل کریں۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔ ہم نے اُسے آواز دی: اے ابراہیمؑ! بے شک تو نے اپنا خواب سچّا کر دیا، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح سے بدلہ دیا کرتے ہیں۔

بے شک یہ ایک واضح آزمائش تھی۔ ہم نے ایک عظیم قربانی کو اس کا فدیہ قرار دیا۔ ہم نے اس کا ذکر آخری زمانوں تک قائم رکھا ہے۔ ابراہیمؑ پر سلام ہوں۔ بے شک ہم نیکی کرنے ولوں کو اسی طرح سے بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

ہم نے اسے اسحاقؑ کی بشارت دی جو کہ نبی اور نیک بندوں میں سے تھے۔ ہم نے اس پر اور اسحاقؑ پر برکت نازل کی۔ اب ان دونوں کی نسل میں سے کوئی نیکوکار ہے اور کوئی اپنے نفس پر کھلم کھلا ظلم کرنے والا ہے"۔

بت شکنی کا واقعہ

فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾

"ابراہیمؑ ! ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟"

روضۂ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب ابراہیمؑ نے اپنی قوم کی مخالفت کی اور اُن کے خداؤں کی مذمت کی۔ آخر کار آپؑ کو نمرود بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور آپؑ نے اس سے مباحثہ کیا۔ آپؑ نے اس سے کہا:

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵۸﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۸)

"میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے طلوع کراتا ہے تو اُسے مغرب سے طلوع کرادے۔ کافر مبہوت ہوگیا۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: آپؑ نے ان کے معبودوں کے نقائص بیان کیے۔ آپؑ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام بیمار نہ تھے اور اُنھوں نے جھوٹ بھی نہیں کہا تھا۔ پھر جب تمام بت پرست اُنھیں چھوڑ کر چلے گئے اور عید منانے کے لیے روانہ ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام ان کے مندر میں کلہاڑا لے کر گئے۔ (بتوں کے سامنے بت پرستوں کے نذرانے رکھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے بتوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم یہ مٹھائیاں کیوں نہیں کھاتے؟ جب بت نہ بولے تو آپؑ نے ان سے فرمایا کہ ارے کیا بات ہے تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پھر آپؑ نے کلہاڑا اُٹھایا اور تمام بتوں کے ٹکڑے کر دیئے۔ البتہ آپؑ نے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اُس کے کندھے پر رکھ کر گھر چلے آئے۔

بت پرست جشن منانے کے بعد اپنے مندر میں بتوں کو سلام کرنے کے لیے آئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا پایا۔ انھوں نے کہا کہ یہ کام ابراہیمؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ ہمیشہ بتوں کی مذمت کیا کرتا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا ہمارے خداؤں سے یہ سلوک تم نے کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ان کے بڑے نے اُن کی یہ درگت بنائی ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک بہت بڑی چار دیواری بنائی جائے جس میں لکڑیاں رکھ دی جائیں اور آگ لگا کر ابراہیمؑ کو نذرِ آتش کردیا جائے۔ الغرض بہت بڑا بھٹہ تعمیر کیا گیا۔ اس سے کچھ فاصلے پر نمرود اور اس کے اعیانِ سلطنت کے لیے ایک چبوترہ بنایا گیا تاکہ وہ ابراہیمؑ کو جلتے ہوئے دیکھ سکیں۔

آگ بھڑکائی گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا کر آگ میں پھینکنے کی تیاریاں کی جانے لگیں۔ اس وقت زمین کی چیخیں بلند ہوئیں اور کہا: پروردگار! میری پشت پر تیری عبادت کرنے والا اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ آج اُسے بھی آگ میں جلایا جارہا ہے!! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر اس نے دعا مانگی تو میں اس کی مدد کروں گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس دن جناب ابراہیمؑ نے یہ دعا مانگی تھی:

يَا اَحَدُ يَا اَحَدُ ، يَاصَمَدُ يَاصَمَدُ ، يَا مَن لَّمْ يَلِدْ وَلَم يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ

خدا نے فرمایا: تیری مدد کی جائے گی۔

ابراہیم علیہ السلام کو جیسے ہی آگ میں پھینکا گیا تو اللہ نے آگ سے فرمایا:

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا ''اے آگ! ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈک بن جا''۔

اس کے بعد وہ آگ ابراہیمؑ کے لیے آگ نہ رہی، ٹھنڈک بن گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دانت بجنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کے لیے دوسرا حکم صادر ہوا: وَسَلَامًا ''اے آگ! ابراہیمؑ کے لیے سلامتی بن جا''۔

ابراہیم علیہ السلام پورے آرام وسکون سے آکر بیٹھ گئے۔ اللہ نے جبریل امینؑ کو بھیجا، وہ اُن کے ساتھ آکر باتیں کرنے لگ گئے۔ جب نمرود نے یہ منظر دیکھا تو اُس نے کہا: اگر کوئی کسی کو معبود بنانا چاہتا ہو تو اُسے چاہیے کہ ابراہیمؑ کے معبود جیسے کو اپنا رب بنائے۔ چبوترے پر موجود نمرود کے ایک درباری نے کہا کہ میں نے آگ پر دم درود کیا ہے، جس کی وجہ سے اس نے ابراہیمؑ کو نہیں جلایا۔ اتنے میں بھٹہ سے ایک شعلہ برآمد ہوا اور وہ درباری اس میں اسی وقت جل گیا۔

اس وقت لوطؑ ان پر ایمان لائے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زوجہ سارہ اور لوطؑ کو ساتھ لے کر شام کی

طرف ہجرت کی۔

روضۂ کافی میں ابراہیم بن ابی زیاد کرخی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ ابراہیم علیہ السلام (بابل کے قریب) ''کوئی ربا'' کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپؑ کے والد اسی شہر کے باسی تھے۔ آپؑ کی اور لوطؑ کی والدہ دونوں بہنیں تھیں، جن کے نام ''سارہ'' اور ''ورقہ'' تھے۔ ایک نسخہ میں ''ورقہ'' کی بجائے ''رقیہ'' مرقوم ہے اور ان دونوں عورتوں کے والد کا نام ''لاحج'' تھا۔ وہ نبی منذر تھے لیکن رسول نہیں تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن سے ہی فطرتِ الٰہی پر قائم تھے، پھر خدا نے انھیں اپنے دین کی ہدایت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی ''سارہ'' سے ہوئی اور وہ بڑی زمین دار اور مالدار خاتون تھیں۔ شادی کے بعد ان کی تمام دولت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ آ گئی۔ آپؑ نے زمین اور مویشیوں پر خصوصی توجہ دی۔ جس کی وجہ سے کافی مرفہ الحال ہو گئے اور ''کوئی ربا'' میں ان سے زیادہ خوش حال اور کوئی نہیں تھا۔

جب آپؑ نے بت توڑے تو نمرود کے حکم پر آپؑ کو قید کر دیا گیا اور آپؑ کے لیے ایک بہت بڑا بھٹہ تیار کرایا گیا جس میں لکڑیاں ڈالی گئیں اور آگ بھڑکائی گئی۔ بعدازاں ابراہیمؑ کو آگ میں پھینک دیا گیا۔ جب آگ بجھی تو لوگوں نے دیکھا کہ ابراہیمؑ اُس سے صحیح سلامت باہر آ گئے۔ لوگوں نے نمرود کو اس کی اطلاع دی۔ نمرود نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو شہر بدر کر دیا جائے اور اُسے دولت اور مویشی ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کا یہ حکم سنایا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ان مویشیوں کی دیکھ بھال میں میری عمر کا ایک بڑا حصہ خرچ ہوا ہے، اگر تم مجھے میرے مویشی لے کر جانے کی اجازت نہیں دیتے تو یہ مویشی تم اپنے پاس رکھو اور میری زندگی کے جتنے سال مویشی کی نگہبانی میں خرچ ہوئے ہوں وہ زندگی کے ایام مجھے واپس کر دو۔

نمرود کے ایک قاضی کے پاس یہ مقدمہ چلا تو قاضی نے بھی وہی فیصلہ کیا جس کا مطالبہ ابراہیمؑ نے کیا تھا۔

نمرود نے قاضی کے فیصلہ کے بعد کہا کہ ابراہیمؑ کو مویشیوں سمیت جانے دیا جائے اور اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ کیونکہ اگر ابراہیمؑ یہاں رہا تو تمھارے دیوتاؤں کو نقصان پہنچائے گا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام نے عراق چھوڑ دیا اور شام کی طرف روانہ ہوئے اور عراق سے روانگی کے وقت آپؑ نے کہا تھا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾

''میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے ہدایت دے گا''۔

آپ نے ایک صندوق بنوایا اور اُس میں اپنی بیوی سارہ کو لٹایا اور صندوق بند کر دیا۔ جب آپؑ نمرود کی سلطنت کی حدود سے نکلے اور عرارہ قبطی کی حدودِ سلطنت میں داخل ہوئے تو سرحد پر اس کے مقرر کردہ نگران افسر نے ابراہیمؑ سے کہا کہ یہ صندوق کھولو تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ اس میں کیا ہے؟

ابراہیمؑ نے فرمایا: تم یہ فرض کرلو کہ اس میں سونا یا چاندی ہے تم ہم سے اس کا ٹیکس لے لو اور ہمیں جانے دو۔ نگران افسر نے کہا کہ ایسا ناممکن ہے۔ آپؑ کو صندوق کھول کر دکھانا ہوگا۔ پھر اس نے زبردستی صندوق کھلوایا تو اس میں حضرت سارہ لیٹی ہوئی تھیں۔ افسر نے کہا کہ یہ خاتون آپؑ کی کیا لگتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میری خالہ زاد ہے اور میری بیوی ہے۔

افسر نے کہا کہ تم نے اُسے صندوق میں کیوں بند کیا؟ آپؑ نے فرمایا: میں غیور ہوں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی نامحرم کی نگاہ اس پر پڑے۔ افسر نے کہا کہ میں تمھیں یہاں سے اس وقت تک نہ جانے دوں گا جب تک میں اس کی اطلاع اپنے بادشاہ کو نہ دوں گا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کے پاس قاصد بھیج کر اُسے رپورٹ کی۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ صندوق اس کے پاس روانہ کیا جائے۔ جب حکومتی عملہ کے افراد صندوق اُٹھانے کے لیے آئے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں اس صندوق کے ساتھ جاؤں گا اور میں یہ صندوق تمھارے ہاتھوں میں نہیں دوں گا۔

سرکاری افراد نے بادشاہ کو آپ کے رویہ کی اطلاع دی تو اس نے کہا: کوئی بات نہیں اُنھیں بھی صندوق کے ساتھ میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو صندوق کے ساتھ بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ بادشاہ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ اس صندوق کو کھولیں۔ آپؑ نے جواب دیا کہ اس میں میری بیوی ہے، اگر آپ چاہیں تو میں اپنی ساری دولت آپ کے سپرد کرسکتا ہوں، لیکن اس کی صرف یہی شرط ہے کہ آپ اس صندوق کو نہ کھلوائیں۔

بادشاہ کو غصہ آیا۔ اُس نے زبردستی صندوق کھلوایا۔ صندوق سے حضرت سارہ برآمد ہوئیں۔ بادشاہ نے بی بی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے غیرت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی: پروردگار! اس بادشاہ کا ہاتھ میری زوجہ سے دُور رکھ۔ بادشاہ کا ہاتھ وہیں سوکھ گیا۔ بادشاہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تیرے معبُود نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا؟

حضرتؑ نے فرمایا: جی ہاں، میرا خدا غیور ہے وہ حرام کو ناپسند کرتا ہے، اسی نے تیرے ہاتھ کو فعلِ حرام سے روکا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اب اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ میرا ہاتھ ٹھیک کردے۔ اگر میں ٹھیک ہوگیا تو پھر کوئی خیانت نہیں کروں گا۔ آپؑ نے خدا سے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔ اس کے بعد بادشاہ کی نیت بدل گئی۔ اس نے پھر ہاتھ بڑھایا۔ آپؑ نے

غیرت کی وجہ سے منہ پھیر لیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: پروردگار! اس کے ہاتھ کو روک دے۔ بادشاہ کا ہاتھ پھر خشک ہو گیا۔ بادشاہ نے حضرتؑ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرا خدا بھی غیور ہے اور تو بھی غیور ہے۔ اب اپنے خدا سے درخواست کر کہ وہ میرا ہاتھ ٹھیک کر دے، میں دوبارہ خیانت نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں اس شرط پر دعا مانگوں گا، اگر تو نے پھر خیانت کی تو میں دوبارہ دعا نہیں مانگوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ پھر آپؑ نے یوں دعا مانگی: خدایا! اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو اس کا ہاتھ ٹھیک کر دے۔ بادشاہ کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ جب بادشاہ نے آپؑ کی یہ کرامت دیکھی تو اس نے آپؑ کا اکرام کیا اور کہا کہ آپ آزاد ہیں، جہاں جانا چاہیں آپؑ کو اس کی اجازت ہے۔ البتہ آپؑ میری ایک خواہش کا احترام کریں۔ میرے حرم سرا میں ایک قبطی خاتون موجود ہے۔ میں اُسے آپ کی زوجہ کی خدمت کے لیے آپؑ کی بیوی کی نذر کرتا ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے منظور ہے۔ اس نے حضرت سارہ کو ایک بی بی بطور خادمہ کے دی۔ اس بی بی کا نام ''ہاجرہ'' تھا جو کہ بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں بنی۔ آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے تو بادشاہ آپؑ کے احترام کے لیے آپؑ کے پیچھے چلنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وحی کی کہ آپؑ رُک جائیں۔ بادشاہ کے آگے نہ چلیں۔ آپؑ اسے آگے کریں اور خود اس کے پیچھے چلیں، کیونکہ وہ حاکم ہے، زمین پر حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو۔

حضرت ابراہیمؑ نے بادشاہ سے فرمایا: میرے خدا نے مجھے یہ وحی کی ہے کہ میں آپ کی تعظیم کروں اور آپؑ کو اپنے آگے چلنے کے لیے کہوں اور خود تمھارے پیچھے چلوں۔ بادشاہ نے کہا: کیا واقعی خدا نے آپؑ کو یہ وحی کی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا معبود رحیم و حلیم اور کریم ہے اور اس سے مجھے آپ کے دین کی رغبت حاصل ہوئی ہے۔ پھر بادشاہ نے آپؑ کو الوداع کہا۔ ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چل کر شام کے دُور دراز علاقے کی طرف چلے گئے اور لوطؑ کو شام کے قریبی علاقہ میں ٹھہرایا۔

ابراہیمؑ کے ہاں جب کافی عرصہ تک اولاد نہ ہوئی تو آپؑ نے اپنی زوجہ سارہ سے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو ہاجرہ میری زوجیت میں دے دو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے کوئی اولاد عطا فرمائے۔ سارہ نے ہاجرہ کو آپؑ کے ہاتھ فروخت کر دیا جس سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

کتاب التوحید کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے اس قول اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ کا معنی یہ ہے کہ میں اپنا رُخ خدا کی طرف کر رہا ہوں اور میں اس کی عبادت کر کے اس کے تقرب کو تلاش کروں گا۔

G1

مجمع البیان میں برید بن معاویہ عجلی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی بشارتوں کے درمیان کتنے سالوں کا فاصلہ تھا؟

آپؑ نے فرمایا: دونوں بشارتوں میں پانچ سالوں کا فرق تھا اور فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ کے ذریعہ سے حضرت اسماعیلؑ کی بشارت دی گئی اور یہ بیٹے کے۔ لیے ابراہیمؑ کو یہ پہلی بشارت دی گئی تھی۔

کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سارہؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا تھا: "اس وقت آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اگر آپؑ خدا سے بیٹے کی درخواست کریں تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا ضرور قبول کرے گا"۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے صاحبِ علم بیٹے کی درخواست کی۔ اس کے جواب میں خدا نے فرمایا: میں تجھے صاحبِ حلم بیٹا عطا کروں گا۔ پھر میں تیری اطاعت کا امتحان لوں گا۔ پھر بشارت کے تین برس بعد آپؑ کے پاس خوش خبری پہنچی۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ علی بن فضال نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے نبی اکرمؐ کے فرمان انا ابن الذبیحین (میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں) کا مطلب دریافت کیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دو ذبیحوں سے حضرت اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ اور عبداللہ بن عبدالمطلبؑ مراد ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام وہ "غلام حلیم" ہیں جن کی قربانی کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں یہ بھی لکھا کہ مِنیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت ابراہیمؑ سے جبریل امینؑ نے کہا تھا کہ آپؑ کے دل کی جو تمنا ہو آپؑ خدا سے اس کے بَر لانے کے لیے دعا کریں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں یہ تمنا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزند اسماعیلؑ کو بچا لے اور اس کی جگہ دُنبہ کو ذبح کرائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری کر دی۔ "تمنا" اور "آرزو" کو عربی زبان میں مِنیٰ کہا گیا۔ قرآنِ کریم بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند سے کہا:

اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲

"اے فرزند! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تم کیا رائے رکھتے ہو؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! آپؑ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپؑ اس پر عمل کریں۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"۔

آیتِ مجیدہ کے الفاظ اِنِّیٓ اَرٰی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو یہ خواب متعدد بار دکھایا گیا تھا۔

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! آپؑ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپؑ اس پر عمل کریں۔ خدا نے چاہا تو آپؑ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

حضرت اسماعیلؑ نے اِفۡعَلۡ کہا تھا۔ اذبح نہیں کہا تھا یعنی یہ نہیں کہا کہ آپؑ مجھے ذبح کریں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ممکن ہے کہ یہ صرف امتحان ہی ہو، ذبح کرنا مقصود نہ ہو۔ علاوہ ازیں حضرت اسماعیلؑ کے یہ الفاظ تُؤۡمَرُ (آپؑ کو حکم دیا جا رہا ہے) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبیؐ کا خواب محض خواب نہیں ہوتا بلکہ وہ امرِ الٰہی ہوتا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ نے یہ کہا تھا: سَتَجِدُنِیٓ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ''خدا نے چاہا تو آپؑ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے''۔ لفظ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب تک اللہ کی مدد شاملِ حال نہ ہو اُس وقت تک صبر کرنا ممکن نہیں ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ بادشاہِ روم نے خط لکھ کر پوچھا تھا کہ وہ سات اشیاء کون سی ہیں جو نہ تو رحمِ مادر میں رہیں اور نہ ہی باپ کے صُلب میں رہیں؟ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: وہ سات چیزیں یہ ہیں:

(۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرت حواؑ (۳) حضرت اسماعیلؑ کے عوض ذبح ہونے والا دُنبہ (۴) حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی (۵) جنت کا سانپ (۶) قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سمجھانے والا کوا (۷) ابلیس لعین۔

کتاب التوحید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا پھر ذبحِ عظیم کے عوض اس کے ذبح کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ یہ واقعہ ''بداء'' کی ایک اہم مثال ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فتح بن یزید سے فرمایا: اللہ کے دو طرح کے ارادے اور دو طرح کی مشیئتیں ہیں:

[۱] حتمی ارادہ [۲] عزمی ارادہ۔ بعض اوقات وہ کسی چیز سے منع کرتا ہے، لیکن مشیت یہ ہوتی ہے کہ اس پر عمل ہو۔ اور بعض اوقات وہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے، لیکن ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر عمل نہ ہو۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور اُس کی زوجہ کو ایک مخصوص درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا، جب کہ مشیت یہ تھی کہ وہ درخت کا پھل کھائیں (اور اس طرح سے اُنھیں زمین پر بھیجا جائے) اگر مشیت نہ ہوتی تو آدمؑ و حواؑ شجرۂ ممنوعہ کے قریب نہ جاتے اور اس کا ثمر نہ کھاتے۔

اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیمؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے فرزند اسماعیلؑ کو ذبح کریں، لیکن مشیت یہ تھی کہ اسماعیلؑ زندہ رہے۔

فتح بن یزید نے یہ سنا تو کہا کہ مولاؑ! آپؑ نے میری بہت سی مشکلات آسان کر دیں۔

امالی طوسی، مجمع الدعوات اور مصباح الزائر میں مرقوم ہے کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیلؑ کے لیے جاری ہوا تھا۔

مجمع البیان میں تفسیر عیاشی کے حوالہ سے منقول ہے کہ برید بن معاویہ عجلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اسماعیلؑ کی بشارت اور اسحاقؑ کی بشارت میں کتنے سالوں کا وقفہ تھا؟ آپؑ نے فرمایا: ان دو بشارتوں کے درمیان پانچ سال کا وقفہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے "غلام حلیم" کی جو بشارت دی تھی اس کے مصداق حضرت اسماعیلؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو پہلے اسماعیلؑ سے نوازا، پھر اُنھیں اسحاقؑ عطا کیا۔ ایک دن اسحاق علیہ السلام اپنے والد کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسماعیلؑ آئے، اُنھوں نے اسحاقؑ کو والد کی گود سے اٹھایا اور خود بیٹھ گئے۔ یہ منظر اسحاقؑ کی والدہ حضرت سارہؑ نے دیکھا تو اُنھیں سخت غصہ آیا اور اُنھوں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ایک کنیز زادہ میرے بیٹے کو آپؑ کی آغوش سے اُٹھا رہا ہے۔ آپؑ ہاجرہ اور اُس کے بیٹے کو مجھ سے دُور کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہؑ اور اُس کے فرزند کی جدائی شاق محسوس ہوئی۔ اس رات خدا نے ابراہیمؑ کو اسماعیلؑ کے ذبح ہونے کا خواب دکھایا اور حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو عرفہ کے دن مکہ کی وادی میں ذبح کریں۔

قربانی کا واقعہ

جب ایامِ حج قریب آئے تو آپ نے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو اُونٹ پر سوار کیا اور شام سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ پہنچ کر آپ نے بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کیا، پھر مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ روانہ ہوئے اور وہاں مناسکِ حج ادا کیے اور مکہ واپس آئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا اور باپ بیٹا "سعی" کرنے لگے۔

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا: فرزند! میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تیری رائے کیا ہے؟

اسماعیلؑ نے عرض کیا: اباجان! آپؑ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپؑ اس پر عمل کریں۔

جب باپ بیٹا "سعی" سے فارغ ہوئے تو "منیٰ" آئے۔ وہ قربانی کا دن تھا۔ جب وہ "جمرہ وسطیٰ" کے قریب آئے تو اُنھوں نے فرزند کو جبین کے بل لٹایا اور ذبح کرنے کے لیے چھری اُٹھائی۔ اس وقت یہ ندا بلند ہوئی: اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا "اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا"۔

اسماعیل علیہ السلام کو خدا نے بچا لیا، ان کی جگہ دنبہ ذبح ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنبہ کا گوشت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

الکافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام علی رضا علیہما السلام سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا: اگر دنبہ کے گوشت سے کسی دوسرے جانور کا گوشت زیادہ بہتر ہوتا تو اللہ تعالیٰ دنبہ کو اسماعیلؑ کا بدلہ بنا کر نہ بھیجتا۔

مجمع البیان میں عیاشی اور قمی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ذبح ہونے والے اسحاق تھے لیکن قول صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیلؑ تھے کیونکہ نبی اکرم کا فرمان ہے:

انا ابن الذبیحین "میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں"۔

رسولِ خدا کا سلسلۂ نسب حضرت اسماعیلؑ سے ملتا ہے نہ کہ حضرت اسحاقؑ سے۔ اور دو ذبیحوں سے مراد حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ ہیں۔ اگر اسحاق علیہ السلام کو ذبیح مان لیا جائے تو آنحضرتؐ کی یہ حدیث غلط قرار پائے گی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کے متعلق ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے اپنے بھائی اسماعیل کے کمال صبر کی داستان سنی تو ان کے دل میں حسرت پیدا ہوئی کہ کاش اسماعیلؑ کی جگہ وہ ہوتے اور وہ بھی بھائی کی طرح سے صبر کا مظاہرہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا جذبہ پسند آیا اور ملائکہ میں ان کا نام "ذبیح" رکھ دیا۔

مجمع البیان میں قول ضعیف کے تحت یہ روایت مرقوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسحاقؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ اسحاق اپنی والدہ سارہ کے ساتھ حج کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جب وہ منیٰ پہنچے تو جمرہ پر پتھر مارے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارہ کو روانہ کیا اور اسحاقؑ کو اپنے ساتھ لیا اور جب جمرہ وسطیٰ کے مقام پر پہنچے تو آپؑ نے بیٹے سے مشورہ کیا۔ بیٹے نے کہا کہ آپ اللہ کے فرمان پر عمل کریں۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص نمودار ہوا۔ اس نے ابراہیمؑ سے کہا کہ آپ اس بچے سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔

بوڑھے نے کہا: سبحان اللہ! معصوم بچے کو ذبح کرتے ہو جس نے پلک جھپکنے کی دیر کے لیے بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی؟! ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے اللہ نے حکم دیا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ اللہ نے ناحق قتل سے روکا ہے، تجھے یہ حکم شیطان نے دیا ہے۔ جب ذبح پر آمادہ ہوئے تو بچے نے کہا: ابا جان! میرے چہرے کو کپڑے سے ڈھانک دو اور میرے جسم کو رسیوں سے باندھ دو۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: فرزند! ذبح بھی کروں اور رسیوں سے بھی تجھے باندھوں، میں تجھے دو اذیتیں نہیں دینا

چاہتا۔ پھر آپؑ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور چھری اُٹھائی۔ جبریلِ امینؑ نے چھری اُلٹ دی اور مقامِ ثبیر سے دُنبہ کو کھینچا اور اسے چھری کے نیچے کر دیا اور پھر بچے کو وہاں سے ہٹا لیا۔ اس وقت "مسجدِ خیف" کی بائیں سمت سے یہ ندا آئی:

اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم احسان کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں، یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اس اِثنا میں ابلیس لڑکے کی ماں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں نے ایک بوڑھے کو منیٰ میں دیکھا ہے، نجانے وہ کون ہے؟

بی بی نے کہا کہ وہ میرا شوہر ہے۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے ایک نوخیز کو دیکھا۔ بی بی نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ بوڑھا تیرے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لِٹا رہا تھا۔ بی بی نے کہا کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو تمام انسانوں سے زیادہ رحم دل انسان ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو کیسے ذبح کر سکتا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ آسمان و زمین کے رب اور ربِ کعبہ کی قسم! میں نے اسے اسی حالت میں دیکھا ہے۔ بی بی نے کہا: آخر انھیں ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ بوڑھا کہتا ہے کہ اس کے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ بی بی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اُسے اطاعتِ خدا میں بیٹا ذبح کرنے کا حق حاصل ہے۔ بی بی نے جلدی سے مناسک ادا کیے اور منیٰ کی طرف دوڑ پڑیں اور سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: خدایا! میں نے مادرِ اسماعیلؑ پر جو زیادتی کی تھی اس کی وجہ سے میرا مؤاخذہ نہ کرنا۔ بی بی آئی، بیٹے سے ملی، بیٹے کی گردن پر چھری کا نشان دیکھا تو ان کی چیخ نکل گئی اور بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری کی حالت میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

الکافی اور تفسیر قمی میں بھی یہ روایت چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مرقوم ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے اپنے والد سے عرض کیا تھا کہ آپ مجھے حالتِ سجدہ میں ذبح کریں تاکہ میرا چہرہ آپ کی نظر کے سامنے نہ ہو، مبادا آپ کے صبر میں فرق آ جائے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ شام کے ایک یہودی عالم نے حضرت علیؑ سے کہا کہ ابراہیمؑ اپنے بیٹے کے ذبیحہ کی آزمائش سے گزرے تھے تو کیا تمھارا نبی بھی کسی ایسی آزمائش سے گزرا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہمارے نبی کو اس سے بھی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اللہ نے ابراہیم کی آزمائش کی تھی لیکن ان کے بیٹے کو بچا لیا تھا لیکن ہمارے نبی کو ان کے چچا حمزہ کا سخت صدمہ اُٹھانا پڑا تھا اور آپ نے اس پر کمالِ صبر کا مظاہرہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر حمزہ کی بہن صفیہ برداشت کر سکتی تو میں حمزہ کی لاش کو یونہی کھلے عام چھوڑ دیتا اور قیامت کے

دن وہ درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں سے برآمد ہوتے۔

تفسیر قمی اور مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اسماعیلؑ کی جگہ ذبح ہونے والا دُنبہ آسمان سے اُترا تھا اور مسجدِ منیٰ کے دائیں جانب پہاڑ پر "جمرہ وسطیٰ" کے سامنے اُتارا گیا تھا۔

عیون الاخبار میں فضل بن شاذان سے منقول ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب اسماعیل علیہ السلام ذبح ہونے سے بچ گئے اور ان کی جگہ دُنبہ ذبح ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ کو دل میں دکھ سا ہوا اور انھوں نے دل ہی دل میں کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اسماعیلؑ میرے ہاتھوں سے ذبح ہو جاتے تاکہ اس صدمہ پر میں صبر کرتا اور خدا سے اس کی جزا حاصل کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں وحی کی کہ ابراہیمؑ! میری تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیار کس سے ہے؟

انھوں نے عرض کیا: خدایا! مجھے سب سے زیادہ پیار تیرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

خدا نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ تمھارا بیٹا قتل ہوتا تو تمھیں اس کا زیادہ دکھ پہنچتا یا محمدؐ کا بیٹا ظالموں کے ہاتھوں سے ذبح ہو تو تمھیں اس کا زیادہ دکھ پہنچے گا؟ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: خدایا! مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ محمدؐ کے بیٹے کا دکھ ہوگا۔

اللہ نے فرمایا: تو سن! محمدؐ کی اُمت اپنے نبیؐ کے بعد ظلم وستم سے اس کے فرزند کو قتل کرے گی اور اسے یوں بے دردی سے ذبح کیا جائے گا جیسا کہ دنبہ کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کے قاتل میری ناراضگی کے حق دار ہوں گے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے شہادتِ حسینؑ کی خبر سنی تو انھیں بہت دکھ ہوا اور رونے لگ گئے۔

اللہ نے فرمایا: اگر تم اسماعیلؑ کو ذبح کرتے اور تمھیں اس کا دکھ ہوتا اور دکھ پر تمھیں اجر ملتا تو تمھیں حسینؑ کی شہادت سن کر جو دکھ ہوا ہے، یہ دکھ اُس دکھ کا فدیہ ہے۔ میں نے تیرے لیے اہلِ عزا کے بلند ترین مقامات واجب کر دیے ہیں اور یہی وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کا مطلب ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّہُمَا مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ اِنَّ
اِلۡیَاسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾
اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّ تَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰہَ رَبَّکُمۡ وَ رَبَّ
اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ فَکَذَّبُوۡہُ فَاِنَّہُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ
الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلۡ
یَاسِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا
الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ اِنَّ لُوۡطًا لَّمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذۡ نَجَّیۡنٰہُ وَ اَہۡلَہٗۤ
اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوۡزًا فِی الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾
وَ اِنَّکُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَیۡہِمۡ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّیۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾
وَ اِنَّ یُوۡنُسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذۡ اَبَقَ اِلَی الۡفُلۡکِ
الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاہَمَ فَکَانَ مِنَ الۡمُدۡحَضِیۡنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالۡتَقَمَہُ الۡحُوۡتُ
وَ ہُوَ مُلِیۡمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوۡ لَاۤ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیۡ بَطۡنِہٖۤ
اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذۡنٰہُ بِالۡعَرَآءِ وَ ہُوَ سَقِیۡمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ اَنۡۢبَتۡنَا
عَلَیۡہِ شَجَرَۃً مِّنۡ یَّقۡطِیۡنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَ اَرۡسَلۡنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلۡفٍ اَوۡ
یَزِیۡدُوۡنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوۡا فَمَتَّعۡنٰہُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسۡتَفۡتِہِمۡ اَلِرَبِّکَ

الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾

"بے شک ہم نے موسیٰؑ و ہارونؑ پر احسان کیا اور ہم نے ان دونوں اور ان دونوں کی قوم کو عظیم دُکھ سے نجات دی۔ ہم نے ان کی مدد کی جس کی وجہ سے وہ غالب رہے۔ ہم نے انھیں نہایت واضح مطالب رکھنے والی کتاب عطا کی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے کی ہدایت کی۔ ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر باقی رکھا۔

سلام ہو موسیٰؑ اور ہارونؑ پر۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں مومن بندوں میں سے تھے۔

یقیناً الیاسؑ رسولوں کی جماعت کے فرد تھے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم خدا سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ تم لوگ "بعل" کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین خدا کو چھوڑ دیتے ہو جو کہ تمھارا اور تمھارے آبائے اوّلین کا رب ہے۔

انھوں نے اسے جھٹلایا تو سب کے سب سزا کے لیے پیش کیے جانے والے ہیں۔ بجز اُن بندگانِ خدا کے جنھیں خالص کیا گیا ہے۔ ہم نے ان کا ذکر آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔

سلام ہو آلِ یاسین پر۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

یقیناً لوطؑ رسولوں کی جماعت کے فرد تھے۔ جب ہم نے اسے اور اس کے تمام خاندان کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے باقی تمام افراد کو تباہ و برباد کر دیا۔ تم ان کے اُجڑے ہوئے دیار سے شب و روز گزرتے ہو تو کیا

تمھیں عقل نہیں آتی؟

یقیناً یونسؑ رسولوں کی جماعت کے فرد تھے۔ جب ہم نے اسے اور اس کے تمام خاندان کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے باقی تمام افراد کو تباہ و برباد کر دیا۔ تم ان کے اُجڑے ہوئے دیار سے شب و روز گزرتے ہو تو کیا تمھیں عقل نہیں آتی؟

یقیناً یونسؑ رسولوں کی جماعت کے فرد تھے جب وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے۔ پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے تو وہ مات کھانے والوں میں سے بن گئے۔ مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والوں میں سے تھے۔ اگر وہ تسبیح خوانوں میں سے نہ ہوتے تو روزِ قیامت تک اس کے شکم میں رہتے۔

پھر ہم نے اسے بیمار حالت میں چٹیل زمین پر پھینک دیا اور اس پر ایک کدو کا درخت اُگا دیا اور ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آبادی کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ وہ ایمان لائے تو ہم نے ایک عرصہ تک انھیں باقی رکھا۔

آپ ان سے پوچھیں کہ کیا تمھارے پروردگار کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لیے بیٹے ہوں؟ کیا ہم نے ملائکہ کو لڑکیاں بنایا ہے اور یہ اس کے گواہ ہیں؟

آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنی طرف سے گھڑ کر کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ یقیناً یہ جھوٹے ہیں تو کیا اللہ نے اپنے لیے بیٹوں کے بجائے بیٹیاں پسند کرلی ہیں؟ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ کیا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل موجود ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔ انھوں نے خدا اور پوشیدہ مخلوق کے درمیان نسبی رشتہ بنا رکھا ہے جب کہ پوشیدہ مخلوق جانتی ہے کہ انھیں خدا کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ وہ جو کچھ خدا کے وصف بیان کر رہے ہیں خدا اس سے کہیں پاک و منزہ ہے۔ سوائے اس

وصف کے جو کہ خدا کے چنے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔
پھر تم اور جن کی تم پوجا کر رہے ہو، سب مل کر بھی کسی کو اس کے خلاف بھڑ کا نہیں سکتے بجز اُس کے جو دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جھلسنے والا ہو اور ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک مقام مقرر ہے۔ ہم صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔
یہ لوگ پہلے یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس وہ "ذکر" ہوتا جو پہلی قوموں کو ملا تھا تو ہم بھی خدا کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔ پھر انھوں نے اس کا انکار کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے۔ ہم اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں۔ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔
آپ کچھ عرصہ کے لیے ان سے منہ پھیر لیں۔ آپ ان کو دیکھتے رہیں عنقریب وہ خود بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ کیا یہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں؟ جب ہمارا عذاب ان کے آنگن میں اُترے گا تو متنبہ کی جانے والی قوم کے لیے وہ وقت انتہائی بُرا ہوگا۔
آپ کچھ عرصہ کے لیے اُن سے منہ پھیر لیں اور آپ دیکھیں وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔
جو توصیف یہ کر رہے ہیں تیرا رب عزت کا مالک اس سے کہیں پاک اور منزہ ہے۔ رسولوں پر سلام، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں"۔

موسیٰؑ و ہارونؑ پر اللہ کے انعامات

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

"بے شک ہم نے موسیٰؑ و ہارونؑ پر احسان کیا"۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کو نبوت و کتاب عطا کی۔ انھیں اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلائی اور انھیں ہادیٔ برحق مقرر کیا اور قدم قدم پر خدا نے ان کی مدد کی، ان کے لیے دریا کو شگافتہ کیا اور ان کے تمام دشمنوں کو غرق کیا۔
انھیں "کتاب مستبین" عطا کی اور انھوں نے اس کے ذریعے سے مجہولات کو معلومات میں تبدیل کیا

اور کتاب مستبین سے ایسی کتاب مراد ہے جو دنیا و آخرت کے لیے کار آمد ہو۔

قولہ تعالیٰ: وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾

"ہم نے ان دونوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کی"۔

اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی ہدایت کو دونوں بھائیوں تک محدود کیا۔ اُن کے ساتھ ان کی قوم کو شریک نہیں کیا کیونکہ اصلی ہدایت یافتہ دونوں بھائی تھے اور اگر بنی اسرائیل میں سے کسی کو ہدایت نصیب ہوئی وہ ان بزرگواروں کے طفیل نصیب ہوئی۔

حضرت الیاس علیہ السلام

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

"یقیناً الیاسؑ رسولوں کی جماعت کے فرد تھے"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق آلِ ہارونؑ سے تھا اور خدا نے اُنھیں شہر بعلبک کی طرف مبعوث کیا تھا۔ اس شہر میں "بعل" نامی دیوتا کا بڑا مندر تھا اور وہ لوگ اس بت کی عبادت کرتے تھے۔ آپؑ نے لوگوں کو ملامت کی اور اُن سے فرمایا کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر "بعل" نامی بت کی عبادت کرتے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ احسن الخالقین ہے۔ وہ تمھارا اور تمھارے آبائے اوّلین کا رب ہے۔ اس کی ربوبیت بتوں کی مزعومہ ربوبیت جیسی نہیں ہے، کیونکہ بتوں کے متعلق ہر ایک کا عقیدہ مختلف تھا۔ ایک قبیلہ کسی بت کو مانتا تھا اور دوسرا قبیلہ کسی دوسرے بت کو مانتا تھا، جب کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام ہے۔ وہ حاضر، ماضی اور مستقبل کے تمام انسانوں کا رب ہے۔ اُس کی تخلیق و تدبیر سب پر حاوی ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

"انھوں نے الیاسؑ کی تکذیب کی تو وہ سب کے سب عذاب کے لیے پیش کیے جائیں گے سوائے اللہ کے خالص کیے ہوئے بندوں کے"۔

قرآنِ کریم کا اسلوب یہ ہے کہ لفظ "احضار" اور اس کے مشتقات جب مطلق ہوں تو اس سے عذاب و شر کے لیے اکٹھا کیا جانا مراد لیا جاتا ہے۔ آیت ضمنی طور پر یہ بھی واضح کرتی ہے کہ ساری قوم نے الیاسؑ کی تکذیب نہیں کی تھی، اللہ کے مخلص بندوں نے ان کی تصدیق بھی کی تھی۔

قولہ تعالیٰ: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

"ہم نے ان کا ذکر آنے والی نسلوں میں باقی رکھا"۔

اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ان کے نام کو اور ان کی فکر کو آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔ (اضافۃ من المترجم، ملخصا عن المیزان)

حضرت الیاسؑ کا نام قرآنِ کریم میں دو مقامات پر لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور دوسری بار سورۂ صافات کی آیت ۱۲۳ میں ان کا نام لیا گیا ہے۔

آلِ یاسین سے کیا مراد ہے؟

عیون الاخبار میں ایک طویل روایت مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے علمائے اُمت کی موجودگی میں مامون کے دربار میں اُمت اور عترت کے بارہ فرق بیان کیے تھے۔ اُس روایت کا کچھ حصّہ یہ ہے:

مامون نے کہا کہ کیا آپؑ کے پاس آل کے متعلق اس سے واضح کوئی اور دلیل بھی موجود ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: آپ حضرات یہ بتائیں کہ يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ کی آیات میں لفظ یٰسٓ سے کیا مراد ہے؟

علماء نے کہا کہ یٰسٓ سے رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ مراد ہیں اور اس میں آج تک کسی نے شک نہیں کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کو وہ فضیلت دی ہے جس کی حقیقت تک رسائی ہو سکتی ہے، جس کی عقل صاف و شفاف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے علاوہ اور کسی پر نام لے کر سلام نہیں بھیجا۔

مثلاً ارشادِ خداوندی ہے: سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ (صافات/۷۹) "عالمین میں نوحؑ پر سلام ہو"۔

پھر فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (صافات/۱۰۹) "ابراہیمؑ پر سلام ہو"۔

پھر فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (صافات/۱۲۰) "موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلام ہو"۔

اللہ نے پورے قرآن میں سلام علی آلِ نوحؑ نہیں کہا۔ اسی طرح سے اللہ نے سلام علیٰ آلِ ابراھیمؑ نہیں کہا۔ اسی طرح سے خدا نے سلام علیٰ آلِ موسیٰؑ و ھارونؑ نہیں کہا۔ لیکن جب ہمارے نبی یٰسٓ کی باری آئی تو اللہ نے فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ "آلِ یٰسین پر سلام ہو، یعنی آلِ محمدؐ پر سلام ہو"۔ یہ نکتہ سن کر مامون عش عش کر اُٹھا۔

معانی الاخبار میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ کی آیت پڑھ کر فرمایا: یٰسٓ محمدؐ ہیں اور آلِ یٰسٓ ہم ہیں۔

احتجاج طبرسی میں بھی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہی مفہوم حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔

قوله تعالٰی: وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾

"تم قومِ لوط کے اُجڑے دیار سے صبح شام گزرتے ہو، کیا تمھیں عقل نہیں آتی؟"

قوم لوط کی ویران اور معذب سرزمین مکہ اور شام کے راستے میں تھی۔ وہاں سے اہلِ مکہ کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اسی لیے اللہ نے انھیں اس کی طرف متوجہ کیا۔

روضہ کافی میں اس آیت کی تاویل یہ بیان کی گئی ہے کہ ابوربیع شامی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: جب تم صبح شام قرآن میں ان کا ذکر پڑھتے ہو تو گویا تم وہاں سے گزر رہے ہوتے ہو۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ

قرآنِ کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی طرح سے ایک جگہ پر مذکور نہیں ہے۔ اس کے مختلف حصے مختلف سورتوں میں مذکور ہیں۔

① سورۂ صافات میں بیان ہوا ہے کہ یونسؑ اللہ کے رسول تھے اور وہ ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوئے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی تو وہ قرعہ میں ہار گئے۔ انھیں ایک مچھلی نے نگل لیا تھا۔ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو روزِ قیامت تک انھیں شکمِ ماہی میں رکھا جاتا۔ پھر ہم نے اسے ویران زمین پر بیماری کی حالت میں پھینک دیا اور اس پر کدو کا ایک درخت اُگایا اور انھیں ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آبادی کی طرف روانہ کیا۔ وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک مخصوص وقت تک دنیاوی فائدہ پہنچایا۔

② سورۂ انبیاء میں ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے: "اور ذوالنون جب غضب ناک ہو کر روانہ ہوا تو اس نے یہ گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے، اس نے تاریکیوں میں ندا دی کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، تو پاک ہے، میں ظالموں میں سے ہوں"۔ ہم نے اُس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی۔ ہم اسی طرح سے اہلِ ایمان کو نجات دیا کرتے ہیں۔

③ سورۂ ن والقلم کی آیات کا ترجمہ یہ ہے: "آپ اپنے رب کے فرمان پر صبر کریں اور مچھلی والے کی مانند نہ بنیں۔ جب اس نے پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ اگر رب کی نعمت اس کے شاملِ حال نہ ہوتی تو اسے بے آب و گیاہ زمین پر قابلِ مذمت بنا کر پھینکا جاتا۔ پھر اُس کے پروردگار نے اسے چن لیا اور اُسے صالحین میں سے قرار دیا"۔

۴ سورۂ یونس کی آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''عذاب دیکھنے کے بعد کسی بھی قوم کا ایمان ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہو سوائے یونسؑ کی قوم کے۔ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دنیاوی زندگی میں ان سے رسوائی کے عذاب کو دُور کر دیا تھا اور انھیں ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا''۔

آپ کے قصہ کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ نے انھیں اہلِ نینویٰ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے کافی عرصہ تک لوگوں کی تبلیغ کی، مگر پورے شہر میں سے صرف دو افراد آپ پر ایمان لائے۔ ان میں سے ایک عبادت کا گرویدہ بنا اور بہت بڑا عابد بن گیا اور دوسرے کو علم سے محبت تھی وہ اپنے دور کا بہت بڑا عالم بن گیا۔

جب اہلِ شہر کی تکذیب حد سے زیادہ بڑھی تو حضرت یونسؑ نے اللہ سے عذاب کی درخواست کی۔ اللہ نے فرمایا: تمھاری بددعا قبول کی جاتی ہے اور فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔

آپؑ نے اہلِ شہر کو عذاب کی آمد سے مطلع کیا۔ اہلِ شہر نے آپؑ کا مذاق اڑایا۔ آپؑ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اس شہر کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اس پر عذاب آنے والا ہے۔

عابد نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں۔ اب یہ شہر ہمارے رہنے کے قابل نہیں ہے لیکن آپ کے عالم شاگرد نے عرض کیا: آپ نے جلد بازی کی ہے۔ میں اسی شہر میں رہوں گا۔ ہم خدا سے استغفار کریں گے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم پر ترس آجائے اور وہ آئے ہوئے عذاب کو دُور کر دے۔ الغرض آپ شہر سے باہر گئے۔ دریائے فرات پر ایک کشتی تیار کھڑی تھی۔ آپ اس میں بیٹھ گئے۔ جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو ایک ہیبت ناک مچھلی نے منہ نکالا۔

ملاحوں نے کہا کہ اس کشتی میں کوئی نہ کوئی خطا کار یا اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام بیٹھا ہے۔ اگر اسے دریا میں نہ پھینکا گیا تو مچھلی پوری کشتی کو اُلٹ دے گی۔ پھر انھوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ تین بار قرعہ اندازی ہوئی اور ہر بار قرعہ آپؑ کے نام پر نکلا۔ آپؑ اُٹھے اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ مچھلی نے منہ کھولا اور آپ کو نگل لیا۔ جب آپؑ شکمِ ماہی میں پہنچے تو آپ نے خدا کی تسبیح کی اور کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ (سورۂ انبیاء، آیہ ۸۷)۔ مچھلی مختلف دریاؤں اور سمندروں سے گزرتی رہی۔ آخرکار اُس نے آپ کو کوفہ کے قریب اُگل دیا۔

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپؑ کی جلد انتہائی نازک ہو چکی تھی اور آپؑ دھوپ برداشت کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اللہ نے آپؑ کے لیے کدو کی ایک بیل پیدا کی جس کے چوڑے پتوں کے سائے میں آپؑ آرام کرتے رہے اور

جب آپؑ تندرست ہو گئے اور چلنے پھرنے کے لیے گئے اور واپس آئے تو بیل خشک ہو چکی تھی۔ آپؑ کو بیل خشک ہونے کا بڑا صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: یونسؑ! کیوں غمگین ہو؟ عرض کیا: خدایا! میں اس کے سائے میں آرام کرتا تھا لیکن میری آرام گاہ مجھ سے چھن گئی۔

خدا نے فرمایا: اس بیل کو تم نے کاشت نہیں کیا تھا اور نہ ہی تم نے کسی دن اسے پانی پلایا تھا پھر بھی تمھیں اس کے سوکھ جانے کا افسوس ہے۔ تمھیں میری مخلوق پر رحم کیوں نہیں آیا؟ جب کہ وہ تو سب میری مخلوق ہیں۔ میں نے انھیں پیدا کیا ہے، انھیں رزق دیا ہے مگر تم سب کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ تمھارے بعد ہم نے ان پر عذاب نازل کیا تھا لیکن انھوں نے اجتماعی توبہ کی تھی، ہمیں ان پر رحم آ گیا اور ہم نے اپنا عذاب ان سے دُور کر دیا۔ اب تم جاؤ ہمارے بندوں کو تمھارا انتظار ہے۔

الغرض آپؑ واپس آئے اور ایک لاکھ سے زیادہ آبادی آپؑ پر ایمان لائی۔ (اضافۃ من المترجم)

ولایتِ علیؑ اور حضرت یونسؑ

مناقب ابن شہر آشوب میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عمر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپؑ یہ کہتے ہیں کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں اس لیے گئے تھے کہ خدا نے اُن کے سامنے علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت کو پیش کیا تھا تو انھوں نے تھوڑا سا پس و پیش سے کام لیا تھا کیا یہ بات درست ہے؟

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، یہ سچ ہے۔

ابن عمر نے کہا کہ اگر آپؑ سچے ہیں تو مجھے اِس کی کوئی نشانی دکھائیں۔

امام علیہ السلام نے اُس کی آنکھوں پر اور اِس کے ساتھ میری آنکھوں پر پٹی باندھی۔ کچھ دیر بعد آپؑ نے ہم سے کہا کہ اب پٹی ہٹا دو اور آنکھیں کھولو۔ ہم نے پٹی کھول کر دیکھا تو ایک متلاطم سمندر کے کنارے پر کھڑے تھے۔

ابن عمر نے کہا: میرے آقاؑ! مجھے بچانا۔

آپؑ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ اور یہ چیز دیکھو۔ پھر آپؑ نے آواز دی کہ مچھلی! کنارے پر آ جا۔ کچھ لمحات بعد سمندر سے ایک پہاڑ جیسی مچھلی نے سر نکالا اور وہ عربی زبان میں کہہ رہی تھی: لبیك لبیك یاولی اللّٰه۔

آپؑ نے فرمایا: تو کون ہے؟

اُس نے کہا کہ میں وہ مچھلی ہوں جس نے یونسؑ کو نگلا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: ہمیں واقعات سناؤ۔

اُس نے کہا: میرے آقا! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر آپؑ کے جد محمد مصطفیٰؐ تک جتنے بھی نبی مبعوث کیے، اُن سب کے سامنے تمھاری ولایت پیش کی، جس نے قبول کیا تو وہ آزمائش سے بچ گیا اور جس نے تھوڑا سا توقف کیا تو اس پر کوئی نہ کوئی آزمائش نازل ہوئی۔ مثلاً آدمؑ سے ترکِ اولیٰ صادر ہوا، نوحؑ کو پانی کی آزمائش سے گزرنا پڑا، ابراہیمؑ کو نارِ نمرود میں جانا پڑا، یوسفؑ کو کنوئیں میں جانا پڑا، ایوبؑ کی آزمائش ہوئی، داؤد سے غلطی صادر ہوئی۔

جب اللہ نے یونسؑ کو مبعوث کیا تو اس سے کہا کہ تم امیرالمومنین علیؑ اور اس کی صلب سے پیدا ہونے والے آئمہ کی ولایت قبول کرو۔ یونسؑ نے کہا: خدایا! میں اس کی ولایت کیسے قبول کرلوں جسے نہ تو میں نے دیکھا ہے اور نہ ہی اسے پہچانتا ہوں؟ پھر وہ ناراض ہوکر چلا۔ اللہ نے مجھے وحی کی کہ تم جاؤ اور اس کو نگل لو لیکن اس کی ہڈیوں کو نقصان نہ پہنچانا۔ میں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور اسے نگل لیا۔ وہ چالیس دن تک میرے شکم میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ کی تسبیح پڑھتا رہا اور کہتا رہا: خدایا! میں نے علیؑ اور اس کی اولاد کی ولایت کو قبول کرلیا ہے۔ جب وہ آپؑ کی ولایت پر ایمان لایا تو خدا نے مجھے حکم دیا کہ اسے اب خشکی پر اُگل دو۔ چنانچہ میں نے انھیں ساحل پر اُگل دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اب تم واپس چلی جاؤ۔ امامؑ کا حکم سنا تو مچھلی واپس چلی گئی۔

بصائر الدرجات میں حبۃ العرنی سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے میری ولایت کو اہلِ آسمان اور اہلِ ارض پر پیش کیا۔ جس نے اقرار کیا، سو اقرار کیا، جس نے انکار کیا سو انکار کیا۔ یونسؑ نے انکار کیا تھا تو اللہ نے اسے شکمِ ماہی میں قید کر دیا۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سعد الخیر کو ایک خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ انبیاء "ہمیشہ انبیاءؑ کی اطاعت کرتے تھے اور اگر ان میں سے کسی ایک سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو اللہ نے انھیں بھی تادیب کی۔ کسی کو جنت سے نکالا، کسی کو شکمِ ماہی میں قید کیا اور اعتراف وتوبہ کے بغیر اسے نجات نہ ملی۔

قرعہ اندازی

تہذیب الاحکام میں اسحاق مرادی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی کے

ہاں ایسا بچہ جنم لے جو نہ مرد ہو اور نہ عورت ہو، اس کو صرف دبر لگی ہوئی ہو تو اُسے مرد کی میراث دینی چاہیے یا عورت کی؟

آپؑ نے فرمایا: حاکم کے ساتھ اور لوگ بیٹھ جائیں اور حاکم کو چاہیے کہ وہ اللہ سے دعا مانگے، پھر قرعہ اندازی کرے، اگر مردانہ قرعہ آئے تو اسے میراث میں مرد کی میراث دے ورنہ اسے عورت کی میراث دے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: قرعہ اندازی سے بہتر فیصلہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ آخر یونس علیہ السلام کے لیے بھی تو قرعہ اندازی کی گئی تھی۔

الکافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ دو چیزیں کون سی ہیں جن کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں تھا پھر بھی ایک نے دوسرے کو اپنے شکم میں رکھا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: مچھلی اور جناب یونسؑ کا آپس میں رشتہ نہیں تھا مگر اس کے باوجود آپؑ اس کے پیٹ میں رہے تھے۔

یہودی نے پوچھا کہ وہ کون سی قبر ہے جو اپنے مُردہ کو لے کر چلتی رہی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ مچھلی ہے جو یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں لے کر سات سمندروں میں پھرتی رہی تھی۔

عیون الاخبار میں ہے کہ ایک شامی نے پوچھا کہ وہ کون سا زندان ہے جو اپنے قیدی کو لے کر چکر لگاتا رہا؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ مچھلی ہے جو یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں لے کر چکر لگاتی رہی تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت یونسؑ کے لیے قرعہ اندازی ہوئی تھی۔ تین بار جب ان کا نام نکلا تو انھوں نے دریا میں چھلانگ لگائی تھی اور مچھلی نے انھیں نگل لیا تھا۔

حضرت مریمؑ کی کفالت کے لیے بھی قرعہ اندازی کی گئی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا تو انھوں نے حضرت مریمؑ کو اپنی کفالت میں لیا تھا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ وہ کون سا زندان ہے جو اپنے قیدی کو لے کر چکر لگاتا رہا تھا؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ زندان مچھلی ہے جس نے یونس علیہ السلام کو نگلا تھا، وہ جناب یونسؑ کو لیے ہوئے بحرِ قلزم میں داخل ہوئی، پھر بحرِ مصر میں گئی، پھر بحرِ طبرستان میں گئی، پھر دجلۃ الغوراء میں داخل ہوئی، پھر زمین کے نیچے گئی یہاں تک کہ قارون کے پاس سے گزری۔

قارون، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں زمین میں دھنسا تھا اور روزانہ ایک فرشتہ اُسے ایک مرد کے قد کے برابر مزید دھنساتا رہتا تھا۔ جناب یونسؑ مچھلی کے شکم میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہے تھے۔ جب تسبیح کی آواز اُس کے کانوں میں آئی تو اُس نے پوچھا کہ کون ہے؟

حضرتؑ نے کہا: میں یونسؑ ہوں۔ اُس نے کہا کہ موسیٰؑ بن عمران کا کیا بنا، جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے غضب ناک ہو جاتے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اُس نے پھر کہا کہ ہارونؑ کا کیا بنا جو اپنی قوم پر مہربان تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا: وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اُس نے پھر پوچھا کہ ان کی بہن کلثوم کا کیا بنا؟ حضرتؑ نے فرمایا: وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئی ہے۔ اُس نے یہ سنا تو اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا کہ ہائے عمران کا خاندان دنیا سے اُٹھ گیا۔ وہ بہت ہی اچھے لوگ تھے۔ خدا کو اس پر ترس آ گیا اور جو فرشتہ اُسے روزانہ دھنساتا تھا اُس سے خدا نے فرمایا: اس نے پاکباز لوگوں پر رحم کیا ہے، لہٰذا آج سے ہم اُس کے مزید دھنسانے کے عمل کو روک رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ جب یونس علیہ السلام کو مچھلی کے شکم سے نجات ملی اور خدا نے اُنھیں واپس نینوئی جانے کا حکم دیا تو آپؑ نینوئی شہر کے باہر تشریف لائے اور آپؑ کو شہر میں جاتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔ آپؑ شہر سے باہر رُک گئے، وہاں ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: کیا تو نینوئی کا باشندہ ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: تم شہر جاؤ اور اُنھیں اطلاع دو کہ تمھارا نبی یونسؑ شہر کے باہر آیا ہوا ہے۔ چرواہے نے کہا: تم جھوٹے ہو، یونسؑ دریا میں ڈوب گئے ہیں۔ یونسؑ نے کہا: تمھاری یہ بکری میری صداقت کی گواہی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بکری کو بولنے کی قوت دی اور اس نے چرواہے سے کہا کہ واقعی یہ یونسؑ بن متی ہے۔ چرواہا اپنے ریوڑ کو لے کر شہر میں آیا اور اُس نے لوگوں سے کہا کہ یونسؑ واپس آ چکے ہیں۔ شہر والوں نے اُسے جھوٹا سمجھا اور اُسے سزا دینی چاہی۔ اس نے کہا کہ جلدی نہ کرو، میرے پاس ایک ثبوت ہے، تم اس بکری سے پوچھو۔ بکری نے گواہی دی کہ یہ سچ کہہ رہا ہے۔ پھر شہر کے لوگ جوق در جوق اکٹھے ہو کر اُن کے استقبال کو آئے اور اُنھیں اپنے شہر میں لے آئے اور وہ آپؑ پر ایمان لائے اور وہ اچھے ایماندار ثابت ہوئے۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے کتنا عرصہ غائب رہے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: چار ہفتے۔ قوم کو چھوڑ کر دریا تک جانے میں ایک ہفتہ لگا، ایک ہفتہ شکمِ ماہی میں رہے اور ایک ہفتہ مچھلی کے پیٹ سے نکل کر کدو کی بیل کے سائے میں رہے اور واپسی میں اُنھیں ایک ہفتہ صرف ہوا۔ قومِ یونسؑ پر عذاب پندرہ

شوال کو نازل ہوا تھا اور اُسی دن وہ عذاب ٹل گیا تھا۔

کمال الدین وتمام النعمۃ کی ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ قائم آلِ محمدؐ میں ایک وصف یونس علیہ السلام کا بھی ہوگا، جس طرح سے یونسؑ قوم کے پاس واپس آئے تھے اسی طرح سے قائم آلِ محمدؐ بھی واپس آئیں گے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ قریشِ مکہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا کہ ان سے پوچھیں کہ کیا خدا کے لیے لڑکیاں ہیں اور تمھارے ہاں لڑکے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾

"ہم میں سے ہر ایک کے لیے مقام مقرر ہے"۔

تفسیر قمی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح سے ملائکہ میں سے ہر ایک کا اپنا مقام ہے۔شہاب بن عبدربہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

شہاب! ہم شجرِ نبوت ہیں، ہم معدنِ رسالت ہیں اور ہم ملائکہ کے آنے جانے کا مقام ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کا عہد و ذمہ ہیں، ہم خدا کی حجت ہیں، ہم حالتِ نور میں صفیں باندھ کر عرش کے گرد تسبیح کرتے رہے۔آسمان والوں نے ہماری تسبیح سن کر تسبیح کی۔ یہاں تک کہ ہم زمین پر اُترے، ہم نے تسبیح کی۔اہلِ زمین نے ہماری تسبیح سن کر تسبیح کی۔

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

"ہم صفیں باندھنے والے ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں"۔

جس نے ہم سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو اس نے خدا سے کیا ہوا عہد پورا کیا اور جس نے ہم سے کیا ہوا عہد توڑا تو اس نے خدا سے کیا ہوا عہد توڑا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ملائکہ صفیں باندھنے والے ہیں جن کی صفیں نہیں ٹوٹتیں اور وہ تسبیح کرنے والے ہیں جو کہ تنگدل نہیں ہوتے۔

قولہ تعالیٰ: وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

"یہ لوگ پہلے یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس وہ "ذکر" ہوتا جو پہلی قوموں کو ملا تھا تو ہم بھی خدا کے چنے ہوئے بندے ہوتے"۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں کفارِ قریش کا قول نقل کیا ہے کہ اگر ہمارے پاس خدا کی طرف سے کوئی یاد دہانی اور کوئی رسول آتا تو ہم بھی خدا کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔ لیکن اب اُن کے پاس کوئی عذر باقی نہیں ہے، اُن کے پاس محمدؐ آچکے ہیں اور یہ اُن کا انکار کر رہے ہیں۔ اس کی پاداش کا اِنھیں جلد علم ہو جائے گا۔

کتاب التوحید میں جابر جعفی سے روایت ہے کہ شام کا رہنے والا ایک عالم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اور یہی مسئلہ میں تین علماء سے پہلے بھی پوچھ چکا ہوں، لیکن ہر ایک نے اس کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟

اس کے جواب میں ایک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قدرت کو پیدا کیا۔ دوسرے نے کہا کہ خدا نے سب سے پہلے علم کو پیدا کیا اور تیسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روح کو پیدا کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے کسی نے بھی صحیح جواب نہیں دیا۔ میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی، وہ اس وقت بھی "عزیز" تھا جب کہ عزت کا وجود نہ تھا کیونکہ اللہ فرما رہا ہے:

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۞۱۸۰

"وہ اس وقت بھی خالق تھا جب کہ مخلوق موجود نہ تھی"۔ (نوٹ: حدیث طویل ہے ہم نے بقدرِ ضرورت نقل کی ہے)

اصولِ کافی، من لا یحضرہ الفقیہ، مجمع البیان اور قرب الاسناد میں حضرت علی، حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے منقول ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے بھرپور جزا ملے تو جب وہ اپنی جگہ سے اُٹھے تو اُسے چاہیے کہ وہ یہ آیات پڑھے:

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۞۱۸۰ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۞۱۸۱ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞۱۸۲

●......●......●

سُورَةُ صٓ

سورۃ صٓ مکیۃ آیاتھا ۸۸ ورکوعاتھا ۵
"سورۂ صٓ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ایک اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں"۔

سورۂ صٓ کے فضائل

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"جو شخص شبِ جمعہ سورۂ صٓ کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے اتنا ثواب دے گا جتنا کہ اور انسانوں میں سے کسی کو نہیں دے گا البتہ نبی مرسل اور ملکِ مقرب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اور اپنے خاندان میں سے وہ جسے بھی چاہے گا اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ حد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کے اُس خادم کو بھی جنت میں داخل کرے گا جو کہ اُس کے عیال میں سے نہ ہوگا اور اس کی حدودِ شفاعت میں شامل نہ ہوگا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "جو شخص سورۂ صٓ کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اُن تمام پہاڑوں کے وزن کے برابر اُسے ثواب عطا کرے گا جو اُس نے داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کیے تھے اور اُسے گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے سے محفوظ رکھے گا۔

سورۂ صٓ کے مرکزی موضوعات

اِس سورہ میں کفار کی بربادی، ان کے غلط نظریات اور ان کے انجام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے ایک فیصلہ کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مومن و مفسد، متقی اور فاجر برابر نہیں ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت، اُن کی آزمائش اور اُن کی رعایا کا تذکرہ کیا گیا۔ بعدازاں حضرت ایوبؑ اور اُن کی آزمائش و صبر کو بیان کیا گیا۔ جنتِ عدن کی نعمات اور دوزخ کے عذاب پر بحث کی گئی۔

علاوہ ازیں آدمؑ و ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ
وَّشِقَاقٍ ۝٢ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ
مَنَاصٍ ۝٣ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ
هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا
لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝٥ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى
اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝٦ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ
الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝٧ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ
بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝٨
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝٩ اَمْ لَهُمْ
مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي
الْاَسْبَابِ ۝١٠ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝١١
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝١٢ وَثَمُوْدُ

وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ۚ أُولٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿١٣﴾ إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْأَيْدِ ۚ إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۚ كُلٌّ لَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾ وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ إِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هٰذَآ أَخِيْ ۗ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُونَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۗ فَقَالَ أَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۚ وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا

لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى الۡاَرۡضِ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ بِالۡحَـقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا يَوۡمَ الۡحِسَابِ ﴿۲٦﴾ وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۹﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

ص، نصیحت سے لبریز قرآن کی قسم، کافر سخت تکبر اور ضد میں مبتلا ہیں۔ ہم نے اُن سے پہلے کتنی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے، پھر انھوں نے فریاد کی لیکن چھٹکارا ممکن نہ تھا۔ انھیں اِس بات پر تعجب ہوا ہے کہ ایک ڈرانے والا خود انھی میں سے آ گیا اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ صرف ایک ہی خدا بنا ڈالا ہے؟ یقیناً یہ تو تعجب خیز بات ہے۔ ان میں سے جو سردار تھے وہ یہ کہہ کر چل دیے کہ چلو اور اپنے خداؤں پر ڈٹے رہو۔

اس بات میں اس کی کوئی غرض پائی جاتی ہے۔
یہ بات ہم نے زمانۂ قریب کی کسی قوم وملت میں نہیں سنی۔ یہ سب خودساختہ بات ہے۔
کیا ہمارے درمیان صرف اسی پر ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر نازل ہونا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انھیں میرے "ذکر" میں شک ہے۔ اصل میں اُنھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔
کیا آپ کے غالب اور بہت بخشش کرنے والے پروردگار کے خزانے ان کے پاس ہیں؟
کیا آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے اُس کی سلطنت کے یہ مالک ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر عالمِ اسباب کی سیڑھیوں پر چڑھ کر دیکھیں۔ یہ تو لشکروں میں سے ایک جتھہ ہے جسے شکست ہونے والی ہے۔
اِن سے پہلے قومِ نوحؑ، قومِ عاد اور میخوں والا فرعون تکذیب کر چکے ہیں اور ثمود اور قومِ لوطؑ اور جنگل والے سارے گروہوں نے تکذیب کی تھی۔ ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی، میری عقوبت کا فیصلہ ان پر چسپاں ہوگیا۔ یہ تو بس ایک دھماکے کے انتظار میں ہیں جس کے بعد معمولی مہلت نہ مل سکے۔
وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! روزِ حساب سے پہلے ہمیں ہمارا حصّہ دینے میں جلدی کر۔ ان کی باتوں پر آپ صبر کریں اور آپؐ داوٗدؑ کا ذکر کریں جو بڑی قوتوں کا مالک تھا، وہ بے حد رجوع کرنے والا تھا۔
ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کیا تھا جو صبح وشام تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو ہم نے اُن کے گرد جمع کر دیا تھا، سب اُس کے اطاعت گزار تھے اور ہم نے اُس کی حکومت مضبوط کر دی تھی اور ہم نے اُسی کو حکمت اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی تھی۔ کیا آپ کے پاس ان جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے جو دیوار پھلانگ کر محراب میں آگئے تھے؟
جب وہ داوٗدؑ کے پاس داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انھوں نے کہا: "ڈرو نہیں،

ہم دونوں مقدمہ کے فریق ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور ناانصافی نہ کریں اور ہمیں سیدھے راستے کی راہنمائی کریں۔

یہ میرا بھائی ہے اِس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں جب کہ ایک دُنبی کا مالک مَیں ہوں۔ اِس نے کہا کہ یہ دُنبی میرے حوالے کر دے اور اِس نے گفتگو میں مجھ پر سختی کی ہے۔

داوُدؑ نے کہا کہ اس نے اپنی دُنبیوں کے ساتھ تیری دُنبی شامل کرنے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے اور اکثر شراکت دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہتے ہیں سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں جب کہ اِن کی تعداد بہت قلیل ہے اور داوُدؑ نے یہ گمان کیا کہ ہم نے اُس کی آزمائش کی ہے۔ پھر اُس نے اپنے پروردگار کے حضور استغفار کیا اور سجدے میں گر پڑا اور سراپا توجہ بن گیا۔ ہم نے اُسے یہ بات معاف کر دی۔ ہمارے ہاں اُس کے لیے تقرب اور اچھی بازگشت ہے۔

اے داوُدؑ! ہم نے زمین میں تمھیں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر ورنہ خواہش تمھیں راہِ خدا سے بھٹکا دے گی۔ بے شک راہِ خدا سے بھٹکنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روزِ حساب کو بھول چکے ہیں۔

ہم نے آسمان اور زمین اور اِن کے درمیان کی مخلوق کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ خیال صرف کافروں کا ہے اور دوزخ کی آگ سے اِن کافروں کے لیے ہلاکت ہے۔ کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک عمل بجا لانے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح سے بنا دیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح سے بنا دیں گے؟

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ لوگ اِس کی آیات پر غور کریں اور اہلِ عقل اِس سے نصیحت حاصل کریں۔

صٓ کیا ہے؟

علل الشرائع میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اِس کی کیا وجہ ہے کہ دو سجدوں سے مل کر ایک رکعت بنتی ہے؟ اور جب سجدے دو ہیں تو انھیں دو رکعات کیوں نہیں سمجھا جاتا؟

آپؑ نے فرمایا: اگر سوال کیا ہے تو اپنے دل کو جواب سننے کے لیے بھی آمادہ کر۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہلی نماز پڑھی تھی وہ آپؐ نے آسمانوں پر عرشِ اعظم کے سامنے ادا کی تھی اور جب آپؐ کو معراج ہوئی اور آپؐ عرش کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ! "صادٓ" کے قریب جاؤ اور اپنے اعضائے سجدہ کو دھولو اور اپنے رب کی نماز پڑھو۔

رسولِ خدا وہاں گئے جس کا خدا نے حکم دیا تھا۔ آپؐ نے وضو کیا اور اچھی طرح سے اعضاء کو دھویا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں "صادٓ" کیا ہے جہاں سے آپؐ کو دھونے کا حکم دیا گیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: "صادٓ" وہ چشمہ ہے جو عرش کے ایک رکن سے پھوٹتا ہے، اِسے "ماء الحیوان" (آبِ حیات) کہا جاتا ہے اور اِسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ①

حدیث طویل ہے ہم نے بقدرِ ضرورت نقل کی ہے۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "صادٓ" وہ چشمہ ہے جو زیرِعرش پھوٹتا ہے اور یہ وہی چشمہ ہے جہاں سے نبی اکرمؐ نے وضو کیا تھا۔ جبریل امینؑ اس میں روزانہ غوطہ لگاتے ہیں اور باہر نکل کر پَر پھڑپھڑاتے ہیں۔ اُن کے پَروں سے جتنے بھی قطرے گرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُتنے ہی فرشتے پیدا کرتا ہے جو قیامت تک خدا کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں گے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ لفظ "صٓ" کے متعلق مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

کفارِ قریش کا ابوطالبؑ سے مطالبہ

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ابوجہل بن ہشام اپنے ساتھ قریش کے دیگر افراد ملا کر ابوطالبؑ کے پاس آیا اور ابوطالبؑ سے کہا کہ آپؑ کے بھتیجے نے ہمیں اذیت دی ہے اور ہمارے معبُودوں کو بھی اذیت دی ہے۔ آپ اُسے بلائیں اور اُس سے کہیں کہ وہ ہمارے خداؤں کو کچھ نہ کہے تو ہم اُس کے خدا کو کچھ نہیں

کہیں گے۔ حضرت ابوطالبؑ نے رسولؐ خدا کو بلایا۔ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو دیکھا کہ سارا گھر مشرکین سے بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: السلامُ علی من اتبع الھدیٰ (سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے) یہ کہہ کر آپؐ بیٹھ گئے۔ ابوطالبؑ نے قریش کا مطالبہ اُن کے سامنے پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر یہ چاہیں تو میں انھیں اِس سے بہتر بات بتا سکتا ہوں جس کی وجہ سے یہ تمام عرب کی حکومت حاصل کرسکتے ہیں اور اِن کی گردنوں کے مالک ہوسکتے ہیں۔ ابوجہل نے کہا: جی ہاں، بتاؤ وہ بات کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تم لا الٰہ الا اللّٰہ کہو۔ یہ سنا تو انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور گھر سے باہر چلے گئے اور کہنے لگے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝

"یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی کسی ملّت میں نہیں سنی، یہ صرف خودساختہ بات ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ...... سے لے کر اِلَّا اخْتِلَاقٌ تک کی آیات نازل فرمائیں۔

قوله تعالٰی: وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

"اُنھیں اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ اُن میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا"۔

یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ جب آنحضرتؐ نے مکہ میں دعوتِ اسلام شروع کی تو قریش کے افراد حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: آپؑ کا بھتیجا ہمیں پاگل کہتا ہے اور ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے اور ہمارے جوانوں کو برباد کر رہا ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ اگر وہ غربت و افلاس کی وجہ سے یہ سب کچھ کر رہا ہے تو ہم اُس کے لیے دولت جمع کرتے ہیں اور اُسے قریش کا سب سے بڑا دولت مند بنانے کو تیار ہیں اور اگر وہ حکومت و اقتدار چاہتا ہے تو ہم اُسے اپنا بادشاہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہے تو ہم اُس کا نکاح اُس سے کرنے پر آمادہ ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کے سامنے قریش کی پیش کش دُہرائی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا۔ میں تو اِن سے صرف ایک چیز کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ میرے کہنے پر اِس کا اقرار کریں تو وہ عرب و عجم کے حاکم بن جائیں گے اور جنت میں بھی بادشاہ ہوں گے۔ ابوطالبؑ نے کفارِ قریش کو بلایا اور رسولؐ خدا کی پیش کش کو اُن کے سامنے دُہرایا۔ اُنھوں نے جب آنحضرتؐ کی پیش کش سنی تو کہا کہ ہم ایک تو کجا دس باتیں ماننے کے لیے تیار ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ بات صرف اتنی سی ہے کہ تم لوگ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔ کفارِ قریش نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم تین سو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ دیں اور صرف ایک خدا کو مان لیں؟! یہ کہہ کر وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ ص کی ابتدائی آیات اِلَّا اخْتِلَاقٌ تک نازل فرمائیں۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید عباسی نے اپنے دربار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپؑ انبیاءؑ کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، ہماری نظر میں انبیاءؑ معصوم ہوتے ہیں۔

مامون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح، آیہ ۱-۲)

"بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے"۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبیؐ سے گناہ سرزد ہوتے تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ کی نظر میں آنحضرتؐ سے بڑھ کر اور زیادہ کوئی گناہ گار نہیں تھا۔ وہ لوگ تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ آپؐ نے انھیں خدائے واحد کی اطاعت کی دعوت دی۔ یہ بات انھیں بُری محسوس ہوئی اور انھوں نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ...... اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝٧

(اس نے تو تمام معبُودوں کی جگہ ایک معبُود مقرر کیا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔ اُن کے سردار یہ کہہ کر چل دیے کہ اُٹھو اور اپنے خداؤں پر جمے رہو۔ اِس کی دعوت کا کوئی اور ہی مقصد ہے۔ ہم نے یہ بات پچھلی ملّت میں نہیں سنی ہے۔ یہ سب خود ساختہ بات ہے)۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کیا اور رسول اکرمؐ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا کہ ہم نے تمھیں فتح مبین عطا کی ہے تاکہ اللہ تمھارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔

یعنی تمھاری طرف سے توحید کی دعوت کو گناہِ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ اب تمھارا وہ گناہ صاف ہوچکا ہے۔ اب انھیں خدائے واحد کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

فتح مکہ کے بعد مکہ کی اکثریت نے اسلام قبول کرلیا تھا اور جس اقرارِ توحید کو گناہ سمجھتے تھے وہ خود اُس میں شامل

ہو گئے۔ کچھ لوگ مکہ چھوڑ کر دُور دراز وادیوں میں جا بسے اور مکہ میں جو افراد اسلام نہ لاتے تھے اُن کے پاس دعوتِ توحید کو روکنے کی قوت باقی نہیں رہی تھی۔ مامون نے کہا: ابوالحسنؑ! خدا آپؑ کا بھلا کرے۔ آپؑ نے میری مشکل حل کر دی ہے۔

لفظِ "ید" کا مفہوم

کتاب التوحید میں محمد بن سالم سے منقول ہے، اُس نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآنِ کریم کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَاإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (سورۂ ص، آیہ ۷۵)

"اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اُس کے سجدہ سے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا"۔

سوال یہ ہے کہ يَدَيَّ (میرے دو ہاتھ) سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عربی لُغت میں لفظِ "ید" سے قوت و نعمت مراد لی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ "آپ ہمارے بندے داوٗدؑ کا ذکر کریں جو بڑی قوتوں کا مالک تھا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ (سورۂ ذاریات، آیہ ۴۷)

"آسمان کو ہم نے قوتوں سے بنایا ہے اور ہم وسعت کر رہے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ (المجادلہ، آیہ ۲۲)

"اللہ نے اپنی روح سے اُن کو قوت بہم پہنچائی"۔

علاوہ ازیں عربی زبان کا مقولہ ہے: لفلان عندی ید بیضاء "مجھ پر فلاں شخص کی نعمت ہے"۔ (لہٰذا لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ کا مطلب یہ ہوگا کہ جسے میں نے اپنی قوت سے پیدا کیا ہے)۔

فصل الخطاب

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝

"ہم نے اُس کی حکومت مضبوط کر دی تھی اور ہم نے اُس کو حکمت اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی تھی"۔

G18

عیون الاخبار میں ابوصلت ہروی سے منقول ہے کہ اُس نے کہا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام تمام لوگوں سے اُن کی زبانوں میں گفتگو کرتے تھے۔ آپؑ تمام لوگوں سے زیادہ فصیح تھے اور ہر زبان کے ماہر تھے۔ ایک دن میں نے آپؑ سے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مجھے تعجب ہے کہ آپؑ اتنی زبانیں کیسے جانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ابوصلت! میں مخلوق پر اللہ کی حجت ہوں اور اللہ کسی ایسے کو لوگوں پر حجت ہی نہیں بناتا جو اُن کی زبان سے ناواقف ہو۔ کیا تو نے امیرالمومنین کا یہ فرمان نہیں سنا: اوتینا فصل الخطاب ''ہمیں فصل الخطاب عطا ہوا ہے، زبانوں کی پہچان کے علاوہ ''فصل الخطاب'' اور کیا ہے؟

زیارتِ جامعہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں وفصل الخطاب عندکم ''اے آلِ محمدؐ! فصل الخطاب تمھارے پاس ہے''۔

الخصال میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے حلال وحرام اور ماضی و مستقبل کے ہزار دروازے کھولے تھے یہاں تک کہ ہر دروازے سے ہزار دروازے کھلے اور میں نے علم المنایا والبلایا اور فصل الخطاب کو جان لیا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے کچھ ایسی چیزیں عطا کی ہیں جو مجھ سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کو نہیں دی تھیں۔ میرے لیے راستے کھول دیے گئے، میں نے اسباب کو جانا، میرے لیے بادل کو چلایا گیا، مجھے علم المنایا والبلایا اور فصل الخطاب کا علم دیا گیا۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا سے فرمایا تھا:

نورِ چشم! میں نے تیری شادی علیؑ سے کی ہے، اُس کے فرزند حسنؑ و حسینؑ میرے اسباط ہیں اور وہ میری اُمت کے سبط ہیں۔ علیؑ وہ ہے جو ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکمت اور فصل الخطاب عطا کیا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیرالمومنین علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کچھ ایسی نعمات ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئیں۔ مجھے علم المنایا والبلایا، انساب اور فصل الخطاب کا علم دیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ مجھے کچھ فضیلتیں عطا ہوئی

G18

ہیں۔ مجھے علم المنایا والبلایا اور علم الوصایا اور فصل الخطاب عطا کیا گیا، مجھے بار بار لوٹ کر آنا ہے اور میں حکومتوں کو اُلٹنے والا ہوں اور میں عصا اور مُہر رکھنے والا ہوں اور میں لوگوں سے کلام کرنے والا ''دابہ'' ہوں۔

(نوٹ: ''دابۃ الارض کی مفصل بحث پہلے کی جا چکی ہے۔ من المترجم)

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس منایا، بلایا، وصایا، انساب اور فصل الخطاب کا علم ہے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: فصل الخطاب (قوتِ فیصلہ) کی بنیاد اس امر پر ہے کہ ثبوت بذمہ مدعی اور قسم بذمہ مدعا علیہ ہے۔

حضرت داؤدؑ کا واقعہ

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ دربارِ مامون میں عصمتِ انبیاءؑ پر مباحثہ ہوا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے مدمقابل علی بن محمد بن جہم سے فرمایا کہ تم اور تم سے پہلے والے افراد حضرت داؤدؑ کی آزمائش کے متعلق کیا کہتے ہو؟

محمد بن جہم نے جواب دیا کہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن داؤد علیہ السلام اپنے محرابِ عبادت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابلیس ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں نمودار ہوا اور حضرت داؤدؑ نے اپنی نماز توڑ دی اور پرندے کو پکڑنے کے لیے اُس کے پیچھے بھاگے۔ پرندہ گھر کی چھت پر جا بیٹھا۔ آپؑ اُسے پکڑنے کے لیے چھت پر چڑھے۔ پھر وہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر ایک قریبی گھر میں جا اُترا۔ وہ گھر آپؑ کے ایک فوجی افسر اوریا بن حیان کا تھا۔ حضرت داؤدؑ نے اُس کے گھر میں جھانک کر دیکھا تو ''اوریا'' کی بیوی غسل کر رہی تھی۔ جب داؤدؑ نے اُسے دیکھا تو دل ہار بیٹھے اور انھیں ہر قیمت پر اُس عورت کو اپنے حرم سرا میں لانے کا شوق ہوا۔

اُس وقت اُس عورت کا شوہر ''اوریا'' غزوات کے سلسلہ میں باہر گیا ہوا تھا۔ آپؑ نے لشکر کے سالار کو خط لکھا کہ جنگ کے دوران ''اوریا'' کو تابوتِ سکینہ کے آگے رکھا جائے۔ سالار نے ایسا ہی کیا مگر اوریا نے مشرکین پر فتح پائی۔ جب داؤدؑ کو اس کا علم ہوا کہ اوریا جنگ میں نہ صرف سلامت رہا بلکہ اُس نے مشرکین پر فتح بھی پائی ہے تو اُنھیں اِس کا شدید دکھ ہوا کیونکہ وہ تو ہر قیمت پر ''اوریا'' کی موت چاہتے تھے۔ اُنھوں نے سالارِ لشکر کو دوبارہ لکھا کہ دورانِ جنگ ''اوریا'' کو تابوتِ سکینہ کے آگے رکھا جائے۔

سالارِ لشکر نے اِس بار بھی اُسے تابوتِ سکینہ کے آگے کر دیا۔ جنگ کے دوران اوریا مشرکین کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اُس کے قتل ہونے کے بعد داؤدؑ نے اُس کی بیوی سے شادی کر لی۔ (اِس سے پہلے ننانوے عورتیں اُن کے حرم سرا میں شامل تھیں اور اوریا کی بیوی کے آنے سے آپ کی بیویوں کی تعداد ایک سو ہو گئی اور اسی تناظر میں اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل میں دو فرشتے بھیجے جو اُن کی عبادت گاہ کی دیوار پھلانگ کر آپؑ کے سامنے آئے۔ انھیں دیکھ کر آپؑ گھبرائے لیکن اُنھوں نے کہا کہ آپؑ خوف نہ کریں، ہم آپؑ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے آئے ہیں۔

اُن میں سے ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، اِس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں جب کہ میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے اور یہ مجھ پر سختی کر رہا ہے کہ میں اپنی بھیڑ اِس کے سپرد کر دوں!!

یہ سنا تو آپؑ نے فریقِ ثانی کا بیان نہ سنا اور فوراً فیصلہ دیا کہ اس نے تجھ سے ایک بھیڑ کا سوال کر کے تجھ پر زیادتی کی ہے۔ اس کے بعد فرشتے چلے گئے۔ داؤدؑ کو معلوم ہوا کہ یہ دراصل اُس کی آزمائش تھی اور اُسے اُن کی حرکت پر متنبہ کیا گیا ہے۔ آپؑ سجدے میں گر پڑے اور کافی عرصہ تک توبہ واستغفار کرتے رہے۔ آخر کار اللہ کو ان پر رحم آیا تو ان کی توبہ قبول کی)۔

یہ سنا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اظہارِ افسوس کے لیے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا اور کلمہ استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھا اور فرمایا: تم لوگوں پر افسوس ہے کہ تم لوگوں نے نبیؑ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ اُسے نماز کی کوئی فکر ہی نہیں تھی اور اُنھوں نے نماز توڑ دی اور ایک پرندے کے پیچھے بھاگنے لگے۔ پھر تم نے اُن پر عشق بازی کا الزام عائد کیا، پھر تم نے اُن پر ایک شخص کو قتل کرانے کا بھی الزام عائد کیا۔ ابن جہم نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ ہی بتائیں کہ ان کی خطا کیا تھی؟

آپؑ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ نے اُن سے کوئی بڑا عالم پیدا ہی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس دو فرشتے بھیجے جو دیوار پھاند کر ان کے پاس آئے اور اُن سے فیصلہ کے لیے کہا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فریقِ ثانی کا موقف سنے بغیر ہی یہ فیصلہ دیا کہ اُس نے تجھ سے تیری دُنبی کا مطالبہ کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا حق بنتا تھا کہ وہ مدعی سے ثبوت طلب کرتا اور مدعا علیہ کا موقف سنتے۔ اُن کی بس یہی خطا تھی۔ تم لوگوں نے ان پر جو الزامات عائد کیے ہیں، اِن الزامات سے اُن کا دامن پاک تھا۔ کیا تم لوگوں نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا؟

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ......

''اے داؤدؑ! ہم نے تجھے زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر ورنہ خواہش تمھیں راہِ خدا سے بھٹکا دے گی''۔

ابن جہم نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ ''اوریا'' کی بیوی کا افسانہ آخر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں یہ رواج تھا کہ لوگ کسی مرنے والے کی بیوی سے شادی کرنا عیب سمجھتے تھے۔ بیوہ عورتیں عقدِ ثانی نہیں کرتی تھیں۔ حضرت داؤدؑ نے اللہ کے حکم سے اوریا کی بیوہ سے نکاح کیا تھا اور لوگوں کو اُن کا یہ عمل ناگوار گزرا تھا۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ''علقمہ'' سے فرمایا: لوگوں کو راضی رکھنا بڑا مشکل ہے اور لوگوں کی زبانوں کو روکنا مشکل ہے۔ لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کو بھی معاف نہیں کیا تھا اور اُن پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ اوریا کی بیوی کے حُسن کو دیکھ کر اُس پر لٹو ہو گئے تھے اور اُنھوں نے اُس کے شوہر ''اوریا'' کو قتل کرانے کی سازش کی اور حکم دیا کہ جنگ کے دوران اُسے ''تابوت'' کے آگے رکھا جائے اور یوں اُسے قتل کرایا۔ پھر اُس کی بیوی سے شادی کر لی تھی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اعلان کرایا تھا کہ جو بھی شخص حضرت داؤدؑ اور اوریا کی بیوی کا قصہ بیان کرے گا تو میں اُس پر دو بار حدِ قذف جاری کروں گا۔ ایک حدِ قذف نبوت پر الزام عائد کرنے کی وجہ سے نافذ کروں گا اور دوسری حدِ قذف ایک مسلم پر الزام تراشی کی وجہ سے نافذ کروں گا۔

احتجاج طبرسی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ایک زندیق نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اِس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ نے انبیاءؑ کی لغزشوں کو کھول کر بیان کیا ہے؟ آخر ایسا کیوں کیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اِس کی وجہ یہ ہے کہ خدا جانتا تھا کہ انبیاءؑ کا کردار اتنا عظیم ہے کہ لوگ اُن کی محبت میں گمراہ ہو جائیں گے اور اُنھیں معبود کہنا شروع کر دیں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کی لغزشوں کو بیان کیا تاکہ لوگ انھیں معبود نہ سمجھ لیں۔

عرضِ مترجم

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بہت سی آراء کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں اور اکثر کتابوں میں اُنھیں خطا کار قرار دیا

گیا ہے۔ اس کے متعلق علامہ محمد حسین طباطبائی نے تفسیر المیزان میں بحث کی ہے جس کا ما حصل یہ ہے:

درمنثور میں انس، مجاہد، سدی اور دیگر بہت سے طرق سے ابنِ عباسؓ سے منقول ہے اور قمی نے بھی یہ روایت اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں "العرائس" میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اِن تمام روایات کی تلخیص مجمع البیان میں یوں مرقوم ہے:

حضرت داوٗدؑ کا زیادہ وقت نماز اور یادِ خدا میں بسر ہوتا تھا۔ ایک بار اُنھوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! تو نے ابراہیمؑ کو مجھ پر فضیلت دی اور اُسے خلیل کا رتبہ عطا کیا اور تو نے موسیٰؑ کو مجھ پر فضیلت دی اور اُسے اپنا کلیم بنایا۔

خدا نے فرمایا: اے داوٗدؑ! ہم نے اُن کی آزمائش کی تھی، جب کہ ہم نے تمھاری آزمائش نہیں کی۔ اگر تم چاہو تو ہم تمھاری آزمائش کرلیں گے۔

داوٗد علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! میری آزمائش کر۔

چنانچہ ایک دن داوٗد علیہ السلام محرابِ عبادت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کبوتر اُن کے سامنے آ کر گرا۔ آپ اُس کو پکڑنے کے لیے اُٹھے۔ کبوتر محراب کے روشن دان میں جاکر بیٹھ گیا۔ داوٗد علیہ السلام روشن دان کے پاس گئے تو آپؑ کو روشن دان سے اوریا بن حیان کی بیوی دکھائی دی جو کہ اُس وقت ننگی نہا رہی تھی۔ آپؑ اُس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئے اور دل ہی دل میں اُس سے شادی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اُنھوں نے اُس کے شوہر کو جنگ میں بھیجا اور سالارِ لشکر کو حکم دیا کہ وہ اِسے تابوت کے آگے رکھے۔ چنانچہ مشرکین سے جنگ ہوئی اور اوریا اُس جنگ میں مارا گیا۔

عدت گزرنے کے بعد آپؑ نے اُس کی بیوہ سے نکاح کرلیا۔ اُس بیوی کے بطن سے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے تھے۔ ایک دن آپؑ محرابِ عبادت میں بیٹھے تھے کہ دو اشخاص دیوار پھاند کر آپؑ کے پاس آئے۔ آپؑ اُن کی اِس طرح آمد سے گھبرا گئے۔ اُنھوں نے کہا کہ آپؑ مت گھبرائیں۔ ہم آپ سے ایک فیصلہ کے لیے حاضر ہوئے ہیں اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ میرے اِس بھائی کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔ اب یہ مجھ سے مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ دُنبی بھی میں اِس کے سپرد کردوں۔

حضرت داوٗد علیہ السلام نے کہا کہ اُس نے دنبی کا مطالبہ کر کے تجھ پر زیادتی کی ہے۔ اُس وقت ایک فریق نے دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنس دیا۔ اِس پر داوٗدؑ متنبہ ہوگئے کہ یہ انسان نہیں فرشتے تھے اور یہ اُسے اس کی خطا کی طرف متوجہ کرنے آئے تھے۔ اس کے بعد داوٗد علیہ السلام رونے لگے اور رو رو کر توبہ کرتے تھے، آپؑ اتنا روئے کہ آپؑ کے آنسوؤں کی وجہ سے سبزہ پیدا ہوگیا۔

صاحب مجمع البیان نے تمام اقوال کی تلخیص نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اِس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ خودساختہ قصہ ہے اور یہ واقعہ ایک عام مسلمان کی عدالت کے منافی ہے۔ جب اِس طرح کا واقعہ ایک عام مسلمان کو زیب نہیں دیتا تو خدا کے برگزیدہ نبی اور امینِ وحی اور سفیرِ الٰہی کے لیے کس طرح زیب دیتا ہے؟ اِس واقعہ سے عقلِ سلیم نفرت کرتی ہے اور اسلامی حمیت اس کو قبول کرنے سے قاصر ہے۔

اس کے بعد علامہ طباطبائی لکھتے ہیں کہ یہ جھوٹا افسانہ اصل میں محرف تورات سے لیا گیا ہے۔ تورات میں یہ رُسوا کن واقعہ پوری آب وتاب کے ساتھ لکھا ہوا ہے جس کی تلخیص کچھ یوں ہے:

"اور شام کے وقت داؤدؑ اپنے پلنگ پر سے اُٹھے اور بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگے۔ چھت پر سے انھوں نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔

داؤدؑ نے اُس کا حال دریافت کیا تو کسی نے بتایا کہ "العام" کی بیٹی "بت سبع" ہے جو "حتی اوریاہ" کی بیوی ہے۔

داؤدؑ نے لوگ بھیج کر اُسے بلا لیا۔ وہ اُن کے پاس آئی اور اُس نے اُن سے صحبت کی۔ پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی۔ وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ سو اُس نے داؤد علیہ السلام کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔

داؤد علیہ السلام نے "یوآب" کو کہلا بھیجا کہ "حتی اوریاہ" کو میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ وہ داؤد علیہ السلام کے پاس آیا لیکن اپنے گھر نہ گیا۔ داؤد علیہ السلام نے بڑی کوشش کی کہ وہ گھر جائے لیکن اُس نے گھر جانے سے انکار کر دیا۔

پھر داؤد علیہ السلام نے خط لکھا کہ "اوریاہ" کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اُس کے پاس سے ہٹ جانا تا کہ وہ مارا جائے۔

الغرض داؤد علیہ السلام کی خواہش پوری ہوئی اور وہ قتل ہوگیا۔ جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد علیہ السلام نے اُس کو بلوا کر اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اِن کی بیوی ہوگئی۔

خداوند نے "ناتن" کو داؤد علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اُس نے اِن کے پاس آ کر اِن سے کہا: کسی شہر میں دو شخص تھے ایک امیر، دوسرا غریب۔ اُس امیر کے پاس بہت سے ریوڑ اور گلے تھے، لیکن اُس غریب کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جسے اُس نے خرید کر پالا تھا۔ وہ اُس کے اور اُس کے بال بچوں کے ساتھ بڑھی تھی۔ اُس امیر کے ہاں ایک مسافر آیا تو اُس نے مسافر کے کھانے کے لیے اپنے ریوڑ میں سے کچھ نہ لیا اور اُس غریب کی بھیڑ پکڑ کر پکا لی۔

تب داؤد علیہ السلام کا غضب اُس شخص پر بشدت بھڑکا اور اُس نے "ناتن" سے کہا کہ خداوند کی حیات کی قسم کہ وہ

شخص جس نے یہ کام کیا ہے واجب القتل ہے۔ سو اُس شخص کو اُس بھیڑ کا چوگنا بھرنا پڑے گا کیونکہ اُس نے ایسا کام کیا اور اُسے ترس نہ آیا۔

تب "ناتن" نے داؤد علیہ السلام سے کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے..... تو نے حتی اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اُس کی بیوی لے لی تا کہ وہ تیری بیوی بنے اور اُس کو بنی عمون کی تلوار سے قتل کروایا۔ خداوند فرماتا ہے کہ میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا۔ وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صُحبت کرے گا۔ (عہدنامہ قدیم سموئیل، باب ۱۱ و ۱۲)

قرآنِ کریم اور داؤد علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر داؤد علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۱ میں فرمایا کہ داؤدؑ طالوت کے لشکر میں شامل تھے اور انھوں نے ہی جالوت کو قتل کیا تھا۔ اللہ نے انھیں طالوت کے بعد حکومت اور حکمت عطا کی تھی اور جو چاہا اُسے تعلیم دی۔

سورۂ ص کی آیات ۲۰ تا ۲۶ میں فرمایا: "ہم نے اُسے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا، اُس کے لیے پہاڑ اور پرندے مسخر کیے جو اُس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے"۔

سورۂ انبیاء کی آیت ۸۰ اور سورۂ سباء کی آیت ۱۱ میں فرمایا: "ہم نے اُس کے لیے لوہا موم کر دیا تھا۔ وہ لوہے کی تاروں سے زرہیں بنایا کرتا تھا۔ الغرض قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف و توصیف کی ہے، لہٰذا اُنھیں اِس طرح کے شرمناک واقعہ سے منسوب کرنا انتہائی زیادتی ہے۔

جہاں تک دو جھگڑنے والوں کا تعلق ہے تو اِس ذریعہ سے خدا نے اُن کی تربیت کی تھی کہ مقدمات کے فیصلہ میں جلدبازی سے کام نہ لیا جائے۔ فریقین کے بیانات سننے چاہییں پھر کہیں فیصلہ کرنا چاہیے۔ (اضافۃ من المترجم ملخصاً عن المیزان والتورۃ)

تفسیر قمی میں حماد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت لقمانؑ اور اُن کی حکمت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: حضرت لقمانؑ کو کسی حسب مال، خاندان، جسمانی قوت اور جمال کی وجہ سے حکمت نہیں ملی تھی، بلکہ اِس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے عین دوپہر کے وقت بھیجے جب لوگ قیلولہ کرنے میں مصروف تھے۔ اُنھوں نے لقمان کو آواز دی۔ لقمان اُن کی آواز سن رہے تھے لیکن انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔

اُنھوں نے کہا: لقمانؑ! اگر خدا تمھیں زمین پر خلیفہ بنائے اور تمھیں یہ حکم دے کہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو کیا تم اِس عہدہ کو قبول کرلو گے؟ لقمانؑ نے عرض کیا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فرمان ہے تو پھر میں سرِ تسلیم خم کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر خدا مجھے حکم دے گا تو پھر وہ مجھے علم بھی عطا کرے گا اور میری مدد کرے گا اور اگر وہ مجھ سے میری مرضی پوچھتا ہے تو پھر میں معذرت کروں گا۔ فرشتوں نے کہا کہ اِس معذرت خواہی کی کیا وجہ ہے؟

لقمانؑ نے کہا کہ فیصلہ کرنے والا بڑی مشکل میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس کا دین و ایمان معرضِ خطر میں ہوتا ہے۔ اگر وہ فیصلہ کرے تو ممکن ہے کہ وہ بچ جائے اور اگر وہ غلط فیصلہ کرے تو جنت کی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ آخرت کی عزت دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ سے بہتر ہے اور جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے تو وہ دنیا و آخرت کا خسارہ اُٹھاتا ہے۔

ملائکہ کو اُن کی حکمت آمیز گفتگو سے انتہائی تعجب ہوا اور خدا کو اُن کی باتیں پسند آئیں۔ جب لقمانؑ رات کو سوئے تو خدا نے سوتے میں اُن پر حکمت نازل کی اور اُن کے پورے وجود کو حکمت سے بھر دیا اور وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حکیم بن گئے اور لوگوں میں علم و حکمت کی تبلیغ کرنے لگے۔ جب کہ ملائکہ نے داؤدؑ کو خلافت کا بار اُٹھانے کی پیش کش کی تو اُنھوں نے لقمانؑ کی شرائط پیش نہیں کی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں خلافت کا عہدہ دیا، لیکن اُن سے لغزشیں سرزد ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی ہر لغزش کو معاف کرتا تھا۔

حضرت لقمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی زیارت کے لیے اُن کے پاس آتے تھے اور اُنھیں اپنے حکیمانہ مواعظ سے مستفید کیا کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ اُن سے کہا کرتے تھے کہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تمھیں حکمت ملی ہے اور تم سے آزمائش دُور رکھی گئی ہے، جب کہ مجھے خلافت کا عہدہ ملا ہے، لیکن مجھے لوگوں میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یوں میری آزمائش ہوئی ہے۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کتابِ علیؑ میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی نے خدا کے فیصلہ کے سامنے فیصلہ کرنے کے متعلق شکوہ کیا اور کہا کہ پروردگار! میں مقدمات کا فیصلہ کیسے کروں، کیونکہ اُن واقعات کو میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور میرے کانوں نے نہیں سنا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دلائل سن کر فیصلہ کرو اور لوگوں سے میرے نام کا حلف لو۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: داؤد علیہ السلام نے خدا کے حضور عرض کیا: خدایا! مجھے حق دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے، تاکہ میں اُس کے متعلق فیصلہ کرسکوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ایسا نہیں کر سکو گے، لہٰذا تم لوگوں کے بیانات سن کر ہی لوگوں کے فیصلے کرتے ہو۔
حضرت داؤدؑ کی طرف سے اصرار جاری رہا۔ خدا نے فرمایا: ٹھیک ہے اب تجھے اصل حقائق بتائے جائیں گے۔
ایک شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے ایک شخص کے ظلم وستم کی شکایت کی اور کہا کہ اُس نے میری دولت پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپؑ مجھے انصاف دلائیں۔
حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! اب میری رہنمائی فرما، تا کہ میں حق پر مبنی فیصلہ کر سکوں۔
اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ شکایت کرنے والا جس کی شکایت کر رہا ہے اِسی شکایت کنندہ نے فریق ثانی کے والد کو قتل کیا تھا اور اُس کی دولت پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ جاری کیا کہ شکایت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے اور اُس کی دولت فریق ثانی کو دے دی جائے۔
لوگوں کو اس فیصلہ سے انتہائی تعجب ہوا اور عوام الناس میں خوب چہ میگوئیاں ہوئیں۔ حضرت داؤدؑ عوامی ردعمل سے انتہائی پریشان ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: خدایا! آئندہ مقدمات کا فیصلہ حقائق کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ ظاہری گواہوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تم ظاہری ثبوت کو دیکھ کر فیصلہ کرو اور اس کے ساتھ حلف کے لیے میرے نام کو شامل کرو۔

اُصولِ کافی میں ابوعبیدہ حذاء سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے ابوعبیدہ! جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہو گا تو وہ ظاہری گواہی کی بجائے حقائق کے مطابق فیصلہ کریں گے۔
حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی یہاں تک کہ میری نسل میں سے ایک مرد خروج کرے گا جو لوگوں سے ثبوت طلب نہیں کرے گا اور وہ آلِ داؤدؑ کی طرح سے حقائق پر مبنی فیصلے کرے گا اور ہر حق دار کو اُس کا حق دے گا۔

عمار ساباطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ حضرات کے فیصلہ کی اساس کیا ہوتی ہے؟
آپؑ نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان اور داؤدی فیصلوں کی مانند فیصلے کرتے ہیں اور اگر ہمارے پاس کوئی ایسا مقدمہ پیش ہو جس کا علم ہمارے پاس نہ ہو تو روح القدس ہمیں اس سے آگاہ کر دیتا ہے۔
الکافی میں اسی مفہوم کی دو اور روایات بھی مرقوم ہیں۔

خواہشات کی پیروی

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

"لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر"۔

الخصال میں جابرؓ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی اُمت کے متعلق سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف ہے: ① خواہشات کی پیروی ② امیدوں کا پھیلاؤ۔

خواہشات کی پیروی حق کی اتباع سے روک دیتی ہے اور اُمیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو فراموش کر دیتا ہے۔

سلیم بن قیس نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے اور اُنھوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں:

① ایسا بُخل جس پر عمل کیا جائے۔

② ایسی خواہشات جن کی اتباع کی جائے۔

③ خود پسندی کے تحت جب انسان اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگ جائے۔

قوله تعالىٰ: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ

"کیا ہم اہلِ ایمان اور نیک اعمال بجالانے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح قرار دیں گے؟"

یہ استفہامِ انکاری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صالح مومنین کا انجام اور ہے اور مفسدین کا انجام اور ہے۔ دونوں گروہ بلحاظ انجام یکساں نہیں ہیں۔

تفسیر قمی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سے صالح مومنین اور مفسدین یکساں نہیں ہیں اُسی طرح سے امیر المومنینؑ اور اُن کے مخالفین بھی یکساں نہیں ہیں۔

روضۂ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اہلِ حق کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اہلِ باطل کے مساوی نہ سمجھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو یکساں نہیں بنایا۔

فاجر کی علامات

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: فاجر کی تین نشانیاں ہیں:

① اگر تو اُس کے پاس امانت رکھے گا تو وہ تجھ سے خیانت کرے گا۔

② تو اُس سے دوستی کرے گا تو وہ تجھ سے دشمنی کرے گا۔

③ تو اُس پر اعتماد کرے گا تو وہ تیری خیر خواہی نہیں کرے گا۔

اہلِ تقویٰ کی علامات

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے تھے:
اہلِ تقویٰ کی کچھ علامات ہیں جن سے اُن کی پہچان ہوتی ہے (اُن میں سے اہم ترین علامات یہ ہیں):
① سچ بولنا ② امانت کی ادائیگی ③ عہدو پیمان کا پورا کرنا ④ فخر اور ناز کرنے سے پرہیز کرنا ⑤ رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرنا ⑥ کمزور افراد پر شفقت کرنا ⑦ عورتوں کی طرف کم مائل ہونا ⑧ انسانوں سے بھلائی کرنا ⑨ لوگوں کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آنا ⑩ جہالت کے مقابلہ پر حلم اختیار کرنا ⑪ خدا کے قریب کرنے والے علم کی اتباع کرنا۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾

وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

"اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ عطا کیا جو بہترین بندہ اور ہماری طرف رجوع کرنے والا تھا۔ جب شام کے وقت اُس کے سامنے بہترین اصیل گھوڑے پیش کیے گئے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے رب کی یاد کے لیے اِس مال سے محبت کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے دوڑتے دوڑتے نگاہ سے اوجھل ہو گئے۔ (اُس نے حکم دیا کہ) اِنھیں میرے پاس لاؤ پھر وہ اُن کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگ گیا۔

ہم نے سلیمانؑ کی آزمائش کی اور اُس کے تخت پر بے جان جسم کو ڈال دیا پھر اُس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اُس نے کہا: اے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ تو بہترین عطا کرنے والا ہے۔

ہم نے اُس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تو اُس کے زیرِ فرمان نرمی سے چلا کرتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا اور شیاطین میں سے ہر معمار اور غوطہ خوروں کو تابع بنا دیا اور دوسرے جو مسخر نہ ہوئے تو پابند سلاسل کر دیے گئے۔

(اُس سے کہا گیا کہ) یہ ہماری عطا ہے چاہو تو لوگوں کو دو اور چاہو تو روک لو۔ تم سے اِس کا کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔ یقیناً اُس کے لیے ہمارے ہاں تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔

حضرت سلیمانؑ اور گھوڑوں کا ملاحظہ

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ ......

جب شام کے وقت اُس کے سامنے اصیل گھوڑے پیش کیے گئے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنے رب کی یاد کے لیے اِس مال سے محبت کی ہے، یہاں تک کہ وہ گھوڑے دوڑتے دوڑتے نگاہ سے غائب ہو گئے۔

درج بالا آیت کا ایک ترجمہ تو وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے، جب کہ علل الشرائع، من لایحضرہ الفقیہ، مجمع البیان اور تفسیر قمی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود آیت یہ ہے کہ آپؑ گھوڑوں کے ملاحظہ میں اتنے محو ہوئے کہ سورج غروب ہوگیا اور آپؑ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی اور آپؑ نے سورج پر مؤکل فرشتوں کو حکم دیا کہ سورج کو پلٹائیں تا کہ وہ اپنی نمازِ عصر وقت پر ادا کریں۔

مذکورہ کتابوں میں مرقوم ہے کہ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ کا مقصد یہ ہے کہ آپؑ نے اپنی پنڈلیوں اور گردن پر مسح کیا، کیونکہ آپؑ کے زمانہ میں وضو کی یہی شکل رائج تھی۔ (اضافۃ من المترجم)

الکافی میں زرارہؓ اور فضیلؓ سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا (سورۂ نساء، آیہ ۱۰۳) کی آیت کے ضمن میں فرمایا: کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اُس فریضہ کا وقت مقرر ہے، بلکہ اِس کا معنی یہ ہے کہ اہلِ ایمان پر نماز کی ادائیگی کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس سے یہ مراد ہوتا کہ اِس کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور جو وقت پر ادا نہ کرے تو اُس کی نماز ادا تصور نہ کی جائے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہلاک ہوجاتے، کیونکہ اُنھوں نے وقت سے ہٹ کر نماز پڑھی تھی۔

علل الشرائع میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک دن سلیمانؑ بن داؤدؑ نے اپنے گھوڑوں کا ملاحظہ کیا۔ آپؑ اُنھیں دیکھنے میں اتنے محو ہوئے کہ سورج ڈوب گیا۔ آپؑ نے سورج پر مؤکل فرشتوں سے کہا کہ سورج کو مقامِ عصر پر واپس پلٹاؤ تا کہ میں نمازِ عصر ادا کرسکوں۔

فرشتوں نے سورج کو مقامِ عصر پر واپس کیا۔ آپؑ اُٹھے اور پنڈلیوں اور گردن پر مسح کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں وضو کا یہی طریقہ رائج تھا۔ آپؑ کے جن ساتھیوں کی نماز قضا ہوئی تھی اُنھوں نے بھی وضو کیا۔ پھر آپؑ نے نماز پڑھی۔ جیسے ہی آپؑ کی نماز مکمل ہوئی سورج ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ...... بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ کی آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مجمع البیان میں اِن آیات کے ضمن میں مرقوم ہے: اِس سلسلہ کا ایک قولِ ضعیف یہ ہے کہ گھوڑوں کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نمازِ عصر قضا ہوئی تھی۔

ہمارے اصحاب کی روایات میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے دیکھنے میں اتنے

محو ہوئے کہ وہ اوّل وقت میں نمازِ عصر ادا نہیں کر سکے تھے۔

ابنِ عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے اِن آیات کا مطلب دریافت کیا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اِس کے متعلق کیا سن رکھا ہے؟

میں (ابنِ عباسؓ) نے عرض کیا: کعب الاحبار کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے دیکھنے میں اتنے محو ہوئے تھے کہ اُن کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ پھر آپؑ نے حکم دیا کہ اُن گھوڑوں کو میرے سامنے لایا جائے۔ گھوڑے پیش ہوئے تو آپؑ نے اُن کے پاؤں اور گردنیں کاٹ ڈالیں۔ آپؑ نے جن گھوڑوں کو قتل کیا اُن کی تعداد چودہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے چودہ دنوں کے لیے حکومت چھین لی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے یہ داستان سن کر فرمایا: کعب جھوٹا ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو دشمنوں سے جنگ کرنا تھی اِسی لیے آپؑ نے اپنے گھوڑوں کا ملاحظہ کیا اور آپؑ اُس میں اتنے محو ہوئے کہ آپؑ کی نماز قضا ہو گئی۔

آپؑ نے سورج پر مؤکل فرشتوں سے فرمایا کہ حکمِ خدا کے تحت سورج کو عصر کے مقام پر لوٹا دو۔

چنانچہ سورج مقامِ عصر پر لوٹا تو آپؑ نے وقت پر نمازِ عصر ادا کی۔ انبیاء نہ تو کسی پر خود ظلم کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کو ظلم کا حکم دیتے ہیں اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ انبیائے کرامؑ ہر گناہ سے معصوم اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں سے بڑی محبت تھی۔ ایک دن آپؑ گھوڑوں کو دیکھنے میں اتنے محو ہوئے کہ آپؑ سے نمازِ عصر قضا ہو گئی۔ آپؑ کو نماز کی قضا کا شدید دُکھ ہوا۔ آپؑ نے گھوڑے واپس منگوائے اور اُن کے پاؤں اور گردنیں کاٹ ڈالیں۔

وضاحت: علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اِس طرح کی روایات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اِس طرح کی روایات ضعیف ہیں اور جھوٹ کا پلندہ ہیں کیونکہ یہ روایات مخالفین کی روایات کے موافق ہیں، جب کہ من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام کی زبانی اِن واقعات کی تردید موجود ہے۔ ویسے بھی گھوڑے غیر مکلف مخلوق ہیں اور اُن کا قتل کرنا غیر انسانی اور غیر عاقلانہ فعل ہے اور انبیائے کرامؑ سے اِس فعل کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی تمام شاہی ایک انگشتری میں رکھی تھی۔ جب آپؑ انگوٹھی پہنتے تو تمام جن و انس، شیاطین اور پرندے آپؑ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ آپؑ کا بہت بڑا تخت تھا۔ اُس کے چاروں طرف کرسیاں تھیں۔ جن و انس کرسیوں پر بیٹھتے تھے اور پرندے آپؑ کے سر پر سایہ کرتے تھے۔

ہوا آپؑ کے لیے مسخر تھی۔ چنانچہ ہوا آپؑ کے تخت کو تمام کرسیوں سمیت اُٹھالیتی تھی اور آپؑ کا تخت پرواز کرتا تھا اور جہاں آپ جانا چاہتے تھے ہوا آپؑ کو لے جاتی تھی۔ چنانچہ آپؑ فجر کی نماز شام میں پڑھتے تھے اور ظہر کی نماز فارس میں پڑھتے تھے۔ آپؑ شیاطین کو حکم دیتے تھے کہ وہ فارس سے پتھر اُٹھائیں اور اُنھیں شام کے بازار میں جا کر فروخت کریں۔

پھر جس دن آپؑ نے گھوڑوں کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے آپؑ کی سلطنت چھین لی اور اِس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن آپؑ بیت الخلا جانے لگے اور بیت الخلا میں قدم رکھنے سے قبل آپؑ نے اپنی انگشتری ایک خادم کے سپرد کی اور خود اندر چلے گئے۔ شیطان آیا اور اُس نے آپؑ کے خادم کو دھوکہ دیا اور اُس سے انگشتری لے لی اور خود پہن لی۔

جیسے ہی انگشتری اُس کے ہاتھ میں آئی تو تمام انسان و جنات، پرندے اور وحوش اُس کے سامنے جمع ہو گئے۔ سلیمانؑ نے انگشتری کو بہتیرا تلاش کیا، لیکن انگشتری نہ مل سکی۔ آپؑ وہاں سے بھاگ کر سمندر کے ساحل پر چلے گئے۔

بنی اسرائیل کو سلیمانؑ کی شکل میں موجود شیطان سے سخت اچنبھا سا محسوس ہوا اور آپس میں کہتے تھے کہ یہ پہلے والا سلیمانؑ معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ حالات کی تحقیق کے لیے وہ سلیمانؑ کی والدہ کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ کیا تمھیں سلیمانؑ کے رویہ میں کوئی تبدیلی محسوس ہوتی ہے؟

اُس نے کہا: جی ہاں، سلیمان پہلے تو میرا بڑا ادب و احترام کیا کرتا تھا، لیکن اب وہ مجھ سے بُغض رکھتا ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے چیدہ افراد اُن کی بیویوں اور کنیزوں کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ کیا تمھیں سلیمانؑ کے رویہ میں کوئی تبدیلی دکھائی دیتی ہے؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں، سلیمانؑ ناپاکی کے ایام میں ہم سے مقاربت نہیں کرتا تھا لیکن چند دن ہوئے وہ ناپاکی کے ایام میں ہم سے مقاربت کرنے لگا ہے۔

شیطان نے اپنے خلاف ہونے والی تحقیقات کا سنا تو اُسے یقین ہوگیا کہ اُس کی ملمع کاری اب زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گی۔ وہ وہاں سے نکلا اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سمندر میں جا کر ڈال دی اور خود بھاگ کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی بھیجی جس نے انگشتری کو نگل لیا۔

بنی اسرائیل چالیس دن تک سلیمانؑ کو ڈھونڈتے رہے۔ سلیمانؑ ساحل پر رہ کر خدا سے توبہ کرتے رہے۔ اُدھر چالیس دن پورے ہوئے کہ آپؑ کا گزر ایک مچھیرے سے ہوا جو کہ سمندر سے مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: میں اِس کام میں تیرا ہاتھ بٹاتا ہوں اِس کے عوض مجھے ایک مچھلی دے دینا۔

مچھیرے نے کہا: مجھے یہ بات قبول ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے اُس کا ہاتھ بٹایا اور اُس نے اجرت کے طور پر آپؑ کو ایک مچھلی دی۔ آپؑ نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اُس کے پیٹ میں آپؑ کی انگشتری موجود تھی۔ جیسے ہی آپؑ نے اُس انگشتری کو پہنا تو جن وانس، حیوانات وطیور آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور یوں آپؑ کو آپؑ کی گم گشتہ حکومت دوبارہ مل گئی۔

پھر آپؑ نے اُس مکار شیطان اور اُس کے چیلوں کو گرفتار کیا۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ کو پانی میں قید کیا اور کچھ کو چٹانوں میں قید کر دیا اور وہ قیامت تک قید میں رہیں گے اور عذاب جھیلتے رہیں گے۔

اِس جھوٹے واقعہ پر تنقید و تردید

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب ''تنزیہ الانبیاء'' کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے: یہ واقعات جُہال کے تراشے ہوئے ہیں اور ان کا جھوٹا ہونا ہر عقل مند پر واضح ہے۔ نبوت وحکومت ایسی چیز نہیں ہے جسے ایک انگشتری میں بند کر دیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ کسی بھی جن کو نبی کی شکل میں متمثل نہیں ہونے دیتا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ جن اور شیطان نبی کی صورت اختیار کر سکتے ہیں تو پھر پوری وحی الٰہی مشکوک ہو جائے گی۔ لہٰذا اِس طرح کے واقعات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

قمی میں مزید لکھا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ دوبارہ حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تو آپؑ نے اپنے کاتب آصف بن برخیا سے کہا: لوگ تو جاہل ہیں، اُن کی جہالت کی وجہ سے میں انھیں معذور سمجھتا ہوں لیکن تمھارے پاس تو کتاب کا کچھ علم موجود تھا، اِس کے باوجود تم اُس کے ساتھ کیوں رہے؟

آصف بن برخیا نے کہا کہ آپ مجھے معذور جانیں، میں اُس شیطان کو بھی جانتا ہوں جس نے آپؑ کی انگشتری پر قبضہ کیا تھا۔ میں نہ صرف اُسے بلکہ اُس کے خاندان کو بھی جانتا ہوں۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم میرے احکام کی کتابت کرو۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ قلم ظلم پر مبنی احکام نہیں لکھتا۔ اُس نے مجھے کہا کہ اچھا کوئی بات نہیں تم کچھ نہ لکھو صرف دربار میں آ کر بیٹھ جایا کرو۔ چنانچہ میں صرف دربار میں آ کر بیٹھتا تھا اور لکھتا لکھاتا نہیں تھا۔ پھر آصف نے کہا: اچھا آپ مجھے یہ بتائیں کہ پرندوں کی دنیا میں ہدہد کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اِس کے باوجود آپؑ کو اُس کی غرض کیوں پڑی تھی؟

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: اُس کی نگاہ اتنی تیز ہے کہ اُسے زیرِ زمین پانی تک دکھائی دیتا ہے۔

آصف نے کہا: عجیب بات ہے میں نے اُسے کئی بار شکاریوں کے جال میں پھنسا ہوا دیکھا ہے جسے مٹھی بھر خاک کے نیچے جال دکھائی نہیں دیتا، وہ مضبوط چٹانوں میں موجود پانی کو کیسے دیکھ لیتا ہے؟

G19

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: رُک جاؤ، جب تقدیر آتی ہے تو آنکھوں پر پردہ آجاتا ہے۔

تختِ سلیمانؑ پر گرایا جانے والا بے جان جسم

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

''ہم نے سلیمانؑ کی آزمائش کی اور اُس کے تخت پر بے جان جسم کو ڈال دیا پھر اُس نے خدا کی طرف رجوع کیا''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ سلیمانؑ کی لغزش اور آزمائش کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کے لیے علماء سے بہت سے اقوال منقول ہیں۔ اُن میں سے ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی ستر بیویاں تھیں۔ ایک دن آپؑ نے اپنے دربار میں کہا کہ میں آج رات اپنی تمام بیویوں سے مقاربت کروں گا اور اس کے نتیجہ میں ہر بیوی حاملہ ہوگی اور ایک ایک بیٹا جنے گی پھر میرے سارے بیٹے جوان ہوکر اللہ کی راہ میں تلوار اُٹھا کر جہاد کریں گے۔

آپؑ نے اُس وقت لفظ ''ان شاء اللہ'' نہیں کہا تھا چنانچہ آپؑ نے اُس رات تمام بیویوں سے مقاربت کی لیکن ایک کے علاوہ کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی اور اُس نے ناقص الخلقت بچے کو جنم دیا۔

ابوہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے اور ابوہریرہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں محمدؐ کی جان ہے، اگر سلیمانؑ ان شاء اللہ کہتے تو سب بیویوں سے اولادِ نرینہ ہوتی اور سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے۔

عرضِ مترجم

یہ روایت بلحاظِ متن اتنی رکیک ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی جنسی قوت کیوں نہ رکھتا ہو، ایک رات میں ستر عورتوں سے مقاربت نہیں کرسکتا۔ اگر بارہ گھنٹے کی رات متصور کی جائے اور ایک بیوی کے ساتھ حقوقِ زوجیت کے لیے بیس منٹ فرض کرلیے جائیں تو یہ ایک ہزار چار سو چالیس منٹ بنتے ہیں، جب کہ بارہ گھنٹوں کے کُل سات سو بیس منٹ بنتے ہیں۔ نجانے روایت وضع کرتے وقت ابوہریرہ کے ذہن میں یہ نکتہ کیوں نہیں آیا تھا؟! (اضافۃ من المترجم عفی عنہ)

ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا

تھا۔ جنات وشیاطین نے آپس میں جمع ہوکر کہا کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہ گیا تو ہمیں اِس سے بھی وہی روزِ بد دیکھنا پڑے گا جو اس کے باپ سے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کو بھی معلوم ہوگیا کہ شیاطین اُن کے بیٹے کے درپے ہیں۔ آپؑ نے اپنے بیٹے کو بادلوں میں رکھ دیا۔لیکن پھر آپؑ نے دیکھا کہ مُردہ بچے کا بے جان جسم آپؑ کی کرسی پر آ کر گرا۔ اس طرح سے آپ کو یہ تنبیہہ کی گئی کہ تقدیر کے سامنے تدبیر بے بس ہے۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ شام سے ایک یہودی عالم حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور اُس نے فضیلتِ انبیاءؑ کے متعلق آپ سے بہت سے سوال کیے۔ آپؑ نے اُس کے سوالوں کے جامع اور تسلی بخش جواب دیے۔ اُس نے ایک سوال یہ بھی پوچھا تھا کہ آپؑ کی کتاب میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو خدا نے ایسی سلطنت عطا کی تھی جو بعد میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی، تو کیا آپؑ کے نبی محمدؐ کو بھی خدا نے ایسی سلطنت واقتدار عطا کیا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اُس سے بھی زیادہ فضیلت عطا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پاس میکائیل فرشتے کو بھیجا اور یہ فرشتہ اِس سے قبل زمین پر کسی کے پاس نہیں آیا تھا۔ اُس نے آپ کو خدا کا یہ پیغام پہنچایا کہ اگر تم چاہو تو ہم تمھیں عظیم سلطنت دیتے ہیں۔ ہم زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں آپؐ کے سپرد کردیتے ہیں اور سونا چاندی کے پہاڑ آپؐ کے ساتھ محوِ سفر بنا دیتے ہیں۔ تم دنیا میں رہ کر پوری آن بان سے حکومت کرو اور آخرت میں بھی تمھارے حصّہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

جب حضرت میکائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ پیش کش کی تو آنحضرتؐ نے اپنے ساتھی فرشتے جبریلؑ کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اُن سے مشورہ طلب کیا۔ جبرئیل امینؑ نے آپؐ کو اشارہ سے کہا کہ آپ حکومت و اقتدار کے بجائے تواضع کا انتخاب کریں۔

رسولِؐ خدا نے میکائیلؑ سے فرمایا: اپنے پروردگار سے عرض کروں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک نبی عبد کی حیثیت سے زندگی بسر کروں۔ ایک دن کھانا کھاؤں اور دو دن بھوکا رہوں اور اِس طرح سے اپنے غریب انبیاء بھائیوں کے ساتھ ملحق ہوجاؤں۔ اِس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر کا مالک بنایا اور حقِ شفاعت عطا کیا۔ آنحضرتؐ کا یہ اعزاز سلیمانؑ کی سلطنت سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مقامِ محمود کا وعدہ کیا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ آپ کو عرش پر بٹھائے گا لہٰذا آنحضرتؐ کو خدا کی طرف سے جو کچھ عطا ہوا اُس کا عشرِ عشیر بھی سلیمانؑ کو نہیں ملا تھا۔

جعفر بن محمد دوریستی کی کتاب میں مرقوم ہے کہ ایک دن سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی حکومت عطا کی ہے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہوگی۔ اللہ نے میرے لیے ہوا، انسانوں، جنات اور پرندوں کو مسخر کیا ہے اور مجھے ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے۔

بصائر الدرجات میں عبداللہ بن بکیر سے منقول ہے کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اِسی اثناء میں حضرت سلیمانؑ کے تخت و اقتدار کی باتیں چھڑیں۔ آپؑ نے فرمایا: سلیمانؑ کو انتہائی کم علم دیا گیا تھا۔ اُنھیں ایک اسمِ اعظم کا علم تھا اور تمھارے آقا و مولا علیؑ کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورۂ رعد، آخری آیت)

چنانچہ حضرت علیؑ کے پاس پوری کتاب کا علم موجود تھا۔

ابوبصیر راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت سلیمانؑ کے پاس خدا کا وہ اسمِ اعظم تھا جس کے ذریعہ سے دعا کی جائے تو دعا مقبول ہوتی ہے اور اگر آج سلیمانؑ زندہ ہوتے تو وہ ہمارے محتاج ہوتے۔

تفسیر قمی میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داوٗدؑ بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو اُن کے تخت کے دائیں جانب تین لاکھ کرسیاں تھیں جن پر انسان بیٹھے ہوئے تھے اور آپؑ کے بائیں طرف تین لاکھ کرسیاں تھیں جن پر جنات بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ اُن پر سایہ کریں پھر آپؑ نے ہوا کو حکم دیا تو ہوا نے اُس عظیم الشان تخت کو اُٹھایا یہاں تک کہ آپؑ مدائن میں کسریٰ کے ایوان میں وارد ہوئے۔ پھر آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے اور اصطخر میں رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو آپؑ فارس کے علاقے ''برکاوان'' میں پہنچے۔ پھر آپؑ نے ہوا کو حکم دیا۔ ہوا نے اُنھیں اٹھایا یہاں تک کہ اُن کے پاؤں پانی سے لگنے کے قریب ہو گئے تھے۔

اُس وقت لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: کیا تم نے اِس سے بڑھ کر کسی کی حکومت دیکھی ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: ہم نے آج تک ایسی حکومت کو نہ تو دیکھا ہے اور نہ ہی ایسی حکومت کے متعلق ہم نے سنا ہے۔

اُس وقت آسمان سے ایک منادی کی آواز بلند ہوئی کہ ایک تسبیح کا ثواب اِس پوری حکومت سے کہیں زیادہ ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: انبیاءؑ میں سے صرف چار بزرگ ایسے گزرے ہیں جنھیں خدا نے ظاہری حکومت بھی عطا کی تھی۔ پہلے ذوالقرنینؑ ہیں جن کا اصل نام ''عیاش'' تھا۔ دوسرے داوٗد علیہ السلام تھے، تیسرے حضرت سلیمانؑ تھے اور چوتھے حضرت یوسفؑ تھے۔

عیاشؒ کی حکومت مشرق سے مغرب تک تھی اور داؤدؑ کی حکومت شام سے لے کر اصطخر تک تھی اور سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی انھی علاقوں پر تھی جہاں حضرت داؤدؑ کی حکومت تھی۔

حضرت یوسفؑ کی حکومت مصر اور اُس کے مضافات پر تھی۔ اِس سے زیادہ علاقوں پر اُن کی حکومت نہیں تھی۔

محمد بن خالد راوی ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: پوری روئے زمین پر چار افراد کی حکومت قائم ہوئی تھی، اُن میں سے دو مومن تھے اور دو کافر تھے۔ مومن بادشاہ یہ ہیں: سلیمانؑ بن داؤدؑ اور ذوالقرنینؑ، جب کہ کافر بادشاہ یہ ہیں: نمرود اور بخت نصر، اور ذوالقرنین کا اصل نام عبداللہ بن ضحاک بن معد تھا۔

کیا حضرت سلیمانؑ خود پسند اور کنجوس تھے؟

کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: کیا نبی بخیل بھی ہوسکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: اگر نبی بخیل نہیں ہوتا تو پھر حضرت سلیمان بن داؤدؑ نے یہ دعا کیوں کی تھی: وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ "خدایا! مجھے وہ بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو؟"

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: یاد رکھو حکومت و اقتدار کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک حکومت وہ ہوتی ہے جو غلبہ، ظلم اور استبداد سے حاصل ہوتی ہے اور حکومت کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیمؑ کو ملکِ عظیم عطا کیا تھا اور خدا نے طالوتؑ اور ذی القرنینؑ کو حکومت عطا کی تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا تھا: خدایا! مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کو عطا نہ ہو۔ مقصد یہ تھا کہ میری حکومت پر کوئی شخص یہ کہہ کر اُنگشت نمائی نہ کرسکے کہ یہ حکومت بھی استبداد اور ظلم سے حاصل کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ہوا کو مسخر کیا۔ آپؑ جہاں جانا چاہتے تو ہوا آپؑ کو وہاں پہنچا دیتی تھی۔ آپؑ صبح کے وقت ہوا کے ذریعے سے اتنا سفر طے کرتے جتنا کہ ایک انسان مہینہ میں طے کرتا تھا اور شام کے وقت بھی آپ اتنا سفر کرتے جتنا کہ ایک انسان مہینہ میں طے کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے شیاطین کو مسخر کیا۔ ان میں سے کچھ معمار تھے اور کچھ غوطہ خوری کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پرندوں کی بولی کی تعلیم دی تھی اور اُنھیں زمین میں اقتدار عطا کیا تھا۔

ایسے ہی اسباب کی وجہ سے حضرتؑ کی زندگی میں لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ حکومت خالصتاً خدا کی عطا کردہ ہے۔ اس کے برعکس کسی کو یہ کہنے کی جسارت نہ ہوئی کہ وہ یہ کہتا کہ سلیمانؑ بھی دوسرے سلاطین کی طرح سے ایک سلطان ہیں اور اُن کا اقتدار فوجی قوت و استبداد کا پیدا کردہ ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی وہ کچھ عطا کیا ہے جو اس نے سلیمان علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔ اس کے علاوہ خدا نے ہمیں وہ کچھ بھی عطا کیا ہے جو اُس نے سلیمانؑ کو بھی عطا نہیں کیا تھا اور ان کے علاوہ کسی دوسرے نبی کو بھی عطا نہیں کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ سے فرمایا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

"(اس سے کہا گیا کہ) یہ ہماری عطا ہے چاہو تو لوگوں کو دو اور چاہو تو روک لو، تم سے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا"۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر، آیہ ۷)

"رسولؐ جو کچھ تمھیں دے وہ لے لو اور جس سے تمھیں منع کرے تو اُس سے رُک جاؤ"۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مجھے تصوف اور درویشی کے دعویداروں پر انتہائی تعجب ہے جو زُہد کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ باقی انسان بھی اُن کی طرح سے موٹے جھوٹے کپڑے پہنیں۔

یہ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ وہ سلیمانؑ بن داؤد کی زندگی پر نظر کیوں نہیں کرتے۔ اُنھوں نے خدا سے ایسی حکومت کا سوال کیا تھا جو ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں سلطنت و اقتدار سے نوازا تھا۔ آپؑ حاکم تھے، آپؑ ہمیشہ حق کہتے تھے اور حق پر عمل کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی کہیں بھی مذمت نہیں کی اور نہ ہی آج تک کسی مومن نے اُن کی مذمت کی ہے۔ اُن سے قبل داؤد علیہ السلام بھی حکومت پر فائز رہے تھے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان میری نماز خراب کرنے کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قبضہ کرنے کی قوت بھی عطا کی تھی۔ میرا ارادہ ہوا کہ اُسے پکڑ کر مسجد کے ایک ستون سے

باندھ دوں، تاکہ صبح کے وقت تم اُسے دیکھ سکو۔ پھر مجھے حضرت سلیمانؑ کا یہ قول یاد آیا: وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ۔ چنانچہ خدا نے اُسے ناکام و نامراد بنا کر دُور کر دیا۔ یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مرقوم ہے۔

اُصولِ کافی، تفسیر قمی اور بصائر الدرجات میں بالترتیب حضرت امام علی رضا اور حضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے منقول ہے کہ ان سے ایک سائل نے پوچھا: فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ نحل، آیہ ۴۳) کی آیت کا کیا مقصد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم ہم سے سوال کرو۔ سائل نے کہا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح سے آپ بھی ہمارے سوالات کے جواب دینے کے پابند ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے، تم پر سوال کرنا فرض ہے، ہمارے لیے جواب دینا فرض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ سے فرمایا ہے: هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ "یہ ہماری عطا ہے، چاہو تو لوگوں کو کچھ دو اور چاہو تو اپنے پاس روکے رکھو، تم سے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا"۔

ایک سوال کے مختلف جواب

اُصولِ کافی میں موسیٰ بن اشیم سے منقول ہے کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا۔ اُس نے آپؑ سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے اس کو جواب دیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ اُس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اُس نے آپؑ سے اسی آیت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے اُسے اور جواب دیا۔

حضرت کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر میرا سینہ پھٹنے لگا اور یوں لگا کہ میرے دل کو چھریوں سے کاٹا جا رہا ہے۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ میں شام سے ابوقتادہ کو چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ وہ تو ایک حرف میں بھی غلطی نہیں کرتا، جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ یہ اتنی غلطیاں کر رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک اور سائل آیا اور اُس نے بھی آپؑ سے اسی آیت کے متعلق سوال کیا جس کے متعلق پہلے ہی دو افراد سوال کر چکے تھے۔ آپؑ نے اُسے کچھ اور ہی انداز سے جواب دیا۔ یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہو گیا اور میں سمجھ گیا کہ آپ از روئے تقیہ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ پھر آپؑ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابن اشیم! اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ بن داؤدؑ کو اختیار دیا تھا کہ وہ چاہیں تو خدا کی عطا میں سے کسی کو کچھ عطا کریں اور اگر کسی کو کچھ نہ دیں تو بھی ان سے حساب نہیں لیا جائے گا۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے دین کے اُمور اپنے حبیب علیہ السلام کو تفویض کیے ہیں اور فرمایا کہ رسولؐ جو کچھ دے وہ لے لو اور جس سے روکے اُس سے رُک جاؤ۔ اللہ نے جس چیز کو رسولؐ کے لیے تفویض کیا ہے وہ چیز ہمیں بھی تفویض کی ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے بیٹے کا امتحان

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بنی اسرائیل نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو اپنا جانشین نامزد کریں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس منصب کی اہلیت نہیں رکھتا۔ بنی اسرائیل نے اصرار کیا تو آپؑ نے فرمایا: اچھا میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں۔ اگر اس نے میرے سوالوں کے صحیح جواب دے دیے تو میں اس کو اپنا جانشین نامزد کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کو بلا کر اُس سے فرمایا:

اے فرزند! پانی کا ذائقہ کیا ہوتا ہے؟ روٹی کا ذائقہ کیا ہوتا ہے؟ آواز کی کمزوری یا طاقتور ہونے کا تعلق کس چیز سے ہے؟ جسم میں عقل کہاں رہتی ہے؟ انسان کے بدن کو سکون اور تھکان کا تعلق کس چیز سے ہے؟ جسم کی کمائی اور محرومی کا تعلق کس عضو سے ہے؟ سخت دلی اور نرم دلی کا کس سے تعلق ہے؟

حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان سوالات کے جواب میں خاموش رہا اور اس سے ان سوالوں کا کوئی جواب نہ بن آیا۔

پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو ان سوالات کے جواب بتائے اور فرمایا: پانی زندگی کا ذائقہ دیتا ہے۔ روٹی قوت کا ذائقہ دیتی ہے۔

(مقصد یہ ہے کہ اگر زندگی اور قوت ایسی چیزیں ہوتیں جنھیں کھایا جاسکتا ہوتا تو پھر ان کا ذائقہ پانی اور روٹی جیسا ہوتا)

آواز کی کمی یا زیادتی کا تعلق پھیپھڑوں کی چربی سے ہے۔ جسم میں عقل کا ٹھکانا دماغ ہے۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ جس شخص کی عقل کم ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دماغ کا تھوڑا ہے۔ جسم کی تھکن اور آرام کا تعلق قدموں سے ہے۔ جب قدم چلتے چلتے تھک جاتے ہیں تو انسان کا پورا وجود بھی تھک جاتا ہے اور جب اُنھیں سکون محسوس ہو تو پورے بدن کو سکون محسوس ہوتا ہے۔

جسم کی کمائی اور محرومی کا تعلق اس کے ہاتھوں سے ہے۔ اگر وہ ہاتھوں کو حرکت دے گا تو کمائی حاصل ہوگی ورنہ محروم رہے گا۔ سنگدلی اور نرم دلی کا تعلق دل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر، آیہ ۲۲)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ
بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ
وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا
وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا
تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾
وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ
وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ
عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ
وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ
لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ
فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾
اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ
مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ
حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ

مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ
لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا
رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا
لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ
سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ
اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ
مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾
اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ
فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ
اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾
قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ
اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

"اور آپ ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کریں، جب اُس نے اپنے پروردگار کو آواز دی کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔

(حکم ہوا کہ) اپنا پاؤں زمین پر مار، یہ پینے اور نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے اور ہم نے اُسے اس کے اہل و عیال عطا کر دیے اور اتنے اور بھی دے دیے۔ یہ ہماری رحمت ہے اور اہلِ عقل کے لیے نصیحت ہے۔

(ہم نے کہا کہ) تنکوں کا ایک گٹھا لے اور اُس سے مار دے اور اپنی قسم نہ توڑ۔ بے شک ہم نے اُسے صابر پایا۔ وہ بہترین بندہ تھا۔ وہ ہماری طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا تھا۔
آپ ہمارے بندوں ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کریں، وہ قوتِ عمل رکھنے والے اور بابصیرت لوگ تھے۔

ہم نے اُنھیں دارِ آخرت کی یاد کی صفت سے برگزیدہ کیا تھا۔ وہ یقیناً ہمارے ہاں منتخب اور نیک بندوں میں سے تھے۔ آپؐ اسماعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر کریں، یہ سب کے سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

یہ ایک یاددہانی ہے اور اہلِ تقویٰ کے لیے بہترین ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے دروازے اُن کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ ان میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور طرح طرح کے میوے اور مشروبات طلب کر رہے ہوں گے۔

ان کے پہلو میں نیچی نظر رکھنے والی ہم سن بیویاں ہوں گی۔ حساب کے دن تم کو یہی چیزیں دینے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے، جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ یہ تو ہے اہلِ تقویٰ کا انجام، اور سرکشی کرنے والوں کے لیے بدترین ٹھکانا ہے۔

دوزخ ہے جس میں جھلسیں گے وہ بہت بُری قیام گاہ ہے۔ یہ عذاب ہے اب وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کا مزہ چکھیں اور اس طرح کے دوسرے عذابوں کا بھی ذائقہ چکھیں۔

یہ تمھاری فوج ہے، اُسے بھی تمھارے ہمراہ دوزخ میں ٹھونس دیا جائے گا۔ ان کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں ہے۔

وہ مرید اپنے پیروں سے کہیں گے تمھارا بھلا نہ ہو تم نے یہ عذاب ہمارے لیے مہیا کیا ہے، جو بدترین ٹھکانا ہے۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جس نے ہمیں اس انجام تک پہنچایا ہے، اس کو جہنم کا دُہرا عذاب دے۔ اور وہ کہیں گے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے جنھیں ہم شریر سمجھا کرتے تھے۔

ہم نے یوں ہی ان کا مذاق بنا اُڑایا تھا یا وہ نظروں سے کہیں اوجھل ہیں۔ اہلِ دوزخ کا یہ جھگڑا بالکل سچا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ میں تو بس ایک خبردار کرنے والا ہوں۔ واحد و قہار اللہ

کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین جو کچھ بھی ہے وہ اس کا رب ہے۔ وہ غالب اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ یہ ایک بہت بڑی خبر ہے۔ تم اُس سے اعراض کیے ہوئے ہو۔

(آپ کہہ دیں کہ) مجھے اس وقت کی کوئی خبر نہ تھی۔ جب ملاءِ اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ میری طرف تو یہ وحی اس لیے کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا انسان ہوں۔ اور جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ جب میں اُسے اچھی طرح سے بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ البتہ ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ نے کہا: اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کیا چیز مانع ہوئی ہے جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے۔ تو نے تکبر کیا ہے یا تو واقعاً بلند مرتبہ افراد میں سے ہے؟

اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ خدا نے فرمایا: یہاں سے نکل جا تو راندۂ درگاہ ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ ابلیس نے کہا کہ پھر مجھے اس دن تک کی مہلت دے جس دن لوگ اُٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا: تو مہلت پانے والوں میں سے ہے۔ ایک مقرر کردہ دن کے وقت تک۔

ابلیس نے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا بجز تیرے ان بندوں کے جنھیں تو نے خالص کر لیا ہے۔

ارشاد ہوا کہ پھر حق یہ ہے اور میں کہتا ہی حق ہوں۔ میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے دوزخ کو ضرور بھروں گا۔

آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس تبلیغ کا کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اور چند دنوں بعد تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

حضرت ایوبؑ اور اُن کی آزمائش

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

''اور آپ ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کریں جب اُس نے اپنے پروردگار کو آواز دی کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے''۔

سورۂ صٓ میں یہ تیسرا قصہ ہے، جس کے بیان کرنے کا خدا نے آنحضرت کو حکم دیا ہے۔ اس سے قبل حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے قصے بیان کیے گئے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی نسل سے تعلق رکھنے والے پانچ انبیاء علیہم السلام کے ذکر کا حکم دیا ہے۔

تفسیر قمی میں ابوبصیرؒ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق پوچھا کہ اس کی وجہ کیا تھی؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام پر مسلسل دنیاوی نعمات نازل کیں۔ آپؑ نے ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس وقت ابلیس اور عرش کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوا کرتی تھی۔

حضرت ایوبؑ علیہ السلام کے شکر کو دیکھ کر ابلیس کے دل میں ان سے حسد پیدا ہوا اور اس نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! ایوبؑ تیرا شکر اس لیے کر رہا ہے کہ تو نے اُسے دنیا کی تمام نعمات سے نوازا ہے۔ اگر تو اس پر دنیاوی نعمات نازل کرنا چھوڑ دے تو وہ کبھی بھی تیرا شکر ادا نہیں کرے گا۔ مجھے ایوبؑ کی دنیا پر مسلط کر دے۔ اگر تو نے مجھے اس کی دنیا پر مسلط ہونے کا اختیار دے دیا تو پھر تو خود ہی دیکھ لے گا کہ وہ تیری کسی بھی نعمت کا شکر ادا نہیں کرے گا۔

چنانچہ خدا کی طرف سے اس لعین سے یہ کہا گیا کہ میں نے تجھے اس کے مال اور اس کی اولاد پر مسلط کر دیا ہے۔ ابلیس عالمِ بالا سے نیچے آیا اور اس نے آپؑ کے تمام مال اور آپؑ کی اولاد کو ہلاک کر ڈالا۔ ادھر جتنا امتحان بڑھا حضرت ایوبؑ کے شکر میں اضافہ ہوا۔

ابلیس نے کہا: خدایا! مجھے اس کی زراعت پر مسلط کر۔ خدا نے کہا کہ ہم نے تجھے اس کی زراعت پر اختیار دے دیا ہے۔

اس کے بعد وہ اپنے ساتھ دوسرے شیاطین کو لے کر آیا اور حضرت کے کھیتوں میں پھونک ماری تو آپ کے شاداب اور ہریالی سے بھرپور کھیت بھی جل گئے۔ جب ایوب علیہ السلام نے اپنے کھیتوں کے جلنے کی خبر سنی تو آپؑ کے شکر میں اضافہ ہوگیا۔ اس کے بعد ابلیس نے کہا: خدایا! مجھے اس کی بکریوں پر تسلط عطا کر۔ خدا نے اُس بکریوں پر تسلط دے دیا تو اُس نے سب بکریاں ہلاک کرڈالیں۔ حضرت ایوبؑ نے سنا کہ ان کی بکریوں کے تمام ریوڑ آن کی آن میں تباہ ہوگئے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: خدا نے یہ رزق دیا تھا اور اس نے واپس لے لیا ہے اور یوں آپؑ نے حمدِ الٰہی زیادہ شروع کردی۔

ابلیس نے کہا: خدایا! اب مجھے اس کے بدن پر مسلط فرما۔

خدا نے فرمایا: اس کی عقل اور آنکھوں کے علاوہ تجھے اس کے بدن پر تسلط دیا جاتا ہے۔

ابلیس نے حضرت ایوبؑ کے جسم پر پھونک ماری تو چوٹی سے لے کر پاؤں تک آپؑ کے وجود پر آبلے پڑ گئے۔ آپؑ اس تکلیف کے عالم میں بھی خدا کی حمد وثنا کرتے رہے اور آپؑ کی بیماری اتنی بڑھی کہ آپؑ کے وجود میں کیڑے پڑ گئے۔ جب کوئی کیڑا گرتا تو آپؑ اُسے پکڑ کر اپنے بدن پر ڈالتے تھے اور کہتے تھے جس جگہ خدا نے تجھے پیدا کیا ہے وہاں واپس لوٹ جا۔ آپؑ کے جسم سے ناقابلِ برداشت بدبو آنے لگی اور جب بستی والے اس بدبو سے تنگ ہوئے تو اُنھوں نے آپؑ کو اپنی بستی سے نکال کر بستی سے باہر لا کر پھینک دیا۔ آپؑ کی بیوی حضرت رحمہ بنت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام لوگوں سے خیرات مانگتی تھیں اور جو کچھ مل جاتا وہ آ کر اپنے شوہر کو کھلاتی تھیں۔ الغرض آزمائش کی حالت میں کافی وقت گزر گیا۔ ابلیس لعین حضرت ایوبؑ کے ان مخلص اصحاب کے پاس گیا جو دنیاداری کے جھمیلوں سے آزاد ہوکر پہاڑوں میں چلے گئے تھے اور راہبانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔

ابلیس نے ان سے جا کر کہا کہ آؤ ایک معذب شخص کو چل کر دیکھو اور اس سے سوال کرو کہ اس نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی وہ سزا بھگت رہا ہے۔ چنانچہ آپؑ کے راہب اصحاب خچروں پر سوار ہو کر آئے اور جب وہ آپؑ کے قریب پہنچے تو عفونت کی وجہ سے ان کے جانور بدکنے لگے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور وہ آپؑ کے پاس آئے۔ ان میں ایک نوجوان شخص بھی شامل تھا۔ اس نے آپؑ سے کہا: ایوبؑ! معلوم ہوتا ہے کہ تم نے چھپ کر کوئی ایسا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے خدا ناراض ہوگیا اور اُس نے تجھے یہ سزا دی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے آج تک اکیلا

کھانا بھی نہیں کھایا۔ میں نے جب بھی کھانا کھایا تو اس کھانے میں کوئی نہ کوئی یتیم یا مسکین میرے ساتھ شامل ہوتا تھا اور جب میرے سامنے دو ایسے معاملات پیش ہوئے جن کا تعلق اطاعتِ الٰہی سے ہوتا تھا تو میں نے ہمیشہ ایسے معاملے کا انتخاب کیا جو میرے بدن کے لیے زیادہ سخت ہوتا تھا۔ نوجوان اُٹھا اور اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تمھارا بُرا ہو تم نے نبی کو طعنہ دیا جس کی وجہ سے وہ اپنی پوشیدہ اطاعت کو بیان کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس وقت حضرت ایوبؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: خدایا! اگر مجھے اجازت ہو تو میں تیرے سامنے اپنی حجت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ نے ایک بادل بھیجا۔ بادل سے آواز آئی کہ تم اپنی حجت مکمل کر بیان کرو۔ میں ازل سے تمھارے قریب ہوں اور تمھاری حجت سنوں گا۔

حضرت ایوبؑ نے عرض کیا: خدایا! جب بھی تیری اطاعت کے دو کام میرے سامنے آئے تو میں نے ہمیشہ اس کام کا انتخاب کیا جو کہ مشقت طلب ہوتا تھا۔ کیا میری بات درست نہیں ہے؟ خدایا! کیا میں نے کبھی تیری حمد، تیرے شکر اور تیری تسبیح کو چھوڑا؟

اس وقت بادل سے دس ہزار زبانوں میں یہ جواب بلند ہوا: ایوبؑ! ذرا یہ تو بتاؤ کہ جب لوگ غافل ہوتے تھے اور تم میری عبادت کرتے تھے تو یہ شوقِ عبادت تجھے کس نے عطا کیا تھا؟ تم حمد و شکر و تسبیح کا مجھ پر احسان جتا رہے ہو ذرا یہ تو سوچو، تجھے حمد و شکر کی توفیق کس نے عطا کی تھی؟ حق تو یہ ہے کہ تم میری نعمت کا شکریہ ادا کرتے اس کی بجائے تم مجھ پر احسان جتلانے لگ گئے؟ یہ سنا تو ایوب علیہ السلام نے خاک کی چٹکی اُٹھائی اور منہ میں ڈال کر کہا: خدایا! مجھ پر تیرے ہی احسانات ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اور اس نے آپؑ کو خدا کا یہ پیغام دیا کہ آپؑ زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماریں۔ آپؑ نے ٹھوکر ماری تو ایک چشمہ برآمد ہوا اور کہا گیا کہ اس کا پانی پیو اور اس سے غسل کرو۔

آپؑ نے جیسے ہی اس چشمہ کا پانی پیا تو آپؑ کی تمام بیماری کافور ہو گئی اور آپؑ کو ایک حسین اور تر و تازہ صورت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے لیے ایک خوبصورت باغ پیدا کر دیا اور آپؑ کے لیے آپؑ کے اہل و عیال کو لوٹا دیا گیا اور اس کی مانند آپؑ کو مزید اہل و مال سے سرفراز کیا گیا۔

کچھ دیر بعد آپؑ کی زوجہ وہاں آئی۔ وہ آپؑ کے لیے کچھ کھانا مانگ کر لائی تھی۔ جب وہ وہاں پہنچی تو اُس جگہ کی ہیئت ہی بدل چکی تھی اور آپؑ کے ساتھ انسانی صورت میں ایک فرشتہ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا۔ بی بی رونے لگیں اور چیخ کر کہا: اے میرے ایوبؑ! تم کہاں چلے گئے ہو؟

حضرت ایوبؑ نے بیوی کو آواز دی اور فرمایا کہ میں ہی ایوبؑ ہوں۔ خدا نے میری آزمائش ختم کر دی ہے۔

جب بی بی نے اپنے شوہر کو تندرست دیکھا تو اُنھوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ حضرت ایوبؑ کی نگاہ اُن کے بالوں پر پڑی تو اُنھیں بالوں کی ایک لِٹ کٹی ہوئی دکھائی دی۔

اُنھوں نے بیوی سے فرمایا کہ تمہاری یہ لِٹ کیوں کٹی ہوئی ہے؟

بی بی نے بتایا کہ میں نے کچھ لوگوں سے تمھارے لیے طعام کا سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تمھیں اس شرط پر طعام دیں گے کہ تم اپنے حسین بالوں میں سے ایک لِٹ کاٹ کر ہمیں دو گی۔ چنانچہ مجبوری تھی، مجھے ان کی شرط ماننا پڑی اور میں نے اپنے بالوں کی ایک لِٹ کاٹ کر اُنھیں دی اور ان سے کھانا لے کر تمھارے لیے لائی۔

حضرت ایوبؑ کو یہ سن کر شدید دکھ ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ میں تجھے ایک سو دُرّے ماروں گا۔

اللہ تعالٰی نے اُنھیں وحی کی کہ تم قسم کی خلاف ورزی نہ کرو اور بیوی کو بھی اذیت نہ دو۔ کھجور کا ایک خوشہ لے لو جس میں ایک سو لڑیاں ہوں، وہ اُٹھا کر ایک بار بیوی کو مار دو۔ اس سے تمھاری قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ ایوب علیہ السلام نے خدا کے فرمان پر عمل کیا۔

اللہ نے اُنھیں ان کی اولاد واپس کر دی اور اتنی مزید اولاد بھی عطا کی۔ تندرست ہونے کے بعد کسی نے ایوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آزمائش کے ایام میں آپؑ کے لیے سب سے بڑی مصیبت کون سی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: دشمنوں کی شماتت میرے لیے سب سے بڑی آزمائش تھی۔

اللہ تعالٰی نے ان کے گھر پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش کی۔ آپؑ اُنھیں جمع کرنے لگے۔ ایک سونے کی ٹڈی کو ہوا نے دُور کیا تو آپؑ دوڑ کر اس کے پیچھے لپکے اور اُسے اُٹھا لیا۔

حضرت جبرئیلؑ نے کہا: ایوبؑ! کیا ابھی سیر نہیں ہوئے ہو؟

حضرت ایوبؑ نے کہا کہ اللہ کے عطا کردہ رزق سے کون سیر ہوتا ہے؟

امتحانِ ایوبؑ کی دوسری روایت

ابھی آپؑ نے تفسیر قمی کی روایت پڑھی، لیکن ائمہ اہلِ بیتؑ سے ایسی روایات بھی مروی ہیں کہ جن میں سابقہ روایت کی نفی کی گئی ہے۔

الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایوب علیہ السلام سات برس تک آزمائش میں مبتلا

G20

رہے تھے اور یہ آزمائش کسی گناہ کی وجہ سے نہیں تھی کیونکہ انبیاءؑ معصوم اور مطہر ہوتے ہیں، وہ گناہ نہیں کرتے اور کبھی کج روی اختیار نہیں کرتے اور وہ کسی طرح کے صغیرہ وکبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش ہوئی تھی، لیکن ان کے وجود سے بدبو پیدا نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کی صورت قبیح ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے وجود سے پیپ جاری ہوئی تھی اور کسی بھی دیکھنے والے کو ان کی حالت دیکھ کر نفرت محسوس نہیں ہوتی تھی اور ان کو دیکھ کر نہ تو کسی کو گھن محسوس ہوئی تھی اور نہ ہی کوئی وحشت میں مبتلا ہوا تھا۔ آپؑ کے وجود میں کیڑے نہیں پڑے تھے، کیونکہ اللہ اپنے انبیاء واولیاء کو آزمائش کے وقت کبھی رُسوا نہیں کرتا۔

لوگوں کی دُوری کی وجہ یہ تھی کہ امارت کے بعد ان پر غربت چھا گئی تھی، جب کہ لوگ اس بات سے بے خبر تھے، اُنھیں عالمِ افلاس میں بھی خدا کی تائید ونصرت حاصل ہے۔ اللہ بعض اوقات اپنے پیارے انبیاءؑ کو اس لیے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے کہ کہیں لوگ ان کی مرفہ الحالی کو دیکھ کر اور ان کے عظیم الشان معجزات دیکھ کر اُنھیں معبود نہ کہنے لگ جائیں۔

آزمائش کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے، تاکہ انبیاءؑ کی آزمائش دیکھ کر لوگ یہ استدلال کر سکیں کہ خدا کی طرف سے ملنے والے ثواب کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کا تعلق استحقاق سے ہے اور دوسری قسم کا تعلق اختصاص سے ہے، تاکہ لوگ کسی ضعیف کو اس کے ضُعف اور کسی فقیر کو اس کے فقر اور کسی مریض کو اس کے مرض کی وجہ سے حقیر نہ سمجھیں۔

آزمائش میں ایک راز یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کو دیکھ کر لوگوں کو یہ علم ہو سکے کہ خدا جسے چاہے بیمار کر دے اور جسے چاہے شفا دے دے۔ وہ جب بھی چاہے اور جس بھی سبب سے چاہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور جسے چاہے نشانِ عبرت بنا دے اور جسے چاہے شقی بنا دے اور جسے چاہے اسے سعید بنا دے۔ اللہ کے تمام فیصلے عدل پر مبنی ہیں اور اس کے تمام افعال حکمت کی اساس پر قائم ہیں، وہ اپنے بندوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔ (اضافۃ من المترجم عفی عنہ ملخصاً عن المیزان)

قولہ تعالٰی: اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

"ایوبؑ نے اپنے رب کو ندا دی کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری نے طول پکڑا تو لوگ آپؑ سے کنارہ کش ہو گئے۔ شیطان نے لوگوں کو ورغلایا کہ وہ ایوب علیہ السلام کو اپنی بستی سے باہر نکال دیں اور ان کی بیوی کو بھی اپنے گھروں میں نہ آنے دیں۔ چنانچہ لوگوں نے آپؑ کو گاؤں سے باہر نکال دیا اور آپؑ کی بیوی کو بھی گاؤں میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ حضرت ایوبؑ نے شیطان کی اس حرکت کی شکایت کی تھی۔ آپؑ نے بیماری اور درد والم کی خدا سے شکایت نہیں کی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور قتادہ سے منقول ہے کہ آپؑ کی آزمائش سات برس تک جاری رہی تھی۔

تفسیر عیاشی میں "عباد مکی" سے منقول ہے کہ سفیان ثوری نے مجھ سے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تیرا احترام کرتے ہیں، تم ان سے یہ مسئلہ پوچھو کہ ایک بیمار شخص نے زنا کیا اگر اس پر حد جاری کی جائے تو اس کی موت کا اندیشہ ہے، ایسے شخص پر حدِ شرعی کیسے جاری کی جائے گی؟ میں نے امام علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: یہ مسئلہ تم خود پوچھ رہے ہو یا کسی اور کے کہنے پر پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ سفیان ثوری نے دراصل مجھے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے کہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کا پیٹ پھولا ہوا تھا اور اس پر ورم آ چکی تھی۔ اس کی رانوں کی رگیں ظاہر تھیں۔ اس نے ایک بیمار عورت سے زنا کیا تھا۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: ایک ایسی شاخ کھجور کی لائی جائے جس میں ایک سو لڑیاں ہوں۔ آپؐ کے پاس ایسی شاخ کھجور لائی گئی تو آپؐ نے وہ شاخ کھجور اُٹھائی اور ایک بار اس مجرم کو ماری اور اُسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دراصل وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ کی آیتِ مجیدہ پر عمل کیا تھا۔

الیسع اور ذی الکفل علیہما السلام

اللہ تعالیٰ نے الیسع اور ذی الکفل کا ذکر کیا اور اُنھیں انبیائے کرامؑ کی جماعت کا فرد بتلایا۔ جب کہ سورۂ انبیاء کی آیت ۸۵ میں ذی الکفل کے متعلق فرمایا کہ وہ صابرین میں سے تھا۔

عیون الاخبار میں منقول ہے کہ مامون الرشید کے دربار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے نصرانی جاثلیق سے مباحثہ کے دوران فرمایا تھا: الیسع نے بھی وہی کرامات دکھائی تھیں جو کہ عیسٰیؑ نے دکھائی تھیں۔ وہ بھی عیسٰیؑ کی طرح سے پانی پر چلتے تھے اور برص کے مریضوں کو تندرستی دیتے تھے۔ اس کے باوجود ان کی اُمت نے اُنھیں رب نہیں کہا تھا۔

قصص الانبیاء میں مرقوم ہے کہ حضرت عبدالعظیم حسنی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں حضرت ذی الکفل کے متعلق دریافت کیا کہ ان کا نام کیا تھا اور کیا وہ جماعت مرسلین کے فرد تھے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث فرمائے۔ ان میں رسول تین سو تیرہ تھے اور حضرت ذی الکفل بھی رسولوں میں سے تھے۔ وہ حضرت سلیمانؑ بن داوٗدؑ کے بعد مبعوث ہوئے تھے اور وہ حضرت داوٗدؑ کی طرح سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ وہ صرف اللہ کی وجہ سے ہی کسی پر ناراض ہوتے تھے۔ ان کا اصلی نام "عویدیا" تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

''آپؐ اسماعیلؑ، الیسعؑ اور ذی الکفلؑ کا ذکر کریں، یہ سب کے سب نیک لوگوں میں سے تھے''۔

(اضافۃ من المترجم، نقلاً عن المیزان)

عذابِ دوزخ کی کیفیت

وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾

''اور سرکشی کرنے والوں کے لیے بدترین ٹھکانا ہے ان کے لیے دوزخ ہے جس میں وہ جھلسیں گے وہ بہت بُری قیام گاہ ہے۔ یہ عذاب ہے اب وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کا مزہ چکھیں''۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ۔ نے فرمایا: لفظ غساق کا لغوی معنی پیپ ہے، لیکن اس نام کی دوزخ میں ایک وادی بھی ہوگی۔ اس میں تین سوتیس محل ہوں گے اور ہر محل میں تین سو گھر ہوں گے۔ ہر گھر میں چالیس کونے ہوں گے۔ ہر کونے میں تین سوتیس بچھو ہوں گے۔ ہر بچھو کی دُم میں تین سوتیس زہریلے ڈنگ ہوں گے اور ان کی زہر اتنی سخت ہوگی کہ اگر ایک بچھو اپنی پوری زہر پوری دوزخ پر پھینک دے تو پوری دوزخ کی ہلاکت کے لیے کافی ہو جائے گی۔ اور اس میں آلِ محمدؐ کے دشمن اور ان کے حقوق کے غاصب افراد کو ٹھہرایا جائے گا۔

اس وقت اتباع کرنے والے اپنے گمراہ کرنے والوں سے اظہار براءت کریں گے اور ان کے پیر اپنے مریدوں اور پیروکاروں سے براءت کا اظہار کریں گے۔ پھر جب آلِ محمدؐ کے تمام دشمن دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو اس وقت وہ انتہائی حیرت سے یہ کہیں گے کہ کیا وجہ ہے کہ جنھیں ہم ''اشرار'' کہا کرتے تھے آج وہ دوزخ میں ہمیں کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ ہم نے یوں ان کا مذاق اُڑا لیا تھا یا آج وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''اشرار'' سے ان کی مراد شیعانِ علیؑ ہوں گے، کیونکہ وہ دنیا میں شیعیانِ علیؑ سے شدید نفرت کرتے تھے اور انھیں انتہائی بُرا سمجھتے تھے اور اُنھیں یقین تھا کہ یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے، لیکن جب وہ خود دوزخ میں جائیں گے تو انھیں وہاں حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے ایک فرد بھی دکھائی نہ دے گا۔ اسی لیے وہ از روئے تعجب یہ بات کہیں گے۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا: اے ابومحمد! خدا نے تم لوگوں کو اپنی کتاب میں یاد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب تمھارے دشمن دوزخ میں چلے جائیں گے تو اس وقت وہ تمھیں یاد کرکے کہیں گے: مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ (ہمیں کیا ہوگیا ہے ہمیں وہ لوگ دکھائی نہیں دیتے جنھیں ہم شریر سمجھا کرتے تھے)۔ وہ لوگ تمھیں انتہائی حقیر اور برا جانتے تھے، لیکن اس وقت تم جنت کی بہاریں لوٹنے میں مصروف ہوگے اور تمھارے دشمن دوزخ میں جل رہے ہوں گے اور وہ تمھیں دوزخ میں تلاش کر رہے ہوں گے۔

عیسیٰؒ بن مسیر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: تمھارے دوستوں یعنی ہمارے شیعوں کا کیا حال ہے؟

میں (راوی) نے عرض کیا: مولاؑ! ہم نہایت پریشان ہیں، لوگ تو ہمیں یہود و نصاریٰ، مجوسی اور مشرکین سے بھی برا جانتے ہیں۔ امام علیہ السلام تکیہ کے سہارے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سن کر آپؑ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ لوگ تمہیں کیا سمجھتے ہیں؟

میں (راوی) نے عرض کیا: لوگ ہمیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بھی برا جانتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے دو شخص بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! دو تو کیا تم میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا، تمھارے دشمن دوزخ میں جائیں گے اور وہ دوزخ میں پہنچ کر تمھیں وہاں تلاش کریں گے، لیکن تم لوگ اُنھیں دکھائی نہ دو گے تو وہ کہیں گے:

مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

"کیا وجہ ہے آج ہمیں وہ لوگ کیوں دکھائی نہیں دیتے جنھیں ہم 'اشرار' سمجھتے تھے"۔

معنہیہ" نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے۔

مجمع البیان میں عیاشی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ...... کی آیات کے متعلق فرمایا کہ جب ہمارے تمام دشمن دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو وہ وہاں ہمارے شیعوں کو تلاش کریں گے، لیکن اُنھیں دوزخ میں ہمارا ایک شیعہ بھی دکھائی نہ دے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ کیا وجہ ہے کہ ہمیں وہ لوگ دکھائی نہیں دیتے جنھیں ہم "اشرار" سمجھتے تھے۔

شیخ الطائفہ امالی میں اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ سماعہ بن مہران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: سماعہ! تمام لوگوں میں سے برے لوگ کون ہیں؟ سماعہ نے

کہا: فرزندِ رسولؐ! وہ ہم ہیں۔ یہ سنا تو امام علیہ السلام کو سخت غصہ آیا، یہاں تک کہ غصہ کی وجہ سے آپؑ کے رخسار سرخ ہوگئے۔ آپؑ پہلے لیٹے ہوئے تھے پھر اُٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: سماعہ! لوگوں کی نظر میں سب سے بُرے لوگ کون ہیں؟ سماعہ نے کہا: فرزندِ رسولؐ! میں نے آپؑ سے غلط بیانی تو نہیں کی ہے۔ لوگوں کی نظر میں ہم ہی سب سے زیادہ خراب ہیں، لوگ ہمیں کافر اور رافضی کہتے ہیں۔

سماعہ کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اس وقت کیا عالم ہوگا جب تمھیں جنت بھیج دیا جائے گا اور تمھارے مخالفین کو دوزخ روانہ کیا جائے گا۔ وہ دوزخ میں تمھیں ڈھونڈیں گے اور کہیں گے کہ مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ "ہمیں کیا ہوا ہے، ہمیں وہ لوگ دکھائی نہیں دیتے جنھیں ہم اشرار میں سے شمار کیا کرتے تھے"۔

سماعہ! تم میں سے جو کوئی برائی کرے گا ہم قیامت کے دن خدا کے حضور خود چل کر جائیں گے اور اس کی شفاعت کریں گے۔ اللہ ہماری شفاعت کو قبول کرے گا۔

خدا کی قسم! تم میں سے دس افراد بھی دوزخ میں نہ جائیں گے۔

خدا کی قسم! تم میں سے پانچ افراد بھی دوزخ میں نہ جائیں گے۔

خدا کی قسم! تم میں سے تین افراد بھی دوزخ میں نہ جائیں گے۔

خدا کی قسم! تم میں سے ایک فرد بھی دوزخ میں نہیں جائے گا، البتہ تم درجاتِ جنت کے حصول کے لیے محنت کرو اور پرہیزگاری اختیار کر کے اپنے دشمن کے لیے اذیت کا موجب بن جاؤ۔

بصائر الدرجات میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابومحمد! تم جنت کی نعمت سے لطف اندوز ہو رہے ہو گے اس وقت تمھارے دشمن تمھیں دوزخ میں ڈھونڈ رہے ہوں گے لیکن تم اُنھیں وہاں دکھائی نہ دو گے۔

جوامع الجامع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمھارے دشمن تمھیں دوزخ میں تلاش کریں گے، لیکن تم میں سے ایک فرد کو بھی وہاں نہ پائیں گے۔

قوله تعالیٰ: قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

"آپؐ کہہ دیں کہ یہ عظیم خبر ہے تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو"۔

آپؑ نے فرمایا: وہ لوگ جنھیں علم عطا ہوا ہے وہ ائمہ ہیں اور خبر امامت ہے۔

ملاءِ اعلیٰ کا جھگڑا

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾

"(آپ کہہ دیں کہ) مجھے اس وقت کی کوئی خبر نہ تھی جب ملاءِ اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ میری طرف تو وحی اس لیے کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا انسان ہوں"۔

تفسیر قمی میں اسماعیل جعفی سے منقول ہے کہ میں مسجد الحرام میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپؑ نے سر بلند کیا اور ایک مرتبہ آسمان کو دیکھا اور ایک مرتبہ کعبہ کو دیکھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا......

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد الحرام سے آخری نقطۂ سجود تک سیر کرائی"۔ (بنی اسرائیل، آیہ ا)

میں (راوی) نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا کو رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے مسجد الحرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے۔ اللہ نے اپنے حبیب کو یہاں (کعبہ کی طرف اشارہ کر کے) سے وہاں (آسمان کی طرف اشارہ کر کے) تک رات کے وقت سیر کرائی تھی اور ان دونوں کے درمیان حرم ہے۔ جب آپؐ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو وہاں پہنچ کر جبرئیل رُک گئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایسی جگہ آ کر رُک رہے ہو؟

جبرئیلؑ نے کہا: آپؐ آگے جائیں، آپؐ وہاں پر پہنچے ہیں جہاں مخلوقِ خدا میں سے کوئی نہیں پہنچا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کے نور کا مشاہدہ کیا، میرے اور اس کے درمیان "سبحہ" حائل تھا۔

میں (راوی) نے عرض کیا: "سبحہ" کیا ہے؟

آپؑ نے اپنے چہرے کے ساتھ زمین کی طرف اشارہ کیا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا اور آپؑ نے تین بار کہا کہ اس سے اللہ کا جلال مراد ہے۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا:

اللہ نے آواز دی: اے محمدؐ! میں نے جواب میں کہا: لبیک یا رب۔

ارشاد ہوا جانتے ہو کہ ملاءِ اعلیٰ میں کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟

میں نے عرض کیا: خدایا! تو پاک ہے مجھے تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے مجھے عطا کیا ہے۔ پھر اللہ نے اپنا ہاتھ یعنی

دستِ قدرت میرے سینہ پر رکھا، جس کی ٹھنڈک مجھے اپنے کندھوں کے درمیان میں محسوس ہوئی۔ اس کے بعد خدا نے ماضی و مستقبل کے متعلق مجھ سے جو کچھ پوچھا میں اُسے جان چکا تھا۔

پھر آوازِ قدرت آئی: اے محمدؐ! ملاءِ اعلیٰ میں کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟

میں نے عرض کیا: پروردگار! کفارات (کفارہ کی جمع) درجات اور حسنات کے متعلق ان میں جھگڑا ہوا ہے۔

پھر آوازِ قدرت آئی: اے محمدؐ! دنیا میں تمھارا رزق ختم ہونے کو ہے اور تمھاری موت قریب ہے، یہ بتاؤ تمھارا وصی کون ہے؟

میں نے عرض کیا: پروردگار! میں نے تیری مخلوق کو اچھی طرح سے آزمایا ہے۔ علیؑ سے بڑھ کر میرا کوئی فرماں بردار نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا: اے محمدؐ! اسے بشارت دو کہ وہ ہدایت کا پرچم ہے اور وہ میرے اولیاء کا امام ہے اور میرے اطاعت گزاروں کے لیے نور ہے اور علیؑ وہ کلمہ ہے جس کو میں نے متقین پر لازم کیا ہے۔ جس نے اس سے محبت کی تو اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اُس سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا۔ میں اُسے ایسی فضیلتوں سے مخصوص کروں گا جن سے میں نے کسی کو مخصوص نہیں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: پروردگار! وہ میرا بھائی، میرا ساتھی، میرا وزیر اور میرا وارث ہے۔

خدا نے فرمایا: ہماری تقدیر میں یہ فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے۔ اس کی آزمائش کی جائے گی۔

مجمع البیان میں ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے خدا نے فرمایا: جانتے ہو کہ ملاءِ اعلیٰ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں؟

خدا نے فرمایا: اُنھوں نے کفارات اور درجات میں جھگڑا کیا ہے۔ کفارات تین ہیں:

① کامل وضو کرنا ② جماعت کی طرف چل کر جانا ③ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا

درجات بھی تین ہیں: ① سلام کا عام کرنا ② طعام کھلانا ③ رات کے وقت جب لوگ سو رہے ہوں اُس وقت نماز پڑھنا۔

کتاب الخصال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب شبِ معراج ان سے پوچھا گیا کہ ملاءِ اعلیٰ کا جھگڑا کس بات میں ہوا ہے؟

نبی اکرمؐ نے عرض کیا: ان کا جھگڑا درجات اور کفارات میں ہوا ہے۔ اس وقت ندا آئی کہ درجات کیا ہیں؟

آنحضرتؐ نے عرض کیا: ① کامل وضو کرنا ② نماز جماعت کے لیے چل کر جانا ③ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا

انتظار کرنا ④ مرتے دم تک میری اور میرے اہلِ بیتؑ کی محبت پر ثابت قدم رہنا۔

حضرت علی علیہ السلام راوی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کفارات یہ ہیں: ① سلام کا عام کرنا ② کھانا کھلانا ③ جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت نمازِ تہجد ادا کرنا۔

داستانِ آدمؑ و ابلیس

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝

"جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں"۔

"بشر" سے انسان مراد ہے۔ راغب لکھتے ہیں کہ بشر جلد کے ظاہری حصّہ کو کہا جاتا ہے اور "اُدمہ" جلد کے اندرونی حصّہ کو کہا جاتا ہے۔ انسان کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے اُوپر کی جلد پر حیوانات کی طرح سے بال نہیں ہوتے۔ لفظ بشر واحد اور جمع کے لیے یکساں بولا جاتا ہے البتہ تثنیہ کے لیے بَشَرَیْنِ استعمال ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انسان کو "طین" سے بنا رہا ہوں۔ سورۂ روم میں فرمایا: میں انسان کو "تراب" سے بنا رہا ہوں اور سورۂ حجر میں فرمایا: صلصال من حمأمسنون سے بنا رہا ہوں۔ اور سورۂ رحمٰن میں فرمایا: صلصال کالفخار سے انسان کو بنا رہا ہوں۔

واضح رہے کہ اِن آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اِن آیات میں مٹی کی مختلف حالتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلا عن المیزان)

حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے خطبۂ قاصعہ میں آدمؑ و ابلیس اور اُس کے حسد وتکبر کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے: ہر تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو عزت و کبریائی کی ردا اُوڑھے ہوئے ہے اور جس نے اِن دونوں صفتوں کو بلاشرکت غیرے اپنی ذات کے لیے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کے لیے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لیے اِنھیں منتخب کیا ہے اور اُس کے بندوں میں سے جو اِن صفتوں میں اُس سے ٹکرائے اُس پر لعنت کی ہے اور اِسی کی رُو سے اُس نے اپنے مقرب فرشتوں کا امتحان لیا تاکہ اُن میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ نے باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردۂ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے، فرمایا: میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، جب میں اُس کو تیار کرلوں اور اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔

سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس، اسے سجدہ کرنے میں عار محسوس آئی اور اپنے مادۂ تخلیق کی بنا پر آدمؑ کے مقابلہ میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے اُن کے سامنے اکڑ گیا۔

چنانچہ یہ دشمنِ خدا عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیش رَو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی۔ اُس نے اللہ تعالیٰ سے اُس کی ردائے عظمت و کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا، تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور عجز و فروتنی کی نقاب اُتار ڈالی۔ پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اُسے بڑا بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنا دیا اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دنیا میں اُسے راندہ درگاہ بنایا اور آخرت میں اُس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی اور اگر اللہ چاہتا تو آدمؑ کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا کہ جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دے اور اُس کی خوش نمائی عقلوں پہ چھا جائے اور ایسی خوشبو سے کہ جس کی مہک سانسوں کو جکڑے اور اگر وہ ایسا کرتا تو اُن کے آگے گردنیں خم ہو جاتیں اور فرشتوں کو اُن کے بارے میں آزمائش ہلکی ہو جاتی لیکن اللہ سبحانہٗ اپنی مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے کہ جن کی اصل وحقیقت سے وہ ناواقف ہوتے ہیں تاکہ اِس آزمائش کے ذریعہ (اچھے اور بُرے افراد میں) امتیاز کردے اور اُن سے نخوت و برتری کو الگ اور غرور وخود پسندی کو دُور کر دے۔

تمھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اُس سے عبرت حاصل کرو کہ اُس کی طول طویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اُس کے ایک گھڑی کے گھمنڈ نے پانی پھیر دیا، حالانکہ اُس نے چھ ہزار برس تک (جو پتا نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے) اُس کی عبادت کی تھی۔ تو اب ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اُس جیسی معصیت کرکے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو؟

ہرگز نہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی وجہ سے ایک مَلک کو جنت سے نکال باہر کیا ہو، اُسی پر کسی بشر کو جنت میں جگہ دے۔ اُس کا حکم تو اہلِ آسمان اور اہلِ زمین میں یکساں ہے۔ اللہ اور مخلوقات میں سے کسی فردِ خاص کے درمیان دوستی نہیں کہ اُس کو ایسے امرِ ممنوع کی اجازت ہو کہ جسے تمام جہان والوں کے لیے اُس نے حرام کیا ہو۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ابلیس کا نام "حارث" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے "ابلیس" کہہ کر مخاطب کیا ہے، اُسے ابلیس کا نام اس لیے دیا گیا کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔

مایوسی کے لیے عربی زبان میں اَبْلَسَ استعمال ہوتا ہے اور اسی سے لفظ ابلیس مشتق ہے۔

عیون الاخبار میں محمد بن عبیدہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ کا فرمان ہے: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (تجھے اُس کے سجدہ سے کیا چیز مانع ہوئی جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں

سے بنایا؟) اس آیت میں بِیَدَیَّ (دونوں ہاتھوں سے) کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اِس سے مراد یہ ہے کہ تو نے اُسے سجدہ کیوں نہ کیا جسے میں نے اپنی قدرت وقوت سے پیدا کیا ہے۔

کتاب التوحید میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ قصہ آدمؑ میں بِیَدَیَّ (دونوں ہاتھوں سے) کے الفاظ وارد ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کلامِ عرب میں لفظ "ید" رہا تھا، قوت ونعمت کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ (سورۂ ص، آیہ ۱۷) "آپ ہمارے بندے داؤدؑ کا ذکر کریں جو بڑی قوتوں کا مالک تھا"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۞ (سورۂ ذاریات، آیہ ۴۷)

"اور ہم نے آسمان کو قوت سے پیدا کیا اور ہم وسعت دینے والے ہیں"۔

اور اسی لفظ "ید" سے "تائید" مشتق ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (سورۂ مجادلہ، آیہ ۲۲) "اُس نے اپنی روح سے اُن کی تائید کی" یعنی اپنی روح کے ذریعہ سے انھیں قوت فراہم کی۔

عربی زبان کا محاورہ ہے: لفلان عندی ید بیضاء "فلاں شخص نے مجھ پر نعمت کر کے احسان کیا ہے"۔

قوله تعالٰی: خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۞ (سورۂ اعراف، آیہ ۱۲)

"تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا ہے"۔

تفسیر قمی میں اسحاق بن جریر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے اِس آیت کے متعلق فرمایا: تیرے دوست اِس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا: معاملہ ایسا ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھی اِس کا ذکر کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسحاق! ابلیس نے جھوٹ کہا تھا۔ دراصل اُس کا مادۂ تخلیق بھی مٹی ہی ہے۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی؟

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۞ (سورۂ یٰسین، آیہ ۸۰)

"خدا وہی ہے جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی ہے اور تم اُس سے اپنے چولہے سلگاتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اُس آگ سے پیدا کیا تھا اور آگ کو درخت سے پیدا کیا اور درخت کی بنیاد مٹی ہی ہے۔

محمد بن یونس نے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: شیطان نے خدا سے روزِ قیامت تک کی مہلت طلب کی تھی۔ جواب میں خدا نے فرمایا تھا کہ تجھے وقتِ معلوم کے دن تک کی مہلت دی جاتی ہے۔ "وقتِ معلوم کا دن" کب آئے گا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے بیت المقدس کی چٹان پر ذبح کریں گے۔

تکلف کی مذمت

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾

"اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک مسلم خاتون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اُس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں جس شخص کی بیوی ہوں، میں نے اسے جنسی سکون فراہم کیا۔ میں نے اُس کی دنیا و آخرت کے امور میں مدد کی ہے۔ اُس نے آج تک میرے رویہ میں کوئی شکایت آمیز پہلو نہیں دیکھا مگر میں اِس وقت اُس کی شکایت کرنے حاضر ہوئی ہوں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کس بات کی شکایت کرتی ہو؟

اُس عورت نے جواب دیا کہ میرے شوہر نے مجھ سے "ظہار" کیا ہے اور کہا ہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند حرام ہے اور اُس نے مجھے گھر سے باہر نکال دیا ہے۔ اب آپؐ ہی میری دادرسی فرمائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک اللہ تعالیٰ نے "ظہار" کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں کیا اور اگر اِس کے متعلق خدا نے کوئی حکم نازل کیا ہوتا تو میں اُس کے مطابق تیرے اور تیرے خاوند کے درمیان فیصلہ کرتا اور بناوٹ کرنے والوں میں سے بننا بھی مجھے ناپسند ہے۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بناوٹ کرنے والا اگرچہ صحیح کام بھی کرے پھر بھی وہ خطاکار ہے اور بناوٹ کرنے والے کو تھکان، تکلیف اور بدبختی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور اُس کا انجام ذلت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

بناوٹ کرنے والے کا ظاہر ریا اور اُس کا باطن منافقت پر مشتمل ہوتا ہے اور ریا اور منافقت ہی بناوٹ کرنے والے کے وہ پَر ہوتے ہیں جن سے وہ پرواز کرتا ہے۔ بناوٹ بازی تو صالحین کے کردار کا حصّہ ہے نہ ہی متقین کی علامت ہے۔ اور اگر بناوٹ بازی کوئی اچھا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے یہ نہ کہتا:

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

''آپؐ کہہ دیں کہ میں تم سے اِس کی اُجرت طلب نہیں کرتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں''۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو جو وصیتیں فرمائی تھیں اُن میں یہ بات بھی تھی: بناوٹ کرنے والے کی تین علامتیں ہیں:

① جب کوئی موجود ہوگا تو اُس کی خوشامد کرے گا ② پسِ پشت غیبت کرے گا ③ کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر خوش ہوگا۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت لقمانؑ حکیم نے اپنے فرزند سے فرمایا: فرزند! ہر چیز اپنی علامت سے پہچانی جاتی ہے اور بناوٹ کرنے والے کی تین علامتیں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے:

① جو اُس سے بڑا ہوگا اُس سے جھگڑا کرے گا ② اور وہ ایسی باتیں کرے گا جن کا اُسے علم نہ ہوگا ③ وہ ایسے منصب کے حصول کی جدوجہد کرے گا جسے حاصل کرنا اُس کے لیے ناممکن ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کچھ علماء ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو فتویٰ کے لیے پیش کرتے ہیں، لیکن وہ ایک صحیح فتویٰ دینے کے بھی اہل نہیں ہوتے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ بناوٹ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ایسے علماء دوزخ کے چھٹے درجہ میں ہوں گے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بناوٹ کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں:

① جو اُس سے بڑا ہوگا وہ اُس سے جھگڑا کرے گا ② ایسے منصب کے حصول کی جدوجہد کرے گا جس کا حصول اُس کے لیے ناممکن ہوگا ③ ایسی باتیں کرے گا جن کا اُسے علم نہیں ہوگا۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ کچھ مسلمانوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا کہ آپ لوگوں پر جبر کریں تاکہ وہ اسلام قبول کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں خدا کے حضور بدعت ایجاد کرنے والا بن کر پیش ہونا پسند نہیں کرتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

قولہ تعالیٰ: اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ ﴿۸۸﴾

"یہ تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے، چند دنوں بعد تمھیں اِس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی"۔

روضۂ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں اور تمھیں اِس حقیقت کا علم اُس وقت ہوگا جب قائم آلِ محمدؐ خروج کریں گے۔

جابرؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں اور شیطان کے دوستوں، اہلِ تکذیب وانکار سے اپنے نبیؐ کی زبانی سے یوں خطاب کرایا:

قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ ﴿۸۶﴾

(میں تم سے اِس کی اُجرت کا سوال نہیں کرتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں) میں بھلا تم سے سوال کیوں کروں، کیونکہ تم تو کچھ اُجرت دینے کے اہل نہیں ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے آیتِ مودت نازل کی تو اُس وقت منافقین نے کہا تھا کہ بیس سال سے محمدؐ ہماری گردنوں پر حکومت کررہا ہے۔ اب وہ اپنے اہلِ بیتؑ کو ہماری گردنوں پر سوار کرنا چاہتا ہے۔ اگر محمدؐ قتل ہوگئے یا اُن کی وفات ہوئی تو ہم اُن کے اہلِ بیتؑ سے حکومت واقتدار چھین لیں گے اور اُنھیں کبھی حکومت کے منصب پر نہ آنے دیں گے۔

مناقب ابن شہرآشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا:

لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات کے لیے منتخب کیا ہے اور اپنے دین کے لیے ہمیں چنا ہے اور اپنی مخلوق میں سے ہمیں مصطفیٰ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی کتاب اور وحی کو نازل کیا۔ خدا کی قسم! جو شخص ہمارے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اُس کے حق میں کم کرے گا۔ ہمارے خلاف حکومتیں قائم ہوں گی، لیکن انجامِ کار اللہ تعالیٰ ہماری حکومت قائم کرے گا۔

وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ "چند دنوں بعد تمھیں اِس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی"۔

●......●......●

سُورَۃ الزُّمَر

سورۃ الزمر مکیۃ آیاتھا ۷۵ و رکوعاتھا ۸

''سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ایک پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں''۔

سورۂ الزمر کے فضائل

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص سورۂ زمر کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت کا شرف عطا کرے گا اور مال وقبیلہ کے بغیر اتنی عزت دے گا کہ جو بھی اُسے دیکھے گا وہ اُس سے خوف زدہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے جسم کو دوزخ پر حرام قرار دے گا اور جنت میں اُس کے لیے ایک ہزار شہر تعمیر کرے گا۔ ہر شہر میں ہزار محلات ہوں گے اور ہر محل میں ایک سو حوریں ہوں گی اور اُس کے لیے دو چشمے جاری کیے جائیں گے اور اُس کے لیے خیام میں حوریں ہوں گی اور ہر طرح کے پھل دیے جائیں گے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو سورۂ زمر کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو کبھی نا اُمید نہیں کرے گا اور اسے خوفِ خدا رکھنے والوں کا اجر عطا کرے گا۔

سورۂ زمر کے مرکزی موضوعات

اس سورۂ مبارکہ کی آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطب مشرکینِ مکہ نے آپؐ پر زور دیا تھا کہ آپؐ اعلانِ توحید اور دعوتِ توحید سے باز آجائیں۔ انھوں نے آپؐ کو اپنے دیوی دیوتاؤں کے غضب سے بھی ڈرایا تھا۔ اِس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

اِس سورہ میں تاکید کی گئی ہے کہ آپؐ اپنے دین کو خالص خدا کے لیے اپنائیں اور مشرکین کے دیوی دیوتاؤں کو خاطر میں نہ لائیں اور مشرکین پر واضح کر دیں کہ آپؐ کو اعلانِ توحید اور اخلاصِ دین کا حکم دیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اِس سورۂ مبارکہ میں ''اخلاص'' کا کئی بار تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً اس سورہ کی ابتدا میں یہ کہا گیا: فَاعْبُدِ

اللهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۔ پھر اسی سورہ میں یہ کہا گیا: قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ کے ذریعہ سے موت کے یقینی ہونے کو بیان کیا اور اِس ضمن میں یہ پیغام دیا: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۚ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ۔ پھر جاہل مشرکین سے یہ کہا گیا: قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْۤ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ۔

الغرض اس طرح کے بہت سے اشارات موجود ہیں۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت کا احتجاج کیا گیا ہے اوراس کے لیے وحی اور برہان دونوں طریقوں کو استعمال میں لایا گیا ہے۔

اِس سورہ میں مومنین ومشرکین کا موازنہ بھی احسن انداز سے پیش کیا گیا ہے اور اہلِ ایمان کو بشارت دی گئی ہے کہ اُنھیں عظیم نعمات سے نوازا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کو بھی خسارے اور عذابِ آخرت کی وعید سنائی گئی ہے اور انھیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جس طرح سابقہ اُمتوں کو دنیاوی عذاب کا سامنا کرنا پڑا تھا اِسی طرح سے اُنھیں بھی دنیاوی ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اِس کے بعد اُنھیں آخرت کے بدترین عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اور آیات میں اتنا اتصال پایا جاتا ہے گویا ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہوں۔ (اضافۃ من المترجم نقلا عن المیزان)

ooo

G2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿۲﴾ؕ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰی مِمَّا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ ہُوَ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّہَارِ وَ یُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزۡوَاجٍ ؕ یَخۡلُقُکُمۡ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ

21

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ تَكْفُرُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا
يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ
اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ
لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ
اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا
وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ
يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ
اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ
اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۱۱ ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ
الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۲ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ

عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ
ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ
عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ
يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾
الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ
كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ
اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ
يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾
اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ۚ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ؗ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ؑ

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"یہ غالب و حکیم خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ ہم نے حق کے ساتھ آپؐ کی طرف کتاب نازل کی ہے۔ آپ مکمل اِخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ خبردار! دین خالص اللہ کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اُس کے علاوہ دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم اُن کی پوجا صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں گے۔ اللہ اُن کے درمیان اِن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور اللہ کسی جھوٹے اور ناشکرے کو ہدایت نہیں کرتا۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا، وہ پاک ہے، وہ واحد و قہار اللہ ہے۔ اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے۔ اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے، ان میں سے ہر ایک مقرر وقت تک چلتا رہتا ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ غالب اور زیادہ بخشنے والا ہے۔ اُس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے پھر اُسی سے اُس کا جوڑا قرار دیا ہے۔ اُس نے تمھارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے ہیں۔ وہ تم کو تمھاری ماؤں کے شکم میں مختلف منزلوں سے گزارتا ہے۔ یہ تین تاریکیوں میں ہوتا ہے۔ وہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اُسی کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے، اُس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟

اگر تم کفر اختیار کرلو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اِسے تمھارے لیے پسند کرتا ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ پھر تمھاری بازگشت تمھارے پروردگار کی طرف ہے وہ تمھیں تمھارے اعمال کی خبر دے گا بے شک وہ سینوں میں پوشیدہ باتوں سے بھی باخبر ہے۔

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اُسے صدا دیتا ہے پھر جب خدا اُسے نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر پہلے وہ صدا دے رہا تھا۔ وہ دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے بہکا سکے۔ آپؐ کہہ دیں کہ اپنے کفر کے ساتھ خوب لطف اندوز ہو لے یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔

کیا وہ شخص جو فرماں بردار ہے رات کی گھڑیوں میں سجدہ اور قیام کی حالت میں خدا کی عبادت کرتا ہے؟ اور آخرت کا خوف رکھتا ہے؟ اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟ آپؐ کہہ دیں کہ علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت بس اہلِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔

آپؐ کہہ دیں کہ اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو کہ اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اِس دنیا میں نیک رویہ اپنایا ہوا ہے اُن کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔ آپؐ کہہ دیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس کی بندگی کروں۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا اطاعت گزار بن جاؤں۔ آپؐ کہہ دیں کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں روزِ عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

آپؐ کہہ دیں کہ میں تو اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کی بندگی کروں گا۔ تم اُس کے علاوہ جس کی چاہو بندگی کرو۔ آپؐ کہہ دیں کہ اصل خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈال دیا۔ آگاہ رہو یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔ اُن پر آگ کی چھتریاں اُوپر سے بھی چھائی ہوئی ہوں گی اور نیچے سے بھی۔ یہ وہ انجامِ بد ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو! تم مجھ سے ہی ڈرو۔

وہ لوگ جنھوں نے طاغوت کی بندگی سے پرہیز کیا اور خدا کی طرف متوجہ ہوگئے، تو اُن کے لیے بشارت ہے۔ تم میرے بندوں کو بشارت دو جو کہ بات کو غور سے سنتے ہیں اور اُس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ صاحبانِ عقل ہیں بھلا جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہو تو کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو عذاب میں گر چکا ہو؟

البتہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے، اُن کے لیے جنت کے بالاخانے ہیں جن پر مزید بالاخانے ہیں۔ اُن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اُسے چشموں کی شکل میں زمین میں جاری کر دیا، پھر وہ اُس پانی سے طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کے رنگ جدا جدا ہوتے ہیں، پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں، پھر تم دیکھتے ہو کہ خشک ہوکر زرد ہو جاتی ہیں، پھر اللہ انھیں بھس بنا دیتا ہے۔ یقیناً اِس میں اہلِ عقل کے لیے نصیحت کا سامان پایا جاتا ہے۔ تو کیا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہو (تو کیا وہ گمراہوں جیسا ہو سکتا ہے؟) افسوس ہے اُن کے لیے جن کے دل ذکرِ خدا کے لیے سخت ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ کھلم کھلا گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام اُتارا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں۔ جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ اِسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ پھر اُن کے جسم اور اُن کے دل یادِ خدا کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اِس سے ہدایت کرتا ہے۔ جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

اُس شخص کی بدبختی کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو قیامت کے دن عذاب کی سختی اپنے منہ پر لے گا۔ ظلم کرنے والوں سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم اپنی کمائی کا مزہ چکھو۔ اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو اُن پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انھیں تصور بھی نہیں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اُن کو رسوائی کا ذائقہ چکھایا جب کہ آخرت کا عذاب تو کہیں بڑا ہے۔ کاش وہ یہ بات جان لیتے۔

ہم نے اِس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ یہ ایسا قرآن ہے جو عربی میں ہے۔ اِس میں کوئی کجی نہیں ہے تا کہ یہ لوگ تباہی سے بچ جائیں۔ اللہ اُس مرد کی مثال بیان کرتا ہے جس میں بہت سے جھگڑالو شرکاء ہوں اور دوسرا شخص پورے کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہو، تو کیا دونوں کی حالت برابر ہو سکتی ہے؟ الحمد للہ! لوگوں کی اکثریت لاعلم ہے۔ بے شک آپ کو مرنا ہے اور انھیں بھی مرنا ہے۔ پھر تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے"۔

بت پرستوں کی دلیل

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۗ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۗ

"خبردار! دین خالص اللہ کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اِس کے علاوہ دیگر سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اُن کی پوجا صرف اِس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں گے"۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکینِ عرب سے مباحثہ کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ خدا کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

اُنھوں نے کہا کہ ہم اُن کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ نیک لوگوں کی مورتیاں ہیں اور جب ہم اِن مورتیوں کی عبادت کرتے ہیں تو اِس سے وہ نیک لوگ خوش ہوتے ہیں اور اُن کی خوشی کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقرب

حاصل ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے اُن کی عبادت کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جو اِن مورتیوں کی پوجا کرتے ہو، کیا یہ تمھاری پوجا کو دیکھ سکتی ہیں یا تمھاری التجاؤں کو سنتی ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اِن مورتیوں نے تمھیں پیدا کیا ہے یا تم نے اِن مورتیوں کو اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے؟ اُنھوں نے کہا: یہ بت ہمارے ہی تراشے ہوئے ہیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اِن کی عبادت خدا کے تقرب کا ذریعہ تب بنتی اگر خدا نے تمھیں اِن کی عبادت کا حکم دیا ہوتا۔ اُس نے تو تمھیں اِس کا حکم ہی نہیں دیا اور یہ بات کتنی جہالت آمیز ہے کہ صانع اپنی مصنوع کی پوجا کرے!!

قرب الاسناد میں مرقوم ہے کہ قیامت کے دن غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اپنے معبُودوں سمیت حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے اِن کی عبادت کیوں کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہم نے اِن کی اس لیے عبادت کی تھی کہ اِس طریقہ سے تیرا تقرب نصیب ہو جائے۔ اُس وقت خدا ملائکہ کو حکم دے گا کہ اِن مشرکین کو اور اِن کے معبُودوں کو دوزخ میں ڈال دو۔ البتہ جن کا میں استثنا کروں انھیں دوزخ سے دُور رکھو۔

وضاحت: مشرکین کے کئی گروہ ایسے بھی تھے جو اجرامِ فلکی یعنی سورج، چاند اور دیگر ستاروں کی عبادت کرتے تھے۔ اِس میں اجرامِ فلکی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ فرمائے گا کہ اِن کے مزعومہ معبُودوں میں سے میں جس کا استثنا کروں اُسے دوزخ سے دُور رکھو۔ (اضافۃ من المترجم)

وحدانیتِ خداوندی کا مفہوم

سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۝

"وہ پاک ہے، وہ واحد وقہار اللہ ہے"۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ روزِ جمل ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اُس نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے عرض کیا: کیا آپؑ اللہ کو "واحد" مانتے ہیں۔ جب لوگوں نے اُس کا یہ سوال سنا تو اُس پر ٹوٹ پڑے اور کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ امیرالمومنینؑ کس پریشانی میں مبتلا ہیں، اِس وقت تمھیں بے موقع سوال سوجھا ہے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو، جو کچھ یہ اعرابی پوچھنا چاہتا ہے اس چیز کا تو ہم اِن مخالفین سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ واحد ہے تو اِس کے چار مفہوم ہوتے ہیں۔ اس کے دو مفہوم

اللہ کے لیے جائز نہیں ہیں اور دو مفہوم اُس کی ذات کے عین مطابق ہیں۔

جو دو مفہوم اُس کے شایانِ شان نہیں ہیں وہ یہ ہیں: کوئی شخص کہے کہ "اللہ واحد ہے" اور "واحد" سے وہ اعداد میں سے پہلا عدد مراد لے رہا ہو تو یہ مفہوم خدا کی شان سے متصادم ہے۔ کیونکہ گنتی میں ایک کو واحد کہتے ہیں پھر اِس کے بعد دو کا ہندسہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنھوں نے اللہ کو ثالث ثلاثہ (تین میں تیسرا) کہا (یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس کا عقیدہ رکھا تھا) تو خدا نے اُنھیں کافر قرار دیا۔ اور اگر کوئی خدا کو اِس نیت سے واحد کہے کہ اُس کی حیثیت جنس اِلٰهَةٌ میں ایک نوع کی سی ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اِس مفہوم میں تشبیہ پائی جاتی ہے اور ہمارا رب اِس سے پاک ہے اور وہ دو مفہوم جو خدا کی ذات کے شایانِ شان ہیں، وہ یہ ہیں: پہلی شکل یہ ہے کہ کوئی اُسے "واحد" بایں معنی کہے کہ اشیاء میں اُس کی کوئی شبیہ نہیں ہے تو یہ درست ہے اور ہمارے رب کی شان کے عین مطابق ہے۔

اِس کی دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی اُسے واحد کہے اور اِس سے احدی المعنٰی ذات مراد لے، یعنی یہ عقیدہ رکھے کہ وہ ہر لحاظ سے واحد ہے۔ بہت سے اجزاء سے مرکب ہو کر واحد نہیں بنا، کیونکہ خدا کو وجود، عقل اور وہم جیسے اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مفہوم بھی ہمارے پروردگار کی شان کے شایان ہے۔

(نوٹ: بحارالانوار، طبع جدید کی جلد ۳، ص ۲۰۷ پر اِس حدیث کی تشریح کی گئی ہے۔ محققین کو اِس کی طرف رجوع کرنا چاہیے)

قوله تعالٰى: وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ

"اُس نے تمھارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے"۔

احتجاج طبرسی میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِس آیتِ مجیدہ میں لفظ انزل اُتارنے کے معنی میں نہیں بلکہ خَلَقَ کے معنی میں ہے، یعنی اُس نے تمھارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔

(عرضِ مترجم: امیر المومنین علی علیہ السلام کی تفسیر کے تحت ہم نے بھی "پیدا کیے" کا ترجمہ لکھا ہے)

مختلف مراحل کی دیت

تہذیب الاحکام میں ابی جریر قمی سے منقول ہے کہ میں نے "عبدِ صالح"، یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: نطفہ کی دیت کیا ہے؟ علقہ کی دیت کیا ہے، مضغہ مخلقہ کی دیت کیا ہے؟ اور جنین کی دیت کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ بچہ شکمِ مادر میں مختلف مراحلِ تخلیق سے گزرتا ہے۔ چالیس دن تک وہ نطفہ کی شکل میں رہتا ہے پھر وہ علقہ (لوتھڑے) کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور چالیس دن تک اِسی شکل میں رہتا ہے پھر وہ مضغہ (چبائی جانے والی ہڈی) کی شکل اختیار کرتا ہے اور چالیس دن تک اِسی صورت میں ہوتا ہے۔

نطفہ کی دیت چالیس دینار ہے۔ علقہ کی دیت ساٹھ دینار ہے اور مُضغہ کی دیت اسّی دینار ہے۔ پھر جب اُس میں ہڈیاں پیدا ہوجائیں تو اُس کی دیت ایک سو دینار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ (المومنون، آیہ ۱۴)

(پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ایک اور مخلوق کی شکل میں بنایا، بابرکت ہے اللہ جو کہ احسن الخالقین ہے)۔

پھر جب جنین کامل ہوجائے اور اُس میں روح پیدا ہوجائے تو اگر کوئی اُسے ساقط کرے تو اُسے اِس کی دیت دینی ہوگی خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ داؤد رقی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب شکمِ مادر میں بچے کو چھ مہینے گزر جائیں تو اُس کی تخلیق مکمل ہوجاتی ہے اور اللہ اُس کی تخلیق کے عمل سے فارغ ہوجاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: داؤد! بچے کی پیدائش تک خدا سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔ نجانے وہ پیدائش سے قبل اُس میں کیا تبدیلی پیدا کردے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں۔

یا پھر اُسے دیکھو جسے اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ کی اندھیاری اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل وصورت کا منجمد خون تھا۔ (پھر انسانی خط وخال کے سانچے میں ڈھل کر) جنین بنا اور پھر طفل شیرخوار اور (پھر حدِ رضاعت سے نکل کر) طفل (نوخیز) پھر پورا پورا جوان ہوا۔

تین تاریکیاں

فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ......

"وہ تین تاریکیوں میں تمھیں رکھ کر تخلیق کے مراحل سے گزارتا ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وہ تین تاریکیاں یہ ہیں: ① شکم کی تاریکی ② رحم کی تاریکی ③ بچہ دانی کی تاریکی چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی مفہوم منقول ہے۔ مصباح الزائر میں سید ابن طاؤس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعائے عرفہ نقل کی ہے۔ اِس دعا میں آپ علیہ السلام نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

تو نے میری تخلیق کی ابتدا مادۂ مخصوص سے فرمائی، پھر تو نے مجھے خون، جلد اور گوشت کی تین تاریکیوں میں ٹھہرایا، تو نے میرے معاملات میرے سپرد نہیں کیے۔ پھر تو نے مجھے کامل الخلقت بنا کر دنیا میں بھیجا۔

"توحیدِ مفضل" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل کو اَسرارِ خلقت کی تعلیم دی تھی۔ آپؑ نے اِس ضمن میں فرمایا: مفضل! سب سے پہلے انسان کی تخلیق سے ابتدا کرتے ہیں۔ تم اِس سے عبرت حاصل کرو۔ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ رحم میں جنین کی تدبیر کیسے کی جاتی ہے؟

جنین تین تاریکیوں میں لپٹا ہوا ہوتا ہے: ① شکم کی تاریکی ② رحم کی تاریکی ③ بچہ دانی کی تاریکی۔ اُس کے پاس غذا کے حصول اور تکلیف کے دُور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ جنین نہ تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف دُور کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی غذا کے لیے خونِ حیض جاری کرتا ہے اور خونِ حیض اُسے یوں سیراب کرتا ہے جیسا کہ پانی نباتات کو سیراب کرتا ہے اور تکمیلِ خلقت تک یہی اُس کی غذا ہوتی ہے۔ پھر جب اُس کا بدن مستحکم ہوجاتا ہے اور اُس کی جلد ہوا کو برداشت کرنے کے قابل ہوجاتی ہے اور اُس کی آنکھیں سورج کی روشنی کو برداشت کرنے کی صلاحیت حاصل کرلیتی ہیں تو عورت کو دردِ زہ شروع ہوجاتا ہے اور جنین شکمِ مادر سے باہر آجاتا ہے۔

قوله تعالٰی: وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ

"وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُسے تمھارے لیے پسند کرے گا"۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ اِس آیت میں کفر اختلاف کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور شکر ولایت و معرفت کے معانی میں ہے۔

کتاب التوحید میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر فعل و قول کے لیے مشیت و ارادہ ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس فعل و قول سے محبت ہو اور اُس پر خدا راضی ہو۔ مثلاً نصاریٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ثالث ثلاثہ ہے اور اگر مشیت و ارادہ نہ ہوتا تو وہ یہ کہہ نہ سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ اِس کلمہ کو پسند بھی نہیں کرتا اور کفر پر راضی بھی نہیں ہے۔

انسانی عادت

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیْبًا اِلَیْهِ ......

"اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اُسے صدا دیتا ہے، پھر جب خدا اُسے نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر پہلے وہ صدا دے رہا تھا۔ وہ دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتا ہے، تاکہ اللہ کے راستے سے بہکا سکے۔ آپ کہہ دیں کہ اپنے کفر کے ساتھ خوب لطف اندوز ہو لے تو یقیناً دوزخ میں جانے والا ہے"۔

انسان کی عمومی فطرت ہے کہ جب اُس پر کوئی تکلیف، بیماری یا قحط نازل ہوتا ہے تو اُس وقت وہ خلوصِ دل کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے اور غیر اللہ سے صرفِ نظر کر لیتا ہے، لیکن جب اللہ اُس کی مصیبت کو دُور کر دیتا ہے تو وہ اپنی اس مصیبت کو بھول جاتا ہے اور اُس کے ساتھ خدا کو بھی بھول جاتا ہے اور وہ دوسروں کو خدا کا ہمسر بنانے لگ جاتا ہے۔

ہمسروں سے بت وغیرہ بھی مراد لیے جاسکتے ہیں اور اس کے علاوہ وہ اسباب بھی مراد لیے جاسکتے ہیں جن پر انسان عالمِ حالات میں اعتماد کرتا ہے۔ نعمت کی ناشکری کرنے والے انسانوں کی حالت بیان کرنے کے بعد خدا نے مومنِ کامل کی حالت بیان کی اور صاحبانِ انصاف سے سوال کیا کہ کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

چنانچہ فرمایا:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ

"کیا وہ شخص جو فرماں بردار ہے رات کی گھڑیوں میں سجدہ اور قیام کی حالت میں خدا کی عبادت کرتا ہے اور آخرت کا خوف رکھتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے"۔

یعنی وہ بیک وقت اُمید و بیم رکھتا ہے، عذابِ آخرت سے ڈرتا ہے اور رحمتِ الٰہی کا اُمیدوار ہے۔ رحمت صرف آخرت سے مخصوص نہیں ہے، رحمت کا تعلق دونوں جہانوں سے ہے۔ یہ دونوں طرح کے افراد کسی طرح سے بھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ (اضافۃ من المترجم مخلصاً عن المیزان)

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ ...... کی آیت کا مصداق امیر المومنین علی علیہ السلام کا ایک سیاسی حریف ہے اور اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ ...... کی آیت کے مصداق حضرت علیؑ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کی حالت بیان کر کے اربابِ دانش سے پوچھا ہے کہ کیا یہ دونوں افراد برابر ہو سکتے ہیں؟

کیا عالم و جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

"آپ کہہ دیں کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟"

اس آیتِ مجیدہ میں علم اور اہلِ علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے چند اشیاء کے درمیان فرق واضح کیا ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ یہ آپس میں کسی طور پر بھی برابر نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ (المائدہ، آیہ ۱۰۰)

"ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے ہیں"۔ یعنی کیا حلال و حرام برابر ہو سکتے ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ (الانعام، آیہ ۵۰)

"کیا اندھا اور بینا برابر ہیں؟" اس کا جواب نفی میں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔

أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (الرعد، آیہ ۱۶)

"کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہیں؟" اس کا جواب بھی نفی میں ہے کہ روشنی اور تاریکی یکساں نہیں ہیں۔

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ (الحشر، آیہ ۲۰)

"دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں"۔ دوزخ عذاب کا مقام ہے جب کہ جنت راحت کا مقام ہے۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿۲۱﴾ (فاطر، آیہ ۲۱)

"سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہیں"۔

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾ (السجدہ، آیہ ۱۸)

"کیا مومن، فاسق کی مانند ہو سکتا ہے، وہ برابر نہیں ہیں"۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (فاطر، آیہ ۲۲)

"زندہ اور مُردہ برابر نہیں ہیں"۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (النساء، آیہ ۹۵)

''بغیر کسی مجبوری کے گھر میں بیٹھ رہنے والے مومن اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں''۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ (الحدید، آیہ ۱۰)

''فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا اور جہاد کرنے والا فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے کے برابر نہیں ہوسکتا''۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ (فصلت، آیہ ۳۴)

''نیکی اور برائی یکساں نہیں ہے''۔

جس طرح سے خبیث وطیب برابر نہیں ہیں اور بینا و نابینا برابر نہیں ہیں اور روشنی اور اندھیرا برابر نہیں ہیں اور جنتی اور دوزخ برابر نہیں ہیں اور دھوپ اور سایہ برابر نہیں ہیں اور مومن و فاسق برابر نہیں ہیں اور زندہ اور مُردہ برابر نہیں ہیں اور جہاد سے جی چرانے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں اور کڑوے پانی اور میٹھے پانی کے دریا برابر نہیں ہیں اور فتح مکہ سے قبل انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد کرنے والے اور فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے برابر نہیں ہیں اور جس طرح سے نیکی اور برائی برابر نہیں ہیں اسی طرح سے عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں۔ (اضافۃ من المترجم عفی عنہ)

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیرؒ سے فرمایا: اے ابومحمدؒ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں، ہمارے شیعوں اور ہمارے دشمنوں کو ایک ہی آیت میں یاد کیا ہے اور فرمایا ہے: قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ''آپ کہہ دیں کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں؟''

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ نتیجہ دیا:

اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ''اہلِ عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔

اس آیت مجیدہ میں یَعْلَمُوْنَ (جو جانتے ہیں) سے ہم آلِ محمدؑ مراد ہیں اور وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ سے ہمارے دشمن مراد ہیں، یعنی وہ کچھ نہیں جانتے اور اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ سے ہمارے شیعہ مراد ہیں، کیونکہ وہی اہلِ عقل و دانش ہیں۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا سے نمازِ شب کی ادائیگی مراد ہے۔ الکافی میں بھی یہی روایت اسی اسناد سے منقول ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمھیں حاجت طلب کرنا ہو تو اہل افراد

سے حاجت طلب کرو۔ پوچھا گیا: اہل افراد سے کون لوگ مراد ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اہل افراد وہ ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ "اہلِ عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں"۔۔۔۔ یعنی تم بھی اہلِ عقل سے ہی اپنی حاجات طلب کرو۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ایک شاگرد نے اپنے ایک نظریاتی مخالف کو سرِ عام دلائل میں شکست دے کر لاجواب کردیا۔ کچھ دنوں بعد وہ شاگرد آپؑ کے پاس آیا۔ اُس وقت آپؑ کے پاس بہت سے ہاشمی اور علوی افراد موجود تھے۔ امام علیہ السلام نے اُسے صدرِ مجلس میں اپنے قریب جگہ دی۔

علویوں نے کہا کہ آپؑ نے اُسے ہم پر فضیلت دے کر اچھا نہیں کیا۔ آپؑ نے فرمایا: تم اس کا مقام کیا جانو۔ اس نے فلاں ناصبی کو مضبوط دلائل و براہین سے شکست دی ہے، لہٰذا اس کا مقام انتہائی بلند ہے۔

فضیلتِ عقل

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ

"اہلِ عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں"۔

محاسنِ برقی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عقل سے بہتر نعمت کوئی تقسیم نہیں کی ہے۔ عقل مند کی نیند جاہل کی بیداری سے افضل ہے۔ عاقل کا اِفطار جاہل کے روزہ سے افضل ہے۔ عاقل کا بیٹھنا جاہل کے کھڑے ہونے سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس بھی بندہ کو نبوت و رسالت عطا کی اُسے پہلے کامل العقل بنایا اور اُس کی عقل اُس کی تمام اُمت کی عقول سے بہتر ہوتی ہے۔ اور نبی جو کچھ اپنے دل میں چھپاتا ہے وہ تمام مجتہدین اجتہاد سے بہتر ہوتا ہے۔ فرائضِ الٰہی کی ادائیگی کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہے۔

علی بن عقبہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں اور معلّٰی بن خنیس امام علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپؑ اس وقت زنان خانہ سے باہر نکلے اور ہمیں دیکھ کر فرمایا: تم دونوں کو خوش آمدید ہو۔ پھر آپؑ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اہلِ عقل کے لقب سے یاد کیا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ "تم لوگ ہی نصیحت حاصل کرنے والے اہلِ عقل ہو"۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ کی آیتِ مجیدہ کے متعلق پوچھا۔

G22

آپؑ نے فرمایا: یَعْلَمُوْنَ ہم ہیں اور لَا یَعْلَمُوْنَ ہمارے دشمن ہیں اور اُولُوا الْاَلْبَابِ ہمارے شیعہ ہیں۔
بصائر کی دوسری روایت میں بھی اسی مفہوم کو نقل کیا گیا ہے۔

اہلِ صبر کا درجہ

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾
"صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا"۔
اس آیتِ مجیدہ میں کوئی شرط وقید عائد نہیں کی گئی، لہٰذا صبر خواہ اطاعت پر ہو یا معصیت سے، پرہیز کی شکل میں ہو یا مصیبت پر ہو یا کفار ومشرکین کی ایذا رسانیوں پر ہو، جس طرح سے بھی صبر ہو اس کا بہت بڑا مقام ہے اور صابروں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ (اضافۃ من المترجم)
مجمع البیان میں عیاشی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب میزان اعمال نصب کیے جائیں گے اور نامۂ اعمال کھولے جائیں گے تو مصیبت زدگان کے لیے نہ تو میزان نصب کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے نامۂ اعمال کو کھولا جائے گا۔
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ
اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا ایک گروہ مبعوث ہوگا، وہ سیدھے جنت کے دروازے پر جائیں گے اور جنت کے دروازے پر دستک دیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کون لوگ ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم اہلِ صبر ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تم نے کس چیز پر صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کی اطاعت پر صبر کرتے تھے اور اس کی نافرمانی سے صبر کرتے تھے۔
اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے سچ کہہ رہے ہیں انھیں جنت میں جانے دو۔ اسی مطلب کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

طاغوت سے علیحدگی

وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

"وہ لوگ جنھوں نے طاغوت کی بندگی سے پرہیز کیا اور خدا کی طرف متوجہ ہوگئے تو ان کے لیے بشارت ہے، تم میرے بندوں کو بشارت دے دو جو کہ بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ صاحبانِ عقل ہیں"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کے مصداق تم (شیعہ) ہو جس نے کسی جبار کی اطاعت کی تو درحقیقت اُس نے اُس کی عبادت کی۔

اہلِ دانش کی روش

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا: اے ہشام! اللہ تعالیٰ نے اہلِ عقل و فہم کو اپنی کتاب میں بشارت دی ہے اور فرمایا ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ "میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو کہ بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ صاحبانِ عقل ہیں"۔

ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ کی آیتِ مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان جو بات جس طرح سے سنے اس میں کمی بیشی کیے بغیر اُسے لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

ایک اور روایت میں ابوبصیرؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے آلِ محمدؐ کے وہ پیروکار مراد ہیں جب وہ ہماری کوئی حدیث سنیں تو اُسے من و عن لوگوں کے سامنے بیان کریں اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ کریں۔

نعماتِ جنت

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ۝

"البتہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے اُن کے لیے جنت کے بالاخانے ہیں جن پر مزید بالاخانے ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی اور پوچھا کہ جنت کے بالاخانے کس چیز سے بنے ہوئے ہوں گے؟

اس کے جواب میں حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے وہ بالاخانے موتیوں، یاقوت اور زبرجد سے تعمیر کرائے ہیں۔ ان کی چھت سونے کی ہوگی اور چھت کی مضبوطی کے لیے چاندی استعمال کی گئی ہے۔ ہر غرفہ میں سونے کے ایک ہزار دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اور ان میں عالیشان بستر بچھے ہوئے ہوں گے جو کہ حریر و دیباج کے مختلف رنگوں میں بنے ہوں گے اور ان کی تہ میں کستوری، عنبر اور کافور ہوگا اور وہ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ کی آیت کا یہی مقصد ہے۔

جب مومن منزلِ جنت میں قدم رکھے گا تو اُس کے سر پر حکومت و کرامت کا تاج رکھا جائے گا اور اُسے سونے چاندی، یاقوت اور موتیوں سے بنی ہوئی پوشاک پہنائی جائے گی اور يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (سورۂ حج، آیہ ۲۳) کی آیت کا اسی طرف اشارہ ہے۔

جب مومن تخت پر بیٹھے گا تو تخت مسرت کی وجہ سے لرزنے لگے گا۔ پھر جب اُس کی لرزش ختم ہوگی تو اس کی منازلِ جنت کا انچارج فرشتہ اُسے مبارک دینے کے لیے آئے گا تو خدام کہیں گے کہ ابھی رُک جاؤ اس وقت اللہ کے ولی کی زوجہ اس سے ملاقات کے لیے جارہی ہے۔ چنانچہ اس وقت اس کی بیوی یاقوت زبرجد کے ہار زیبِ تن کیے ہوئے اور مشک وعنبر استعمال کرتے ہوئے خیمہ سے باہر آئے گی اور اس کے سر پر تاجِ کرامت ہوگا۔ اُس کے پاؤں میں یاقوت ولؤلؤ کا جوتا ہوگا جس کے تسمے یاقوتِ احمر کے ہوں گے۔

جب وہ ولیِ خدا کے قریب آئے گی تو وہ اس کے استقبال کے لیے اُٹھے گا تو وہ کہے گی: اے ولی اللہ! آپ تشریف رکھیں، یہ تھکان کا دن نہیں ہے۔ آج سے میں آپ کی ہوں اور آپ میرے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار فرشتے اُسے مبارک دینے کے لیے آئیں گے۔ وہ جنت کے انچارج فرشتہ سے کہیں گے کہ آپ اللہ کے ولی سے ہمارے لیے ملاقات کی اجازت حاصل کریں، ہم اُنھیں مبارک دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

وہ کہے گا کہ آپ یہاں رُک جائیں، میں حاجب (دربان) کو تمھاری آمد کی اطلاع دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ آکر حاجب سے کہے گا کہ ملائکہ حاضری کے لیے آئے ہیں۔ آپ ان کے لیے وقت حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ کے ولی کو اطلاع دی جائے گی اور وہ اُنھیں ملنے کی اجازت دے گا اور وہ اندر جا کر اُسے جنت کی مبارک باد پیش کریں گے۔

یہ روایت روضہ کافی میں بھی اسی سند اور متن کے ساتھ مذکور ہے۔

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ ابوسلام عبدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: جو شخص نمازِ عصر کو جان بوجھ کر ضائع کر دے اُس کے لیے آپؑ کیا کہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ قیامت کے دن اپنے اہل وعیال کو ضائع کر کے آئے گا۔ میں (راوی) نے عرض کیا: فرض کریں ایسا شخص اہلِ جنت میں سے ہو تو پھر کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اگرچہ وہ اہلِ جنت ہی میں سے کیوں نہ ہو۔ اس کی جنت میں منزل نہ ہوگی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس نے نمازِ عصر ضائع کی تو وہ یوں سمجھے کہ اُسے اس کے اہل و مال میں خسارہ اُٹھانا پڑا ہے۔ راوی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اہل و مال کے خسارہ کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جنت میں اس کے پاس اس کے اہل نہ ہوں گے اور نہ مال ہوگا۔

شرح صدر

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

"کیا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کشادہ کر دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہو (تو کیا وہ گمراہوں جیسا ہوسکتا ہے؟)

حضرت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور بعد میں فرمایا کہ جب خدا کا نور دل میں داخل ہوتا ہے تو اس میں وسعت اور کشادگی پیدا ہوجاتی ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے اس کی پہچان ہوسکے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دھوکے کے گھر (دنیا) سے اجتناب کرنا، اور دائمی گھر (آخرت کا گھر) کی طرف توجہ کرنا اور موت آنے سے قبل موت کی تیاری کرنا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ یہ آیت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

(وضاحت: مقصد یہ ہے کہ اس آیت کے کامل ترین مصداق امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ یہ آیت آپؑ کے علاوہ کسی اور مومن پر صادق نہیں آتی)۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سختی اور نرمی کا تعلق دل سے ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ

"افسوس ہے ان کے لیے جن کے دل ذکرِ خدا کے لیے سخت ہو چکے ہیں"۔

قوله تعالٰی: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

"قرآن سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں"۔

مجمع البیان میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خوفِ خدا کی وجہ سے کسی بندے کے وجود پر لرزہ طاری ہو جائے تو اُس وقت اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسا کہ خشک پتے درخت سے گرتے ہیں۔

قوله تعالٰی: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ......

"اللہ اُس شخص کی حالت بیان کرتا ہے جو بہت سے جھگڑالو شریکوں کا غلام ہو اور وہ شخص جو پورے کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہو تو کیا ان دونوں کی حالت برابر ہو سکتی ہے؟"

مقصدِ آیت یہ ہے کہ ایک مشرک بیک وقت سیکڑوں معبودوں کے سامنے جھکتا ہے اور ایک موحد کی پیشانی صرف خدائے واحد کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہے تو بہت سے معبودوں کے آگے جھکنے والا ایک اور خدا کے سامنے جھکنے والا کیا برابر ہو سکتا ہے؟ علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا تھا ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے آدمی کو بخشتا ہے نجات

(اضافۃ من المترجم)

روضۂ کافی، معانی الاخبار، مجمع البیان اور تفسیر قمی میں مرقوم ہے: وہ شخص جس میں بہت سے جھگڑالو شریک ہیں وہ امیر المومنینؑ کا ایک سیاسی حریف ہے اور وہ شخص جو پورے کا پورا ایک آقا کا غلام ہے اس سے امیر المومنینؑ مراد ہیں، کیونکہ آپ سرتاپا رسولؐ اللہ کے تابع فرمان تھے۔

موت

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝۳۰

"بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور انھیں بھی مرنا ہے"۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے جبریلؑ سے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ ساری مخلوق مرجائے گی تو کیا انبیاءؑ باقی رہیں گے؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵

(سورۂ انبیاء، آیت ۳۵) "ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر انسان موت اور اس کی تیزی کو دیکھ لے تو پھر وہ لمبی آرزوؤں اور طلب دنیا کو ناپسند کرنے لگ جائے گا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَئِنْ

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ
هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ
قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ
اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ
عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ
فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى
الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ
الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ
لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ
مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ
الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾
قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ
هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾
اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى

رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا
تُنْصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ
قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَنْ
تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ
لَمِنَ السَّاخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ
الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً
فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا
وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ
كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ
السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٣﴾ ع

"پھر اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھے اور سچائی آ جانے کے بعد
اُس کی تکذیب کرے تو کیا دوزخ میں کافروں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟ اور جو شخص سچائی لے

کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔ اُن کے پروردگار کے پاس اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جس کی وہ خواہش کریں گے۔ نیکی کرنے والوں کی یہی جزا ہے، تا کہ خدا اُن سے اُن کی برائیوں کو دُور کر دے، جو اُنھوں نے سرانجام دی ہیں اور اُنھیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا کرے۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ آپ کو غیر اللہ کے عتاب سے ڈراتے ہیں اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ اور جسے خدا ہدایت دے دے تو اُسے کوئی بھٹکانے والا نہیں، کیا اللہ غالب اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ بھلا تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اگر خدا مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو جن بتوں کو تم پکارتے ہو کیا وہ مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گے؟ یا اگر خدا مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ بت اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ اور میں اپنا عمل کر رہا ہوں، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ کس کے پاس ذلیل کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب نازل ہوتا ہے۔ بے شک ہم نے آپ پر تمام انسانوں کے لیے کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے۔ جو ہدایت حاصل کرے گا تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے ہدایت حاصل کرے گا اور جو گمراہی اختیار کرے گا وہ بھی اپنے نقصان کے لیے ایسا کرے گا۔ آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

اللہ ہی ہے جو موت کے وقت نفوس کو قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا اس کے نفس کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ کرتا ہے تو اُسے روک لیتا ہے اور دوسروں

کی روحیں ایک وقتِ مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے۔ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اگر وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور سمجھتے بھی کچھ نہ ہوں (کیا پھر بھی وہ شفاعت کریں گے؟)

آپ کہہ دیں کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے، پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے اور جب خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگ جاتے ہیں اور جب اس کے علاوہ دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو وہ یکا یک خوشی سے کھِل اُٹھتے ہیں۔

آپ کہیے: اے خدا، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، حاضر وغائب کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ کرے گا، جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ اگر ان ظالموں کے پاس روئے زمین کی ساری دولت ہی کیوں نہ ہو اور اس کے برابر اور بھی دولت ہو تو یہ روزِ آخرت کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ کے طور پر دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ خدا کی طرف سے اُن کے لیے وہ کچھ سامنے آئے گا جس کا اُنھیں تصور ہی نہیں تھا۔ وہاں ان پر ان کی کمائی کے بُرے نتائج کھل جائیں گے اور جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی چیز ان کو گھیر لے گی۔

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اپنی طرف سے اُسے نعمت عطا کرتے ہیں تو کہنے لگ جاتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے میرے علم کی وجہ سے ملی ہے، حالانکہ یہ تو ایک آزمائش ہے، لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی۔

یہ بات اُن سے پہلے لوگوں نے بھی کہی تھی، لیکن ان کی کمائی اُن کے کسی کام نہ آئی۔ پھر اُنھیں اُن کی کمائی کے بُرے نتائج کا سامنا کرنا پڑا اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں

عنقریب اپنی کمائی کے بُرے نتائج بھگتیں گے۔ یہ ہمیں عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔
کیا یہ نہیں جانتے کہ جس کے لیے اللہ چاہتا ہے رزق کشادہ کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کردیتا ہے۔ یقیناً اس میں اہلِ ایمان کے لیے نشانیاں ہیں۔ آپ کہہ دیں! اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔ اللہ تمام گناہ معاف کردیتا ہے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔
اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ، اس سے قبل کہ تم پر عذاب آجائے۔ پھر تمھاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ اور اپنے رب کی نازل کی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی پیروی کرو، اس سے قبل کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تم کو اس کی خبر تک نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہائے افسوس میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے اور میں مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا۔ یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا نے مجھے ہدایت کی ہوتی تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا عذاب دیکھ کر یہ کہنے لگ جائے کہ اگر مجھے دوبارہ واپس جانے کا موقع دے دیا جائے تو میں نیک کردار کرنے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔ کیوں نہیں، میری آیات تیرے پاس آچکی تھیں، پھر تو نے ان کی تکذیب کی تھی اور تکبر کیا تھا اور تو کافروں میں سے تھا۔
جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہوں گے تم دیکھو گے کہ قیامت کے دن اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا نہیں ہے؟ اس کے برعکس تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ان کے اسباب کامیابی کی وجہ سے خدا نجات دے گا، اُنھیں کوئی تکلیف نہیں چھوئے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں اُسی کے پاس ہیں۔
جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ہے وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں"۔

سچائی لانے والا اور تصدیق کرنے والا

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ

''پھر اُس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھے اور سچائی آ جانے کے بعد اُس کی تکذیب کرے تو کیا دوزخ میں کافروں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟''

اس آیت اور اس کے بعد کی آیت میں سچائی کی تکذیب اور اس کی تصدیق کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ نجات پانے والا کون ہے اور ہلاک ہونے والا کون ہے۔ قیامت کے دن ظلم اور احسان کے معیار پر انسانوں کو بدلہ دیا جائے گا اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ کافر سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے اور مومن سے بڑھ کر کوئی نیکوکار نہیں ہے۔ ظلم کا نتیجہ دوزخ اور احسان کا نتیجہ جنت ہے۔

سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو دعویٰ کرے کہ خدا کے بھی شریک ہیں اور سچائی کے آنے کے بعد اس کی تکذیب کرے اور سچائی سے مراد وہ دینِ حق ہے جسے رسول لائے تھے۔ اللہ نے ایسے ہی کفار کے متعلق فرمایا کہ کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے؟

یہ استفہام انکاری ہے، مقصد یہ ہے کہ کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

سیاق کو مدنظر رکھا جائے تو یہ آیت عہد نبوی کے مشرکین یا اُمت اسلامیہ کے مشرکین کے لیے ہے، علاوہ ازیں یہ آیت ہر اُس شخص پر صادق آتی ہے جو بدعت تراشے اور سننِ دین میں سے سنت کو ترک کرے۔

قوله تعالٰی: وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی تو یہی لوگ متقی ہیں''۔

سچائی لانے سے مراد دینِ حق لانا ہے اور تصدیق سے مراد اُس پر ایمان لانا ہے۔ سچائی لانیوالے سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (اضافة من المترجم نقلا عن المیزان)

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ سچائی لانے والے سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور تصدیق کرنے والے سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مراد ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے منقول ہے کہ سچائی لانے والے سے رسولؐ خدا مراد ہیں اور تصدیق کرنے والے سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں۔

قولہ تعالیٰ: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے، یہ لوگ آپ کو غیر اللہ کے عتاب سے ڈراتے ہیں''۔

کفار نے آنحضرت کو اپنے دیوی دیوتاؤں کی ناراضگی سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ اگر آپ باز نہ آئے تو ہمارے بت نہ جانے تم سے کیا سلوک کریں۔ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ ان کی توہین و تنقیص نہ کریں۔

اس کے جواب میں خدا نے اپنے حبیبؐ کو تسلی دی کہ آپؐ کے لیے خدا کافی ہے۔ بت اور ان کے پجاری آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، لہٰذا آپ کو ان سے خوف زدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ہی تسلی اس آیت میں دی ہے:

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣٧﴾ (البقرہ، آیہ ۱۳۷)

''اللہ عنقریب اُن لوگوں سے آپ کی کفایت کرے گا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

جسے خدا ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ

''اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اُس کے ۔لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور جسے خدا ہدایت دے دے تو اُسے کوئی بھٹکانے والا نہیں ہے''۔

اُصولِ کافی میں ثابت بن سعید سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ثابت! تمھارا لوگوں سے کیا واسطہ ہے؟ تم لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور کسی کو بھی اپنے عقیدہ کی دعوت نہ دو۔ خدا کی قسم! آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق مل کر کسی ایسے شخص کو ہدایت دینا چاہیں جس کی ہدایت خدا کو منظور نہ ہو تو وہ اُسے ہدایت نہ دے سکیں گے۔ اور اس طرح سے اگر خدا کسی کو ہدایت دینا چاہے اور تمام ارض و سماء کی مخلوق اُسے گمراہ کرنا چاہے تو بھی اُسے گمراہ نہ کرسکیں گے۔

لوگوں سے اُلجھنے کی تمھیں کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ مت کہو کہ یہ میرا چچا ہے، بھائی ہے، میرا چچازاد ہے، میرا ہمسایہ ہے۔ جب خدا کسی کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اُس کی روح میں پاکیزگی پیدا کردیتا ہے اور وہ جب بھی اچھی بات سنتا ہے تو اُسے قبول کرتا ہے اور جب کوئی غلط بات سنتا ہے تو اُسے ٹھکرا دیتا ہے۔ پھر اللہ اُس کے دل میں ایسی بات ڈال دیتا ہے جس سے اُس کے معاملات جمع ہوجاتے ہیں۔

نیند بھی ایک طرح کی موت ہے

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَ الَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا

"اللہ ہی ہے جو موت کے وقت نفوس کو قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا اُسے نیند میں قبض کر لیتا ہے"۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے مقاربت کرتا ہے تو کیا وہ جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نیند میں اللہ تعالیٰ اَرواح کو قبض کرتا ہے اور کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس حالت میں اس کی روح واپس بھی آتی ہے یا نہیں، اسی لیے اُسے چاہیے کہ جب وہ حقوقِ زوجیت ادا کرے تو غسل کرے۔

مجمع البیان میں ابوالمقدام سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی کوئی شخص سوتا ہے تو اُس کا نفس آسمان کی طرف چلا جاتا ہے اور روح بدن میں باقی رہتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان وہی رابطہ رہتا ہے جو کہ سورج کا اس کی شعاع سے ہوتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ قبضِ روح کی اجازت دیتا ہے تو روح نفس کی تائید کرتی ہے اور اگر اللہ روح کی واپسی کی اجازت دیتا ہے تو نفس روح کی تائید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَ الَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا اور جو کچھ زمین و آسمان کی بادشاہت دیکھتی ہے تو اس کا تعلق شیطان کے تخیلات سے ہوتا ہے اور اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ منصور دوانیقی (بنی عباس کا دوسرا خلیفہ) مر گیا۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم ابوالدوانیق ابھی نہیں مرا، ہاں نیند کی موت ضرور مرا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب بستر پر سونے کا قصد کرو تو یہ دعا پڑھو:

اللھم انی احتسبت نفسی عندك فاحبتها فی محل رضوانك ومغفرتك فان رددتها الی بدنی فارددها مؤمنة عارفة بحق اولیائك حتٰی تتوفاها علٰی ذٰلك

"پروردگار! میں اپنے نفس کو تیرے حضور بھیج رہا ہوں تو اُسے اپنی رضا و مغفرت کے مقام میں جگہ عطا فرما اور اگر تو اُسے میرے بدن کی طرف لوٹانا چاہتا ہے تو اُسے مومن اور اپنے اولیاء کے حق کا عارف بنا کر واپس فرما اور اُسے اس پر وفات دینا"۔

ابن ابی عمیر نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب سونے کا ارادہ کرو تو یہ دعا پڑھ کر سو جاؤ:

اللهم انی امسکت بنفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها

"خدایا! اگر تو میرے نفس کو روکے تو اس پر رحم کرنا اور اگر اُسے واپس بھیجے تو اس کی حفاظت کرنا"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب نیند سے اُٹھو تو یہ دعا پڑھو:

الحمدلله الّذی رد علیّ روحی لاحمده واعبده

"تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری روح کو لوٹایا ہے، تا کہ میں اس کی حمد کروں اور عبادت کروں"۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! جب بھی ہمارا کوئی شیعہ سوتا ہے تو اللہ اس کی روح کو آسمان کی طرف بلند کرتا ہے اور اس پر اپنی برکت کا نزول کرتا ہے۔ اگر اس کا مقررہ وقت آ چکا ہوتا ہے تو اسے اپنی رحمت کے خزانوں اور باغاتِ جنت اور عرش کے زیر سایہ رکھ لیتا ہے اور اگر اس کی موت کے وقت کو دیر ہوتی ہے تو اپنے امین فرشتوں کے ساتھ اُسے اس کے مادی جسم کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

کتاب الخصال میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے:

مومن کی روح اللہ کی طرف بلند ہوتی ہے تو خدا اُسے قبول کرتا ہے اور اُس پر برکت نازل کرتا ہے۔ اسی لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ جنابت کی حالت میں نہ سوئے اور اگر اُسے پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر لے۔

جب مومن کی روح نیند کی حالت میں خدا کے حضور پہنچتی ہے اور اگر اس کا وقت مقررہ پہنچ چکا ہوتا ہے تو خدا اُسے اپنی رحمت کے خزانوں میں جگہ دیتا ہے اور اگر موت کا وقت نہ پہنچا ہو تو اپنے امین فرشتوں کے ساتھ اُسے اس کے مادی بدن کی طرف واپس لوٹا دیتا ہے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم سونے لگو تو یہ دعا پڑھ کر سوؤ:

اللهم انی امسکت نفسی فی منامی فاغفرلها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك للصالحین

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مرقوم ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ مسجد الحرام میں ایک شخص نے حضرت علی

G23

علیہ السلام سے پوچھا کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اُس کی روح کہاں جاتی ہے؟

آپؑ نے اپنے فرزند حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرمایا: بیٹا! اس سوال کا جواب دو۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: انسان کی روح، ریح کے ساتھ معلّق ہوتی ہے اور جب تک انسان بیدار نہ ہو اس وقت تک ریح ہوا سے معلّق رہتی ہے۔ جب اللہ اس روح کو جسم میں لوٹانے کی اجازت دیتا ہے تو روح ریح کو جذب کرتا ہے اور ریح ہوا کو جذب کرتی ہے تو روح لوٹ کر جسم میں آ جاتی ہے۔ اگر اللہ روح کی واپسی کا حکم نہ دے تو ہوا، ریح کو جذب کرتی ہے اور ریح، روح کو جذب کرتی ہے اور پھر روح اس جسم میں واپس نہیں آتی۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: قرآنِ مجید کی آیات میں تضاد پایا جاتا ہے اور اُس نے دلیل کے طور پر یہ آیات پیش کیں:

① اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا "اللہ ہی موت کے وقت نفوس کو وفات دیتا ہے"

② یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدہ، آیہ ۱۱) "تمھیں موت کا فرشتہ موت دے گا جسے تم پر مقرر کیا گیا ہے"۔

③ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ (الانعام، آیہ ۶۱) "ہمارے نمائندوں نے اُسے وفات دی اور وہ کوئی کمی نہیں کرتے"۔

پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ ہی وفات دیتا ہے۔ دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ ملک الموت وفات دیتا ہے۔ تیسری آیت میں یہ اعلان کیا گیا کہ بہت سے فرشتے یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے اس سوال کا جو جواب دیا اس کا ماحصل یہ ہے: بنیادی طور پر موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے۔ پھر اس نے موت کا پورا محکمہ تشکیل دیا ہے جس کا انچارج ملک الموت کو مقرر کیا ہے اور اس کی مدد کے لیے بہت سے فرشتے مقرر کیے ہیں۔ لہٰذا آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

خدائے واحد کے ذکر سے کن لوگوں کے دل کڑھتے ہیں؟

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ

"جب خدائے یکتا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جن لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں ہیں ان کے دل کڑھنے لگ جاتے ہیں"۔

G23

ان کے دل اس لیے کڑھتے تھے، کیونکہ جب وہ سنتے تھے کہ قیامت کے دن خدا ثواب وعقاب دے گا تو ان کے دل کڑھنے لگ جاتے تھے اور جب غیر اللہ کی بات ہوتی تھی تو پھر ان کے چہرے خوشی سے دمکنے لگ جاتے تھے۔

روضۂ کافی میں اس آیت کی تاویل میں مذکور ہے کہ جب آلِ محمدؐ کی اطاعت کا ذکر آتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگ جاتے ہیں اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی اطاعت کا اللہ نے حکم نہیں دیا تو ان کے چہرے خوشی سے دمکنے لگ جاتے ہیں۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہماری حدیث سن کر اگر تمھیں دلوں میں تنگی محسوس ہونے لگے تو اُسے ہماری طرف لوٹا دو۔ اس کا انکار نہ کرو۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

گناہ گاروں کے لیے خوش خبری

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، اللہ تمام گناہ معاف کر دے گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے''۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ یہ آیت اولادِ فاطمہؑ کو امام ماننے والوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

روضۂ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ابو بصیرؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: اے ابو محمد! اس آیت میں اللہ نے تمھیں یاد کیا ہے اور تمھارے علاوہ اس کا اور کوئی مصداق نہیں ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: ''مجھے اس پر تعجب ہے جس کے پاس استغفار ہو اور پھر وہ بھی نا اُمید ہو''۔

نہج البلاغہ میں یہ الفاظ مرقوم ہیں: ''مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب میں قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا ...... کی آیت سے بڑھ کر کوئی آیت وسیع نہیں ہے''۔

اس آیت کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ کے قاتل "وحشی" کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا تھا، لیکن اُسے اندیشہ تھا کہ شاید اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو اُس نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اس کے ساتھ مخصوص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث کیا اور اس کی طرف وحی فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہہ دو کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے، تم میری رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ، میری رحمت کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں ہے۔

اُصولِ کافی کی ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے مسجدِ کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

گناہ کی تین قسمیں ہیں: گناہ کی پہلی قسم وہ ہے جو معاف کردی جائے گی۔ دوسری قسم وہ ہے جو معاف نہیں کی جائے گی اور تیسری قسم کے متعلق امید بھی ہے اور خوف بھی ہے۔

حبة العرفی (حضرت کا ایک صحابی) نے کہا: امیر المومنینؑ! ان کی وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ گناہ جو معاف کردیے جائیں گے وہ ایسے گناہ ہیں جن کی سزا دنیا میں مل چکی ہو، کیونکہ اللہ کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایک گناہ کے عوض دو بار سزا دے۔ اور وہ گناہ جو معاف نہیں کیے جائیں گے تو یہ وہ ہیں جو بندے ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ظلم کا حساب لے گا، حد یہ ہے کہ اگر سینگ کٹی ہوئی بکری کو سینگوں والی بکری نے مارا ہوگا تو خدا اُس سے بھی بدلہ لے گا۔ اور ہر انسان سے دوسرے انسان کا مکمل بدلہ لیا جائے گا، یہاں تک کہ کسی کے ظلم کا حساب باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ لوگوں کو حساب کے لیے مبعوث کرے گا۔

گناہوں کی تیسری قسم میں وہ گناہ شامل ہیں، جنھیں خدا نے مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہو اور اُسے توبہ کی توفیق دی ہو اور وہ شخص اپنے گناہ سے خائف ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو تو اس کے لیے رحمت کی اُمید بھی ہے اور عذاب کا خوف بھی ہے۔

ابان بن تغلب راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن جب نیند میں ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ مومن کی جان کا امتحان لیا جاتا ہے یعنی اُسے بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے خدا اس کے گناہ معاف کردیتا ہے۔

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ آپؑ موت کی کیفیت بیان کریں۔
آپؑ نے فرمایا: تم نے ایک باخبر انسان سے سوال کیا ہے۔ موت کے تین متوقع نتائج ہیں:

① موت یا تو ابدی نعمت کی بشارت لے کر آتی ہے

② یا ابدی عذاب کی خبر لے کر وارد ہوتی ہے۔

③ یا پھر غیر واضح معاملہ لے کر آتی ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ مرنے والے کا تعلق کس گروہ سے ہے؟

ہمارا دوست جو ہمارے احکام کی پیروی کرنے والا ہو اس کے لیے موت ابدی بشارت کا پیغام لے کر آتی ہے۔
ہماری مخالفت کرنے والے دشمن کے لیے موت ابدی عذاب کی خبر لے کر وارد ہوتی ہے۔
وہ مومن جس نے اپنے نفس پر اسراف کیا ہو تو اُس کے لیے موت غیر واضح اور غم آلود پیغام لے کر آتی ہے، لیکن یہ بات یاد رکھو اللہ اس سے ہمارے دشمنوں کے مساوی سلوک نہیں کرے گا۔ آخر کار اللہ ہماری شفاعت کی وجہ سے اُسے دوزخ سے نکال لے گا، لہٰذا تم لوگ نیک عمل کرو اور ہماری اطاعت کرو اور زیادہ باتیں نہ کرو اور اللہ کے عذاب کو حقیر نہ سمجھو۔ کچھ ایسے اسراف کرنے والے بھی ہوں گے جنھیں تین لاکھ سال عذاب کے بعد ہماری شفاعت نصیب ہوگی۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے، کہ عباد بن زیاد کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے عباد! اس وقت تمھارے علاوہ ملّت ابراہیم پر کوئی نہیں ہے اور اللہ صرف تمھارے عمل ہی قبول کرتا ہے اور وہ صرف تمھارے ہی گناہ معاف کرتا ہے۔

سید ابن طاؤس اپنی کتاب ''سعد السعود'' میں تفسیر کلبی کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور اُس کے ساتھ ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم آپؐ کے دین کو ضرور قبول کرتے، لیکن آپؐ جو کتاب پڑھتے ہیں ہم نے اس کی یہ آیات سنی ہیں اور ان آیات نے ہمیں اسلام قبول کرنے سے روک دیا ہے اور وہ آیات ہیں:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ (سورۂ فرقان، ۶۸-۶۹)

''وہ اللہ کے علاوہ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے

اور نہ ہی وہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جو بھی یہ کام کرے تو وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا، قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت کے ساتھ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا"۔

ہم یہ سارے گناہ کر چکے ہیں تو کیا اب ہمارے لیے بھی اسلام قبول کرنے کی اجازت ہے؟

رسولؐ خدا نے جواب میں یہ آیات بھجوائیں:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ (سورۂ فرقان، ۷۰-۷۱)

"وہ لوگ اس عذاب سے مستثنیٰ ہیں جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک اعمال بجا لائیں ان لوگوں کی برائیوں کو خدا نیکیوں میں تبدیل کردے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ جو توبہ کرے اور نیک اعمال بجالائے تو وہ اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے"۔

اُنھوں نے آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد نیک عمل نہ کرسکیں۔ اس صورت میں کیا ہوگا؟

آنحضرتؐ نے ان کے جواب میں یہ آیت بھجوائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء، آیہ ۴۸)

"اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے تو معاف کردیتا ہے"۔

وحشی اور اس کے ساتھیوں نے کہلا بھیجا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس کی چاہت کے دائرۂ کار میں نہ آسکیں تو پھر ہمارا کیا ہوگا؟

اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے یہ آیت بھجوائی:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

"آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ۔ اللہ تمام گناہ معاف کردے گا۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

یہ جواب سنا تو وہ لوگ آئے اور اسلام قبول کیا۔ رسولؐ خدا نے حضرت حمزہ کے قاتل وحشی سے فرمایا: اپنا چہرہ مجھ سے غائب کرو، میں تجھے دیکھ نہیں سکتا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ شام چلا گیا جہاں شراب کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے فرزندِ آدمؑ! میری مشیت کے فیضان کی وجہ سے تو چاہنے کے قابل ہوا، اور اپنی بدگمانی کی وجہ سے میری رحمت سے مایوس ہوا۔

جنب اللہ

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ......

"تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے"۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم اللہ کے دین کے خازن ہیں، ہم تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ جب ہم میں سے ایک رہبر دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ہماری پیروی کرنے والا گمراہ نہیں ہوتا اور ہمارا انکار کرنے والا کبھی ہدایت نہیں پا سکتا اور جو ہمارے خلاف ہمارے دشمن کی مدد کرے وہ کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ اور جو ہمیں چھوڑ جائے قدرت کی طرف سے اس کی امداد نہیں کی جاتی۔ دنیا اور زائل ہونے والے مفادات کی وجہ سے ہم سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔ جو بھی دنیا کو آخرت پر ترجیح دے اور ہمارے مقابلہ پر دنیا کو اختیار کرے گا تو کل وہ سخت حسرت میں مبتلا ہوگا، ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

(کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہائے افسوس میں نے "جنب اللہ" کے متعلق کوتاہی کی تھی اور میں تو مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا)۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں ہادی ہوں، میں مہدی ہوں، میں مساکین و یتامیٰ کا باپ ہوں اور بیوگان کا سہارا ہوں۔ میں ہر کمزور کا ملجا ہوں اور ہر خوف زدہ کا ماویٰ ہوں۔ میں مومنین کے لیے جنت کا قائد ہوں۔ میں اللہ کی مضبوط رسّی ہوں، میں اللہ کی طرف سے عروۃ الوثقیٰ ہوں اور میں کلمۂ تقویٰ ہوں، میں عین اللہ ہوں، میں خدا کی سچی زبان ہوں۔ میں خدا کا ہاتھ ہوں اور میں وہ "جنب اللہ" ہوں، جس کے

متعلق قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ

''میں خدا کا وہ ہاتھ ہوں جو اس کے بندوں پر رحمت و مغفرت کے لیے پھیلا ہوا ہے''۔

اور میں ''بابِ حطّہ'' ہوں جس نے مجھے پہچانا اور میرے حق کی معرفت حاصل کی تو اُس نے اپنے رب کو پہچانا، کیونکہ میں زمین پر اللہ کے نبی کا وصی ہوں اور بندوں پر خدا کی حجت ہوں۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان کو ٹھکرانے والا ہوگا۔

کمال الدین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہم ''جنب اللہ'' ہیں۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ہاشم بن ابی عمار کا بیان ہے کہ میں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: میں عین اللہ ہوں، میں یداللہ ہوں، میں جنب اللہ ہوں اور میں باب اللہ ہوں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ''جنب اللہ'' سے امیرالمومنین مراد ہیں اور ان کے بعد ان کے دوسرے اوصیاء مراد ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم جنب اللہ ہیں۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: لفظ ''جنب'' قرب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان کا محاورہ ہے: ''فلاں الی جنب فلاں''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فلاں شخص فلاں کے انتہائی قریب ہے، یعنی وہ اس کا مقرب ہے۔ اور جو ذوات اللہ کی مقرب ہیں، خدا نے اُنھیں ''جنب اللہ'' کا لقب دیا ہے۔ تمام مخلوق میں سے انبیاءؑ و اوصیاءؑ اللہ کے زیادہ مقرب ہیں، لہٰذا وہ ''جنب اللہ'' ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نحن جنب اللہ ''ہم جنب اللہ ہیں''۔

مناقب ابن شہرآشوب میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن علیؑ کا دشمن گونگا اور اندھا مبعوث ہوگا اور وہ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار کر کہہ رہا ہوگا: يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ اس کی گردن میں دوزخ کا طوق ہوگا۔

حضرت امام سجاد، حضرت امام باقر اور حضرت امام صادق علیہم السلام سے منقول ہے کہ علیؑ ہی جنب اللہ ہیں اور وہ بندوں پر خدا کی حجت ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ سے فی ولایۃ علی مراد ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے: انا صراط اللّٰہ وانا جنب اللّٰہ "میں خدا کا راستہ ہوں اور میں "جنب اللہ" ہوں یعنی خدا کا مقربِ خاص ہوں۔

تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ہم "جنب اللہ" ہیں۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت میں مبتلا وہ ہوں گے جو کہ عدل کی زبان سے تعریف کرتے تھے اور عملی طور پر اُس کی مخالفت کرتے تھے۔

بصائر الدرجات میں مالک جہنی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں جنب اللہ کا شجر ہوں، جس نے ہم سے تعلق جوڑا تو اس نے خدا سے تعلق جوڑا۔ پھر آپؑ نے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔

واپسی کی خواہش

اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ فَکَذَّبْتَ بِہَا وَاسْتَکْبَرْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْہُہُمْ مُّسْوَدَّۃٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَہَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾

"یا عذاب دیکھ کر یہ کہنے لگ جائے کہ اگر مجھے دوبارہ واپس جانے کا موقع دے دیا جائے تو میں نیک کردار کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ کیوں نہیں، میری آیات تیرے پاس آ چکی تھیں، پھر تو نے ان کی تکذیب کی تھی اور تکبر کیا تھا اور تو کافروں میں سے تھا۔ جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہوں گے تم دیکھو گے کہ قیامت کے دن اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا نہیں ہے؟"

قیامت کے دن ان تمام لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے جنھوں نے خدا پر جھوٹ تراشے ہوں گے۔

تفسیر قمی میں اس کا ایک مورد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس آیت کے ضمن میں وہ شخص بھی شامل ہے جو امام نہ ہو اور امامت کا ناحق دعویٰ کرے۔

راوی نے عرض کیا: اگر کوئی علوی فاطمی بھی امامت کا ناحق دعویٰ کرے تو کیا وہ بھی اس آیت کے ضمن میں شامل ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، خواہ وہ علوی اور فاطمی ہی کیوں نہ ہو؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے تکبر کرنے والوں کے لیے دوزخ کی ایک مخصوص وادی مقرر کر رکھی ہے جس کا نام "سقر" ہے۔ ایک مرتبہ اس نے خدا سے سانس لینے کی اجازت طلب کی۔ اُسے اجازت ملی تو اُس نے سانس لیا۔ اس کی حدت وشدت کی وجہ سے پوری دوزخ جل گئی۔

شیخ صدوقؒ اعتقادات امامیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو امام نہ ہو اور امامت کا دعویٰ کرے تو قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔

کسی نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر وہ فاطمی وعلوی ہی کیوں نہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں خواہ وہ فاطمی وعلوی ہی کیوں نہ ہو۔

ثواب الاعمال میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ

رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ
زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ
اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ
الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ
نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى
الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ
وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

”یقیناً تمہاری طرف اور تم سے پہلے والے انبیاءؑ کی طرف یہ وحی کی جاچکی ہے کہ اگر تو نے

شرک کیا تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے اور تو خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔
تم بس اللہ کی ہی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔
ان لوگوں نے کماحقہٗ خدا کی قدر نہیں جانی (جب کہ اس کی قدرت کا حال یہ ہے کہ) قیامت کے دن پوری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اس شرک سے کہیں پاک اور بلند ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔
اس دن صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں رہنے والی تمام مخلوق بے ہوش ہو کر گر جائے گی، البتہ جن کے متعلق خدا چاہے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور اعمال کی کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاءؑ اور گواہوں کو لایا جائے گا، ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔
ہر نفس کو اُس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا، گروہ در گروہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔
جب وہ دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور دوزخ کے کارندے ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جنھوں نے تمھیں تمھارے رب کی آیات سنائی ہوں اور اُنھوں نے تمھیں اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا ہو؟
وہ کہیں گے کیوں نہیں، لیکن کافروں کے لیے کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ کہا جائے گا کہ اب دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ تکبر کرنے والوں کے لیے انتہائی بُرا ٹھکانا ہے۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا تو اُنھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول

دیے جائیں گے تو جنت کے خازن اُن سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم پاک و پاکیزہ ہو، ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

وہ کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا۔ اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنائیں۔ عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔

اور تم دیکھو گے کہ ملائکہ عرش الٰہی کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد و تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔

شرک نا قابلِ معافی جرم ہے

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ......

"اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے"۔

عیون الاخبار کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کا نظریہ ہے کہ انبیاءؑ معصوم ہیں، جب کہ اللہ نے قرآن کریم میں اپنے حبیبؐ سے یہ کہا ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس آیت میں شرک کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے اور اس سے لوگوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر میرا نبیؐ بھی (خدانخواستہ) شرک کرے تو اس کے عمل بھی برباد ہو جائیں گے۔

عربی زبان کا مشہور محاورہ ہے کہ "مخاطب تجھے کر رہا ہوں اور سنا ہمسائے کو رہا ہوں" یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے ہر شخص کا حساب لے گا، مگر جس نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہوگا اس سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ اس کو حساب کے بغیر سیدھا دوزخ میں بھیجا جائے گا۔

مناقب ابن شہر آشوب میں صحیح دار قطنی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چور

کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اُس نے کہا: یارسولؐ اللہ! اس ہاتھ سے تو میں نے اسلام کی بیعت کی ہے، آپؐ اُسے کاٹ رہے ہیں؟!

آپؐ نے فرمایا: لو کانت ابنتی فاطمة سرقت لقطع محمد یدھا "اگر میری بیٹی فاطمہؑ بھی چوری کرتی تو بھی محمدؐ اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا"۔

جب حضرت فاطمہؑ نے آنحضرتؐ کا یہ فرمان سنا تو اُنھیں اس کا بہت قلق ہوا۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

"اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل برباد ہوجائیں گے"۔

جب رسولؐ خدا نے یہ آیت سنی تو آپؐ کو اس کا بہت قلق ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ پاک کے متعلق فرمایا:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورۂ انبیاء، آیہ ۲۲)

"اگر زمین و آسمان میں زیادہ معبود ہوتے تو زمین و آسمان تباہ ہوجاتے"۔

رسولؐ خدا نے جبریل امینؑ سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ میرے لیے بھی "اگر" کے ساتھ جملہ شرطیہ بیان کیا گیا ہے اور خدا کے لیے بھی "اگر" کے ساتھ جملہ شرطیہ بیان کیا گیا ہے؟

جبریل امینؑ نے کہا: آپؐ نے اپنی بیٹی کے لیے "اگر" کے ساتھ جملہ شرطیہ بولا تھا اُنھیں اس کا قلق ہوا۔ اللہ نے یہ دو آیات نازل کر کے ان کے قلق کو دُور کیا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ کی آیتِ مجیدہ میں خطاب حبیبِ خدا کو ہے اور یہ پیغام اُمت کو پہنچایا گیا ہے۔ اسی طرح سے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ کی آیت کا معاملہ ہے۔ خدا جانتا تھا کہ رسولؐ خدا ہمیشہ اسی کی ہی عبادت کریں گے اور شکر کرتے رہیں گے۔ اس کے باوجود خدا نے انھیں اپنی عبادت کرنے اور شکر بجالانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے اُمت کی تادیب مقصود ہے۔

تفسیر قمی اور اُصولِ کافی میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (یقیناً تمھاری طرف اور تم سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی کی جاچکی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل برباد ہوجائیں گے اور تو خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوجائے گا) کا مفہوم پوچھا تو صادقین علیہما السلام نے فرمایا: اس کا

مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا: اگر تو نے علیؑ کی ولایت میں کسی دوسرے کو شریک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

عرضِ مترجم: اُصولِ کافی اور تفسیرِ قمی کی یہ مشترکہ روایت قرآنِ مجید کی آیت سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ آیتِ مجیدہ میں یہ الفاظ ہیں: ''یقیناً تمھاری طرف اور تم سے پہلے انبیاءؑ کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا......''

یہ وحی صرف رسولِ اکرمؐ پر تو نہیں ہوئی، بلکہ پہلے انبیاءؑ پر بھی یہ وحی کی گئی تھی تو کیا انھوں نے بھی حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین اور وصی مقرر کرنا تھا؟؟!

پانی میں غرق ہونے سے بچنے کی دعا

الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جسے پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ ہو تو وہ یہ پڑھے، ان شاء اللہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا:

بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا ان ربی لغفور رحیم بسم اللہ الملک القوی وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

قدرتِ خدا کا ایک نمونہ

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ ۭ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۶۷﴾

''ان لوگوں نے کماحقہٗ خدا کی قدر نہیں جانی (جب کہ اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ) قیامت کے دن پوری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اس شرک سے کہیں پاک اور بلند ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں''۔

کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ مرقوم ہے جس کا کچھ حصّہ یہ ہے: اللہ بذاتِ خود موجود تھا نہ کہ صفات کے بل بوتے پر۔ اس نے اپنی کماحقہٗ قدردانی کی نفی کی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو شرکاء کی مشارکت سے پاک قرار دیا ہے اور حدود متعین کرنے والوں کی نفی کی ہے اور فرمایا ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (ان لوگوں نے کما حقہٗ خدا کی قدر نہیں جانی (جب کہ اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ) قیامت کے دن پوری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اس شرک سے کہیں پاک اور بلند ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں)۔

قرآن تمھیں خدا کی جس صفت کا پتا دے اس کی پیروی کر، تا کہ تجھے اس کی معرفت حاصل ہو سکے۔ اس کی پیروی کر اور اس کے نورِ ہدایت سے روشنی حاصل کر۔ یقیناً اس صورت میں تمھیں نعمت وحکمت نصیب ہوگی۔ جو کچھ تجھے دیا گیا ہے اُسے لے لو اور شکر ادا کرو اور قرآن میں جس کا ذکر نہ ہو اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی سنت میں جس کا نام ونشان نہ ہو تو اس کا علم خدا کے سپرد کردو۔ یہی تم پر اللہ کے حق کی انتہا ہے۔

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آیت کا کیا مقصد ہے: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے لیے یہ تمثیل بیان کی ہے ورنہ اللہ مٹھی اور دائیں ہاتھ جیسے اعضائے جسمانی سے پاک ہے۔ یہ الفاظ تقریبِ اذہان کے لیے استعمال ہوئے ہیں، اسی لیے آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا ہے: سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ "جو شرک وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے کہیں پاک اور بلند ہے"۔

سلیمان بن مہران بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی) کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: آیت میں مٹھی سے مراد ملکیت ہے۔ مقصدِ آیت یہ ہے کہ پوری زمین اللہ کی ملکیت ہوگی۔ خدا کے علاوہ کسی کی زمین پر حکومت نہ ہوگی۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ پر "قبض" عطا کے معنی میں اور لفظ "بسط" وسعت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ، آیہ ۲۴۵)

"یعنی اللہ عطا کرتا ہے اور وسعت دیتا ہے تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

"قبض"، بعض اوقات "اخذ" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور لفظ "اخذ" کا ایک مفہوم قبول کرنا بھی ہوتا ہے، جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے: یاخذ الصدقات۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ صدقات کو قبول کرتا ہے اور اُس پر اجر عطا کرتا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے)

کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: لفظ ''یمین'' قدرت و تسلط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (المومنون، آیہ ۶) ''جس پر ان کا تسلط ہے'' یعنی وہ کنیزیں جو ان کے زیر تسلط ہیں۔

اس صورت میں آیت مجیدہ کے اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام آسمان اُس کی قدرت وقوت کے زیر تسلط ہوں گے۔

فضیل بن یسار لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی وصف بیان نہیں کی جاسکتی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی وصف بیان نہیں کی جاسکتی اور کوئی اس کی وصف بیان کرے تو بھلا کیسے کرے۔ اس نے تو خود فرمایا ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (اُنھوں نے خدا کی مکمل قدردانی نہیں کی ہے) لہٰذا خدا کی جو بھی وصف بیان کی جائے گی خدا انسانوں کی بیان کردہ توصیف سے بلند و بالا ہی ہوگا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ قرآن کریم میں آگ سے جلنے کی حفاظت اور پانی میں ڈوبنے سے حفاظت اور گمشدہ اشیاء کی واپسی اور بھاگے ہوئے کی واپسی کے لیے آیات موجود ہیں اور جسے ان چیزوں کی ضرورت ہو وہ مجھ سے پوچھ لے۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ آپ مجھے ایسا ورد بتائیں جس کی وجہ سے میں آگ میں جلنے اور ڈوبنے سے محفوظ رہ سکوں۔

آپؑ نے فرمایا: آگ اور پانی سے محفوظ رہنے کے لیے تم ان آیات کی تلاوت کرو:

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

جو کوئی ان آیات کو پڑھے گا ان شاء اللہ آگ اور پانی سے محفوظ رہے گا۔

اس شخص نے ان آیات کو پڑھا۔ اتفاق سے اُس کے ہمسایوں کے گھروں میں آگ لگی۔ اس کے چاروں طرف کے مکان جل کر خاکستر ہوگئے، لیکن اس کے گھر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

کتاب طب الائمہ میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: مجھے اعصاب میں درد محسوس ہوتا ہے جس کی وجہ سے میں جہاد میں شرکت نہیں کرسکتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا علاج یہ ہے کہ جب تمھیں درد محسوس ہو تو درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ کلمات پڑھو:

بسم اللہ وباللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اس شخص نے یہ کلمات پڑھے تو وہ شفایاب ہوگیا۔

روزِ آخرت کی سختی

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۗ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝٦٨

"اور صُور پھونکا جائے گا تو آسمان اور زمین کے تمام رہنے والے بے ہوش ہوکر گر جائیں گے، البتہ جن کے متعلق خدا چاہے تو وہ اس سے مستثنٰی ہوں گے۔ پھر دوبارہ صُور پھونکا جائے گا تو سب کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے"۔

شیخ مفیدؒ ارشاد میں لکھتے ہیں: جب رسولؐ خدا تبوک سے واپس مدینہ آئے تو عمرو بن معدیکرب زبیدی (عرب کا مشہور پہلوان) آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا:

اے عمرو! اسلام قبول کر، تاکہ خدا تمھیں سخت گھبراہٹ کے دن امن عطا کرے۔

اس نے کہا: محمدؐ! سخت گھبراہٹ کے دن سے کیا مراد ہے؟ میں کسی گھبراہٹ سے ڈرنے والا انسان نہیں ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اے عمرو! جو تو سمجھ رہا ہے ایسی بات نہیں ہے۔ ایک زوردار چیخ بلند ہوگی جس سے تمام مُردے اُٹھ بیٹھیں گے اور تمام زندہ افراد مرجائیں گے، البتہ جنھیں خدا زندہ رکھنا چاہے تو وہ اُس سے مستثنٰی ہوں گے۔ پھر ایک اور چیخ بلند ہوگی جس سے تمام مُردے اُٹھ بیٹھیں گے اور سب کی قطاریں بن جائیں گی۔ ہر ذی روح کا دل حلق تک آجائے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، دوزخ سے پہاڑوں کے برابر انگارے نکل رہے ہوں گے، ہر شخص کی عقل چکرا جائے گی اور ہر شخص اپنے گناہوں کو یاد کرے گا اور ہر جان کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا؟

عمرو نے کہا: میں ایک عظیم امر سن رہا ہوں۔ پھر اس نے اسلام قبول کیا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے افراد نے بھی اسلام قبول کیا اور پھر وہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ دو صُوروں کے پھونکے جانے کے درمیان کتنے عرصہ کا فاصلہ ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: جتنا خدا کو منظور ہوگا۔

سائل نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! یہ فرمائیں کہ صُور کیسے پھونکا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: پہلے صور کے وقت اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دے گا تو وہ صُور لے کر دنیا کی طرف اُترے گا۔ صُور کے دو سرے ہوں گے، ایک سرے سے دوسرے سرے کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہوگا۔

جب ملائکہ دیکھیں گے کہ اسرافیل صُور لے کر دنیا میں چلا گیا ہے تو وہ کہیں گے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اہلِ زمین کی موت کا فیصلہ کر دیا ہے اور اس کے ساتھ اہلِ آسمان کی موت کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔

اسرافیل صُور لے کر بیت المقدس اُتریں گے اور اُن کا رُخ کعبہ کی طرف ہوگا۔ جب اہلِ زمین اُنھیں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اب اللہ نے اہلِ زمین کی موت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اسرافیل صُور پھونکیں گے، صُور کی آواز زمین کی طرف والے سرے سے برآمد ہوگی، اس کے بعد تمام جاندار بے ہوش کر مر جائیں گے۔ پھر صُور کی آواز آسمان کی طرف والے سرے سے برآمد ہوگی تو تمام آسمانی مخلوق بے ہوش ہو کر مر جائے گی۔ صرف اسرافیل زندہ ہوں گے۔ اس وقت اللہ اسرافیل سے کہے گا کہ تو بھی مر جا، چنانچہ اسرافیل بھی مر جائیں گے۔

جتنا عرصہ خدا کو منظور ہوگا یہ حالت قائم رہے گی، پھر اللہ آسمانوں کو حکم دے گا وہ پھٹ جائیں گے اور پہاڑوں کو حکم دے گا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، زمین کی حالت یہ ہوگی کہ اس پر نہ پہاڑ ہوں گے اور نہ ہی کوئی درخت ہوگا اور اس کی حالت ایسی ہوگی جیسا کہ پہلے دن بچھائی گئی تھی۔ اللہ کا عرش اقتدار پانی پر ہوگا جیسا کہ پہلے تھا۔ پوری عظمت و قدرت کے ساتھ اس کا اقتدار ہوگا۔

اس وقت خدائے جبار بلند آواز سے ندا دے گا جو آسمانوں اور زمین کے آخری کونوں تک سنائی دے گی۔ لمن الملک الیوم ''آج کس کی بادشاہت ہے؟'' اس وقت کوئی ذی روح جواب دینے والا نہ ہوگا۔ اس وقت خدائے جبار خود ہی کہے گا: للہ الواحد القھار ''خدائے واحد و قہار کی بادشاہت ہے''۔

میں نے تمام مخلوقات کو سرنگوں کر دیا ہے اور میں نے ہی سب کو موت کی وادی میں دھکیل دیا ہے۔ میں ہی یکتا معبود

ہوں، نہ تو کوئی میرا شریک ہے اور نہ ہی کوئی میرا وزیر ہے۔ میں نے تمام مخلوق کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور میں نے ہی اپنی مشیت سے اُنھیں موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔ میں اُنھیں اپنی قدرت سے زندہ کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر خداوند جبار خود ہی دوسری بار صور پھونکے گا۔ اہلِ آسمان کی طرف والے سرے سے آواز برآمد ہوگی۔ تمام اہلِ آسمان زندہ ہو جائیں گے، حاملینِ عرش حاضر ہوں گے۔ جنت و دوزخ کو لایا جائے گا اور تمام مخلوق کو حساب کے لیے جمع کیا جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سخت گریہ کرنے لگ گئے۔

احتجاج طبرسی کی ایک طویل روایت کے ضمن میں یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں کہ سائل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جسم سے جب روح نکل جاتی ہے تو کیا وہ فنا ہو جاتی ہے یا باقی رہتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ صُور پھونکے جانے تک باقی رہتی ہے۔ پھر جب صُور پھونکا جائے گا تو تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی، نہ حس باقی رہے گی اور نہ ہی کوئی محسوس باقی رہے گا۔ پھر تمام اشیاء کو اس طرح سے لوٹایا جائے گا جیسا کہ ان کے مدبر نے پہلے روز اُنھیں خلق کیا تھا۔ دو صُوروں کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ ہوگا۔

قولہ تعالٰی: فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ

"آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے بے ہوش ہو کر مر جائیں گے، البتہ جن کے لیے خدا چاہے تو وہ اُس سے مستثنٰی ہوں گے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ مستثنٰی شخصیات کون سی ہوں گی، اس کے متعلق مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور ملک الموت ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیث مرفوع میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔

ابوہریرہ نے کہا کہ شہداء اپنی تلواروں کو حمائل کیے ہوئے عرش کے گرد زندہ رہیں گے۔ قتادہ کا قول ہے کہ دو صُوروں میں درمیانی فاصلہ چالیس سال کا ہوگا۔

قبر سے اُٹھنے کی کیفیت

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

"وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب خدا لوگوں کو اُٹھانے کا ارادہ کرے گا تو وہ چالیس روز تک زمین پر بارش برسائے گا۔ تمام جوڑ جمع ہو جائیں گے اور گوشت اُگ آئے گا۔

آپؑ نے فرمایا: جبرئیلؑ رسولِ خداؐ کے پاس آئے اور اُنھوں نے آنحضرتؐ کا ہاتھ پکڑا اور اُنھیں قبرستانِ بقیع میں لے گئے۔ ایک قبر پر کھڑے ہو کر اُنھوں نے کہا: قم بامر اللّٰہ ''اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو''۔

قبر پھٹ گئی اور ایک شخص اُس سے برآمد ہوا، جس کے داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ اُس نے سر سے خاک جھاڑی اور کہنے لگا: الحمدللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ جبرئیل امینؑ نے اُس سے کہا کہ تم قبر میں واپس چلے جاؤ۔

پھر جبرئیل امینؑ آنحضرتؐ کو لے کر ایک اور قبر پر آئے اور مُردے سے کہا: قم باذن اللّٰہ ''اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو''۔ قبر پھٹ گئی اور اس سے ایک شخص باہر نکلا، جس کا چہرہ سیاہ تھا اور وہ یاحسرتا یاثبوراہ (ہائے حسرت، ہائے تباہی) کہہ رہا تھا۔ جبرئیلؑ نے اُسے حکم دیا کہ دوبارہ قبر میں چلے جاؤ۔ مُردہ دوبارہ قبر میں لیٹ گیا۔

اس کے بعد جبرئیل امینؑ نے کہا: یارسول اللہؐ! قیامت کے دن لوگ ایسے ہی اُٹھائے جائیں گے۔ مومن قبر سے اُٹھیں گے تو وہ الحمدللّٰہ واللّٰہ اکبر کہہ کر اُٹھیں گے اور دوزخی قبر سے اُٹھیں گے تو وہ ''ہائے حسرت ہائے تباہی'' کہہ رہے ہوں گے۔

قولہ تعالٰی: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

''زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی''۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ اس آیت میں ''رب الارض'' سے امام ارض مراد ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: جب امامؑ ظہور کریں گے تو کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: لوگوں کو سورج چاند کی روشنی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ زمین نورِ امام سے جگمگا اُٹھے گی۔

ارشادِ مفید میں بھی مفضل بن عمر سے یہ روایت منقول ہے۔

بنی اُمیہ کا انجام

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ......

''وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا اور گروہ در گروہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے جب وہ

دوزخ کے قریب جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور دوزخ کے کارندے اُن سے کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جنھوں نے تمھیں تمھارے پروردگار کی آیات سنائی ہوں اور تمھیں اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا ہو؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، لیکن کافروں کے لیے کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ کہا جائے گا کہ اب دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ تکبر کرنے والوں کے لیے انتہائی بُرا ٹھکانا ہے۔

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا تو اُنھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تو جنت کے خازن اُن سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم پاک و پاکیزہ ہو تم ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: دوزخ کے سات دروازے ہوں گے، ایک دروازے سے فرعون، ہامان اور قارون داخل ہوں گے، ایک دروازے سے مشرک اور وہ کافر داخل ہوں گے جنھوں نے چشم زدن کے لیے بھی خدا پر ایمان نہ لایا ہوگا۔ ایک دروازہ بنی اُمیہ کے لیے مخصوص ہوگا اُسے بابِ لظیٰ، بابِ سقر اور بابِ ہاویہ کہا جائے گا۔ ستر خریف تک وہ دوزخ کے پست حصّہ میں جلیں گے، پھر اُنھیں دوزخ کے اُوپر والے حصّہ میں ستر خریف تک عذاب دیا جائے گا اور وہ ابدالآباد کے لیے سزا جھیلتے رہیں گے۔

محمد بن فضل الزرقی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: بنی اُمیہ دوزخ کے جس دروازے میں داخل ہوں گے تو کیا بنی اُمیہ کے وہ افراد اس میں داخل ہوں گے جنھوں نے اسلام قبول نہ کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: میں بتا چکا ہوں کہ اسلام قبول نہ کرنے والوں کا علیحدہ دروازہ ہوگا۔ بنی اُمیہ کے لیے اس کے علاوہ ایک مخصوص دروازہ ہوگا جہاں سفیان اور مروان اور آلِ سفیان اور آلِ مروان کو عذاب دیا جائے گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ دوزخ کے سات دروازوں کے متعلق دو اقوال ہیں: ایک قول امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہوں گے اور درکات دوزخ ایک دوسرے کے اُوپر ہوں گے، جب کہ جنت عرض میں پھیلی ہوئی ہوگی اور دوزخ کے طبقات ایک دوسرے کے اُوپر ہوں گے۔ سب سے نیچے جہنّم ہوگی، اس کے اُوپر ''لظیٰ'' ہوگی، اس کے اُوپر ''حطمہ'' ہوگی اس کے اُوپر ''سقر'' ہوگی اس کے اُوپر ''جحیم'' ہوگی، اُس کے اُوپر ''سقر'' ہوگی، اس

کے اُوپر "ہاویہ" ہوگی۔

کلبی کی روایت میں منقول ہے کہ سب سے نیچے "ہاویہ" ہوگی اور سب کے اُوپر "جہنم" ہوگی۔

کتاب الخصال کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ دوزخ کے دروازے سات ہوں گے اور جنت کے دروازے آٹھ ہوں گے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت کا گمان کرتا ہے اور علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے۔ میری اور علیؑ کی محبت قلبِ مومن میں یکجا ہوتی ہے۔ اللہ نے میری اور علیؑ کی محبت کو جنت کی طرف سبقت کرنے والوں کے دلوں میں رکھی ہے اور میرا اور علیؑ کا بغض ان لوگوں کے دلوں میں رکھا ہے جو میرے اُمت کے گمراہ افراد ہیں اور جن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

ثواب الاعمال میں ابی الجارود سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے پہلے دوزخ میں کون جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: سب سے پہلے ابلیس جائے گا اور اس کے ساتھ اس کے دو مددگار بھی ہوں گے۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے: ایک دروازے سے انبیاءؑ وصدیقین داخل ہوں گے اور ایک دروازے سے شہداء وصالحین داخل ہوں گے اور پانچ دروازے ہمارے شیعوں اور مُحبداروں کے لیے مخصوص ہوں گے۔ میں صراط پر کھڑا ہوکر یہ دعا مانگتا رہوں گا: "خدایا! میرے شیعوں، مُحبداروں، مددگاروں اور دارِ دنیا میں مجھ سے دوستی رکھنے والوں کو دوزخ سے محفوظ فرما"۔

عرش کے نیچے سے آواز آئے گی کہ میں نے تیری دعا قبول کرلی ہے اور تیرے شیعوں کے لیے تیری شفاعت کو قبول کیا ہے۔ چنانچہ میرے ہر شیعہ اور میرے ہر محبؑ، میرے ہر مددگار اور میرے دشمن سے جس نے بھی قول وفعل سے جنگ کی ہوگی ان سب کو ستر ہزار ہمسایوں اور رشتہ داروں کی شفاعت کا حق عطا کیا جائے گا۔

ایک بابِ باقی مسلمانوں کے لیے ہوگا، جنھوں نے کلمۂ توحید پڑھا ہوگا اور جن کے دلوں میں ذرہ برابر ہم اہلِ بیتؑ کا بغض نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا پر حُسنِ ظن رکھو اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کا عرض چودہ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

امالی صدوق میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص تین راتیں نمازِ شب پڑھے تو فرشتے اُس کے قربِ خداوندی کو دیکھ کر اُس پر رشک کرتے ہیں اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن مظعون سے فرمایا: دوزخ کے سات دروازے ہوں گے اور جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کا ایک دروازہ ہے جسے باب المجاہدین کہا جاتا ہے۔ مجاہدین اپنی تلواریں حمائل کر کے اس دروازے سے گزریں گے، جب کہ باقی مخلوق حساب میں مصروف ہوگی اور اُنھیں ملائکہ جھڑکیاں دے رہے ہوں گے۔

جو شخص جہاد ترک کرے تو اللہ اُسے ذلت کا لباس پہنا دیتا ہے اور اس کی معیشت میں تنگی پیدا کر دیتا ہے اور اس کا دین ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ نے میری اُمت کو گھوڑوں کی ٹاپوں اور نیزوں کی اَنیوں سے عزت عطا کی ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اپنے ایمانی بھائیوں سے بھلائی کرو اور بھلائی کرنے والے بن جاؤ۔ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے بھلائی کا دروازہ کہا جاتا ہے۔ اس دروازے میں سے وہی داخل ہوگا جس نے بھائیوں سے بھلائی کی ہوگی۔

قرب الاسناد میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔

مجمع البیان میں سہل بن سعد الساعدی سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہوں گے: اس کے ایک دروازے کا نام "ریان" ہوگا۔ اُس دروازے میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی مرقوم ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت بلالؓ سے منقول ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ جنت کے دروازے کیسے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازے مختلف ہیں۔ ایک باب کا نام باب الرحمت ہے اور وہ سرخ یاقوت کا ہے اور اس پر بسملہ شریف لکھی ہوئی ہے۔ ایک دروازے کا نام باب الصبر ہے وہ نسبتاً چھوٹا دروازہ ہے اور وہ بھی سرخ یاقوت سے بنا ہوا ہے۔ ایک دروازے کا نام باب الشکر ہے وہ سفید یاقوت سے بنا ہوا ہے۔ اس کے دو پھاٹک

ہوں گے اور دونوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور وہ ہر وقت کہتا رہتا ہے: خدایا! میرے اہل مجھ تک روانہ فرما۔

میں (حضرت بلالؓ) نے عرض کیا: کیا دروازہ کلام کرتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، اللہ نے اُسے بولنے کی قوت عطا کی ہے۔

ایک دروازے کا نام باب البلاء (آزمائش کا دروازہ) ہے اور وہ ایک طرح سے بابِ صبر ہے اور اس میں بیماری زدہ اور مصائب زدہ افراد داخل ہوں گے اور اس دروازے سے داخل ہونے والے افراد انتہائی کم ہوں گے۔ بابِ اعظم میں سے اہلِ زہد و تقویٰ اور خدا کی طرف رغبت کرنے والے افراد داخل ہوں گے۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے بندگانِ خدا! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکین کے اعمال کے لیے میزان نصب نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی ان کے نامۂ اعمال کو کھولا جائے گا۔ اُنھیں گروہ در گروہ دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ میزان صرف اہلِ اسلام کے لیے نصب کیے جائیں گے۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں: وہ لوگ جو اللہ کا خوف کھاتے تھے اُنھیں جوق در جوق جنت کی طرف بڑھایا جائے گا، اور وہ عذاب سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ اور آگ سے بری ہوں گے۔ ان کا گھر پرسکون ہوگا اور وہ اپنی منزل اور جائے قرار سے خوش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ دنیا میں ان کی راتیں خضوع وخشوع اور توبہ و استغفار میں اور دن لوگوں سے متوحش اور علیحدہ رہنے کے باعث ان کے لیے رات تھے، تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں کو ان کی جزا قرار دیا ہے اور وہ اس کے سزاوار اور اہل وحق دار تھے۔ وہ ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار رہنے والی نعمتوں میں ہوں گے۔

احتجاج طبرسی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ الفاظ مروی ہیں: علیؑ کے دوست مطمئن ہو کر جنت میں داخل ہوں گے، ملائکہ ان پر سلام کریں گے اور کہیں گے کہ تم پاک تھے۔ اب جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے کچھ مخالفین نے ہمارا حق غصب کیا اور اس سے اُنھوں نے کنیزیں خریدیں اور عورتوں سے شادیاں کیں۔ آگاہ رہو ہم نے اپنے شیعوں کو اس کی اجازت دے دی ہے تاکہ ان کی پیدائش پاک ہو۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے قرآن کریم کی آیت وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (سورۂ قیامہ، آیہ ۲۲، اس دن چہرے شاداب ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے) کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

جب خدا کے دوست حساب سے فارغ ہوجائیں گے تو اُنھیں آبِ حیات کی نہر کی طرف بھیجا جائے گا، جہاں وہ غسل کریں گے تو ان کے چہرے جگمگانے لگیں گے اور ان کے وجود کے تمام امراض دُور ہوجائیں گے۔ پھر اُنھیں جنت جانے کا حکم دیا جائے گا۔ اس وقت ان کی نگاہ اس بات پر ہوگی کہ ان کا رب ان کے اعمال کی جزا کس طرح سے عطا کرتا ہے۔ اس وقت ملائکہ اُنھیں سلام کر کے کہیں گے:

سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین

''تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ ہو ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہوجاؤ''۔

اور آیتِ مجیدہ میں جو یہ الفاظ ہیں: اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ الی ثواب ربھا ناظرۃ یعنی وہ اپنے پروردگار کے ثواب کے منتظر ہوں گے۔

قولہ تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

''وہ کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا، اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنائیں۔ عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے''۔

الکافی کی دو اور تفسیر قمی کی ایک روایت میں مروی ہے کہ جب امام سجاد علیہ السلام کی وفات ہونے لگی تو آپؑ نے قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھی، پھر آپؑ کی روح پرواز کر گئی۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ......وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ کی آیت میں ارض جنت مراد ہے۔

اُصولِ کافی میں ابوحمزہ ثمالیؒ سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ اوّلین و آخرین کو جمع کرے گا تو اس وقت کہے گا کہ اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟

اس وقت ایک گروہ کھڑا ہوجائے گا۔ خدا حکم دے گا کہ تم سیدھے جنت میں چلے جاؤ، آج تم سے کوئی حساب نہیں لیا

جائے گا۔

راستے میں ملائکہ سے ملاقات ہوگی۔ ملائکہ پوچھیں گے کہ تم لوگ کون ہو جو حساب کے بغیر جنت میں جا رہے ہو؟
وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کی وجہ سے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم محبت کرتے تھے تو خدا کی وجہ سے کرتے تھے اور اگر کسی سے نفرت کرتے تھے تو خدا کی وجہ سے کرتے تھے۔

ملائکہ کہیں گے: فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ "عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے"۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص صرف خدا کے لیے اپنے مومن بھائی سے ملنے کے لیے جائے تو جب وہ اپنے گھر سے روانہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اُس کے ساتھ موکل کرتا ہے اور گھر واپسی تک وہ اس کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ اُسے پکار کر کہتے ہیں کہ تو پاک ہے، تیرے لیے پاک جنت تیار کی گئی ہے، تو نے جنت میں مکان بنالیا ہے۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے اپنی کتاب کا افتتاح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے کیا اور جہان کا خاتمہ بھی اسی پر کیا ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾

"ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور کہا جائے گا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!

●......●......●

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ

سورة مومن مكية آياتها ۸۵ و رکوعاتها ۹

"سورۂ مومن مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پچاسی آیات اور نو رکوع ہیں"۔

سورۂ مومن کے فضائل

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص ہر رات سورۂ مومن کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا اور اُسے کلمہ تقویٰ کا اِلقا کرے گا اور اس کی آخرت کو اس کی دنیا سے بہتر بنائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حوامیم" ("حمٓ" سے شروع ہونے والی سورتیں) قرآن کے پھول ہیں۔ جب تمھیں ان کا پڑھنا نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاؤ اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں ان کے یاد کرنے اور ان کی تلاوت کی توفیق بخشی سے بھی زیادہ اچھی خوشبو برآمد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سورتوں کی تلاوت کرنے والے پر رحم کرتا ہے اور اس کے ہمسایوں، دوستوں اور اس سے جان پہچان رکھنے والوں اور اس کے گہرے دوستوں اور رشتہ داروں پر رحم کرتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش، کرسی اور اللہ کے تمام مقرب فرشتے اس کے لیے مغفرت کی درخواست کریں گے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سورۂ مومن کی تلاوت کرے گا تو ہر نبی، صدیق اور مومن کی روح اس کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرتی ہے۔

ابو برزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص چاہتا ہے کہ جنت کے باغات میں دل کھول کر باغات کا ثمر کھائے تو اُسے چاہیے کہ وہ نمازِ شب میں "حوامیم" کی تلاوت کرے۔

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حوامیم" قرآن کا تاج ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص رات کو سونے سے پہلے "حوامیم" کی تلاوت کرے تو خدا اُسے محمدؐ و آلِ محمدؐ، ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کی

ہمسائیگی عطا کرے گا۔

قیامت کے دن "حوامیم" خوبصورت شکل لے کر لاکھوں فرشتوں کے جلو میں خدا کے حضور پیش ہوں گی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس نے "حوامیم" کی تلاوت کی وہ کھڑا ہو جائے۔

یہ فرمان سن کر ایک بہت بڑی تعداد کھڑی ہوگی، جن کی تعداد کو بس خدا ہی جانتا ہوگا۔ خداوند عالم فرمائے گا: تم نے اچھی طرح سے حوامیم کی تلاوت کی تھی۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! آج تم جو چیز مانگو گے میں تمھیں عطا کروں گا۔ اگر تم مجھ سے وہ تمام نعمات مانگو جو میں نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں تو بھی میں تمہیں محروم نہیں کروں گا۔

اس کے بعد وہ خدا سے اپنی حاجات طلب کریں گے۔ خدا اُنہیں عطا فرمائے گا۔ پھر ملائکہ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اُنہیں جنت میں ان کی منازل میں لے جائیں اور وہاں خدا اُنہیں ایسی نعمات عطا کرے گا جن کے متعلق نہ تو کسی کے کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی دل میں ان کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔ اور نہ کسی آنکھ نے اُنہیں دیکھا ہوگا۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِىْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِى الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِىْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۙ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

كٰظِمِيْنَ ؕ۬ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ
خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ
وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ؑ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ
قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ
وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ
مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا
نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ
دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنِّيْ
عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ

G25

الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ
رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ
بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؗ
فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ
اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْۤ
اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ۙ مِثْلَ
دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ
يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ
التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ۙ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ
قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا
هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ
مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

G25

سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵ وَقَالَ
فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶
اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ
وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا
كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝۳۷ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ
اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۳۸ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ
وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى
اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۴۰ وَيٰقَوْمِ
مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝۴۱ تَدْعُوْنَنِيْ
لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ
اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝۴۲ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ
دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ
الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۴۳ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

ح،م۔ کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت عذاب دینے والا ہے اور بڑے فضل والا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

اللہ کی آیات میں کافروں کے علاوہ اور کوئی نہیں جھگڑتا، دنیاوی ممالک میں ان کا چلنا پھرنا آپ کو کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔

ان سے پہلے نوحؑ کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے اور ان کے بعد بہت سے گروہ بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ ہر قوم نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اُنہوں نے باطل کے ذریعے سے حق کو ناکام کرنے کی کوشش کی، مگر میں نے انھیں پکڑ لیا۔ پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔

کافروں کے متعلق تیرے رب کا یہ فیصلہ واقع ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن بننے والے ہیں۔ وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو عرش کے گرد رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں (اور وہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو اپنی رحمت اور علم

کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی اُنہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

اے ہمارے پروردگار! اُنھیں ان دائمی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین، بیویوں اور اولاد میں سے جو بھی صالح ہوں۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور اُنھیں برائیوں سے بچالے اور جسے تو نے قیامت کے دن برائیوں سے بچادیا تو بے شک تو نے اس پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

کفر کرنے والوں کو قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں جتنا غصہ اپنے آپ پر آ رہا ہے اللہ اس سے کہیں زیادہ تم پر غضب ناک ہوتا تھا۔ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔

وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندگی دی۔ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اب اس عذاب سے چھٹکارے کا بھی کوئی راستہ ہے؟

(جواب دیا جائے گا کہ) تمہیں یہ عذاب اس لیے دیکھنا پڑا ہے کہ جب تمہیں خدائے واحد کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیا کرتے تھے۔ اب فیصلہ خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

وہ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لیے رزق نازل کرتا ہے اور اس سے صرف وہی نصیحت حاصل کرتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ اپنے دین کو خدا کے لیے خالص کر کے اسے پکارو، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

وہ بلند درجوں والا، مالکِ عرش ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے اذن سے روح نازل کر دیتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کرے۔

جب سب لوگ عیاں ہو چکے ہوں گے اور ان کی کوئی بات خدا سے مخفی نہ ہوگی، آج کس کی

بادشاہی ہے؟ اللہ واحد وقہار کی بادشاہی ہے۔ آج ہر جاندار کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

آپ انھیں اس دن سے خبردار کریں جو قریب آچکا ہے جب دل اُچھل کر منہ کو آ رہے ہوں گے اور لوگ چپ چاپ غم کے گھونٹ پی رہے ہوں گے۔ ظالموں کا نہ تو کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا کہ جس کی شفاعت قبول کی جائے۔

اللہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے۔

اللہ حق کا فیصلہ کرے گا اور خدا کے علاوہ جن معبُودوں کو یہ پکار رہے ہیں وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ کرنے والے نہیں ہیں۔ بے شک اللہ ہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے لوگوں کے انجام کو دیکھتے، وہ ان سے زیادہ قوت رکھنے والے تھے اور وہ ان سے زیادہ زمین پر آثار چھوڑ گئے تھے اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا تو انھیں اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

اور ان کی بربادی کا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس ان کے رسولؑ خدا کی واضح نشانیاں لے کر آئے تھے مگر انھوں نے ان کا انکار کیا تھا جس کی وجہ سے خدا نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ بے شک وہ صاحبِ قوت اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

بے شک ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، انھوں نے کہا کہ جادوگر اور کذاب ہے۔

جب موسٰیؑ ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس گئے تو انھوں نے کہا کہ جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کردو اور عورتوں کو زندہ رہنے دو۔ مگر کافروں کی چال ناکام رہی۔ اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑو میں موسٰیؑ کو قتل کرتا ہوں۔ وہ پکار دیکھے اپنے رب کو۔ مجھے خوف ہے کہ یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا زمین میں فساد برپا کرے گا۔

اور موسیٰؑ نے کہا کہ میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے ہر اس متکبر کے مقابلہ میں جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

آلِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن نے کہا جو کہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرو گے جس کا جرم صرف یہی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے، حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ ہی اس کو برباد کر دے گا اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جن ہولناک نتائج سے تمہیں ڈرا رہا ہے وہ تم پر آ جائیں گے۔ بے شک اللہ کسی حد سے گزرنے والے کذاب کو ہدایت نہیں دیتا۔

اے میری قوم! آج تمہیں حکومت حاصل ہے اور زمین میں تم غالب ہو لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آ گیا تو ہماری مدد کرنے والا کون ہوگا۔

فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جو خود رکھتا ہوں۔ میں تمہیں صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہوں۔ جو شخص ایمان لایا تھا اس نے کہا کہ اے میری قوم! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر وہ دن نہ آ جائے جو اس سے قبل بہت سے جتھوں پر آ چکا ہے۔ تمہارا کہیں وہ انجام نہ ہو جو قومِ نوحؑ، عادؑ و ثمودؑ اور ان کے بعد والوں کا ہوا تھا۔ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اے میری قوم! مجھے ڈر ہے کہ تم پر فریاد و فغاں کا کہیں دن نہ آ جائے۔ جب تم بھاگے بھاگے پھرو گے مگر اس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے تو پھر اسے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اس سے پہلے یوسفؑ تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے مگر تم اس کی بیان کردہ تعلیم کی طرف سے شک میں پڑے رہے۔ پھر جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا تھا کہ اب اللہ ان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اس طرح سے اللہ ان لوگوں کو گمراہیوں کی وادی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی مزاج ہوتے ہیں۔

وہ ایسے ہیں جو کہ کسی سند اور دلیل کے بغیر خدا کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔ یہ رویہ اللہ اور اہلِ ایمان کے ہاں سخت مبغوض ہے۔ اس طرح سے اللہ ہر متکبر و جبار کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔

فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے، ایک بلند و بالا عمارت بنا تا کہ میں راستوں تک پہنچ سکوں۔ آسمانوں کے راستوں پر اور موسیٰؑ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں۔ میں تو موسیٰؑ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اس طرح سے فرعون کی بدعملی اس کے لیے خوش نما بنا دی گئی اور اسے راہِ راست سے روک دیا گیا۔ فرعون کی ساری چالیں اس کی تباہی کا باعث بنیں۔

وہ شخص جو ایمان لایا تھا، بولا: اے میری قوم! میری پیروی کرو میں تمھیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے میری قوم! یہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے جب کہ آخرت ہمیشہ کے رہنے کا مقام ہے۔ جو کوئی برائی کرے تو اسے برائی کی مقدار کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور جو نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں وہاں حساب کے بغیر رزق دیا جائے گا۔

اے میری قوم! تمھیں کیا ہوا ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی دعوت دیتے ہو۔ تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اللہ کے ساتھ انھیں شریک مان لوں جن کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ جب کہ میں تمھیں زبردست قوت والے اور بہت زیادہ بخشنے والے خدا کے ماننے کی دعوت دیتا ہوں۔

نہیں، حق یہ ہے اور اس کے خلاف ہو نہیں سکتا۔ تم مجھے ان معبُودوں کے ماننے کی دعوت دیتے ہو جن کے لیے نہ تو دنیا میں کوئی دعوت ہے اور نہ ہی آخرت میں، ہم سب کو خدا کی طرف پلٹنا ہے اور یقیناً حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں۔ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں تم عنقریب میری باتوں کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر رہا

ہوں۔ وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

انھوں نے اس کے خلاف جو بھی بُری چالیں چلی تھیں خدا نے اسے ان سب سے بچا لیا اور خاندانِ فرعون پر بدترین عذاب آ کر ٹوٹا۔ دوزخ کی آگ ہے جس میں انھیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو کہا جائے گا کہ خاندانِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو"۔

کتاب معانی الاخبار میں شیخ صدوقؒ نے اپنے اسناد سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"حٰم" کا معنی ہے "حمید المجید" یعنی اللہ تعالیٰ لائقِ حمد اور صاحبِ مجد ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ اللہ کے دین کے بارے میں جھگڑا کرنے والوں پر ستر انبیاءؑ نے لعنت کی ہے۔ جس نے آیاتِ الٰہی میں جھگڑا کیا تو اُس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾

"اللہ کی آیات میں کافروں کے علاوہ اور کوئی نہیں جھگڑتا۔ دنیاوی ممالک میں ان کا چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے"۔

قوله تعالیٰ: وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾

"کافروں کے متعلق تیرے رب کا یہ فیصلہ واقع ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن بننے والے ہیں"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس آیت کے مصادیق میں بنی اُمیہ بھی شامل ہے۔

حاملینِ عرش

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَۃً وَّ عِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَکَ وَ قِہِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ۝

''وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو عرش کے گرد رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں (اور وہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو اپنی رحمت اور علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی اُنہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے''۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیرؒ سے فرمایا:

اے محمدؒ! خدا کے کچھ ایسے فرشتے بھی ہیں جو ہمارے شیعوں کی پشت سے گناہوں کو ایسے گراتے ہیں جیسا کہ موسمِ خزاں کی تیز ہوا درختوں کے پتوں کو گراتی ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ حَوۡلَہٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا......

''خدا کی قسم! وہ صرف تمہارے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں دوسروں کے لیے نہیں کرتے''......

روضہ کافی کی ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ایک طویل حدیث کے ضمن میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

فرشتے ہمارے خادم ہیں اور ہم سے محبت کرنے والوں کے خادم ہیں۔ اور حاملینِ عرش اور اس کے گرد رہنے والے فرشتے ہماری ولایت کو تسلیم کرنے والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ فرشتوں کی تعداد زیادہ ہے یا بنی آدم کی؟

آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں میری جان ہے آسمان میں رہنے والے فرشتوں کی تعداد روئے زمین کے ذرّات سے بھی زیادہ ہے۔ آسمان کے ہر گوشے میں کوئی نہ کوئی فرشتہ موجود ہے جو خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا ہے۔ زمین کے ہر درخت پر کوئی نہ کوئی فرشتہ موکل ہے، جو روزانہ اس کی بڑھوتری کے اقدامات کیا کرتا ہے، جب کہ اللہ تعالٰی

کو اس کی زیادہ خبر ہے۔ جتنے بھی فرشتے ہیں وہ سب کے سب ہم اہل بیتؑ کی ولایت کے ذریعہ سے خدا کا قرب حاصل کرتے ہیں اور ہمارے محبوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر عذاب نازل کرے۔

اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ یعنی رسولؐ اللہ اور ان کے اوصیاء علمِ الٰہی کے حامل ہیں۔ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ یعنی ملائکہ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَیُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یعنی شیعانِ آلِ محمدؐ کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَةً وَّعِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ تَابُوۡا ''تو رحمت و علم کے لحاظ سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی''۔ یعنی آلِ محمدؐ کے حریفوں اور بنی اُمیہ کی ولایت سے توبہ کی۔

وَاتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَكَ اور تیرے راستے کی اتباع کی مقصد یہ ہے کہ تیرے ولی کی ولایت کو قبول کیا۔ وَقِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ''اُنھیں بھڑکتی ہوئی آگ سے بچالے''۔ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور یہ کامیابی اس کا مقدر بنے گی جو حریفانِ آلِ محمدؐ کی ولایت کو ترک کر کے علیؑ و اولادِ علیؑ کی ولایت کو اختیار کرے۔

تائبین کی فضیلت

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ نے توبہ کرنے والوں کو تین ایسی فضیلتیں عطا کی ہیں اگر ان میں سے ایک بھی فضیلت زمین و آسمان کو مل جائے تو ان کی نجات کے لیے کافی ثابت ہوگی:

① حاملینِ عرش ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ''خدایا! ان لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی اور اُنھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالے''۔

② توبہ کرنے والوں کے والدین، بیویوں اور اولاد کے لیے حاملینِ عرش دعائے مغفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں: رَبَّنَا وَاَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ِالَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ''اے ہمارے پروردگار! اُنھیں دائمی جنتوں میں داخل فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین، بیویوں اور اولاد میں سے جو بھی صالح ہوں۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے''۔

۴ تائبین کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے جیسا کہ حاملین عرش کی دعا میں مذکور ہے: وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ "اور انھیں برائیوں سے بچالے اور جسے تو نے قیامت کے دن برائیوں سے بچا دیا تو بے شک تو نے اس پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے"۔

مجہول الحال شخص کی نماز جنازہ کی دُعا

الکافی میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ صادقین علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا: جب کسی مستضعف (ایسا شخص جسے حق و باطل کا امتیاز نہ ہو) پر نماز جنازہ پڑھو تو شہادتین، درود اور مومنین و مومنات کی دعا کے بعد فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور اس کے بعد کی دو آیات پڑھو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کسی مومن کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کی بخشش کے لیے دل کھول کر دعائیں مانگو اور اگر کسی "مستضعف" کی نماز جنازہ پڑھو تو کہو: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ

سلیمان بن خالد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مستضعف کا جنازہ پڑھتے تو تب اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله ، اللّٰهم صل محمد علٰی محمد عبدك ورسولك اللهم صل علی محمد وآلِ محمد وتقبل شفاعته وبيض وجهه واكثر تبعه ، اللّٰهم اغفرلي وارحمني وتب علي ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر مرنے والا مومن ہوگا تو وہ میری دعا میں شامل ہو جائے گا اور اگر مرنے والا مومن نہ ہوگا تو میری دعا سے نکل جائے گا۔

قوله تعالٰی: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰

"کفر کرنے والوں کو پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں جتنا شدید غصہ اپنے آپ پر آ رہا ہے اللہ اس سے کہیں زیادہ تم پر غضب ناک ہوتا تھا، جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ اس آیت کے ضمن میں بنی اُمیہ بھی شامل ہیں:

قوله تعالٰی: رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى

خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪

"وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو بار موت دی ہے اور دو بار زندگی دی ہے،
ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا اب اس عذاب سے چھٹکارے کا بھی کوئی راستہ ہے؟"

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت سے رجعت کا اثبات ہوتا ہے:

قوله تعالٰى: ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ......

تمہیں یہ عذاب اس لیے دیکھنا پڑا ہے کہ جب تمہیں خدائے واحد کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیا کرتے تھے۔

تفسیر قمی اور اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ہمارے مخالفین کی حالت بھی اس آیت کے مصادیق کی طرح سے ہے جب انہیں خدا کے مقرر کردہ اولیاء کی اطاعت کی دعوت دی جاتی ہے تو انکار کرنے لگ جاتے ہیں اور اگر کسی من گھڑت شخص کی ولایت کی دعوت دی جائے تو اُسے فوراً مان لیتے ہیں۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ اللہ "کبیر" ہے اُسے "تخفی" نہیں کہا جاسکتا۔

قوله تعالٰى: هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ......

"وہ وہی ہے جو تمہیں اپنی آیات دکھاتا ہے"۔

تفسیر قمی میں علی بن ابراہیم لکھتے ہیں کہ آیاتِ الٰہی کے ضمن میں ائمہ بھی شامل ہیں جن کی خدا و رسولؐ نے ہمیں خبر دی ہے۔

روح القدس

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۙ⑮

"وہ بلند درجوں والا مالکِ عرش ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے اذن سے روح نازل کر دیتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کرے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ روح القدس رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے اور قیامت کو "یوم

التلاق" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوگی۔

معانی الاخبار میں بھی "یوم التلاق" کا یہی مفہوم مذکور ہے۔

آج کس کی بادشاہت ہے؟

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حروف تہجی کی تشریح کی اور فرمایا کہ الف سے آلاء اللہ اللہ کی نعمات مراد ہیں...... اور میم کے لیے فرمایا کہ اس سے خدا کی اس وقت کی بادشاہت مراد ہے جب اس کے علاوہ اور کسی بادشاہ کا کہیں وجود نہ ہوگا۔

ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اس وقت خدا کہے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ "آج کس کی بادشاہت ہے؟"

پھر وہ اپنے انبیاء و رسل اور حجتوں سے کلام کرائے گا اور وہ کہیں گے: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "خدائے واحد و قہار کی حکومت ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ "آج ہر جاندار کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے"۔

نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔

"بلاشبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ جس طرح سے وہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر زمان و مکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا۔ اس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی، سوائے اس واحد و قہار خدا کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتدا ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور ان کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر ان کو انکار پر قدرت ہوتی تو ان کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ارض کو موت دے گا، پھر ایک طویل عرصہ کے بعد آسمانِ دنیا کے رہنے والوں کو لقمۂ اجل بنائے گا۔ پھر ایک طویل عرصہ کے بعد دوسرے آسمان والوں کو موت دے گا۔ پھر ایک طویل عرصہ کے بعد تیسرے آسمان کے رہنے والوں کو فنا کرے گا۔ پھر جبرئیلؑ کو موت دے گا۔ پھر اسرافیل کو موت دے گا، پھر ایک طویل عرصہ کے بعد ملک الموت کو موت دے گا۔

پھر ایک عرصہ کے بعد خداوند قدوس یہ ندا دے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ "بتاؤ آج کس کی حکومت ہے"۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے سوال کا خود ہی جواب دے کر فرمائے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "آج خدائے واحد و قہار کی بادشاہت ہے"۔

پھر اللہ فرمائے گا کہ جبار کہاں ہیں؟ متکبر کہاں ہیں؟ اور وہ کہاں ہیں جو میرے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے؟ آج تکبر کرنے والے کہاں ہیں اور ان کی رعونت کہاں ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مخلوق کو اُٹھائے گا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ صور کے دو مرتبہ پھونکے جانے کے درمیان کتنا فاصلہ ہوگا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: جتنا خدا کو منظور ہوگا اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔

سائل نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہ فرمائیں کہ صور کیسے پھونکا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دے گا، وہ صور لے کر دنیا کی طرف آئیں گے۔ صور کا ایک سرا ہوگا اور آواز نکلنے کے لیے دو دہانے ہوں گے اور ان دونوں دہانوں میں زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہوگا۔

جب ملائکہ اسرافیل کو اُترتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ نے اہلِ زمین اور اہلِ آسمان کی موت کا فیصلہ کر دیا ہے۔

چنانچہ اسرافیل بیت المقدس میں اُتریں گے اور اُن کا رُخ کعبہ کی طرف ہوگا۔ جب اہلِ زمین دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی بربادی کا حکم دے دیا ہے۔

اسرافیل صور پھونکیں گے۔ صور کی آواز اس دہانے سے برآمد ہوگی جس کا رُخ زمین کی طرف ہوگا۔ جیسے ہی صور کی آواز بلند ہوگی تمام جاندار بے ہوش ہو کر مر جائیں گے۔

پھر دہانے کا رُخ آسمان کی طرف کیا جائے گا، تمام اہلِ آسمان مر جائیں گے۔ پس اسرافیل زندہ رہ جائیں گے۔

آوازِ قدرت آئے گی: اسرافیل! اب تو بھی مر جا۔

چنانچہ اسرافیل بھی مر جائیں گے۔ پھر ایک عرصہ یوں ہی گزر جائے گا، پھر آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین کو تبدیل کر کے ایسی زمین لائی جائے گی جس پر خدا کی نافرمانی نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ زمین چٹیل میدان کی صورت میں ہوگی۔ اس پر نہ تو پہاڑ ہوں گے اور نہ ہی درخت ہوں گے اور خدا کا تختِ حکومت پانی پر قائم ہوگا۔

اس وقت خداوند عالم بلند آواز سے پکار کر کہے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ "آج کس کی حکومت ہے؟"

کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے سوال کا خود ہی جواب دے گا اور کہے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

الْقَهَّارِ "میں اپنی مخلوق پر غالب ہوں"۔ میں نے سب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ میں واحدہٗ لاشریک معبود ہوں۔ میرا کوئی وزیر و مشیر نہیں ہے، میں نے تمام مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

"آج ہر جاندار کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ خدا فرمائے گا کہ میں ہی مالک ہوں اور میں ہی فیصلہ کرنے والا ہوں، جب تک لوگوں کے حقوق کا فیصلہ نہ کرلوں اس وقت تک نہ کوئی جنت میں جائے گا اور نہ کوئی دوزخ میں جائے گا۔

الکافی میں یعقوب احمر سے منقول ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ان کے فرزند اسماعیل کی موت کی تعزیت پیش کرنے لگے۔ آپؑ نے اس کے لیے دعا کی۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ان کی موت کی خبر دی تھی اور فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (الزمر، آیہ ۳۰) "آپ پر بھی موت آئے گی اور وہ بھی مرجائیں گے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ "ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تمام اہلِ زمین مرجائیں گے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اہلِ آسمان مریں گے اور ملک الموت، حاملینِ عرش اور جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے علاوہ کوئی باقی نہ رہے گا۔

اس وقت ملک الموت خدا کے حضور آ کر کھڑا ہوگا۔ خدا فرمائے گا کہ اب کون باقی بچا ہے؟

ملک الموت عرض کرے گا: خدایا! اب صرف ملک الموت، حاملینِ عرش اور جبرئیلؑ و میکائیلؑ باقی بچے ہیں۔ اس وقت خدا حکم دے گا کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے کہو کہ وہ بھی مرجائیں۔

حاملینِ عرش فرشتے عرض کریں گے: اے پروردگار! یہ دونوں تیرے قاصد اور تیرے امین ہیں!

خدا فرمائے گا: میں نے ہر جاندار کے لیے موت مقرر کر دی ہے (چنانچہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ بھی مرجائیں گے) اس کے بعد ملک الموت خدا کے حضور ہوگا۔ خدا فرمائے گا کہ اب کون بچا ہے؟

ملک الموت عرض کرے گا: خدایا! اب صرف ملک الموت اور حاملینِ عرش بچے ہیں۔

خدا فرمائے گا: حاملینِ عرش کو حکم دو کہ وہ بھی مرجائیں۔

بعدازاں ملک الموت غمگین اور پریشان ہو کر خدا کی خدمت میں حاضر ہوگا اور وہ اپنی نگاہوں کو جھکائے ہوئے ہوگا۔

خدا فرمائے گا: اب کون بچا ہے؟

ملک الموت عرض کرے گا: اب صرف ملک الموت ہی بچا ہے۔

خدا فرمائے گا: ملک الموت! اب تو بھی مر جا۔ چنانچہ ملک الموت بھی مر جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو اپنے ہاتھ میں پکڑے گا اور فرمائے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ شریک کو پکارا کرتے تھے؟

وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ اور معبود بنایا کرتے تھے؟

روضہ کافی میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اے فرزندِ آدمؑ! اس دنیا کے بعد سخت اور دردناک دن آنے والا ہے اور وہ "یوم ازفہ" ہے اور یہ وہ دن ہے جب دل اُچھل کر منہ کو آنے لگیں گے اور لوگ غم کے گھونٹ بھرے کھڑے ہوں گے۔

محمد بن ابی عمیر نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا:

اے ابواحمد! جب بھی مومن سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اُسے وہ بُرا محسوس ہوتا ہے اور وہ اس پر نادم ہوتا ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ توبہ کے لیے ندامت کافی ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جسے نیکی کر کے خوشی محسوس ہو اور برائی کر کے دُکھ محسوس ہو تو وہ مومن ہے۔ جو شخص گناہ کر کے نادم نہیں ہوتا تو وہ مومن نہیں ہے اور وہ شفاعت کا حق دار نہیں ہے۔ ایسا شخص ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١١﴾

"ظالموں کا نہ تو کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا کہ جس کی شفاعت قبول کی جائے"۔

خائن آنکھیں

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ

"اللہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے"۔

کتاب معانی الاخبار میں عبدالرحمٰن بن سلمہ حریری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ کا مقصد دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگ کن انکھیوں سے کسی چیز کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور بہ ظاہر یوں لگتا ہے کہ وہ کچھ دیکھ نہیں رہے۔ اسی کو آنکھوں کی خیانت کہا جاتا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حدیث پیغمبرؐ میں یہ کہا گیا ہے کہ پہلی نظر معاف ہے اور دوسری نظر تمہارے لیے نقصان دہ ہے اور یہی چیز يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ سے مراد ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت عثمان اپنے قریبی عزیز عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کو لے کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے لیے معافی کی درخواست کی۔ یہ شخص پہلے مسلمان ہوا تھا بعدازاں مرتد ہوگیا تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے اُسے واجب القتل قرار دیا تھا۔

چنانچہ حضرت عثمان بار بار اس کی معافی کی التجا کرتے رہے اور رسول اکرمؐ خاموش بیٹھے رہے۔ پھر کافی دیر کے بعد آپؐ نے اُسے معاف کیا۔ معاف کرنے کے بعد آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا عقل مند شخص موجود نہیں تھا جو اُسے قتل کر دیتا؟

آنحضرتؐ کے صحابی عباد بن بشر نے کہا: اس دوران میری نظریں آپؐ کی آنکھوں کو دیکھتی رہی تھیں، اگر آپ آنکھ کا اشارہ بھی کر دیتے تو میں اس کا کام تمام کر دیتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء دزدیدہ نگاہیں نہیں رکھتے۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

"اللہ نے لوگوں کا رزق تقسیم کیا اور ان کے آثار کا احصا کیا اور ان کی سانسوں کی تعداد مقرر کی اور وہ دزدیدہ نگاہوں کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اُسے بھی جانتا ہے۔

فرعون کی دھمکی اور مومن آلِ فرعون کی گفتگو

ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى ......

"فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں موسیٰؑ کو قتل کرتا ہوں"۔

کتاب علل الشرائع میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: جب فرعون نے یہ کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰؑ کو قتل کرتا ہوں، تو اُس نے اس دھمکی کے بعد انہیں قتل کیوں نہ کیا؟

26

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حلال زدہ تھا، جب کہ انبیاءؑ اور انبیاءؑ کی اولاد کو حرام زادے ہی قتل کیا کرتے ہیں۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا:

حسن بصری نے رسولِ خدا کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس نے علم کو پوشیدہ رکھا تو قیامت کے دن وہ شخص اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کے منہ میں دوزخ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حسن بصری نے جھوٹ کہا۔ اگر یہی بات سچ ہے تو پھر مومن آلِ فرعون کا کیا بنے گا جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ

"آلِ فرعون کے ایک مومن نے کہا: جو کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کا قصور صرف یہی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: لوگ جہاں چاہیں جاتے رہیں، لیکن ہمارے علاوہ اُنھیں کہیں سے علم نہیں ملے گا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ مومنِ آلِ فرعون، فرعون کا خزانچی تھا۔ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھتا تھا اور اس نے چھ سو سال تک اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا اور یہ وہی مرد مومن ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ......

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے دربار میں اُمت اور عترت کے بارہ فرق بیان کیے تھے۔ آپؑ نے گیارھواں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مومن آلِ فرعون کی تقریر کو قرآن میں یہ کہہ کر نقل کیا ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ

مومن آلِ فرعون رشتہ میں فرعون کا ماموں زاد تھا۔ اس لیے اللہ نے اُسے "آلِ فرعون" کا فرد قرار دیا، جب کہ وہ بندۂ مومن فرعون کا رشتہ دار ضرور تھا، لیکن وہ فرعون کا پیروکار نہیں تھا، جب کہ ہم رسولِ خدا کے رشتہ دار بھی ہیں اور اُن کے پیروکار بھی ہیں۔ باقی اُمت صرف ان کی پیروکار ہے، رشتہ دار نہیں ہے۔

اُصولِ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: آلِ فرعون منکرِ حق تھی،

لیکن ان میں ایک شخص مومن تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا قلت و کثرت کو نہیں دیکھتا، اگر اہلِ حق قلت میں بھی کیوں نہ ہوں، پھر بھی وہ قابلِ تعریف ہوتے ہیں۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیق تین ہیں:

① مومن آلِ یاسین حبیب النجار صدیق ہے جس نے اپنی قوم کو انبیاءؑ کی پیروی کی دعوت دی تھی۔

② حزقیل مومن آلِ فرعون صدیق ہے۔

③ علیؑ ابن ابی طالبؑ صدیق ہے اور وہ ان سب سے افضل ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تقیہ میرے اور میرے آباء کے دین کا حصہ ہے۔ جس میں تقیہ نہیں اس میں دین نہیں ہے۔ تقیہ زمین پر خدا کی ڈھال ہے۔ اگر مومن آلِ فرعون نے اسلام کا اظہار کیا ہوتا تو مارا جاتا۔

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یوم التناد سے وہ دن مراد ہے۔ جب اہلِ دوزخ اہلِ جنت کو ندا دے کر کہیں گے کہ تم ہمیں پانی دو اور خدا کے عطا کردہ رزق میں سے ہمیں بھی کچھ کھلاؤ۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: کیا یوسف علیہ السلام رسول نبیؑ تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، کیا تم نے قرآن میں مومن آلِ فرعون کا یہ قول نہیں پڑھا:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ

''اس سے قبل یوسفؑ تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے''۔

قوله تعالٰی: الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

''وہ لوگ جو کسی سند اور دلیل کے بغیر خدا کی آیات میں جھگڑتے ہیں، یہ رویہ اللہ اور اہلِ ایمان کے ہاں سخت مبغوض ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ ہر متکبر و جبار کے دل پر مہر لگا دیتا ہے''۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: دوزخ میں ایک آگ ایسی بھی ہے جس سے تمام اہلِ دوزخ پناہ مانگتے ہیں اور یہ آگ ہر جھگڑالو جبار اور ہر سرکش شیطان اور ہر اس متکبر کے لیے مخصوص

ہے جس کا یوم حساب پر ایمان نہ ہوگا اور یہ آگ آلِ محمدؐ کے ہر دشمن کے لیے مخصوص ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: دوزخ میں سب سے کم عذاب وہ ہوگا جسے دوزخ کی ایک گھاٹی میں رکھا جائے گا اور اُسے دوزخ کی جوتی اور تسمے پہنائے جائیں گے اور ان کی حدّت کی وجہ سے اس کا دماغ ایسے کھولے گا جیسا کہ دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔ اس سے زیادہ آسان عذاب اور کوئی نہیں ہوگا۔

قوله تعالٰی: فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

"جو نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں وہاں حساب کے بغیر رزق دیا جائے گا"۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اللہ نے فرمایا ہے۔

میری طرف سے کرامت اور میری محبت کا حق دار وہ ہے جسے میرے جلال سے محبت ہو اور ایسے لوگ قیامت کے دن نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور اُنہوں نے سبز رنگ کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے، ان کے چہروں پر نور برس رہا ہوگا۔

لوگوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کون ہوں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ انبیاءؑ وشہداءؑ نہیں ہوں گے، اُنہیں خدا کے جلال سے محبت ہوگی۔ وہ جنت میں جائیں گے، جہاں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اپنی رحمت کے صدقہ میں ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے۔

کتاب معانی الاخبار میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد نے آپؑ سے عرض کیا: "ابوالخطاب" یہ کہہ رہا ہے کہ آپؑ نے اس سے یہ کہا ہے کہ جب تمہیں حق کی معرفت حاصل ہوجائے تو جو جی چاہے کرتے پھرو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ ابوالخطاب پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے یہ بات نہیں کی۔ میں نے تو اُس سے یہ کہا ہے کہ جب تم حق کو پہچان لو تو پھر جو بھی نیک کام کروگے وہ قبول کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

"جو بھی عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اُسے یقیناً پاکیزہ زندگی دیں گے"۔ (النحل، آیہ ۹۷)

تفویض الی اللہ (معاملات کو خدا کے سپرد کر دینا)

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝

"میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر رہا ہوں وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ اُنہوں نے (آلِ فرعون) نے اس کے خلاف جو بھی بُری چالیں چلی تھیں خدا نے اُسے ان سب سے بچا لیا اور خاندانِ فرعون پر بدترین عذاب آ کر ٹوٹا"۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ ابدی راحت اور ہمیشہ کا آرام پا لیتا ہے اور سچا تفویض کار وہ ہے جو خدا کے علاوہ تمام سہاروں پر سے بھروسہ ختم کر دے، جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو کچھ اللہ نے میرے لیے تقسیم کیا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ میں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا ہے جس طرح سے اللہ نے ماضی میں مجھ پر احسان کیے ہیں وہ مستقبل میں بھی اپنے احسانات کے سلسلہ کو جاری رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنِ آلِ فرعون کے متعلق فرمایا کہ اس نے یہ کہا تھا:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا نتیجہ یہ بیان کیا:

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝

"اللہ نے اُسے ان کی تمام چالوں سے بچا لیا جو انھوں نے اس کے خلاف چلی تھیں اور آلِ فرعون پر بدترین عذاب آ کر ٹوٹا"۔

لفظ "تفویض" کے پانچ حروف ہیں اور ہر حرف کا اپنا اپنا ایک مطلب ہے۔ اس کے حروف یہ ہیں: ت، ف، و، ی، ض۔ "تا" سے دنیا میں ترکِ تدبیر مراد ہے اور "فا" سے غیر اللہ کے تمام سہاروں کا فنا ہونا مراد ہے اور "و" سے وفائے عہد اور تصدیقِ وعد مراد ہے۔ "یا" سے اپنی ذات سے "یاس" یعنی مایوس ہونا اور اپنے رب کے فضل پر یقین کرنا مراد ہے۔ اور "ضاد" سے وہ ضمیر مراد ہے جو خدا کے لیے صاف ہو اور اسی سے ضرورت کو وابستہ رکھتا ہو۔

اور "تفویض الی اللہ" کرنے والا شخص صبح کرے گا تو تمام آفات سے محفوظ ہو گا اور شام کرے گا تو اس کا دین سالم ہو گا۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جس کے خلاف لوگ چالیس چل رہے ہوں تو اُسے چاہیے کہ وہ وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ وفوضت اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ کا ورد کرے، کیونکہ مومن آلِ فرعون نے کہا تھا: وَاُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ اس کے متعلق اللہ نے فرمایا: خدا نے اُسے آلِ فرعون کی تمام بُری چالوں سے بچالیا تھا اور آلِ فرعون پر بدترین عذاب آ کر ٹوٹا۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب مومنِ آلِ فرعون نے دربارِ فرعون میں یہ تقریر کی تھی تو اہلِ دربار نے ان پر حملہ کر کے اُنہیں شہید کر دیا تھا۔

امام علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ نے فرمایا ہے: فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا "اللہ نے اسے ان کی تمام بُری چالوں سے بچالیا تھا"۔ اگر آپ کے بقول وہ شہید ہو گیا تھا تو اللہ نے یہ کیوں فرمایا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آیت کا مقصد یہ ہے کہ آلِ فرعون اُنہیں دین کے کسی فتنہ میں مبتلا کرنے میں ناکام رہی تھی۔

احتجاج طبرسی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ اس کے ضمن میں آپؑ نے مومن آلِ فرعون حزقیل کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ قومِ فرعون نے فرعون کے پاس حزقیل کے خلاف چغل خوری کی تھی اور اسے کہا تھا کہ حزقیل لوگوں کو آپ کی مخالفت کی دعوت دیتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے ساز باز رکھتا ہے۔

فرعون نے ان سے کہا: دیکھو وہ عام آدمی نہیں ہے، وہ میرا ابن عم ہے اور وہ میرا ولی عہد ہے، اگر تمہاری بات سچ ثابت ہوئی تو میں یہ سمجھوں گا کہ اس نے میری نعمات کا انکار کیا ہے اور وہ سخت عذاب کا حق دار ہے۔ اور اگر تم لوگ جھوٹے ثابت ہوئے تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔

دربارِ فرعون میں حزقیل اور چغلی کھانے والوں کو بلایا گیا۔ چغل خوروں نے کہا: یہ تو فرعون بادشاہ کی ربوبیت کا انکار نہیں کرتا اور کیا تو اس کی نعمات کی ناقدری نہیں کرتا؟

حزقیل نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا: بادشاہ! کیا آج تک آپ نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے سنا؟

فرعون نے کہا: نہیں۔

حزقیل نے کہا: اب آپ ان سے پوچھیں کہ ان کا رب کون ہے؟

انھوں نے کہا: ہمارا رب فرعون ہے۔

پھر پوچھا: اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا خالق کون ہے؟

انھوں نے کہا: ہمارا خالق فرعون ہے۔

پھر پوچھا: تمھیں رزق دینے والا کون ہے اور تمہاری پریشانیاں دُور کرنے والا کون ہے؟

انھوں نے کہا: فرعون ہے۔

یہ سنا تو حزقیل نے کہا: بادشاہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں اور تمام حاضرین کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو ان کا رب ہے وہ میرا رب ہے اور جو اُن کا رازق ہے وہ میرا رازق ہے اور جو ان کی اصلاحِ معاش کرنے والا ہے وہ میری اصلاحِ معاش کا کفیل ہے۔ میرا خالق، رازق اور میرا رب وہی ہے جو اِن کا ہے۔ اور میں آپ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو بھی ان کے خالق و رازق کا منکر ہے میں اس سے بیزار ہوں اور اس کی اُلوہیت کا منکر ہوں۔

فرعون اور اس کے ساتھی حزقیل کی گفتگو کا اصل مقصد نہ سمجھ سکے۔ اس کے بجائے انھوں نے یہ سمجھا کہ حزقیل فرعون کی خلاقیت و ربوبیت کا اقرار کر رہا ہے۔

فرعون نے چغل خوروں سے کہا: تم بہت بُرے لوگ ہو اور تم میری مملکت میں فساد برپا کرنے کے خواہش مند ہو اور تم لوگ میرے اور میرے ابنِ عم کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہو، جب کہ وہ میرا قوتِ بازو ہے۔ تم نے فساد کا ارادہ کیا ہے اور شاہی خاندان میں تم اختلاف پیدا کرنے کے خواہش مند ہو، لہٰذا تم سخت ترین سزا کے حقدار ہو۔

پھر اس نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ ان کو زمین پر لٹا دو اور ہر شخص کے ہاتھوں، پاؤں اور سینوں میں میخیں ٹھونک دو۔

جب اُنھیں میخیں ٹھونک دی گئیں تو اس نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ لوہے کے دانتوں کی کنگھیاں لے کر ان کے وجود سے گوشت علیحدہ کر دو۔

چنانچہ جلادوں نے ان کا گوشت الگ کر دیا اور یوں ان کا کام تمام ہو گیا۔ اسی واقعہ کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

"بدترین عذاب چغل خوروں پر آیا تھا اور ان کا تعلق آلِ فرعون سے تھا"۔

آلِ فرعون کو صبح و شام دوزخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

"دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح وشام وہ لا کھڑے کیے جاتے ہیں اور جب قیامت برپا ہوگی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں جھونک دو"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: پہلے یہ بتاؤ کہ اس آیت کے متعلق باقی لوگ کیا کہتے ہیں؟

اس شخص نے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت فرعون اور آلِ فرعون "نارِ خلد" میں ہیں، لیکن اُنھیں عذاب کا رُخ صرف صبح وشام کے وقت دکھایا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر یہی بات ہے پھر تو وہ بڑے خوش بخت ہیں کہ دوزخ میں رہتے ہوئے بھی عذابِ دوزخ سے محفوظ ہیں۔

آپ سے کہا گیا: مولاؑ! آپؑ ہی حقیقت واضح کریں۔

آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اس دنیا میں اُنہیں صبح وشام دوزخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو رب العالمین حکم دے گا کہ اب اُنہیں "نارِ خلد" میں داخل کرو، جہاں وہ ہر وقت سخت ترین عذاب کا ذائقہ چکھیں گے۔

سود خوروں کا انجام

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ شبِ معراج میں نے کچھ لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے پیٹ بڑھے ہوئے تھے اور اگر وہ کھڑا ہونا چاہتے تو اپنے بڑے پیٹ کی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ میں نے جبریل امینؑ سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امینؑ نے کہا: یہ سود خور ہیں، جن کے لیے اللہ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

"وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، وہ کھڑے نہ ہو سکیں گے، مگر اس شخص کی طرح سے جس کو شیطان نے لپٹ کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو"۔ (البقرہ: ۲۷۵)

یہ لوگ آلِ فرعون کے ساتھ ہیں اور اُنھیں بھی صبح وشام دوزخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ پوچھتے ہیں کہ خدایا! قیامت کب قائم ہوگی؟

الکافی میں محمد بن عثمان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ارواحِ مشرکین کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: انہیں دوزخ میں عذاب دیا جاتا ہے اور وہ دوزخ میں یہ دعا کرتے ہیں: خدایا! قیامت قائم نہ کر اور تو نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا نہ کر اور ہمارے آخری افراد کو پہلے لوگوں سے ملحق نہ کر۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دوزخ میں "برہوت" نامی ایک کنواں ہے جو کہ انتہائی بدترین جگہ ہے۔ کفار کی اَرواح کو اس میں رکھا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: روئے زمین پر برہوت بدترین پانی ہے اور یہ "حضرموت" میں ایک وادی ہے۔ کفار کی اَرواح اور ان کے اجسادِ مثالی کو وہاں بھیجا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کافر مرنے لگتا ہے تو رسولِ خدا، حضرت علیؑ، جبرئیلؑ امین اور ملک الموت اُس کے پاس جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ اُس کے قریب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

یارسولؐ اللہ! یہ شخص ہم اہلِ بیتؑ سے بغض رکھتا تھا، آپ بھی اُس سے بغض رکھیں۔

پھر رسولِ خدا، جبریلؑ اور ملک الموت سے کہتے ہیں کہ یہ دشمنِ خدا ہے، تم اس سے بغض رکھو اور اس پر سختی کرو۔

اس کے بعد ملک الموت اس کے قریب جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے: بندۂ خدا! کیا تو نے اپنی نجات کا انتظام کیا ہے؟ کیا دنیا میں رہ کر تو نے عصمتِ کبریٰ سے تمسک کیا تھا؟

وہ کہتا ہے: نہیں۔ اس وقت ملک الموت اُس سے کہتا ہے کہ اے دشمنِ خدا! تجھے اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب اور دوزخ کی بشارت ہو۔ تجھے جس چیز کا خوف تھا وہ تجھ پر آچکی ہے۔

پھر ملک الموت سختی سے اُس کی روح قبض کرتا ہے۔ بعدازاں اس کی روح پر تین سو شیاطین مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ ہر شیطان اس کے منہ پر تھوکتا ہے اور مرنے والا اس کی روح سے اذیت پاتا ہے۔

جب اُسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو اُس کے لیے دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جہاں دوزخ کے شعلے لپکتے رہتے ہیں اور دوزخ کی بدبو اس کی قبر میں بھر جاتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص دفن ہوتا ہے تو دو فرشتے منکر و نکیر اس کی قبر میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر میت کافر کی ہو تو فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی اس کی قبر میں حاضر کیا جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں تانبے کی طرح سے سرخ ہوتی ہیں۔

فرشتے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین ہے اور تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تمہارے درمیان بر آمد ہوا ہے؟

کافر کہتا ہے کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ فرشتے اُسے ابلیس کے حوالے کر کے باہر آ جاتے ہیں، وہ اس کی قبر میں ننانوے سانپ اس پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ اتنے زہریلے سانپ ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھونک مارے تو زمین پر کبھی بھی کوئی درخت اور سبزہ پیدا نہ ہو۔ اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ اپنے مقام کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔

ابوبکر حضرمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: قبر میں کن لوگوں سے سوال پوچھے جاتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: خالص مومنین اور خالص کفار سے سوال و جواب کیا جاتا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: تو باقی مخلوق کا کیا ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اُنہیں فراموش کر دیا جاتا ہے اور ان کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

میں (راوی) نے پوچھا: کس بات کا سوال کیا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس وقت کی حجت کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ مومن سے پوچھا جاتا ہے کہ تو فلاں بن فلاں کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: وہ میرا امام ہے۔

فرشتے کہتے ہیں کہ خدا تجھے آرام نصیب کرے، آرام سے سو جا۔ اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اس کی خوشبو وہ قیامت تک محسوس کرتا رہتا ہے۔ جب کہ کافر سے یہی سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: میں نے اس کا نام تو سنا ہے، لیکن مجھے اس کے متعلق کچھ پتہ نہیں ہے۔

فرشتے کہتے ہیں کہ خدا تجھے سمجھ عطا نہ کرے۔ پھر اس کے لیے دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ قیامت تک وہ اس کی گرمی کا عذاب برداشت کرتا رہتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: قبر میں ہر مومن و کافر سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتے ہیں: محمدؐ میرا نبی ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: اسلام میرا دین ہے۔ کافر سے کہا جاتا ہے: تجھے ان باتوں کا جواب کیسے معلوم ہوا؟

وہ کہتا ہے کہ لوگ یہ باتیں کرتے تھے چنانچہ میں نے بھی یہی کچھ کہہ دیا ہے۔

فرشتے اسے گرز مارتے ہیں اگر وہ گرز جن وانس پر مارا جائے تو وہ بھی اس کی تاب نہ لاسکیں گے۔
گرز کی وجہ سے وہ سیسہ کی طرح سے گھل جاتا ہے۔ پھر فرشتے اس میں دوبارہ روح داخل کرتے ہیں اور اس کے دل کو آگ کی دو تختیوں کے درمیان رکھ دیا جاتا ہے اور وہ یہ دعا کرتا ہے: خدایا! قیامت کی آمد کو مؤخر کردے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ مشرق میں ایک آگ پیدا کی ہے جہاں کفار کی روحیں رہتی ہیں اور وہاں پر اُگے ہوئے زقوم کی غذا کھاتی ہیں اور رات کے وقت اُنہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جاتا ہے۔ اور جب صبح ہوتی ہے تو اُنہیں یمن کی وادی برہوت میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ وہ جگہ دنیاوی آگ کی حرارت سے زیادہ گرم ہے۔ یہاں ان کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

پھر جیسے ہی شام ہوتی ہے اُنہیں آگ میں دھکیل دیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

مجمع البیان میں ابن عمر سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانا اُسے دکھایا جاتا ہے۔ اگر مرنے والا جنتی ہوتا ہے تو اُسے اس کا جنت میں مقام دکھایا جاتا ہے اور اگر مرنے والے کا تعلق اہلِ دوزخ سے ہوتا ہے تو اُسے اس کا دوزخی ٹھکانہ دکھا کر کہا جاتا ہے کہ جب تو قیامت کے دن مبعوث ہوگا تو تجھے اس جگہ پر بھیج دیا جائے گا۔

بخاری ومسلم نے اس روایت کو اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ

اَرۡسَلۡنَا بِهٖ رُسُلَنَا ؕۛ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسۡحَبُوۡنَ ﴿۷۱﴾ فِى الۡحَمِيۡمِ ۙ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسۡجَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾ ۚ ثُمَّ قِيۡلَ لَهُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تُشۡرِكُوۡنَ ﴿۷۳﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا بَلْ لَّمۡ نَكُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَيۡـئًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ﴿۷۵﴾ ۚ اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۶﴾ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالۡحَـقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَنۡعَامَ لِتَرۡكَبُوۡا مِنۡهَا وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۹﴾ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ وَلِتَبۡلُغُوۡا عَلَيۡهَا حَاجَةً فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ وَعَلَيۡهَا وَعَلَى الۡفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنۡكِرُوۡنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمۡ

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

"اور اس وقت کو ذہن میں لاؤ جب یہ لوگ جہنّم میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ کمزور لوگ طاقتور افراد سے کہیں گے کہ ہم تو تمھارے پیروکار تھے تو کیا تم لوگ ہمیں دوزخ کی آگ کی تکلیف کے کچھ حصّہ سے بچا سکو گے؟

طاقت ور جواب دیں گے کہ ہم سب اسی دوزخ میں پڑے ہیں۔ اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔ دوزخ میں رہنے والے دوزخ کے خازنوں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے عذاب میں بس ایک ہی دن کی تخفیف کرے۔

وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے رسول تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، دوزخ کے خازن کہیں گے پھر تم خود ہی دعا کرو، لیکن کافروں کی دعا بیکار ہی ہوتی ہے؟

بے شک ہم اپنے رسولوں اور اہلِ ایمان کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی مدد کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ یہ وہ دن ہے جب ظالموں کی عذر خواہی اُنہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ان کے لیے لعنت اور بدترین ٹھکانا ہوگا۔

بے شک ہم نے موسیٰؑ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ یہ وہ کتاب تھی کہ جو اہلِ عقل کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔ آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ اپنے قصور کے لیے استغفار کریں اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بجا لائیں۔ بے شک وہ لوگ جو کسی سند و حجت کے بغیر جو اُن کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔ ان کے دلوں میں بڑائی کے تصور کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے، مگر وہ بڑائی تک پہنچ بھی نہیں سکتے، لہٰذا آپ خدا کی پناہ طلب کریں۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ انسانوں کے پیدا کرنے کی بہ نسبت آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وہ اور بدکار برابر ہیں، مگر تم لوگ بہت کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں رکھتی۔

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون کرسکو اور دن کو روشن بنایا بے شک اللہ تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت شکر گزاری نہیں کرتی۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو؟

اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے والے اسی طرح سے ہی بھٹکائے جاتے ہیں۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا ہے اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔ اس نے تمہاری تصویریں بنائیں اور نہایت خوبصورت تصویریں بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ ہی تمہارا رب ہے، تمام جہانوں کا پروردگار بے حساب برکتوں والا ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا تم اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے اُسے پکارو۔ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے، جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کردوں۔

وہی خدا نے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر تمہیں بچہ بنا کر باہر لاتا ہے، پھر تمہیں بڑھتا ہے کہ توانائیوں کو پہنچو، پھر بوڑھے ہو جاؤ۔ تم میں سے بعض کو پہلے ہی اُٹھا لیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچو اور شاید تمہیں عقل آجائے۔

وہی وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت بھی دیتا ہے جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔ کیا تو نے انھیں نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، آخر یہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں؟ جن لوگوں نے کتاب اور ان باتوں کی تکذیب کی جو ہم نے اپنے رسولوں کو دی تھیں۔ عنقریب اُنہیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور اُنہیں کھینچا جائے گا۔ گرم پانی میں پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک بنایا کرتے تھے خدا کو چھوڑ کر۔

G27

وہ کہیں گے کہ وہ ہم سے کھو چکے ہیں بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کو نہیں پکارتے تھے۔ اللہ اسی طرح سے کافروں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم زمین میں غیر حق پر خوش ہوا کرتے تھے، پھر اس پر اِتراتے تھے۔ اب تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ تمہیں وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ تکبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

آپ صبر کریں یقیناً خدا کا وعدہ سچا ہے۔ اب خواہ ہم تمہارے سامنے ہی ان کو ان بُرے نتائج کا کچھ حصّہ دکھا دیں جن سے ہم انھیں ڈرا رہے ہیں یا تمہیں دنیا سے اُٹھا لیں۔ آخر انھیں ہماری طرف ہی تو پلٹ کر آنا ہے۔

ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بنا کر بھیجے ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کا آپ سے تذکرہ کیا ہے اور بعض کا تذکرہ نہیں کیا۔ کسی رسول کے بس میں نہیں ہے کہ وہ خدا کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے۔ پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اس وقت باطل نواز ہی خسارے میں پڑ گئے۔

اللہ نے ہی تمہارے لیے چوپائے بنائے ہیں تاکہ کچھ جانوروں پر سواری کرسکو اور ان میں سے کچھ جانوروں کا تم گوشت کھاتے ہو۔ ان کے اندر تمہارے لیے اور بھی بہت سے فوائد ہیں کہ تم ان کے ذریعہ اپنی دلی مرادوں تک پہنچ سکو۔ تمہیں ان جانوروں پر اور کشتیوں پر سوار کرایا جاتا ہے۔

اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ تم اس کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ انھیں ان لوگوں کا انجام دکھائی دیتا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں؟ جو کہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور ان سے بڑھ کر طاقت ور تھے اور زمین میں وہ ان سے زیادہ آثار چھوڑ گئے تھے۔ اُنہوں نے جو کچھ کمایا تھا وہ کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے پاس موجود علم پر

ہی اِتراتے رہے۔ پھر وہ اس عذاب میں پھنس گئے جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔

پھر جب اُنہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے ہیں اور جن باتوں کا شرک کرتے تھے اُن سب کا انکار کر رہے ہیں۔ مگر عذاب دیکھنے کے بعد ان کا ایمان اُن کے لیے نفع بخش نہ ہوسکتا تھا، کیونکہ اللہ کا مقرر کردہ ضابطہ ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری رہا ہے۔ اس وقت کافر لوگ خسارے میں پڑ گئے۔

امراء و غربا کا جھگڑا

قولہ تعالیٰ: وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ .....

"جب دوزخی دوزخ میں جھگڑ رہے ہوں گے"۔

شیخ الطائفہ مصباح میں لکھتے ہیں: امیرالمومنین علی علیہ السلام نے غدیر کے دن خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اللہ کی توحید کا اقرار کر کے اور جن کی اطاعت کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے ان کی اطاعت کر کے اور کافروں سے دُوری اختیار کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرو اور گمراہی میں ایسا مگن مت ہونا کہ گمراہوں اور گمراہ کنندوں کی پیروی کر کے راہِ مستقیم سے دُور ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کی مذمت کی اور ان کے اس قول کو نقل کیا کہ خدایا! ہم نے اپنے سرداروں اور وڈیروں کی اطاعت کی تھی، اُنہوں نے ہمیں راہِ مستقیم سے بھٹکا دیا تھا اور ایسے ہی لوگوں کے مستقبل کی ترجمانی کرتے ہوئے خدا نے فرمایا ہے:

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝

"جب وہ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور کمزور لوگ طاقتور افراد سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیروکار تھے تو کیا تم ہمیں آگ کے کچھ حصّہ کی تکلیف سے بچا سکتے ہو"۔

جواب میں وہ کہیں گے کہ اگر خدا نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم بھی تمہیں ہدایت دیتے۔ اے لوگو! جانتے ہو کہ "استکبار" سے کیا مراد ہے؟ استکبار یہ ہے کہ جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس کی اطاعت نہ کی جائے اور جو اس کی اطاعت کی دعوت دیں ان پر اپنی برتری قائم کرنے کا نام ہے۔

انبیاء ومومنین کی دنیاوی مدد

تفسیر قمی میں جمیل سے منقول ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ فرماتا ہے:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝

"بے شک ہم اپنے رسولوں اور اہلِ ایمان کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جب تک قیامت کے دن گواہ اُٹھیں گے تب بھی ہم ان کی مدد کریں گے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب کچھ رجعت میں ہوگا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس دنیا میں تو بہت سے انبیاء کو شہید کیا گیا تھا۔ اسی طرح سے بہت سے آئمہ بھی شہید ہوئے اور ظاہری طور پر ان کی کوئی مدد نہیں کی گئی تھی، البتہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، ان کی مدد ضرور کی جائے گی، لیکن زمانہ رجعت میں۔

دعا کی افادیت

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ......

"اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ اپنے مومن بندے کو اپنے احسانات یاد دلائے گا اور اُسے حکم دے گا کہ میری رحمت کے قریب آجاؤ۔ مومن مقامِ رحمت سے قریب ہوگا تو خدا فرمائے گا: یاد ہے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں حاجات کے لیے مجھ سے دعا کی تھی تو میں نے تیری دعا قبول کی تھی؟ تو نے فلاں دن تکلیف کے ازالہ کے لیے دعا کی تھی تو میں نے تیری تکلیف دُور کی تھی؟ تو نے مجھ سے دولت کا سوال کیا تھا، میں نے تجھے دولت دی تھی۔ تو نے مجھ سے خدمت گزار طلب کیا تھا تو میں نے تجھے عطا کیا تھا۔ تو نے مجھ سے شادی کی درخواست کی تھی، میں نے تیری شادی کرائی تھی۔

بندۂ مومن عرض کرے گا: پروردگار! بالکل صحیح ہے، میں نے تجھ سے دعائیں مانگی تھیں تو نے قبول کی تھیں۔ خدایا! میں نے تجھ سے جنت کا سوال بھی کیا تھا؟

خدا فرمائے گا: میں تیری یہ درخواست بھی پوری کرتا ہوں۔

بندۂ مومن کہے گا: خدایا! اب تو نے مجھے ہر طرح سے راضی کر دیا ہے۔

خدا فرمائے گا کہ میں تجھے احسن جزاء دے کر راضی کر رہا ہوں اور جنت میری احسن جزا ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ......

جمیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ کا فرمان ہے: "تم دعا مانگو میں قبول کروں گا"۔ لیکن ہم دعا مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تم خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "تم مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو اور میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا"۔ خدا کی قسم! اگر تم خدا کا عہد پورا کرتے تو وہ بھی تم سے اپنے عہد کو پورا کرتا۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں:

"جسے دعا ملی وہ قبولیت سے محروم نہ رہا، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک دن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! زیادہ سے زیادہ تضرع اور دعا کرو اور خدا سے رحمت و مغفرت کا سوال کرو، کیونکہ اللہ دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہے اور نافرمانی کرنے والے کو دوزخ میں ڈالتا ہے اور جو بھی خدا کی عبادت سے تکبر کرے گا، اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

"تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے"۔

احتجاج طبرسی کی ایک روایت کے کچھ الفاظ حسب ذیل ہیں:

کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: آپ کہتے ہیں کہ خدا کا فرمان ہے: تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پریشان حال اشخاص اللہ سے دعا مانگتے ہیں لیکن اللہ دعا قبول نہیں کرتا۔ مظلوم افراد اپنی مدد کے لیے اُسے پکارتے ہیں لیکن وہ مدد نہیں کرتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس، دعا ہر شخص کی قبول ہوتی ہے، ظالم کی دعا توبہ تک معلق رہتی ہے اور حق دار

کی دعا قبول ہوتی ہے، اللہ اس کی مشکلات کو دُور کرتا ہے اور اس کے لیے قیامت کے دن کے لیے نیکیوں کا ذخیرہ کرتا ہے۔

بعض اوقات انسان اپنی نادانی کی وجہ سے ایسی درخواست کرتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے تو اللہ اس دعا کو روک لیتا ہے اور عارف مومن جب یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ یہ دعا اس کے لیے بھلی ہے یا بُری ہے تو وہ دعا ہی نہیں مانگتا۔

صحیفہ سجادیہ کی ایک دعا میں امام زین العابدین علیہ السلام خدا سے یوں محوِ مناجات ہیں:

خدایا! تو نے فرمایا ہے: ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

بارِالہا! تو نے دعا کو عبادت کا نام دیا ہے اور ترکِ دعا کو "استکبار" کا نام دیا ہے اور تو نے یہ دھمکی دی ہے کہ جو لوگ تجھ سے دعا نہیں مانگتے تو وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

قرب الاسناد میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سابقہ انبیاءؑ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تم پر کوئی مشکل آ پڑے تو مجھ سے دعا کرنا، میں تمہاری مشکل آسان کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت سابقہ اُمتوں کے انبیاءؑ کو عطا کی تھی۔ اس نے اپنے فضل سے یہ فضیلت میری اُمت کو بھی عطا کی ہے۔

کتاب جعفر بن محمد الدوریستی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول ہو تو پہلے تمام لوگوں سے مایوس ہو جائے اور اپنی تمام تر اُمیدیں خدا سے وابستہ کر لے۔ جب خدا اس کے دل کی اس حالت کو دیکھتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

مجمع البیان میں معاویہ بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: دو افراد مسجد میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک زیادہ نمازیں پڑھ رہا ہے اور دوسرا زیادہ دعائیں مانگ رہا ہے۔ آپؑ فرمائیں کہ ان دو میں سے افضل کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: دونوں ہی اچھا کر رہے ہیں۔

میں (راوی) نے عرض کیا: یہ تو میں بھی جانتا ہوں، لیکن یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے افضل کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: افضل وہ ہے جو کثرت سے دعا مانگ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

اس آیت میں دعا کو عبادت کہا گیا ہے اور دعا افضل عبادت ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے:

جس نے میرے بندۂ مومن کو حقیر سمجھا تو اُس نے مجھے جنگ کی دعوت دی۔ جب کہ مومن مجھے اتنا عزیز ہے کہ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس سے بہتر انداز میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ سدیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: کون سی عبادت افضل ہے؟ آپؑ نے جواب دیا: اللہ کو سب سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ بندہ اس سے سوال کرے اور اُس کی نعمات طلب کرے اور خدا کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے جو اس کی عبادت سے تکبر کرے اور اس کی نعمات کو اس سے طلب نہ کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا سے دعا کرتے رہو اور یہ نہ کہو کہ فیصلہ تو پہلے سے ہو چکا ہے، کیونکہ دعا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ اِنَّ الَّذِیْنَ......

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ کی آیت میں اللہ نے دعا کو لفظ "عبادت" سے تعبیر کیا ہے۔ تم خدا سے دعا مانگتے رہو اور یہ نہ کہو کہ خدا پہلے سے فیصلہ کر چکا ہے۔

اس روایت کے راوی زرارہؒ کہتے ہیں کہ مقصد حدیث یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قضا و قدر پر ایمان رکھنے کی وجہ سے دعا چھوڑ دو۔ قضا و قدر پر ایمان بھی رکھو اور دعا بھی مانگو۔

دعا کا سلیقہ

تفسیر قمی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ کا فرمان ہے: اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا) ہم دعا مانگتے ہیں اللہ قبول نہیں کرتا!!

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ خدا نے وعدہ خلافی کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو اللہ کی اطاعت کرے پھر صحیح طریقہ سے دعا مانگے تو اللہ اُس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔

اس شخص نے کہا: دعا مانگنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: دعا کی ابتدا میں خدا کی حمد کرو اور اپنے اُوپر ہونے والی نعمات کو یاد کرو۔ پھر اس کا شکر بجا لاؤ، پھر رسولؐ خدا پر درود پڑھو۔ پھر اپنے گناہوں کا تصور کرو اور ان کا اقرار کر کے استغفار کرو۔ یہ ہے دعا کا صحیح طریقہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کتابِ امیر المومنینؑ میں لکھا ہوا ہے کہ سوال سے قبل خدا کی حمد کرنی چاہیے، جب تم اللہ سے دعا مانگو تو اس کی تمجید کرو۔

کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: تمجید کیسے کی جائے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ کلمات کہو:

یا من هو اقرب الیّ من حبل الورید یا فعالا لما یرید یا من یحول بین المرء وقلبه یامن هو بالمنظر الاعلی یا من لیس کمثله شیٔ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب دعا مانگو تو پہلے اللہ کی تمجید کرو، اس کی حمد کرو، اس کی تسبیح وتہلیل کرو اور اس کی ثنا کرو۔ پھر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجو۔ پھر خدا سے اپنی حاجت طلب کرو۔ تمہاری دعا قبول ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو حاجت طلب کرنی ہو تو اُسے چاہیے کہ پہلے اپنے رب کی ثنا اور تعریف کرے۔

جب کسی آدمی نے سلطان سے کچھ مانگنا ہوتا ہے تو اس کے لیے حسین الفاظ کا انتخاب کرتا ہے۔ جب تمہیں خدا سے کچھ مانگنا ہو تو خداوند عزیز و جبار کی تمجید کرو اور اس کی ثنا کرو اور اس کی مدح کرو اور یہ کہو:

یا اجود من اعطی ویاخیر من سُئلَ یا ارحم من استُرحِم یا احد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد یامن لم یتخذ صاحبة ولا ولدا یا من یفعل مایشآء ویحکم ما یرید ویقضی ما احب یامن یحول بین المرء وقلبه یامن هو بالمنظر الاعلیٰ یامن لیس کمثله شیٔ یاسمیع یابصیر

پھر زیادہ سے زیادہ خدا کے اسماء حسنیٰ بیان کرو، کیونکہ خدا کے اسماء بہت زیادہ ہیں۔ پھر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجو اور بعد میں یہ کلمات کہو:

اللهم اوسع علیّ من رزقك الحلال ما اکف به وجهی واؤدی به عن امانتی واصل به رحمی ویکون عونا لی فی الحج والعمرة

آپؑ نے فرمایا: ایک شخص مسجد نبویؐ میں داخل ہوا، اُس نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اللہ سے دعا مانگنے لگ گیا۔

رسولؐ خدا نے اس کے طرزِ عمل کو دیکھ کر فرمایا: بندے نے اپنے رب سے جلد بازی کی ہے۔

پھر ایک اور شخص آیا۔ اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر خدا کی ثناء کی اور رسولؐ خدا پر درود بھیجا۔

رسولؐ خدا نے اس سے فرمایا: اب تم خدا سے سوال کرو وہ تمہیں عطا کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول ہو تو اُسے چاہیے کہ اپنے لیے حلال ذریعہ معاش طلب کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات اللہ کے کسی پیارے پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اللہ سے اس مصیبت کو رد کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ملکِ موکل سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کی حاجت پوری کر، لیکن جلدی نہ کر، کیونکہ میں اس کی آواز و مناجات کو سننا چاہتا ہوں۔

بعض اوقات خدا کے دشمن پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اللہ سے دعا مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک وموکل کو حکم دیتا ہے کہ اس کی حاجت ابھی ابھی پوری کردو۔ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا۔ پھر لوگ باتیں بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کو پیارا تھا، اسی لیے اس کی دعا جلد قبول ہوئی ہے اور یہ اللہ کو ناپسند ہے اسی لیے اس کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تک مومن جلد بازی کرتے ہوئے مایوس ہوکر دعا کو نہ چھوڑے اس وقت تک وہ بھلائی، اُمید اور خدا کی رحمت میں رہتا ہے۔

کسی نے پوچھا کہ جلد بازی سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: یہ کہے کہ میں اتنے عرصہ سے دعا مانگ رہا ہوں، لیکن آج تک قبول نہیں ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مؤمن دعا مانگتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ اس کی قبولیت کو مؤخر کردو۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا کو اس کی مناجات کی صدا بھلی لگتی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ فرمائے گا: اے میرے بندہ! تو نے مجھ سے دعا کی تھی۔ میں نے اس کی قبولیت کو مؤخر کردیا تھا، اس کے بدلہ میں تجھے اتنا اتنا ثواب دیتا ہوں، جب مومن اس ثواب کو دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی ایک بھی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا اس وقت تک رُکی رہتی ہے جب تک محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نہ پڑھی جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جسے حاجت درپیش ہو اور دعا مانگے تو دعا کی ابتدا میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھے اور دعا کے اختتام پر بھی محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درود کو تو ہر صورت میں قبول کرنا ہے اور یہ اس کی شانِ کریمی کے خلاف ہے کہ دعا کے پہلے اور آخری حصّہ کو قبول کرے اور درمیانی حصّہ کو مسترد کردے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نماز فریضہ کے بعد کی دعا نماز نافلہ کے بعد کی دعا سے اتنا ہی افضل ہے جتنا کہ فرض کو نفل پر فضیلت حاصل ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خدا سے دعا کرتے رہو اور یہ نہ کہو کہ معاملات پہلے سے طے ہو چکے ہیں۔ اب دعا کا کیا فائدہ ہے؟ نہیں دعا کرتے رہو، دعا عبادت ہے، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ

اس آیت میں "عبادت" سے دعا مراد ہے اور جب دعا مانگو تو خدا کی تمجید کرو اور اس کی حمد، تسبیح اور تہلیل اور ثنا بجا لاؤ اور رسولؐ خدا پر درود پڑھو۔ پھر خدا سے سوال کرو تمہاری دعا قبول ہوگی۔

وہ جن کی دعا قبول نہیں ہوتی

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیٹھے تھے کہ آپؑ کے سامنے تازہ کھجوروں کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک سائل آیا۔ آپؑ نے کچھ کھجوریں اُسے عطا کیں۔ پھر دوسرا سائل آیا، آپؑ نے اسے بھی کچھ کھجوریں عطا کیں۔ پھر تیسرا سائل آیا۔ آپؑ نے فرمایا: خدا تجھے وسعت دے (بالفاظ دیگر معاف کرو)۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر کسی کے پاس تیس چالیس ہزار درہم ہوں تو سائلین اس سے ساری دولت بٹور لیں گے اور وہ اس حال میں آجائے گا کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہ ہوگا اور یوں وہ شخص ان تین افراد میں سے اقرار پائے گا جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

آپؑ کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ وہ تین قسم کے لوگ کون سے ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پہلا شخص وہ ہے جسے خدا نے رزق دیا، لیکن اس نے اللوں تللوں میں رزق ختم کر دیا جب خالی ہاتھ ہو تو خدا سے کہنے لگے: خدایا! مجھے رزق دے۔

دوسرا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کی موت کی دعا کرے۔ خدا فرماتا ہے کہ جب میں نے تجھے طلاق کا اختیار دیا ہے تو تو اس کی موت کی تمنا کیوں کر رہا ہے؟

تیسرا شخص وہ ہے جو گھر میں بیٹھ جائے اور کوئی کام کاج نہ کرے۔ پھر اللہ سے رزق طلب کرے تو خدا فرماتا ہے کہ کیا میں نے تیرے لیے طلب رزق کے اسباب مقرر نہیں کیے۔

معاویہ بن عمار بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

معاویہ! جسے تین چیزیں ملیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں رہے گا:

(۱) جسے دعا ملی وہ قبولیت سے محروم نہ رہے گا۔

(۲) جسے شکر ملا وہ نعمات کے اضافہ سے محروم نہ رہے گا۔

(۳) جسے توکل ملا تو خدا کی حفاظت و کفایت سے محروم نہ رہے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا: اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ "تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا"۔

شکر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ (ابراہیم، آیہ ۷)

"اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا"۔

توکل کے متعلق فرمایا:

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (الطلاق، آیہ ۲)

"جو اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے"۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے علیؑ! چار افراد کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی:

(۱) عادل حاکم (۲) باپ کی بیٹے کے لیے دعا (۳) جو شخص پس پشت رہے، کسی ایمانی بھائی کے لیے دعا مانگے (۴) مظلوم کی دعا۔

جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تیرا بدلہ لوں گا، اگرچہ ایک عرصہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے: خدا نے قبولیت کو دعا میں مضمر رکھا ہے، اس لیے دعا کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا۔ بعض اوقات دعا مقامِ استجابت پر جا پہنچتی ہے، تمہیں اس کا علم نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: پانچ قسم کے افراد ایسے ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی:

(۱) مرد کو خدا نے بیوی کی طلاق کا حق عطا کیا ہے۔ اب اگر کسی شخص کی بیوی نافرمان ہو اور شوہر کو اذیت دیتی ہو اور

شوہر طلاق دینے کے بجائے بیوی کے مرنے کی دعا کرے تو اس کی یہ دعا قابلِ قبول نہیں ہے۔

۲ وہ شخص جس کا غلام تین بار بھاگ جائے پھر بھی وہ اُسے فروخت نہ کرے اور غلام کے بھاگنے پر اس کی موت کی تمنا کرے تو اللہ اُس کی اِس دعا کو قبول نہیں کرتا۔

۳ وہ شخص جسے نظر آ رہا ہو کہ دیوار گرنے والی ہے اور وہ دعائیں مانگتے ہوئے دیوار کے پاس سے گزرے تو اللہ اُس کی اِس دعا کو بھی قبول نہیں کرتا۔

۴ وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور قرض دیتے وقت نہ تو کوئی دستاویز لکھائی اور نہ ہی گواہ مقرر کیے۔ اب اگر مقروض قرض دینے سے منحرف ہو جائے اور قرض خواہ اُسے بددعا دے تو اس کی بددعا قابلِ قبول نہیں ہوگی، کیونکہ خدا نے قرآن میں حکم دیا ہے کہ قرض دیتے وقت دستاویز لکھی جائے اور گواہ مقرر کیے جائیں۔

۵ وہ شخص جو کام کاج چھوڑ کر گھر میں بیٹھ جائے اور خدا سے رزق کی دعا مانگے تو اُس کی دعا بھی قابلِ قبول نہیں ہے، کیونکہ خدا نے رزق تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔

نوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے نوف! خبردار عشر وصول کرنے والا نہ بننا، شاعر نہ بننا، سپاہی نہ بننا، عریف نہ بننا (''عریف'' حکومت کی طرف سے قبائل پر نظر رکھنے والا ہوتا تھا اور وہ حکومت کو لوگوں کی حرکات سے مطلع کیا کرتا تھا) اور طنبور اور طبل بجانے والا مت بننا، کیونکہ رسول اکرمؐ ایک رات گھر سے باہر آئے، آپؐ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''یہ وہ گھڑی ہے کہ اس میں ''عریف'' شاعر، عُشر وصول کرنے والے، سپاہی اور طنبور و طبل بجانے والوں کے علاوہ کسی کی دعا رد نہیں ہوتی''۔

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص قرآن کریم کی ایک سو آیات پڑھ کر سات مرتبہ ''یااللہ'' کہے اس کے بعد وہ چٹان کے اُکھڑنے کی دعا بھی مانگے تو بھی خدا چٹان کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گا۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: ہم دعائیں مانگتے ہیں، لیکن ہماری دعائیں قبول ہی نہیں ہوتیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہیں خدا کی معرفت ہی حاصل نہیں ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

مجھ سے جبرئیل امینؑ نے بیان کیا کہ جو یہ جانتا ہو کہ میں واحدہٗ لاشریک ہوں اور میرے علاوہ کوئی قابلِ عبادت نہیں

ہے اور جسے یہ معلوم ہو کہ تو محمدؐ میرا عبد اور میرا رسول ہے اور علی بن ابی طالبؑ میرا خلیفہ ہے اور اُس کی اولاد سے تعلق رکھنے والے ائمہؑ میری طرف سے حجت ہیں، تو میں اپنی رحمت سے اُسے جنت میں داخل کروں گا اور اپنے عفو و درگزر سے اُسے دوزخ سے نجات دوں گا اور میں اپنی طرف سے اُس کے لیے عزت و کرامت کو واجب قرار دوں گا اور اُس پر اپنی نعمت تمام کروں گا اور میں اُسے اپنے خواص اور چنے ہوئے لوگوں میں سے قرار دوں گا۔ اگر وہ مجھے پکارے گا تو میں لبیک کہوں گا اور اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں عطا کروں گا اور اگر وہ خاموش رہا تو میں اپنی جانب سے ابتداء کروں گا۔ اگر اس سے برائی سرزد ہوئی تو میں اس پر رحم کروں گا اور اگر وہ مجھ سے بھاگے گا تو میں اُسے پکاروں گا اور اگر اُس نے میری طرف رجوع کیا تو میں قبول کروں گا اور اگر اُس نے میری رحمت کے دروازے پر دستک دی تو میں اُس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دوں گا۔

اور جو یہ گواہی نہ دے کہ میں واحدۂ لاشریک ہوں اور میرے علاوہ کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ یا پھر کوئی میری توحید کی گواہی دے، لیکن یہ گواہی نہ دے کہ محمدؐ میرے عبد اور میرے رسولؐ ہیں یا پھر کوئی میری توحید اور محمدؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی تو دے، لیکن یہ گواہی نہ دے کہ علی بن ابی طالبؑ میرا مقرر کردہ خلیفہ ہے۔ یا کوئی توحید، نبوت اور علیؑ کی خلافت کی گواہی تو دے، لیکن یہ گواہی نہ دے کہ علیؑ کی اولاد سے تعلق رکھنے والے ائمہؑ میری حجت ہیں، تو اُس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کمتر سمجھا اور اس نے میری آیات اور میری کتابوں کا انکار کیا اور اگر وہ میرا رُخ کرے گا تو میں اس سے محجوب رہوں گا اور اگر اس نے مجھ سے سوال کیا تو اُسے محروم رکھوں گا اور اگر وہ مجھے پکارے گا تو میں اس کی پکار کو نہیں سنوں گا اور اگر وہ مجھ سے دعا کرے گا تو میں اس کی دعا قبول نہ کروں گا اور اگر وہ مجھ سے اُمید وابستہ رکھے گا تو میں اُسے مایوس رکھوں گا۔ میری طرف سے اس کا یہی بدلہ ہے اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

کتاب معانی الاخبار میں ابوخالد کابلی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جو دعاؤں کی قبولیت سے مانع ہیں اور وہ یہ ہیں:

① بدنیتی ② بدسیرتی اور بھائیوں کے ساتھ منافقت کا رویہ ③ حقیقت قبول کرنے کے باوجود تصدیق نہ کرنا ④ اوقاتِ نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ ان کا وقت ہی ختم ہوجائے۔ ⑤ لوگوں سے بھلائی نہ کرنا اور صدقہ نہ دے کر خدا کا تقرب حاصل نہ کرنا ⑥ فحش اور لایعنی گفتگو کرتے رہنا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہو تو اس کے بعد "الحمدللّٰہ رب العالمین" بھی کہا کرو، کیونکہ اللّٰہ نے فرمایا ہے:

هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

قولہ تعالیٰ: لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا .....

"تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو"۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک بوڑھے کو لایا جائے گا اور اس کا نامۂ اعمال اُسے دیا جائے گا، اسے اس میں برائیاں ہی برائیاں دکھائی دیں گی۔

وہ بوڑھا کہے گا: پروردگار! کیا اب تو مجھے دوزخ جانے کا حکم دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے بزرگ! مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں تجھے عذاب دوں، جب کہ تو دنیا میں میرے لیے نمازیں پڑھا کرتا تھا۔

پھر ندائے قدرت آئے گی کہ میرے بندوں کو جنت لے جاؤ۔

قولہ تعالیٰ: الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا .....

"جن لوگوں نے کتاب اور ان باتوں کی تکذیب کی جو ہم نے اپنے رسولوں کو دی تھیں"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے ایسے لوگوں کو کافر و مشرک قرار دیا ہے، کیونکہ اُنہوں نے کتاب کی تکذیب کی تھی۔ اللہ نے انبیاء کو کتاب اور کتاب کی تاویل دے کر روانہ کیا۔ لہٰذا جو بھی کتاب اور انبیاء کی بیان کردہ تاویل کی تکذیب کرے تو وہ کافر و مشرک قرار پائے گا۔

قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ کفار و مشرکین کی گردنوں میں طوق و زنجیر ہوں گے اور اُنہیں کھینچا جائے گا۔ چنانچہ کتاب بصائر الدرجات میں اس مفہوم کی تین روایات موجود ہیں۔ جن میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام سے نقل کیا گیا کہ وادیٔ ضجنان میں اُنہوں نے حضرت علیؑ کے ایک سیاسی مخالف کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا تھا اور اس نے ان سے پانی مانگا تھا تو ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نے اُسے پانی دینے سے انکار کیا تھا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ "ضریس الکناسی" نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ یہ بتائیں وہ مسلمان جو توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوں اور ان کا کوئی امام نہ ہو۔ اور اُنہیں آپؑ حضرات کی ولایت کی معرفت نہ ہو تو

گناہ گار ہونے کی صورت میں ان کا کیا انجام ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ قبروں سے نہیں نکلیں گے، ان میں سے اگر کسی نے نیک عمل کیے ہوں گے اور اس نے ہم سے عداوت کا مظاہرہ نہ کیا ہوگا تو اس کے لیے اس جنت کا دریچہ کھولا جائے گا، جو کہ مغرب میں ہے جہاں قیامت تک اُسے سکون ملتا رہے گا۔ پھر وہ خدا کے سامنے حاضر ہو کر حساب دے گا۔ اس کے نتیجہ میں یا تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں جائے گا۔ ایسے لوگ وہ ہیں جو حکم خداوندی سے اُمید رکھنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ مستضعفین، کم عقل افراد، بچوں اور مسلمانوں کی نابالغ اولاد کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے گا۔

اور جہاں تک اہلِ قبلہ نواصب (دشمنانِ آلِ محمدؐ) کا تعلق ہے تو ان کے لیے دوزخ کا دریچہ کھول دیا جاتا ہے اور قیامت تک دوزخ کا دھواں کا اور گرمی اور شعلے اُن کی قبر تک پہنچتے رہتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن اُنہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور وہاں ان سے یہ کہا جائے گا۔

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝

''بتاؤ وہ تمہارے شریک کہاں ہیں؟''

اس کی تاویل یہ ہے کہ بتاؤ تمہارے وہ امام کہاں ہیں جنہیں تم نے خدا کے مقرر کردہ ائمہ کے مقابلہ پر مانا تھا۔

اس کے بعد اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝

''آپؐ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، اب خواہ ہم تمہارے سامنے ہی ان کو ان بُرے نتائج کا کچھ حصہ دکھا دیں جن سے ہم اُنہیں ڈرا رہے ہیں یا تمہیں دنیا سے اُٹھا لیں، آخر اُنہیں ہماری طرف ہی تو پلٹ کر آنا ہے''۔

الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے مشرق میں ایک مخصوص آگ تیار کی ہے۔ اہلِ قبلہ نواصب کی قبروں میں اس کے لیے دریچے کھول دیئے جاتے ہیں۔ قیامت تک اُنھیں اس کی حرارت اور شعلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر قیامت کے دن انھیں دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تمھارا وہ امام کہاں ہے جسے تم نے امامِ حق کے مقابلہ میں مقرر کر لیا تھا۔

قوله تعالى: مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

''ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بنا کر بھیجے ہیں ان میں سے ہم نے بعض کا آپ سے تذکرہ کیا ہے اور بعض کا تذکرہ نہیں کیا''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے ایک سیاہ فام کو نبی بنایا لیکن اللہ نے ہم سے اس کا قصہ بیان نہیں کیا۔انبیاءؑ کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کی تعداد آٹھ ہزار ہے۔ ان میں سے چار ہزار کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور چار ہزار کا تعلق ان کے علاوہ دوسری نسلوں سے ہے۔

امالی صدوق میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

مدینہ میں ایک شخص رہتا تھا جو اپنی حرکات وسکنات سے لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں آج تک علی بن الحسینؑ کو ہنسانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ چنانچہ ایک دن آپؑ اپنے دو غلاموں کے ساتھ جا رہے تھے۔ وہ شخص آیا اس نے آپؑ کی گردن سے چادر اُتار لی اور بھاگ گیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: یہ کون ہے؟

آپؑ کو بتایا گیا کہ یہ ایک بہروپیا ہے، جو اپنی حرکات سے اہلِ مدینہ کو ہنسایا کرتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے کہہ دو کہ خدا نے ایک دن مقرر کیا ہے جس میں باطل نواز افراد خسارہ اُٹھائیں گے۔

''ایمان یاس'' نا قابلِ قبول ہے

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَأْسَنَا ......

''جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کا ایمان ان کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہوا''۔

عیون الاخبار میں ابراہیم بن محمد ہمدانی سے منقول ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: فرعون تو مرتے وقت ایمان لایا تھا اور اُس نے خدا کی توحید کا اقرار کیا تھا، اس کے باوجود خدا نے اُسے کیوں غرق کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت ایمان لایا تھا جب وہ مر رہا تھا اور اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے اور اس وقت کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ڈوبتے وقت یہ کہا تھا کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

اس کا اسے یہ جواب ملا کہ اب ایمان لاتا ہے اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور فسادیوں میں سے تھا۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ ایک عیسائی نے ایک مسلمان عورت سے زنا کیا اور وہ پکڑا گیا اور اسے متوکل کے پاس بھیجا گیا۔ متوکل نے جیسے ہی اس پر حد شرعی جاری کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

وہاں پر موجود قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا: اب اس پر کوئی حد شرعی جاری نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس کے اسلام نے اس کے شرک اور اس کی بدفعلی کو منہدم کر دیا ہے۔

بعض افراد نے کہا: اس پر تین حدود نافذ کی جائیں گی۔ کچھ لوگوں نے کچھ اور طرح کی آراء پیش کیں۔

متوکل نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا اور ان سے اس مسئلہ کے لیے رہنمائی طلب کی۔

امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اسے اتنا مارا جائے کہ وہ مر جائے۔

امام علیہ السلام کے فتویٰ پر قاضی یحییٰ اور سامرہ کے دوسرے فقہاء نے اعتراض کیا اور اُنہوں نے متوکل سے کہا: حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا جواب کتاب وسنت سے مطابقت نہیں رکھتا۔

متوکل نے امام علیہ السلام کو رقعہ بھیجا کہ علمائے سامرہ بشمول یحییٰ یہ کہتے ہیں کہ آپؑ کا یہ فیصلہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ آپؑ اس کی وضاحت فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے جواب میں یہ آیت لکھی:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

”پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے ہیں اور جن باتوں کا شرک کرتے تھے ان سب کا انکار کر رہے ہیں، مگر عذاب دیکھنے کے بعد ان کا ایمان ان کے لیے نفع بخش نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ اللہ کا مقرر کردہ ضابطہ ہے جو ہمیشہ اس کے بندوں میں جاری رہا ہے اس وقت کافر لوگ خسارے میں پڑ گئے“۔

جب متوکل نے امامؑ کا جواب پڑھا تو اس نے حکم دیا کہ اسے اتنے کوڑے مارے جائیں کہ یہ مر جائے۔

سُورَۃ حٰمٓ السَّجْدَۃِ

سورۃ حم السجدۃ مکیۃ آیاتھا ٦١ ورکوعاتھا ٦

"سورۂ حم السجدہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چون آیات اور چھے رکوع ہیں"۔

واضح رہے کہ اس سورہ مبارکہ کو "سورۂ فُصِّلَت" بھی کہا جاتا ہے۔

سورۂ حم السجدہ کے فضائل

فضائلِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص حٰم السجدہ کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن جہاں تک نگاہ سفر کر سکے گی وہاں تک اس کا نور چمک رہا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں خوشی اور راحت عطا کرے گا۔ وہ قابلِ تعریف اور قابلِ رشک زندگی بسر کرے گا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو حٰم السجدہ پڑھے تو اُسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں عطا کی جائیں گی۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

عزائم (جن سورتوں میں سجدہ واجب ہے) چار ہیں: ① سورۂ اقراء ② النجم ③ الم تنزیل السجدہ ④ حٰم السجدہ۔

OOO

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ﴿۲﴾ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَ اسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ٪﴿۸﴾ قُلۡ اَئِنَّکُمۡ لَتَکۡفُرُوۡنَ بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ تَجۡعَلُوۡنَ لَہٗۤ اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۚ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِہَا وَ بٰرَکَ فِیۡہَا وَ قَدَّرَ فِیۡہَاۤ اَقۡوَاتَہَا فِیۡۤ اَرۡبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ

وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا
أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ
فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ
ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿١٢﴾ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ
صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ
بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ
رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا عَادٌ
فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا
بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ
نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ
الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ
فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ
بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾
وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ

اِذَا مَا جَآءُوۡهَا شَهِدَ عَلَيۡهِمۡ سَمۡعُهُمۡ وَاَبۡصَارُهُمۡ وَجُلُوۡدُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوۡا لِجُلُوۡدِهِمۡ لِمَ شَهِدْتُّمۡ عَلَيۡنَا ؕ قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡطَقَ كُلَّ شَىۡءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَتِرُوۡنَ اَنۡ يَّشۡهَدَ عَلَيۡكُمۡ سَمۡعُكُمۡ وَلَاۤ اَبۡصَارُكُمۡ وَلَا جُلُوۡدُكُمۡ وَلٰـكِنۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعۡلَمُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمۡ ظَنُّكُمُ الَّذِىۡ ظَنَنۡتُمۡ بِرَبِّكُمۡ اَرۡدٰٮكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنۡ يَّصۡبِرُوۡا فَالنَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ يَّسۡتَعۡتِبُوۡا فَمَا هُمۡ مِّنَ الۡمُعۡتَبِيۡنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوۡا لَهُمۡ مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَحَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ‌ ۚ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَالۡغَوۡا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيۡقَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَذَابًا شَدِيۡدًا ۙ وَّلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ‌ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ‌ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ

كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"حا، میم۔ یہ خدائے بخشندہ و مہربان کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات کو خوب کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ عربی زبان کا قرآن، اس قوم کے لیے جو سمجھنے والی ہو۔ قرآن کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے، لیکن ان کی اکثریت نے اس سے رُوگردانی کی ہے وہ کچھ سنتے ہی نہیں ہیں۔

اور اُنھوں نے کہا ہے کہ جن باتوں کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو، ہمارے دل اس کی طرف سے پردہ میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے۔ ہمارے تمھارے درمیان پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ میں بھی تمھارے جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تمہارا معبُود بس ایک ہی ہے، لہٰذا تم اس کے لیے استقامت کرو اور اس سے استغفار کرو اور مشرکین کے لیے تباہی ہے جو کہ زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو منقطع نہیں ہوگا۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم لوگ اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو۔ وہی تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس نے (زمین کی پیدائش کے بعد) اس پر پہاڑ رکھ دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں۔

اس نے چار دنوں میں خوراک کا نظام مقرر کیا جو تمام طلب گاروں کے لیے مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو بالکل دھواں تھا اور اسے اور زمین کو حکم دیا کہ وجود میں آجاؤ۔ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ دونوں نے کہا کہ ہم فرماں برداروں کی طرح سے آگئے ہیں۔ تب اس نے دو دنوں کے اندر سات آسمان بنا دیئے۔ اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب خدائے عزیز و علیم کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔

پھر اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ ہم تمہیں ویسی ہی بجلی کے عذاب سے ڈرا چکے ہیں جیسی قومِ عاد و ثمود پر نازل ہوئی تھی۔ جب خدا کے رسول ان کے پاس آگے اور پیچھے سے آئے اور اُنھوں نے کہا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا: اگر ہمارے رب کا ارادہ ہوتا تو وہ فرشتوں کو نازل کرتا۔ ہم اس پیغام کے منکر ہیں جسے تم لائے ہو۔ "عاد" کا حال یہ تھا کہ اُنہوں نے زمین پر ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے بھلا زیادہ زور آور اور کون ہوسکتا ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جس خدا نے اُنھیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ ہماری آیات کا انکار ہی کرتے رہے۔

ہم نے ان پر تیز و تند ہوا کو منحوس ایام میں بھیجا، تا کہ اُنہیں دنیاوی زندگی میں رُسوا کن عذاب کا ذائقہ چکھائیں، جب کہ آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ رُسوا کن ہوگا جہاں ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

قوم ثمود کا یہ حال ہوا کہ ہم نے اُنہیں ہدایت دی، لیکن انہوں نے اندھا رہنے کو ہدایت پر ترجیح دی۔ آخر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ذلت کے عذاب کی بجلی ان پر ٹوٹ پڑی۔ ہم نے ایمان لانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو نجات دی۔ جس دن خدا کے دشمنوں کو دوزخ بھیجنے کے لیے گھیر لیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ دوزخ کے پاس آئیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی جلد ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دے گی۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟

وہ جواب دیں گی کہ ہم کو اسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف پلٹائے جا رہے ہو۔ تم دنیا میں ارتکاب جرائم کے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ گمان ہی نہیں تھا کہ تمہارے کان، آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ تمہارا خیال یہ تھا کہ اللہ تمہارے اعمال سے کچھ زیادہ باخبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا۔ اسی نے تمہیں برباد کر دیا اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ اب اگر یہ برداشت کریں تو بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اگر وہ واپسی کی درخواست کریں تو اُنہیں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

ہم نے ان پر ایسے ساتھی مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے تمام اعمال کو آراستہ کر کے پیش کیا تھا اور ان کے لیے بھی وہی کچھ ثابت ہوا جو ان سے پہلے انسانوں اور جنات کے گروہوں پر ثابت ہوا تھا۔ یقیناً وہ خسارے میں رہ جانے والے تھے۔

کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور جب پڑھا جا رہا ہو تو پھر شور مچاؤ شاید تم اس طرح سے غلبہ حاصل کر سکو۔

ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور اُنہیں اُن کے اعمال کی بدترین سزا دیں گے۔ دوزخ ہی خدا کے دشمنوں کی صحیح سزا ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ

ان کے انکار کی سزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔

کافر کہیں گے: خدایا! ہمیں وہ جنات اور وہ انسان دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے، تاکہ وہ خوب ذلیل و خوار ہو جائیں۔ یقیناً جن لوگوں نے یہ کہا کہ "اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے تو ان پر ملائکہ یہ پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں کہ مت ڈرو اور مت غم کرو۔ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔

ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی رہیں گے۔ وہاں تم جو کچھ چاہو گے تمہیں دیا جائے گا اور تم جو بھی خواہش کرو گے وہ چیز تمہارے لیے موجود ہوگی۔ یہ غفور و رحیم ذات کی طرف سے تمہارے لیے سامانِ ضیافت ہے"۔

قولہ تعالیٰ: حٰمٓ ①

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حٰمٓ کا معنی ہے کہ اللہ حمید و مجید ہے۔

کفار کی ہٹ دھرمی

قولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤

"انھوں نے کہا کہ جن باتوں کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو، ہمارے دل اس کی طرف سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بہرہ پن ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے، تم اپنا کام کرو، ہم اپنا کام کر رہے ہیں"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے کفار کو دل دیے تھے، لیکن وہ حق سمجھنے کے لیے انہیں استعمال نہیں کرتے تھے۔ خدا نے انھیں آنکھیں دی تھیں، لیکن انھیں حق دیکھنا گوارا نہ تھا۔ اللہ نے انھیں کان دیے تھے، لیکن وہ حق سننے پر آمادہ ہی نہیں تھے۔

قوله تعالٰی: وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾

"اور مشرکین کے لیے تباہی ہے جو کہ زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں"۔

اس زکوٰۃ سے مراد راہِ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، ورنہ یہ سورہ مکی ہے اور حکمِ زکوٰۃ مدینہ میں نازل ہوا تھا۔ پھر مشرکین سے زکوٰۃ کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے، جب کہ ان سے اسلام وایمان کی توقع نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اس قدر خبیث ہیں کہ دل میں کفر وشرک رکھتے ہیں اور ادھر کنجوسی اور حبِّ مال کے اسیر ہیں اور ان کی دولت سے کسی غریب ومفلس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

ابان بن تغلب بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے ابان! کیا تم یہ سوچ بھی سکتے ہو کہ اللہ مشرکین سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کرے؟ جب قرآنِ مجید میں یہ آیت کریمہ موجود ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ (اور مشرکین کے لیے تباہی ہے، جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں)۔

میں (راوی) نے عرض کیا: آپؑ اس کی تفسیر فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کے لیے تباہی ہے، جنہوں نے امامِ اوّل کے ساتھ شرک کیا ہے اور باقی ائمہؑ کا انکار کیا۔

اے ابان! اللہ نے بندوں کو اپنی ذات پر ایمان لانے کی دعوت دی، جب وہ خدا اور رسول پر ایمان لائے تو اللہ نے اُس کے بعد ان کو فرائض کی بجا آوری کا حکم دیا۔ پھر اللہ نے اپنے نبیؐ کو خطاب کرکے فرمایا: آپ ان سے یہ فرمائیں:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۤءً لِّلسَّاۤئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

"کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے ساری زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور اس کا مثل قرار دیتے ہو جو کہ عالمین کا پروردگار ہے۔ اس نے زمین کی سطح پر پہاڑ لگا دیئے اور زمین میں برکت رکھ دی اور چار دنوں میں خوراک کا نظام مقرر کیا جو تمام طلب گاروں کے لیے ساری حیثیت رکھتا ہے"۔

چار دنوں سے سال کے چار موسم گرمی، سردی، بہار اور خزاں مراد ہیں، کیونکہ تمام جاندار خواہ وہ بری ہوں یا بحری، ان

کی خوراک انہی چار موسموں ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

اللہ نے فرمایا: اس خوراک میں تمام سائل یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

سائل کے لیے زبان سے سوال کرنا ضروری نہیں ہے۔ دراصل ہر حاجت مند سائل ہوتا ہے۔ تمام جانور غذا کے ضرورت مند ہیں، اگرچہ منہ سے سوال نہیں کرسکتے۔ پھر بھی یہ سائل ہی کہلائیں گے۔

روضہ کافی میں عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا:

اللہ نے اتوار کے دن "خیر" کو پیدا کیا، کیونکہ اُسے یہ بات زیب نہ دیتی تھی کہ "شر" کو پہلے پیدا کرے اور خیر کو بعد میں پیدا کرے۔ پھر اتوار اور سوموار میں اس نے زمینوں کو پیدا کیا اور منگل کے دن اس نے زمین میں ہر طرح کی خوراک پیدا کی۔ پھر اس نے آسمانوں کو بدھ اور جمعرات کے دنوں میں پیدا کیا اور وہاں کی خوراک کو جمعہ کے دن میں پیدا کیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (فرقان:۵۹)

"اللہ نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے، اُسے چھے دنوں میں پیدا کیا"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ عکرمہ نے ابنِ عباسؓ سے روایت نقل کی ہے۔ ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے زمین کو اتوار اور سوموار کے دنوں میں پیدا کیا اور اس نے پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا۔ اور درخت، پانی، آبادی اور ویرانے کو بدھ کے دن پیدا کیا۔ یہ چار دن بن گئے۔ پھر جمعرات کے دن خدا نے آسمانوں کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن سورج چاند، ستاروں، فرشتوں اور آدمؑ کو پیدا کیا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے روانہ ہوا، اور اُس کے ساتھ ابرش کلبی بھی تھا۔ یہ دونوں مسجد الحرام میں آئے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُنھیں دکھائی دیے۔

ہشام بادشاہ نے ابرش سے کہا: جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟

ابرش نے کہا: نہیں۔ ہشام نے کہا: یہ اتنا بڑا عالم ہے کہ شیعہ اس کی کثرتِ علم کی وجہ سے اسے نبی مانتے ہیں۔ (ہشام نے شیعوں پر یہ تہمت عائد کی تھی)۔

ابرش نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں اس سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں جس کا جواب یا تو نبی دے سکتا ہے یا پھر نبی کا وصی۔
ہشام نے کہا: میری بھی یہی خواہش ہے۔
اس کے بعد "ابرش" امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا: آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپؑ مجھے قرآن کریم کی اس آیت کا مطلب سمجھائیں۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا (انبیاء: ۳۰)

"کیا کافروں نے اس بات پر توجہ نہیں کی کہ آسمان و زمین آپس میں جڑے ہوئے تھے، ہم نے انھیں ایک دوسرے سے جدا کیا"۔

آپؑ یہ بیان کریں کہ ان کا آپس میں جڑنا کیسا تھا اور الگ ہونا کیسا تھا؟
امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابرش! اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خود یہ خبر دی ہے:

كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (ہود: ۷) "اس کا تخت اقتدار پانی پر تھا"۔

پانی ہوا پر تھا۔ ہوا غیر محدود تھی۔ اس وقت ان دو چیزوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق موجود نہ تھی۔ اس وقت پانی ٹھنڈا میٹھا تھا۔ پھر جب خدا نے زمین پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اُس نے ہوائیں چلائیں اور اُنہیں حکم دیا کہ وہ پانی سے ٹکرائیں۔ چنانچہ ہوائیں پانی سے ٹکرائیں تو ان کے تھپیڑوں سے موجیں پیدا ہوئیں۔ موجوں کے ٹکرانے سے جھاگ پیدا ہوئی۔ اللہ نے اس تمام جھاگ کو بیت اللہ کے مقام پر جمع کیا۔ اس جگہ جھاگ کا پہاڑ کھڑا کیا۔ پھر اس کے نیچے سے زمین کو بچھایا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾

"بے شک پہلا گھر جسے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے"۔ (آل عمران: ۹۶)

پھر اللہ کچھ دیر تک جتنا وہ چاہتا تھا رُکا رہا۔ پھر جب اس نے آسمانوں کو بنانے کا ارادہ کیا تو ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ سمندر پر زور سے چلیں اور جھاگ پیدا کریں۔ چنانچہ اس موج اور جھاگ کے درمیان سے ایسا دھواں اُٹھا جس کا تعلق آگ سے نہیں تھا۔ اللہ نے اس سے آسمان بنایا اور اس میں بروج، ستارے اور سورج چاند کی منازل مقرر فرمائیں اور اُنھیں افلاک

میں چلایا۔ آسمان سبز پانی کے رنگ کے مطابق سبز تھا اور زمین میٹھے پانی کی رنگت کی طرح سے مٹیالی تھی۔ زمین و آسمان جڑے ہوئے تھے۔ ان میں دروازے نہیں تھے۔ اللہ نے آسمان سے بارش برسا کر اس کے مساموں کو کھولا۔

اور اسی کے متعلق اللہ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی: اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا ...... (انبیاء: ۳۰)

جب ابرش نے یہ جواب سنا تو عش عش کر اُٹھا اور کہنے لگا: آج تک ایسا جواب مجھے کسی نے نہیں دیا۔ اس نے امامؑ سے درخواست کی کہ اس جواب کو اس کے لیے ایک مرتبہ پھر دُہرائیں۔

امام علیہ السلام نے اپنا جواب دُہرایا تو ابرش نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپؑ نبی کے فرزند ہیں۔

واضح رہے کہ اس سے قبل ''اَبرش'' مُلحد تھا۔

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پانی اللہ کی جامع ترین مخلوق ہے۔ ہر چیز پانی سے بنی ہے۔ ہر چیز پانی کی طرف منسوب ہوتی ہے، لیکن پانی کسی چیز کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اللہ نے ہوا کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر ہوا کو پانی پر مسلط کیا۔ ہوا نے پانی کی سطح کو چیر ڈالا جس کی وجہ سے جھاگ پیدا ہوئی اور جھاگ اتنی بلند ہوئی جتنا کہ خدا کو منظور تھا۔ پھر اللہ نے اس جھاگ سے صاف سفید رنگ کی زمین پیدا کی جس میں کوئی سوراخ تک نہ تھے اور اس میں کوئی اُونچ نیچ نہیں تھی۔ اس پر کوئی درخت نہ تھے۔

پھر خدا نے اس زمین کو لپیٹ کر پانی پر رکھا، پھر اللہ نے پانی سے آگ پیدا کی۔ آگ نے پانی کی سطح کو چیر ڈالا۔ پانی سے دھواں بلند ہوا جتنا کہ خدا کو منظور تھا۔

اللہ نے اس دھوئیں (گیس) سے صاف شفاف آسمان پیدا کیا اور اس میں کوئی راستہ اور سوراخ موجود نہ تھا۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ایک وقت تھا جب صرف پانی ہی پانی تھا، خدا کا عرش اقتدار بھی پانی پر تھا۔ اللہ نے پانی کو حکم دیا تو وہ کھولنے لگا۔ پھر اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ بجھ جائے۔ جیسے ہی آگ بجھی تو دھواں بلند ہوا۔ خدا نے اُس دھوئیں سے آسمانوں کو بنایا اور راکھ سے زمین کو بنایا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ کسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جس سے خدا نے کلام کیا ہے، لیکن نہ تو وہ جنات میں سے ہے اور نہ ہی انسانوں میں سے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ زمین و آسمان ہیں جن سے خدا نے کلام کیا تھا اور ان سے کہا تھا: اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ ''ہم اطاعت گزار بن کر حاضر ہو رہے ہیں''۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں:

چنانچہ اس آفرینش پر گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے، جو کہ بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے قائم ہیں۔ خداوند عالم نے اُنھیں پکارا تو بغیر کسی سُستی اور توقف کے اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے لبیک کہہ اُٹھے۔ اگر وہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اس کے سامنے سرِ اطاعت نہ جھکاتے تو وہ اُنھیں اپنے عرش کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا۔

نہج البلاغہ کے خطبہ ''اشباح'' میں یہ جملے دکھائی دیتے ہیں:

اور اس کے احکام کو لے کر اُترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والے کے لیے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا۔ ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔

آسمان پہ تارے زمین پہ اہلِ بیتؑ

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ۖ وَحِفْظًا

''اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کیا اور اُسے خوب محفوظ کر دیا''۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مرقوم ہے کہ محمد بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خط لکھ کر معلوم کیا کہ آپؑ ہمیں اہلِ بیتؑ کی فضیلت سے مطلع فرمائیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

ستاروں کو اہلِ آسمان کی امان کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جب آسمان سے ستارے چلے جائیں گے تو اہلِ آسمان پر وہ چیز آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی قیامت آجائے)۔

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ میری اہلِ بیتؑ کو میری اُمت کے لیے امان کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جب میری اہلِ بیتؑ زمین سے مٹ جائے گی تو میری اُمت پر وہ چیز آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے (یعنی قیامت ٹوٹ پڑے گی)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''ستارے اہلِ آسمان کے لیے امان ہیں، اور میرے اہلِ بیتؑ میری اُمت کے لیے امان ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں جب ستارے نہ رہے تو اہلِ آسمان بھی نہ رہیں گے اور میری اہلِ بیتؑ زمین والوں کے لیے امان ہے۔ جب میری اہلِ بیتؑ نہ رہے گی تو اہلِ زمین بھی نہ رہیں گے۔

قولہ تعالیٰ: اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ......

"جب ان کے پاس آگے پیچھے سے رسول آئے"......

یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ آگے آنے والوں میں سے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰؐ پیچھے آنے والے رسولؐ ہیں۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تو سام کی نسل اُن پر ایمان لائی تھی، جب کہ دوسروں نے سرکشی کی راہ اپنائی اور اُنھوں نے کہا تھا: مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً "بھلا ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز آندھی بھیجی جس سے وہ قوم ہلاک ہوگئی۔ ہود علیہ السلام نے صالح علیہ السلام کی آمد کی بشارت دی تھی۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات منقول ہیں۔

انھیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا مگر اس طرح نہیں کہ انھیں سوار سمجھا جائے اور اُنھیں قبروں میں اُتار دیا گیا، مگر وہ مہمان نہیں کہلاتے۔ ان کی قبریں پتھروں سے چن دی گئیں اور ان پر خاک کے کفن ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو ان کا ہمسایہ بنا دیا گیا۔

قولہ تعالیٰ: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا ......

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ "صرصر" تیز اور ٹھنڈی ہوا کو کہا جاتا ہے اور "ایام نحسات" سے وہ ایام مراد ہیں جو اُن کے لیے منحوس تھے۔

قولہ تعالیٰ: وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ......

"قوم ثمود کا یہ حال ہے کہ ہم نے اُنھیں ہدایت دی، لیکن اُنھوں نے اندھا رہنے کو ہدایت پر ترجیح دی"۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مقصدِ آیت یہ ہے کہ ہم نے

اُنھیں حق و باطل کی پہچان دی تھی، لیکن اُنہوں نے اندھے پن کو ترجیح دی تھی جب کہ اُنھیں حق کی معرفت حاصل تھی۔

شیخ صدوقؒ "اعتقادات الامامیہ" میں لکھتے ہیں: قومِ ثمود کو اطاعات کا وجوب اور معاصی کی حرمت سمجھا دی گئی تھی اور وہ اچھی طرح سے حق و باطل کو جانتے تھے۔

قیامت کے دن انسانی اعضاء گواہی دیں گے

حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

"جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گی"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جن کے اعمال قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو وہ اُنھیں اپنے اعمال ماننے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ اعمال نہیں کیے تھے۔

پھر جن و ملائکہ نے ان کے اعمال لکھے ہوں گے وہ گواہی دیں گے کہ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں۔ اس وقت وہ خدا سے کہیں گے: خدایا! یہ فرشتے بھی تیرے ہی ہیں اور یہ تیرے کہنے پر ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔

پھر وہ خدا کی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم نے یہ اعمال نہیں کیے ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (المجادلہ، آیہ ۱۸)

"جس دن خدا اُنھیں مبعوث کرے گا تو وہ اس کے سامنے ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسا کہ تمہارے لیے قسمیں کھاتے ہیں"۔

ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے، جنھوں نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کے حقوق غصب کیے ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعضاء بولنے لگ جائیں گے۔ کانوں سے جو حرام باتیں سنی ہوں گی، وہ اس کی گواہی دیں گے۔ آنکھوں نے جو حرام مناظر دیکھے ہوں گے، وہ اس کی گواہی دیں گی اور ہاتھوں نے جو کچھ کیا ہوگا وہ اس کی گواہی دیں گے اور پاؤں نے جہاں جہاں کا سفر کیا ہوگا، وہ اس کی گواہی دیں گے۔

شرم گاہوں نے جو فعل حرام کیے ہوں گے وہ اپنے فعل حرام کی گواہی دیں گی۔ جب اعضاء و جوارح گواہی دیں گے تو وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے۔

G29

لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ

''تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہم کو اُسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ اس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اب اس کی طرف پلٹائے جا رہے ہو''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس آیتِ مجیدہ میں ''کھالوں'' سے شرم گاہیں مراد ہیں۔

کتاب التوحید میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا جب لوگوں کو بولنے کی اجازت دی جائے گی تو اس وقت وہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے اللہ کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے۔

اس وقت اللہ ان کی زبان پر مہر لگا دے گا۔ زبانیں خاموش ہو جائیں گی۔ ہاتھ، پاؤں اور کھالیں اپنی اپنی معصیت کی داستان سنانے لگ جائیں گے۔ اعضاء و جوارح کی گواہی کے بعد زبان کو بولنے کی قوت عطا کی جائے گی تو اس وقت لوگ اپنی کھالوں اور اعضاء و جوارح سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ اعضاء و جوارح کہیں گے کہ ہمیں اس ذات نے گویا کر دیا ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا کی ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن کے اعضاء و جوارح اس کے خلاف گواہی نہیں دیں گے۔ اعضاء و جوارح اہلِ نار کے خلاف گواہی دیں گے۔ جب مومن کو اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا تو وہ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھیں گے اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے اعضاء و جوارح پر ایمان کو تقسیم کیا ہے۔ ہاتھ کے ایمان کے تقاضے اور ہیں اور آنکھوں کے ایمان کے تقاضے اور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اعضاء اپنے اپنے افعال کی گواہی دیں گے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو وصیت کی تھی:

اے فرزند! ایسی بات منہ سے نہ نکالو جسے تم نہیں جانتے، بلکہ ہر جانی ہوئی بات بھی مت بیان کرو۔ اللہ نے تیرے تمام اعضاء و جوارح پر کچھ فرائض عائد کیے ہیں اور قیامت کے دن ان کے ذریعہ سے تجھ پر حجت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ

"جب تم دنیا میں ارتکابِ جرائم کے وقت لوگوں سے چھپتے تھے تو تمہیں یہ گمان ہی نہیں تھا کہ تمہارے کان، آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی"۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ "جلود" (کھالوں) سے شرم گاہیں مراد ہیں۔

خدا کے متعلق نیک گمان رکھنا چاہیے

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ ......

"اور یہ تمہارا وہی گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے متعلق قائم کیا تھا"۔

تفسیر قمی میں عبدالرحمٰن بن حجاج سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دوزخ میں جانے والے آخری شخص کی روایت کا پوچھنا چاہا جیسا کہ لوگ اُسے بیان کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اس انداز سے اسے بیان کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ عرصۂ قیامت میں موجود آخری شخص کو دوزخ میں جانے کا حکم دے گا۔ جب اُسے دوزخ کا حکم سنایا جائے گا تو وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا۔ خدا کی آواز آئے گی: کیا دیکھ رہا ہے؟

وہ کہے گا: خدایا! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو نے مجھ سے وہ سلوک نہیں کیا جس کی میں تجھ سے اُمید کرتا تھا۔

ندائے قدرت آئے گی: میرے بندے! تجھے میرے متعلق کیا گمان تھا؟

بندہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میرے گمان یہ تھا کہ تو میری غلطیوں کو معاف کردے گا اور مجھے اپنی جنت میں رہائش عطا کرے گا۔

خدا فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! آج تک اس شخص نے میرے متعلق یہ گمان کیا ہی نہیں تھا اگر اس نے مجھ سے نیک گمان کیا ہوتا تو آج میں اُسے دوزخ جانے کا حکم ہی نہ دیتا۔ اے میرے ملائکہ! اب اس کے جھوٹ پر اعتماد کرلو اور اُسے جنت میں بھیج دو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کو چاہیے کہ وہ خدا سے اتنا ڈرے کہ وہ یہ سمجھے کہ گویا وہ دوزخ میں جا رہا ہے اور خدا سے اُمید اتنی وابستہ رکھے کہ گویا اپنے آپ کو اہلِ جنت میں سے سمجھنے لگے۔

اللہ ہر انسان سے اس کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہے، جو اللہ کے متعلق نیک گمان رکھے گا تو اللہ بھی اُسے بھلائی عطا کرے گا اور جو بُرا گمان رکھے گا تو اللہ اُسے بُرا ٹھکانا دے گا۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے۔ (موت کے بعد) انسان کو قبرستان میں قبر کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ سانپ اور بچھوؤں نے اس کی جلد کو چھلنی کر دیا ہے اور وہاں کی پامالیوں نے اس کی تر و تازگی کو فنا کر دیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار مٹا ڈالے اور حادثات نے اس کے نشانات تک محو کر ڈالے۔ تر و تازہ جسم لاغر و پژمردہ ہو گئے۔ ہڈیاں گل سڑ گئیں اور روحیں (گناہ کے) بارگراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اور غیب کی خبروں پر یقین کر چکی ہیں، لیکن اب اُن کے لیے نہ تو اچھے عملوں میں اضافہ کی کوئی صورت ہے اور نہ ہی بداعمالیوں سے توبہ کی کچھ گنجائش ہے۔

دو گمراہ کرنے والے

رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ

"خدایا! ہمیں وہ جنات اور انسان دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا"۔

تفسیر قمی کی ایک اور روضہ کافی کی دو روایات میں مرقوم ہے کہ اس سے امیر المومنین علی علیہ السلام کے دو مخالفین مراد ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ دو گمراہ کرنے والوں سے ایک تو شیطان مردود اور دوسرا حضرت آدمؑ کا فرزند قابیل مراد ہے جس نے معصیت کی ابتداء کی تھی۔

یہ قول حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔

نزولِ ملائکہ

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَـنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝۳۰

"یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہے تو ان پر ملائکہ یہ پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں کہ مت ڈرو اور مت غم کرو۔ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ حمران بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ آپؑ کے گھر فرشتے نازل ہوتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں وہ گھروں میں اُترتے ہیں اور ہمارے بستروں پر بیٹھتے ہیں۔ کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ......

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ محمد بن مسلمؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا...... کی آیت کے متعلق پوچھا کہ استقامت سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں ظاہراً کلمۂ توحید پر استقامت مراد ہے اور اس کی یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ یکے بعد دیگرے ائمہؑ پر ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن میں اپنے والد علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں اور بھی افراد موجود تھے کہ اچانک میرے والد اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

پھر فرمایا کہ جانتے ہو کہ کس چیز نے مجھے ہنسایا ہے؟

حاضرین نے کہا: آپؑ خود ہی بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ابن عباسؓ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کا تعلق اس گروہ سے ہے جن پر ملائکہ اُترتے ہیں!!

میں نے ابنِ عباسؓ سے کہا: کیا آپ نے پوری زندگی کبھی کسی فرشتہ کو دیکھا بھی ہے جس نے آ کر آپ سے کہا ہو کہ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں اور ہم دنیا و آخرت میں آپ کے ساتھی ہیں اور ہم آپ کو خوف وحزن سے امن کی خبر کردیتے ہیں۔

ابنِ عباسؓ نے کہا: نہیں، میرے ساتھ تو کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا، البتہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ چنانچہ مجھے اسی بات پر ہنسی آئی تھی اور میں نے کہا تھا کہ جی ہاں تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ کلمات بھی منقول ہیں۔

میں الٰہی وعدہ و بُرہان کی رُو سے کلام کرتا ہوں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس (عقیدہ) پر جمے رہے، ان پر فرشتے اُترتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو۔ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقے پر

جے رہو اور پھر اس سے نکل کر نہ بھاگو اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لیے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جدا ہونے والے ہیں۔

مجمع البیان میں انس بن مالک کی زبانی منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: "رَبُّنَا اللّٰہُ" بہت سے لوگوں نے کہا تھا لیکن بعد میں اکثریت نے کفر اختیار کیا، جو شخص مرتے دم تک اس پر قائم رہے تو اس نے استقامت کا مظاہرہ کیا ہے۔

محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے "استقامت" کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے وہی سلسلہ مراد ہے جس پر تم قائم ہو۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، مجاہد اور سدی سے منقول ہے کہ موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ الخرائج کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ فرشتے آلِ محمدؐ کے گھروں میں نازل ہوتے ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ جن لوگوں نے کہا: اللہ ہمارا رب ہے، بعد میں ولایتِ علیؑ پر مضبوطی سے جم گئے تو موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو ان سے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تمہارے ساتھی تھے۔ ہم تمہیں شیاطین سے بچایا کرتے تھے اور ہم آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہیں، یعنی ہم موت کے وقت تمہارے مددگار رہیں گے۔ تمہارا مقام جنت ہے۔ وہاں تمہیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جس کی تم تمنا کرو گے۔ یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے تمہارے لیے سامانِ ضیافت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی ہمارا دوست اور ہمارے دشمنوں سے نفرت کرنے والا شخص دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو رسولؐ خدا، امیر المومنینؑ اور حسنین کریمین علیہما السلام اُس کے سرہانے تشریف لاتے ہیں وہ اس مومن کو بشارت دیتے ہیں اور اگر مرنے والا ہمارا دشمن ہو تو وہ ان ہستیوں کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے حارث ہمدانی سے فرمایا تھا:

یا حار همدان من یمت یرنی
من مؤمن او منافق قبلا

"اے حارث ہمدانی! جو بھی مرتا ہے تو مرنے سے پہلے مجھے دیکھتا ہے، مرنے والا خواہ مومن ہو یا منافق ہو"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے: نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ کا ایک مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہم دنیاوی زندگی میں تمہارے دوست تھے، یعنی دنیا میں تمہاری حفاظت کیا کرتے تھے۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مومن جنت میں رہائش پذیر ہوگا۔ اس کے چاروں طرف پھل ہی پھل ہوں گے۔ مومن جس پھل کی خواہش کرے گا وہ اس کے سامنے خود بخود حاضر ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں انواع واقسام کے میوے مومن سے کہیں گے کہ اے ولی خدا! آپ مجھے تناول فرمائیں۔ ایک ایک مومن کے لیے جنت میں کئی باغات ہوں گے۔ کچھ انگور کی طرح سے بیلوں کی شکل میں ہوں گے اور کچھ سیدھے درختوں کی شکل میں ہوں گے۔ وہاں شراب طہور کی نہریں بہہ رہی ہوں گی اور صاف ستھرے پانی کی بھی نہریں ہوں گی۔ اس کے علاوہ جنت میں دودھ اور شہد کی بھی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جب بھی کوئی مومن کچھ تناول کرنا پسند کرے گا تو اُسے پھل کا نام لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہ پھل خود بخود اُس کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ عاصم بن حمید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن بیان کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیان کرو۔

اُس نے کہا: اچھا یہ بتائیں کیا جنت میں موسیقی بھی ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے، اللہ ہوا کو حکم دے گا وہ اس کی شاخوں اور ٹہنیوں سے ٹکرائے گی اور اس سے ایسی خوبصورت آوازیں پیدا ہوں گی جن جیسی آوازیں کسی نے سنی تک نہ ہوں گی۔ اور کان کی یہ لذت اُسے نصیب ہوگی جو خدا کے خوف سے دنیا میں موسیقی سے پرہیز کرتا رہا ہوگا۔

جعفر بن محمد الدوریستی کی کتاب میں عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہِ رمضان کے استقبال کے لیے پورے سال تک جنت کو آرائش وزیبائش دی جاتی ہے۔ جب ماہِ رمضان کی چاند رات آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جسے "مبشرہ" (بشارت دینے والی) کہا جاتا ہے۔

اس ہوا سے جنت کے درختوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور ایسی حسین موسیقی پیدا ہوتی ہے جس سے بہتر موسیقی آج تک کسی نے نہیں سنی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ
حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ
خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ
رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔـمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدة وَمِنْ
اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ
اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا
مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا
يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ
مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا
لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ
عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ
لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ ج وَضَلَّ
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾
لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ
قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

''اس سے زیادہ بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں۔

اچھائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تم برائی کا جواب بہترین طریقہ سے دو کہ اس طرح سے کہ جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہو وہ بھی ایسا ہو جائے جیسے گہرا دوست ہوتا ہے۔ یہ صفت صرف صبر کرنے والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ یہ مقام بڑے نصیب والوں کو ہی ملا کرتا ہے۔ اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس کی نشانیوں میں رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو اس کی بجائے اس خدا کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اگر تم واقعاً اس کی عبادت کرنے

والے ہو۔ اگر وہ تکبر کریں تو جو لوگ تیرے پروردگار کی بارگاہ میں ہیں وہ دن رات اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں ہیں۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم زمین کو ویران اور سونی سونی دیکھ رہے ہو۔ پھر جونہی ہم نے پانی نازل کیا تو لہلہانے لگی اور اس میں نشوونما پیدا ہوگئی۔ جس نے مُردہ زمین کو زندگی دی ہے۔ وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

بے شک جو لوگ ہماری آیات کے اُلٹ معانی کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں (فیصلہ کرو کہ) کیا وہ شخص بہتر ہے جسے دوزخ میں ڈالا جائے یا وہ بہتر ہے جو روزِ قیامت امن واطمینان کے ساتھ پیش ہو؟ جو چاہو عمل کرتے رہو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو، خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے ہمارا کلامِ نصیحت آیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا جب کہ قرآن ایک غالب کتاب ہے۔ باطل نہ تو سامنے سے اس کے قریب آ سکتا ہے اور پیچھے سے اس پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔ یہ صاحبِ حکمت اور لائقِ حمد کی اُتاری ہوئی کتاب ہے۔

جو کچھ منکرین کی طرف سے آپ کو کہا جا رہا ہے، یہ تمام وہ باتیں ہیں جو آپ سے پہلے انبیاءؑ سے بھی کہی گئی تھی۔ یقیناً آپ کا پروردگار بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔

اگر ہم قرآن کو کسی عجمی زبان میں بھیجتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کھول کر بیان کیوں نہیں کیا گیا۔ عجیب بات ہے کہ کتاب عجمی ہے اور مخاطب عربی ہے؟! آپ کہہ دیں کہ یہ قرآن اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔ اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے کانوں کا بہرا پن اور آنکھوں کے لیے اندھا پن ہے۔ ان کا حال تو ایسا ہے جیسا کہ انھیں بہت دُور سے پکارا جا رہا ہو۔

بے شک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی لیکن اس میں اختلاف پیدا کر دیا گیا۔ اگر تیرے پروردگار نے ایک بات کو پہلے سے طے نہ کر دیا ہوتا تو ان کے درمیان فوراً فیصلہ کر دیا جاتا۔ یہ لوگ اس کی طرف سے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

جو کوئی نیک عمل کرے گا تو وہ اپنے لیے ہی کرے گا اور جو کوئی بُرا عمل کرے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا۔ تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ قیام کا علم اسی کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے اور اسے ان پھلوں کا علم ہے جو اپنے شگوفوں سے نکل رہے ہیں اور اسی کو معلوم ہے کہ کون سی مادہ حاملہ ہوئی ہے اور کس نے بچہ جنا ہے۔ اور جس دن وہ انھیں پکار کر کہے گا کہ بتاؤ میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو تجھے پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ہم میں سے ان کی گواہی دینے والا کوئی بھی نہیں ہے۔

جن معبُودوں کو وہ پہلے پکارا کرتے تھے وہ ان سے اس دن گم ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لیے کوئی پناہ گاہ باقی نہیں ہے۔ انسان کبھی بھی بھلائی کی دعا مانگتے نہیں تھکتا اور جب اسے کوئی تکلیف چھو لیتی ہے تو اس وقت مایوس اور بے آس ہو جاتا ہے۔

اور اگر ہم تکلیف کے بعد اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے کہ میں تو اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی۔ اور اگر واقعی مجھے میرے رب کی طرف پلٹایا بھی گیا تو میرے لیے وہاں بھی بھلائی ہی ہوگی۔ ہم کافروں کو ان کے اعمال کی ضرور خبر دیں گے اور ہم انھیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اور جب ہم انسان کو نعمت دیتے ہیں تو وہ ہم سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور پہلو بدل کر الگ ہو جاتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگ جاتا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ کیا کبھی تم اس بات پر غور بھی کیا کہ اگر یہ قرآن واقعی کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کر رہے ہو تو اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دُور تک

نکل گیا ہو۔

ہم عنقریب انھیں اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ یہ بات ان پر کھل جائے گی کہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات تیسرے پروردگار کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر چیز کا گواہ ہے۔

آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

برائی کا بدلہ اچھائی سے دو

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ

''اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی تم برائی کو بہترین طریقہ سے دُور کرو''۔

دنیا کے مفکرین یہ کہتے ہیں کہ بھلائی کے عوض بھلائی کرو اور برائی کے عوض برائی کرو، لیکن قرآنِ کریم وہ انسانیت آموز کتاب ہے جس نے یہ درس دیا ہے کہ برائی کو اس احسن انداز سے دُور کرو کہ برائی کرنے والا تمہارا گہرا دوست بن جائے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آداب کی تعلیم دی تو ان آدابِ عالیہ کے ضمن میں یہ فرمایا: برائی کے مقابلہ پر اچھائی کرو اور اتنی بھلائی کرو کہ تمہارا دشمن بھی تمہارا دوست بننے پر مجبور ہو جائے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے حفص! جب آدمی صبر کرتا ہے تو اُسے تھوڑے دنوں کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے اور اگر کوئی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے تو بھی تھوڑے دنوں تک بے صبری کرتا ہے (کیونکہ وقت اور حالات بالآخر اُسے صبر پر مجبور کر ہی دیتے ہیں)۔

تمہیں اپنے تمام معاملات میں صبر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریمؐ کو بھی صبر اور ملائمت کا سبق دیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

"تم برائی کا جواب بہترین طریقہ سے دو کہ اس طرح کہ جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے تو وہ بھی ایسا ہو جائے جیسا کہ گہرا دوست ہوتا ہے۔ یہ صفت صرف صبر کرنے والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے اور یہ مقام بڑے نصیب والوں کو ہی ملا کرتا ہے"۔

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الزامات تراشے مگر آپؐ نے پھر بھی صبر کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ کی آیتِ مجیدہ میں "حسنہ" (بھلائی) سے مراد تقیہ ہے اور سیہ (برائی) سے مراد کھول کر بیان کرنا ہے اور "احسن السیہ" سے برائی دُور کرنے کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ برائی کو تقیہ سے دُور کرو، یہاں تک کہ تمہارا مخالف بھی تمہارا گہرا دوست بن جائے۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ علا بن حضرمی رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرا خاندان ایسا نمک حرام خاندان ہے کہ میں ان سے نیکی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ آخر میں ان سے کیا سلوک روا رکھوں؟

رسولؐ خدا نے یہ آیت پڑھی:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝

"برائی کو بھلائی سے کچھ اس طرح سے دُور کرو کہ دشمن بھی گہرا دوست بننے پر مجبور ہو جائے"۔

علاء بن حضرمی نے کہا: میں نے اس مضمون پر کچھ اشعار بھی کہے ہیں۔ پھر اس نے وہ اشعار آنحضرتؐ کو سنائے۔ آپؐ نے وہ اشعار سن کر فرمایا کہ واقعی بعض اوقات شعر میں حکمت ہوتی ہے اور بیان میں جادو ہوتا ہے۔ تیرے اشعار خوبصورت ہیں لیکن اللہ کی کتاب ان سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ دشمن کا مقابلہ خدا کی دی ہوئی ہدایات سے کرو اور تمہارے دشمن کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ وہ تمہیں احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہوا دکھائی دے۔

قولہ تعالیٰ: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ......

"اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ محسوس کرو تو اُس سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرو"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں اگرچہ خطاب حضوؐر سے ہے، لیکن مراد لوگ ہیں۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شیطانی وسوسہ کو محسوس کرنے لگے تو خدا سے پناہ کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: امنت باللّٰہ مخلصا له الدین۔

اس سورہ کا مقامِ سجدہ

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابنِ عباسؓ، قتادہ اور ابن میتب کا قول ہے کہ سورہ حم السجدہ کی آیت وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ پر سجدہ تلاوت کرنا چاہیے، جب کہ ہمارے ائمہ، ابن مسعود، حسن بصری اور ابی عمرو بن ابی العلاء کے نزدیک اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ پر سجدہ تلاوت کرنا چاہیے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ ائمہ شیعہ اور امام شافعی کے نزدیک سجدۂ تلاوت اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ پر واجب ہے، جب کہ ابوحنیفہ کے ہاں سجدۂ تلاوت لَا يَسْئَمُوْنَ پر ضروری ہے۔

سجدۂ تلاوت کا ذکر

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ روایات میں وارد ہے کہ سجدۂ قرآن میں یہ دعا پڑھنی چاہیے:

لا اله الا الله حقا حقا ، لا اله الا الله ایمانا وتصدیقا ، لا اله الا الله عبودیة ورقا، سجدت لك یا رب تعبدا ورقا لا مستنكفا ولا مستكبرا بل انا عبد ذلیل خائف مستجیر

اس کے بعد سر اُٹھا کر اللہ اکبر کہنا چاہیے۔

قدرتِ خداوندی

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حسن بن علی بن فضال نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا:

خدا نے اتنی انواع واقسام کی مخلوق کیوں پیدا کی ہے اس کی بجائے ایک ہی نوع کی مخلوق پیدا کرتا تو کیا فرق تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے مختلف انواع واقسام کی مخلوق کو اس لیے پیدا کیا، تاکہ کسی کے وہم میں یہ بات نہ آئے کہ خدا عاجز ہے۔ جب بھی کوئی ملحد سوچتا ہے کہ اس طرح کی مخلوق ہونی چاہیے تھی تو اُسے دکھائی دیتا ہے کہ اس طرح کی مخلوق اس کی سوچ سے بھی پہلے سے موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوزخ میں جانے والا بہتر ہے یا جنت میں جانے والا؟

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ......

"(فیصلہ کرو) کیا وہ بہتر ہے جسے دوزخ میں ڈالا جائے یا وہ بہتر ہے جو روزِ قیامت امن و امان کے ساتھ پیش ہو؟"

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اپنے بندہ پر دو خوف جمع نہ کروں گا اور دو امن بھی جمع نہ کروں گا۔ جو دنیا میں رہ کر مجھ سے بے خوف ہوگا تو میں آخرت میں اسے خوفزدہ کروں گا اور جو دنیا میں میرا خوف رکھے گا۔ میں قیامت کے دن اسے امن دوں گا۔

نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے ایک ایک عامل کے نام اپنے ایک خط میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے: میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الٰہی کے ذریعے سے اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں، تاکہ جس دن خوف حد سے بڑھ جائے گا تو وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما رہے۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: کیا میں تجھے ایسی چیز کی خبر دوں جو تجھے خدا سے قریب کرے اور جنت سے قریب کرے اور تجھے دوزخ سے دُور رکھے؟

حضرت کے ساتھی نے کہا: ضرور، مجھے وہ چیز بتائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھے سخاوت اپنانی چاہیے۔ اللہ نے اپنی رحمت کے طفیل ایک مخلوق کو اپنی رحمت کے لیے پیدا کیا ہے اور اُنھیں بھلائی اور نیکی کا منبع بنایا ہے اور اُنھیں لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی سخاوت سے مُردہ دلوں کو از سرِ نو زندگی دیتے ہیں جیسا کہ بارش زمین کو زندگی دیتی ہے۔ یہی لوگ حقیقی مومن ہیں اور قیامت کے دن اُنھیں امن حاصل ہوگا۔

باطل قرآن کے آگے پیچھے نہیں آ سکتا

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

"باطل قرآن کے نہ تو آگے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے آ سکتا ہے"۔

تفسیر قمی میں اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات، انجیل اور زبور کے ذریعہ سے قرآن کو باطل قرار نہیں دیا جاسکتا اور قرآن کے بعد ایسی کوئی کتاب نازل نہ ہوگی جو قرآن کے ابطال کا اعلان کردے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ "آگے اور پیچھے آنے" کے متعلق مفسرین بہت سے اقوال منقول ہیں۔

حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام کی زبانی اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان ہوا ہے کہ "اس کے سامنے سے باطل نہیں آسکتا" کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن نے سابقہ اقوام کی جو داستانیں بیان کی ہیں ان میں باطل داخل نہیں ہوسکتا اور "پیچھے سے باطل نہیں آسکتا" کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن نے مستقبل کی جو پیشین گوئیاں کی ہیں ان میں کوئی جھوٹ شامل نہیں ہوسکتا۔

دردِ ناف کی عزیمت اور عظمتِ قرآن

کتاب طب الائمہ میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دردِ ناف کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: جہاں درد محسوس ہو رہا ہو تو اُس جگہ ہاتھ رکھ کر اس آیت کو تین بار پڑھو۔ خدا نے چاہا تو شفا ملے گی۔

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے سامنے قرآنِ حکیم کا ذکر چھڑا تو آپؑ نے فرمایا: قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ جنت کا سیدھا راستہ ہے۔ قرآن دوزخ سے بچانے والی کتاب ہے۔ زمانہ اُسے بوسیدہ نہیں کرسکتا اور یہ زبانوں کے لیے کبھی بھی گراں نہیں ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کسی مخصوص زمانہ کے لیے وجود میں نہیں آیا۔ قرآن ہر زمانہ کے لیے ہے اور ہر دور کے انسان کے لیے قرآن حجت ہے۔ باطل نہ تو اُس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے آسکتا ہے۔ یہ صاحبِ حکمت اور لائقِ حمد خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے لیے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں آپؑ نے اسلام کے بنیادی عقائد پر بحث کی تھی، چنانچہ اس رسالہ میں آپؑ نے لکھا:

خدا کی سچی کتاب قرآن کی تصدیق ضروری ہے اور قرآن وہ غالب کتاب ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں آسکتا اور اس کے پیچھے سے بھی باطل کا گزر ممکن نہیں ہے اور یہ صاحبِ حکمت اور لائقِ حمد خدا کی نازل کردہ کتاب ہے۔

قرآن تمام کتابوں کا محافظ ہے اور یہ آغاز سے انجام تک حق ہے۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن کے محکم، متشابہ، خاص، عام، وعد و وعید، ناسخ و منسوخ، قصص و اخبار پر ایمان رکھیں۔ مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کی مثال لانے کی طاقت نہیں ہے۔

قولہ تعالیٰ: لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۚ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ......

''اگر ہم قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کھول کر بیان کیوں نہیں کیا گیا''۔

یہ بھلا کیا بات ہوئی کہ کتاب عجمی اور مخاطب عربی؟

تفسیر قمی میں یہ کلمات مرقوم ہیں کہ قرآن کے ابتدائی مخاطب عربی تھے اسی لیے اگر قرآن کو کسی غیر عربی زبان میں بھیجا جاتا تو یہ وہ لوگ اُسے سمجھنے سے قاصر ہوتے اور کہتے کہ ہم اس کتاب کو پڑھیں تو کیسے ہم عربی ہیں اور کتاب عجمی زبان میں ہے۔ اسی لیے اللہ کا یہ دستور ہے کہ جس بھی رسول کو کسی قوم میں بھیجا تو ان کا ہم زبان بنا کر بھیجا۔

خدا ظالم نہیں ہے

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

''تیرا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا''۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ ابراہیم بن ابی محمود کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ آیا اللہ اپنے بندوں کو گناہوں پر مجبور کرتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا لوگوں کو ہدایت و گمراہی کا راستہ دکھا دیتا ہے پھر انسان کو چھوٹ اور مہلت دے دیتا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: کیا خدا بندوں کو ایسی تکلیف شرعی بھی دیتا ہے جس کو وہ اُٹھانے کے قابل نہ ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا ناممکن ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ''تیرا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا''۔

مجھ سے میرے والد نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ اپنے بندوں کو گناہوں پر مجبور کرتا ہے یا انھیں ''تکلیف مالایطاق'' دیتا ہے تو ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اس کی گواہی قبول نہ کرو اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اسے زکوٰۃ میں سے کچھ بھی حصہ نہ دو۔

آیاتِ انفس و آفاق

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ......

''ہم عنقریب اپنی نشانیاں انہیں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ یہ بات ان پر کھل جائے گی کہ قرآن حق ہے''۔

روضہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: زمین کا دھنس جانا، چہروں کا مسخ ہو جانا یہ ایسی نشانیاں ہیں جن کا تعلق آفاق و انفس سے ہے۔

سائل نے کہا: حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے قائم آلِ محمدؐ کا قیام مراد ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: چہروں کے مسخ ہونے کا تعلق آیات انفس اور اطراف کے تنگ ہونے کا تعلق آیاتِ آفاق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں طرح سے لوگوں کو اپنی قدرت دکھائے گا: حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنی قائم کا خروج خدا کی نظر میں حق ہے جسے ساری مخلوق ایک دن دیکھے۔

ارشاد مفید میں ہے کہ آفاق ارض میں فتنے برپا ہوں گے اور دشمنانِ حق کے چہرے مسخ ہو جائیں گے۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

عبودیت وہ جوہر ہے جس کی کنہ ربوبیت ہے۔ جو چیز عبودیت میں دکھائی نہ دے وہ ربوبیت میں دکھائی دے گی اور جو ربوبیت میں پوشیدہ ہو، وہ عبودیت میں پائی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

یعنی وہ آپ کی موجودگی اور غیبت میں موجود ہے۔

●......●......●

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی

سورة الشوریٰ مكية آياتها ۵۲ وركوعاتها ۵

''سورۂ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی باون آیات اور پانچ رکوع ہیں''۔

سورۂ شوریٰ کے فضائل

فضائلِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص ''حٰمٓ عٓسٓقٓ'' کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن مبعوث کرے گا تو اس کا چہرہ برف یا سورج کی طرف سے چمک رہا ہوگا، یہاں تک کہ وہ خدا کے حضور پیش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

میرا بندہ! تو نے ہمیشہ سورہ الشوریٰ پڑھی تھی، لیکن تجھے اس کی تلاوت کا ثواب معلوم نہ تھا اور اگر تجھے اس کے ثواب کا علم ہوتا تو تو اس کی تلاوت سے کبھی ملول نہ ہوتا، لیکن آج میں تجھے اس کی جزا دوں گا۔

پھر اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اُسے جنت میں داخل کرو اور اُسے جنت کے اس محل میں داخل کرو جس کے دروازے، سیڑھیاں اور دیواریں سرخ یاقوت کی ہیں، اس کا بیرونی حصہ اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندرونی حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے۔

اس محل میں ایک ہزار نوخیز لڑکے اس کی خدمت میں موجود ہوں گے۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سورۂ حم عسق پڑھے گا تو اس پر فرشتے درود پڑھیں گے اور اس کے لیے مغفرت اور رحمت طلب کریں گے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِہِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡہِمۡ ۫ۖ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۶﴾ وَ کَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَ مَنۡ حَوۡلَہَا وَ تُنۡذِرَ یَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَ فَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ ﴿۷﴾ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَہُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنۡ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوۡنَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۸﴾ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۚ فَاللّٰہُ ہُوَ الۡوَلِیُّ وَ ہُوَ یُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۹﴾ وَ مَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡہِ

مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝۱۰ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱۱ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۲ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝۱۳ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۝۱۴ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ

اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ اسی طرح سے غالب وحکیم اللہ تمھاری طرف اور تم سے پہلے انبیاءؑ کی طرف وحی کرتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء اسی کی ملکیت ہیں وہ برتر اور عظیم ہے۔ قریب ہے کہ آسمان اس کی ہیبت سے اُوپر سے شگافتہ ہو جائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور اہلِ زمین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ یقیناً اللہ ہی بہت زیادہ بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اس کے علاوہ اور سرپرست بنائے ہیں۔ اللہ ان سب پر نگران ہے اور آپ کسی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس طرح سے ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے گرداگرد رہنے والوں کو خبردار کر سکیں۔ آپ انھیں اس دن سے خبردار

کر سکیں جس دن سب کو جمع ہونا ہے اور اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
اس دن ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہے۔ کیا انھوں نے خدا کے علاوہ کچھ اور سرپرست بنا لیے ہیں جب کہ وہی حقیقی سرپرست ہے۔ وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تمھارے درمیان جس بھی معاملے میں اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی اللہ میرا رب ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اس نے تمھاری جنس سے جوڑے بنائے ہیں اور اس نے جانوروں میں سے بھی جوڑے بنائے ہیں اس طرح سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے اس کا جیسا کوئی نہیں ہے وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔
آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی چابیاں اسی کی ملکیت میں ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں تنگی پیدا کر دیتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز کے جاننے والا ہے۔
اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار گزرتی ہے جس کی تم انھیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے چُن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔
ان لوگوں نے اس وقت آپس تفرقہ کیا جب ان کے پاس علم آچکا تھا اور یہ تفرقہ اس لیے ہوا کہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے اور اگر تیرا رب پہلے ہی نہ فرما چکا ہو

تا کہ ایک وقت مقررہ تک فیصلہ مؤخر رکھا جائے گا، تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا۔ بے شک جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا ہے وہ اس کی طرف سے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ اسی کے لیے دعوت دیں جیسا کہ خدا نے آپ کو حکم دیا ہے اس کے مطابق مضبوطی سے قائم ہو۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور آپ کہہ دیں کہ خدا نے جو کتاب اُتاری ہے۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور کہہ دیں کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔

اللہ ہمارا اور تمھارا رب ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں۔ ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی بحث نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور بازگشت اسی کی طرف ہے۔ اللہ کی دعوت پر لبیک کیے جانے کے بعد جو لوگ خدا کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کی دلیل ان کے رب کے ہاں بالکل لغو ہے اور ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے۔ تمھیں کیا خبر شاید فیصلہ کی گھڑی قریب آ چکی ہو۔ جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور وہ جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے خوف زدہ رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے۔ آگاہ رہو کہ جو لوگ اس گھڑی کے آنے میں شک ڈالنے والی بحثیں کرتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دُور نکل چکے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، رزق عطا کرتا ہے وہ قوت والا اور غلبہ رکھنے والا ہے۔

حٰمٓ، عٓسٓقٓ کیا ہیں؟

معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ حٰمٓ، عٓسٓقٓ مخففات کا مجموعہ ہے۔ ''حآ'' کا مقصد ہے کہ اللہ حکیم ہے۔ ''میم'' کا مقصد ہے کہ اللہ مُثبت (ثابت رکھنے والا) ہے۔ ''عین'' سے اللہ کے عالم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ''سین'' سے اللہ کے

اسم "سمیع" کی طرف اشارہ ہے۔ "قاف" سے اللہ کے "قادر و قوی" ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حٰمٓ عٓسٓقٓ جدا جدا حروف ہیں، جب اسے رسول یا کوئی امام جمع کرتے ہیں تو ان حروف سے اسمِ اعظم تشکیل پاتا ہے اور جب وہ اس اسم اعظم کا واسطہ دے کر کوئی حاجت طلب کرتے ہیں تو حاجت فوراً پوری ہوتی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حٰمٓ عٓسٓقٓ میں قائم آلِ محمدؑ کی حکومت کی میعاد بیان کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں "قاف" ایک سبز زمرد کا پہاڑ ہے جو پوری دنیا کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آسمان کی سبزی اس پہاڑ کی وجہ سے ہے۔ اور ہر چیز کا علم "عسق" میں ہے۔

قولہ تعالیٰ: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ

"قریب ہے کہ آسمان اس کی ہیبت کی وجہ سے اُوپر سے شگافتہ ہو جائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور اہلِ زمین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ملائکہ صرف مومن اور توبہ گزار شیعوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ یہاں آیت کے الفاظ عام ہیں اور معنیٰ خاص ہے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ کے متعلق کہا کہ ملائکہ زمین پر رہائش پذیر اہلِ ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عرش کے گرد رہنے والے فرشتے خدا کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور وہ تسبیح سے تھکتے نہیں ہیں اور وہ زمین پر رہنے والے اہلِ ایمان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

مکہ کو اُم القریٰ کہنے کی وجہ؟

قولہ تعالیٰ: لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

"تاکہ آپ بستیوں کے مرکز مکہ اور اس کے گردا گرد کی آبادی کو خبردار کر سکیں"۔

مکہ کا ایک نام "اُم القریٰ" بھی ہے۔ اُم مرکز کو کہا جاتا ہے اور اُم القریٰ بستیوں کا مرکز۔ بالفاظ دیگر مرکزی بستی۔ مکہ کے گرد کافی آبادیاں تھیں اور مکہ ان کا مرکزی مقام تھا۔ اسی لیے مکہ کو "اُم القریٰ" کہا گیا۔

البتہ تفسیر قمی میں اس نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مکہ کو "اُم القریٰ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین بچھانے کی ابتداء اس جگہ سے کی تھی کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۶)

"بے شک سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ مکہ میں ہے، مبارک ہے اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے"۔

علل الشرائع میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "اُمی" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ مکی تھے اور مکہ کو "اُم القریٰ" کہا جاتا ہے، لہٰذا مکہ میں رہنے والا ہر شخص "اُمی" ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

علی بن اسباط نے بھی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آنحضرت کو "اُمی" کہنے کی یہی وجہ نقل کی ہے۔

تفسیر قمی میں ایک طویل واقعہ مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اپنے والد کے زمانۂ خلافت میں شاہِ روم کی دعوت پر اس کے پاس گئے تھے اور وہاں بہت سے سوال و جواب ہوئے۔ شاہِ روم نے آپ سے پوچھا: مرنے کے بعد اہلِ ایمان کی روحیں کہاں جاتی ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہر شب جمعہ بیت المقدس کی چٹان کے پاس جمع ہوتی ہیں اور یہ جگہ اللہ کا قریبی عرش ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں سے زمین کو پھیلایا تھا اور یہیں سے سمیٹے گا اور مقامِ حشر بھی یہیں ہوگا۔ اور ہمارے رب نے یہاں سے ہی عرش پر "استیلاء" قائم کیا تھا۔

شاہِ روم نے پوچھا کہ اچھا یہ بتائیں کہ کفار کی اَرواح کہاں جمع ہوتی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ملکِ یمن کی وادی حضرموت میں جمع ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک آگ مشرق میں پیدا کرے گا اور ایک آگ مغرب میں پیدا کرے گا اور ان دونوں کے پیچھے دو تیز و تند ہوائیں ہوں گی۔ تمام لوگ بیت المقدس کے صخرہ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ اہلِ ایمان دائیں طرف اور اہلِ کفر بائیں طرف ہوں گے۔ جنت و دوزخ کا فیصلہ یہاں پر کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۝

"ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا"۔

امالی صدوق میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے جسے بشر بن غالب کہا جاتا تھا، امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل، آیہ ۷۱) کی وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: امام رہنما کو کہا جاتا ہے اور ایک امام وہ ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے اور لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ایک امام وہ ہے جو گمراہی کی دعوت دیتا ہے اور لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں۔

ہدایت کی دعوت دینے والا اپنے پیروکاروں سمیت جنت میں ہوگا اور گمراہی کی دعوت دینے والا اپنے پیروکاروں سمیت دوزخ میں جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝ "ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا۔ خطبہ کے دوران آپؐ نے دایاں ہاتھ بلند کیا، اس کی مٹھی بند تھی۔ آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو کہ میری اس مٹھی میں کیا ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: آپؐ خود ہی بیان فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: میری مٹھی میں اہلِ جنت کے نام ہیں اور ان کے ساتھ ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام بھی ہیں۔ قیامت تک جتنے لوگ جنت میں جائیں گے ان سب کے نام اس وقت میری مٹھی میں بند ہیں۔ پھر آپؐ نے بایاں ہاتھ اٹھایا اور اس کی مٹھی بند تھی۔

آپؐ نے فرمایا: لوگو! جانتے ہو کہ میری اس مٹھی میں کیا ہے؟

سب حاضرین نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اس میں تمام اہلِ دوزخ کے نام اور اُن کے آباء اور قبائل کے نام موجود ہیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو کہ انصاف پر مبنی ہے۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا اس حالت میں تشریف لائے کہ آپؐ کے دائیں ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور بائیں ہاتھ میں

بھی ایک کتاب تھی۔

آپؐ نے دائیں ہاتھ کی کتاب کو کھول کر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس کتاب میں اہلِ جنت اور ان کے آباء و قبائل کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جنت میں وہی جائیں گے جن کے یہاں نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے نہ تو ایک فرد کم ہوگا اور نہ ایک فرد زیادہ ہوگا۔

پھر آپؐ نے بائیں ہاتھ میں موجود کتاب کو کھول کر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس کتاب میں اہلِ نار اور ان کے آباء اور ان کے قبائل کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں نہ تو ایک کا اضافہ ہوگا اور نہ ہی ایک کی کمی ہوگی۔

قولہ تعالیٰ: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

"اگر خدا چاہتا تو ان سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ خدا کو تمام اختیارات حاصل ہیں، اگر وہ سب کو ملائکہ کی طرح سے معصوم بنانا چاہتا تو بنا سکتا تھا لیکن اس نے ایک ایسا نظام تشکیل دیا ہے جو رحمت کے لائق ہوتا ہے اُسے رحمت میں جگہ دے دیتا ہے اور ظالموں کو اس حالت میں چھوڑتا ہے کہ ان کا کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہوتا۔

اور وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ سے مذہبی اختلافات مراد ہیں اور لوگوں نے اپنے لیے جن ادیان کا انتخاب کیا ہوا ہے ان سب اُمور کا فیصلہ خدا نے کرنا ہے۔

خدا کی کوئی مثال نہیں ہے

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ ہم سے پہلے آپ کے ماننے والے توحید میں اختلاف کرتے تھے۔ کوئی کہتا ہے خدا مجسم ہے، کوئی کہتا تھا کہ خدا صورت ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے خط سے جواب لکھا: وہ ذات پاک ہے جس کی نہ تو حد بندی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی توصیف کی جاسکتی ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

واضح رہے کہ اسی مضمون کی دو اور روایات بھی الکافی میں موجود ہیں جنہیں ہم بغرض اختصار ترک کر رہے ہیں۔ (من المترجم عفی عنہ)

حمزہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا اور پوچھا کہ کیا خدا کو جسم و صورت سے

متصف ماننا جائز ہے؟ آپؑ نے جواب میں لکھا: وہ ذات ہر عیب سے پاک ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے جو نہ تو جسم ہے اور نہ ہی صورت ہے۔

شیخ الطائفہ نے مصباح میں امیر المومنین علی علیہ السلام کا ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی فرمائے: ''کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ ہر شے کا تعلق خدا کی مشیت سے ہے اور کوئی بھی بننے والی چیز بنانے والے کے مشابہ نہیں ہوسکتی۔

عیون الاخبار کے آخر میں مسائلِ شرعی کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ یہ وجوہات امام علی رضا علیہ السلام کی بیان کردہ ہیں۔ چنانچہ اس باب میں موجود ایک سوال اور اس کا جواب کچھ یوں ہیں:

سوال: لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ کا عقیدہ رکھنا کیوں ضروری ہے؟ اور اسلامی تعلیمات میں اس پر اتنا زور کیوں دیا گیا؟

جواب: اس کی چند وجوہات ہیں: ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ عبادت و اطاعت سے اس ذاتِ واحد کا قصد کریں، دوسروں کا قصد نہ کریں اور اپنے رازق، صانع اور رازق کا معاملہ ان پر مشتبہ نہ ہونے پائے۔

علاوہ ازیں لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ کا عقیدہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو تو وہ امکان یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ تسلیم کر لے کہ یہ بت اور مورتیاں جو ان کے آباء و اجداد نے بنائی تھیں اور سورج، چاند اور آگ اس کے معبود ہیں۔

کتاب التوحید میں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ اللہ کی کوئی مثل نہیں ہے کہ وہ اپنی مثل سے پہچانا جائے۔ ایک اور خطبہ میں آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی خلقت کے وقت اس کی حد بندی کی، تاکہ ہر چیز اشتباہ اور تشابہات سے جدا رہے۔

ایک اور خطبہ میں فرمایا: کسی کے بھی ذہن و عقل میں اس کی مثال قائم نہیں ہوسکتی، کیونکہ ذہن میں ہمیشہ مخلوق کی مثال آیا کرتی ہے۔ ہر چیز اپنی مثال سے مشابہت رکھتی ہے۔ اللہ کی نہ تو مثال ہے اور نہ اس کی کوئی شبیہہ ہے۔

حاتم بن ماہویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ خدا کی کم از کم معرفت کے لیے کیا عقیدہ رکھنا کافی ہے؟

آپؑ نے جواب میں لکھا کہ یہ ماننا ضروری ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور وہ ازل سے سمیع، بصیر اور علیم ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے توحید کے متعلق پوچھا اور کہا کہ کیا میں اُسے اپنے احاطۂ وہم میں لاسکتا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو چیز تیرے وہم میں آئے گی وہ خدا نہ ہوگی کوئی اور چیز ہوگی۔ کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے اور اوہام اس کا اِدراک نہیں کرسکتے۔ جو عقل و وہم کی حدود سے ہی بلند ہوں وہ بھلا وہم وگمان میں کیا آئے گا؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: توحید کے متعلق لوگوں کے تین قسم کے نظریات ہیں: ① نفی ② تشبیہ ③ اثبات بغیر تشبیہ۔ نفی کا نظریہ صحیح نہیں ہے اور تشبیہ کا نظریہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ کوئی بھی چیز خدا کے مشابہ نہیں ہے۔ صرف اثبات بلاتشبیہ کا تیسرا نظریہ ہی صحیح ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ پر لفظ "شے" کا اطلاق کرنا صحیح ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، تم اُسے لفظ "شے" سے تعبیر کرسکتے ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اسے تشبیہ اور تعطیل کی دونوں حدوں سے باہر رکھو۔

عیون الاخبار میں امام علی رضا علیہ السلام سے مسئلہ توحید پر پورا خطبہ منقول ہے۔ اس خطبہ کا ایک اقتباس یہ ہے:

ہم کہتے ہیں کہ اللہ سمیع ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عرش سے فرش تک خدا ہر ایک کی گفتگو سنتا ہے اور مختلف زبانیں اس پر مشتبہ نہیں ہوتیں۔ اور جب ہم لفظ سمیع کہتے ہیں تو یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ سنتا ہے، لیکن وہ حاسہ سماعت کا محتاج نہیں ہے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ خدا بصیر ہے تو وہ حاسۂ چشم کے بغیر دیکھتا ہے، وہ تاریک رات میں سیاہ چٹان پر سیاہ رنگ کی چھوٹی سی چیونٹی کو بھی دیکھتا ہے اور وہ اس کے فوائد، نقصانات اور ان کے عملِ تولید اور ان کے انڈوں اور بچوں تک دیکھتا ہے، وہ بصیر ہے، لیکن اُس کے دیکھنے کا وہ انداز نہیں ہے جو اس کی مخلوق کا ہے۔

شریعت کی ابتدا حضرت نوحؑ سے ہوئی

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

"اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے ہم

G31

نے آپؐ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں کہ تم دین کو قائم کرو اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار گزرتی ہے جس کی تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے"۔

اصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے قوم سے کہا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں۔ پھر نوح علیہ السلام سے ان سے کہا کہ تم میری اطاعت کرو۔ تم لوگ خدائے واحد کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔

ان کے بعد جملہ انبیاءؑ و رسل نے یہی پیغام اپنی اُمتوں تک پہنچایا یہاں تک کہ ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰؐ تک پہنچا۔ آنحضرتؐ نے بھی لوگوں کو یہی پیغام دیا کہ اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔

چنانچہ جس بھی نبی کے اُمتی نے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی اور نبیؐ کی اطاعت کی اور جو کچھ نبیؐ پر اُتارا گیا، اس پر ایمان لایا اور اُس عقیدہ پر مر گیا تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، کیونکہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ خدا کا اصول ہے کہ جب تک وہ لوگوں کو محرمات سے باخبر نہ کر دے اس وقت تک ان کے ارتکاب پر عذاب نہیں دیتا۔

پھر جب کچھ لوگ نبی کی پیروی کرنے لگتے ہیں تو پھر اللہ ان میں سے ہر نبی کے لیے طریقہ اور راستہ مقرر کر دیتا ہے، وہ شریعت نبیؐ کا راستہ اور سنت کہلاتی ہے۔

رسولِ اکرمؐ کا امتیاز

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوح، ابراہیم، موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی شریعتیں دے کر مبعوث کیا۔ چنانچہ ان شریعتوں کے پیغامات یعنی توحید، اخلاص، ترکِ شرک، فطرتِ حنیفیت جس میں رُہبانیت اور بن باس شامل نہیں ہے، اِن تمام پیغامات کا آنحضرتؐ کو حامل بنایا۔

آپؐ کا امتیاز یہ ہے کہ آپ کی شریعت میں پاکیزہ اشیاء کو حلال قرار دیا گیا اور ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیا گیا۔ آپؐ نے لوگوں پر پڑے ہوئے بوجھ کو اُتارا اور انہیں ان زنجیروں سے رہائی دلائی جن میں اُس وقت کا معاشرہ جکڑا ہوا تھا۔

G31

اللہ نے آپؐ پر نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کو فرض کیا اور آپؐ پر حلال وحرام، میراث، حدود، فرائض اور جہاد فی سبیل اللہ کے احکام نازل فرمائے۔

اللہ نے آپ کو اضافی طور پر وضو عطا کیا اور سورۂ فاتحہ اور البقرہ کی آخری آیات اور مفصلات کے ذریعہ سے آپ کو فضیلت دی گئی اور آپؐ کے لیے مالِ غنیمت اور مالِ فے کو حلال کیا گیا اور آپ کو خصوصی رعب عطا کر کے قدرت کی طرف سے آپ کی مدد کی گئی۔ آپؐ کے لیے پوری زمین کو سجدہ گاہ اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا۔ آپ کو ہر سفید فام، سیاہ فام اور جن وانس کے لیے مبعوث کیا گیا۔ اللہ نے آپ کو جزیہ لینے کی اجازت دی۔ آپؐ نے مشرکین کو قید کیا اور ان سے فدیہ لے کر انھیں آزاد کیا۔ خدا نے آنحضرت کو جہاں اتنے امتیازات عطا کیے تو وہاں آپؐ کے لیے تکلیف شرعی بھی وہ مقرر ہوئی جو کسی نبی کے لیے نہیں تھی۔ چنانچہ آسمان سے آپؐ پر ایک تلوار اُتاری گئی جس کے ساتھ نیام موجود نہیں تھی اور آپؐ سے یہ کہا گیا:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (النساء:۸۴)

''اب آپ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور آپ اپنے نفس کے علاوہ دوسروں کے مکلّف نہیں ہیں''۔

روضہ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: شریعتِ نوحؑ کے چیدہ نکات یہ تھے:

① پورے اخلاص سے خدا کو واحدہٗ لاشریک مانیں اور یہ وہ فطرت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اسی فطرت کا وعدہ نوح علیہ السلام اور باقی انبیاءؑ سے لیا گیا تھا۔

② خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

③ نماز قائم کریں۔

④ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال رکھیں۔

⑤ حلال وحرام کی پابندی کریں۔

اس کے علاوہ ان پر باقی حدود وفرائض اور میراث کے احکام نازل نہیں کیے گئے تھے۔

شاہ عبدالعظیمؑ اپنے عقائد کو امام کے سامنے پیش کرتے ہیں

شیخ صدوقؒ کتاب التوحید میں حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ میں

اپنے آقا و مولا حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت مین حاضر ہوا۔ امام علی نقی علیہ السلام کی مجھ پر نظر پڑی تو آپؑ نے فرمایا:

اے ابوالقاسم! آپ کو خوش آمدید! آپ ہمارے حقیقی دوست ہیں۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کے سامنے اپنا دین پیش کرنا چاہتا ہوں، اگر یہ صحیح ہے اور آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں تو میں مرتے دم تک اس پر قائم رہوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوالقاسم! بیان کرو۔

میں نے عرض کیا: میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ وہ حدِ ابطال اور حدِ تشبیہ سے باہر ہے۔ وہ نہ تو مجسم ہے اور نہ صورت ہے اور نہ ہی عرض ہے اور نہ ہی جوہر ہے۔ وہ اجسام کو جسمانیت دینے والا ہے اور صورتوں کو تصویر دینے والا ہے اور وہ اعراض و جواہر کا خالق ہے۔ اور وہ ہر چیز کا رب، مالک، خالق اور ایجاد کرنے والا ہے۔

میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ اللہ کے عبد اور رسولؐ ہیں اور آپ خاتم النبیینؐ ہیں۔ آپؐ کے بعد روزِ قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ اُمت کے امام اور رسولؐ خدا کے جانشین اور ولی امر ہیں۔

ان کے بعد حسنؑ ہیں، ان کے بعد حسینؑ ہیں، ان کے بعد علیؑ بن الحسینؑ ہیں، ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ہیں، ان کے بعد جعفرؑ بن محمدؑ ہیں، ان کے بعد موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں، ان کے علیؑ بن موسیٰؑ ہیں، ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ہیں۔ ان کے بعد آپؑ میرے آقا و مولا ہیں۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد میرا فرزند حسنؑ امام ہے۔ نجانے ان کے بعد ان کے بیٹے کے دور میں لوگوں کی کیا حالت ہوگی؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ! کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: ان کی شخصیت دکھائی نہ دے گی اور ان کا نام لے، ان کا ذکر کرنا حلال نہ ہوگا جب تک ان کا ظہور نہ ہو جائے۔ پھر جب ان کا ظہور ہوگا تو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

میں نے کہا: میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ ان کا دوست خدا کا دوست ہے اور ان کا دشمن خدا کا

دشمن ہے۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ معراج حق ہے، قبر کے سوال و جواب حق ہیں، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، صراط حق ہے، میزان حق ہے اور یہ کہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ اہلِ قبور کو اُٹھائے گا۔

اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ولایت کے بعد واجب فرائض میں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شامل ہیں۔ یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوالقاسم! خدا کی قسم! یہ خدا کا وہ دین ہے جسے اُس نے اپنے بندوں کے لیے چنا ہے۔ اس پر ثابت قدم رہ۔ خدا تجھے قولِ ثابت کے ساتھ دنیا و آخرت میں ثباتِ قدم عطا فرمائے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے میرے کلام کی اپنی رائے سے تفسیر کی اور جس نے مجھے میری مخلوق سے تشبیہ دی، اس نے مجھے پہچانا ہی نہیں ہے اور جو شخص میرے دین میں قیاس کرے وہ میرے دین پر ہی نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: توحید آدھا دین ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پرہیزگاری تمہارے دین کا افضل ترین حصہ ہے۔ ابن عمر نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا: دین کی سمجھ بوجھ سب سے بہتر عبادت ہے اور پرہیزگاری دین کا افضل ترین حصہ ہے۔

اُصولِ کافی میں حمزہ بن حمران سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے "استطاعت" کے متعلق دریافت کیا، اُنہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔

میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے کہا: خدا آپ کا بھلا کرے۔ میرے دل میں ایک بات اٹک گئی ہے اور جب تک آپ سے کچھ نہ سنوں گا وہ بدستور اٹکی رہے گی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تک وہ دل میں ہے تجھے کوئی نقصان نہ دے گی۔

میں نے عرض کیا: میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ نے اپنے بندوں کو ایسی کوئی تکلیف نہیں دی جس کی ان کے پاس استطاعت نہ ہو۔ اور طاقت کے مطابق ہی اس نے تکلیف دی ہے اور بندوں کے تمام اعمال اللہ کے ارادہ، مشیت، قضا قدر کے ساتھ وابستہ ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ خدائی دین ہے جس پر میں اور میرے بزرگ تھے۔

اسماعیل جعفی راوی ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا اس کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ صحیفہ کسی جھگڑالو کا تیار کردہ ہے۔ اس نے اس دین کے متعلق پوچھا ہے جس کے تحت عمل قبول ہوتے ہیں۔ آنے والے نے کہا: حضرتؑ میں بھی یہی چیز پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: قبولیتِ عمل کی شرط یہ ہے کہ انسان اشھد ان لا الٰه الا اللّٰه وحدہ لاشریك له وان محمدا عبدہ ورسوله کا اقرار کرے۔ اور یہ اقرار کرے کہ رسول کریمؐ نے جو کچھ پیش کیا ہے خدا کی طرف سے پیش کیا ہے اور قبولیتِ عمل کے لیے ضروری ہے کہ انسان ہم اہلِ بیتؑ کی ولایت کو قبول کرے اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے اور ہمارے فرمان کے سامنے گردن جھکا دے اور اس کے ساتھ پرہیزگاری اور تواضع کی صفات کو اپنائے۔ ہمارے قائمؑ کی حکومت کا انتظار کرے۔ جب خدا چاہے گا تو ہمیں حکومت دے گا۔

عمرو بن حریث کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپؑ اپنے بھائی عبداللہ بن محمد کے گھر میں تھے۔ میں نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ یہاں کیوں آئے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں گوشہ نشینی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو میں اپنا دین آپؑ کی خدمت میں پیش کروں؟

آپؑ نے اجازت دی تو میں نے عرض کیا: میں اشھد ان لا الٰه الا اللّٰه وحدہٗ لاشریك له وان محمداً عبدہ ورسوله کی گواہی دیتا ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ قیامت ضرور قائم ہوگی اور اللہ تعالیٰ اہلِ قبور کو مبعوث فرمائے گا۔ میں نماز کی ادائیگی، زکوٰۃ، ماہِ رمضان کے روزوں اور بیت اللہ کے حج کو فرض مانتا ہوں۔

اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیرالمومنین علی علیہ السلام کو اپنا ولی و سرپرست مانتا ہوں۔ ان کے بعد حسنؑ و حسینؑ کو اپنا ولی مانتا ہوں۔ پھر علی بن الحسینؑ اور محمد بن علیؑ کو اپنا ولی مانتا ہوں۔ ان کے بعد میں آپؑ کو اپنا امام اور ولی مانتا ہوں۔ اسی عقیدہ پر میں زندہ رہوں گا اور اسی عقیدہ پر مروں گا اور یہی عقیدہ لے کر خدا کے سامنے حاضری دوں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ جو تم نے بیان کیا ہے اسی کو اللہ نے دین بنا کر بھیجا ہے اور میرا اور میرے آباء کا بھی یہی دین ہے۔ میں ظاہر و باطن میں یہی عقیدہ رکھتا ہوں۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھی گفتگو کے علاوہ زبان سے اور کچھ نہ نکالو اور یہ بھی مت کہو کہ میں خود بخود ہدایت پا گیا۔ اس کے لیے خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس کی ہدایت دی ہے اور نیکوکار بنو، تاکہ لوگ تمہاری موجودگی اور عدمِ موجودگی میں تمہارا شکوہ نہ کریں اور تقیہ کر کے لوگوں کو اپنی

گردن پر سوار ہونے کا موقع نہ دو۔

تفسیر قمی میں شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ ......کی آیتِ مجیدہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ تاویل منقول ہے کہ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ ......امام مراد ہے، اور وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ امیر المومنینؑ کے متعلق کنایہ ہے۔ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ سے ولایتِ علیؑ مراد ہے۔ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ حضرت علیؑ کے متعلق کنایہ ہے۔

قوله تعالیٰ: وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتٰبٍ

''اور آپ کہہ دیں کہ اللہ نے جو کتاب اُتاری ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں''۔

کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتاب اور وحی نازل کی ہے۔ عربی زبان ہی میں نازل کی ہے، البتہ ہر نبی کو اپنی زبان میں ہی وحی سنائی دیتی تھی۔ جب رسولؐ خدا لوگوں سے بات کرتے تھے تو آپؐ عربی زبان میں ہی کیا کرتے تھے۔ اگر آپؐ کے سامعین میں کوئی غیر عرب ہوتا تو اُسے اپنی زبان میں گفتگو سنائی دیتی تھی اور رسولؐ خدا کے ساتھ جو بھی شخص جس زبان میں گفتگو کرتا آپؐ کو اس کی گفتگو عربی ہی میں سنائی دیتی تھی اور جبریلؑ امین ترجمانی کیا کرتے تھے۔

قوله تعالیٰ: لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حدیثِ پاک میں مذکور ہے کہ تین چیزیں نجات دیتی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرتی ہیں، نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں:

① خوشی اور ناراضگی میں عدل کرنا۔ ② امارت و غربت میں میانہ روی سے خرچ کرنا۔ ③ خلوت و جلوت میں خدا سے ڈرتے رہنا۔

ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں:

① وہ بخل جس کی پیروی کی جائے ② وہ خواہش جس کی اتباع کی جائے ③ اپنے آپ پر فریفتہ ہونا۔ (خود پسندی)

قوله تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ

''اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا اور میزان کو اُتارا''۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ میزان سے امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں۔ اسی طرح سے سورۂ رحمٰن میں ووضع المیزان سے بھی آپ ہی مراد ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾

"جو شخص آخرت کی کھیتی کی خواہش کرے تو ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا خواہش مند ہو تو ہم اسے اسی میں سے عطا کرتے ہیں۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ کیا ان کے لیے ایسے شرکاء بھی ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کے وہ طریقے قائم کیے ہیں۔ جن کی خدا نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کے دن کا پہلے سے وعدہ نہ ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔
آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال کی بدولت خوفزدہ ہوں گے اور خوف تو ان پر آنا ہی ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ وہ جنات کے باغات میں ہوں گے۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی وہ خواہش کریں گے اور یہ بڑی فضیلت ہے۔
یہ وہی فضیلت ہے جس کی خوش خبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کے اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مودت رکھو اور جو کوئی نیکی حاصل کرے گا تو ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے۔ بے شک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔
کیا یہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ نے خدا پر جھوٹ تراشا ہے جب کہ خدا چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا سکتا ہے۔ اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت اور پائیدار بناتا ہے۔ بے شک وہ سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اور وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ اسے جانتا ہے۔

اس دعوت کو وہ قبول کرتے ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔ اللہ اپنے فضل سے ان کے اجر میں اضافہ کرتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے"۔

طالبِ دنیا کو دنیا اور طالبِ آخرت کو آخرت ملتی ہے

قوله تعالٰی: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۝

"جو شخص آخرت کی کھیتی کی خواہش کرے تو ہم اُس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا خواہش مند ہو تو ہم اُسے اس میں سے ہی عطا کرتے ہیں اور آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو دنیاوی فوائد کے لیے علمِ حدیث حاصل کرے گا تو آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے خطبہ دیا اور خطبہ کے دوران آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! مال و اولاد دنیا کی کھیتی ہے اور عملِ صالح آخرت کی کھیتی ہے۔ کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنھیں خدا دونوں طرح کی کھیتیاں عطا کر دیتا ہے۔ جن چیزوں سے خدا نے تمہیں ڈرایا ہے ان سے ڈرتے رہو اور نیک عمل بجا لاؤ، لیکن اس میں ریاکاری اور شہرت کی خواہش موجود نہ ہو۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کا مطمحِ نظر دنیا ہو تو اللہ اُس کی آنکھوں میں فقر رکھ دیتا ہے اور اُسے دنیا بھی صرف اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے مقدر میں لکھی گئی ہے اور جس کی نیت آخرت ہو تو اللہ اس کے خاندان کو جمع رکھے گا اور اس کے دل کو غنی بنا دے گا اور دنیا سر جھکا کر اس کے پاس آئے گی۔

قوله تعالٰی: تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۝

"آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال کی وجہ سے خوفزدہ ہوں گے اور خوف تو ان پر آنا ہی ہے۔ وہ

لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے وہ جنات کے باغات میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے ہاں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی وہ خواہش کریں گے اور یہ بڑی فضیلت ہے"۔

اگرچہ آیت میں تمام ظالموں کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے خوفزدہ ہوں گے، جب کہ خوف ان پر آنا ہی ہے۔ اس آیتِ مجیدہ میں تمام ظالموں کے لیے وعید سنائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے مقدر میں خوف ہوگا۔ تفسیر قمی میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت جہاں تمام ظالموں کے لیے وعید ہے وہاں آلِ محمدؐ پر ظلم کرنے والوں کے لیے خصوصی طور پر وعید ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو "کلمہ" پر ایمان لائے اور اس کی اتباع کی اور ان کے متعلق فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنات کے باغات میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے ہاں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی وہ خواہش کریں گے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے"۔

تبلیغ رسالت کی اُجرت

قُلْ لَّآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

"آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کے اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مؤدت رکھو"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے مدینہ تشریف لائے تو انصار آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنہوں نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور آپؐ کو ہمارا مہمان ٹھہرایا۔ آپؐ کی وجہ سے ہمارے دوست ہم پر خوش ہوئے اور ہمارے دشمن رُسوا ہوئے۔ آپؐ کے پاس وفود آتے رہتے ہیں، لیکن آپؐ کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی جو اُنھیں عطا کریں۔ اس وجہ سے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ہماری جائیداد حاضر ہے۔ آپؐ اس میں تہائی جائیداد لے لیں، تاکہ اگر وفود آئیں تو آپؐ کے پاس اُنہیں دینے کے لیے کچھ نہ کچھ موجود ہو۔

آنحضرتؐ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ آپؐ اپنے پروردگار کے حکم کے منتظر رہے۔ جبریل امینؑ خدا کی طرف سے یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

"آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کے اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مؤدت رکھو"۔

آنحضرتؐ نے انصار کی دولت قبول نہ کی۔ جب منافقین نے یہ آیت سنی تو کہنے لگے: یہ جملے اللہ نے ان پر نہیں اُتارے، یہ ان کے خودساختہ جملے ہیں۔ محمدؐ کی خواہش ہے کہ اپنے خاندان بالخصوص اپنے ابن عم کو ہم پر ترجیح دے اور اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرے۔ ابھی چند دن قبل اُنہوں نے من كنت مولاه فعلی مولاه کا اعلان کیا تھا۔ اور آج قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی آیت سنا رہے ہیں۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب اسلام کچھ مضبوط ہوا تو مہاجرین وانصار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپؐ کے گھریلو اخراجات بھی ہیں اور آپ کے پاس باہر سے وفود بھی آتے رہتے ہیں۔ ہماری جان و مال کے آپ مالک ومختار ہیں۔ آپ ہمارے مال میں سے جسے چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر روح الامین کو نازل کیا اور وہ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(آپ کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مؤدت رکھو)۔

منافقین نے جب اس آیت کو سنا تو کہنے لگے کہ ہمارا خیال ہے، یہ کلمات خدا نے نازل نہیں کیے۔ یہ سب کچھ محمدؐ نے اپنی طرف سے باتیں گھڑی ہیں اس ذریعہ سے وہ اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنا چاہتے ہیں۔

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ① (احقاف، آیہ ۸)

"تو کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے افتراء کیا ہے تو آپ کہہ دیں کہ اگر میں نے افترا کیا ہے تو

تم میرے کام آنے والے نہیں ہو اور خدا خوب جانتا ہے کہ تم اس کے بارے میں کیا کیا باتیں کرتے ہو، میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے وہی کافی ہے وہی بہت بخشنے والا اور مہربان ہے"۔

رسولؐ خدا نے مہاجرین وانصار کو طلب کیا اور ان سے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے کوئی غلط سلط بات کہی تھی۔

کچھ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ! کچھ آدمیوں نے بہت بڑی بات کی تھی جو ہمیں سخت ناگوار گزری ہے۔

اس وقت رسولؐ خدا نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ صحابہ سن کر رونے لگے۔ ان کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝

"وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کرتا ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اسے جانتا ہے"۔

مجمع البیان میں عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ جب رسول اکرمؐ مدینہ تشریف لائے اور اسلام کو استحکام حاصل ہوا تو انصار نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور کہا: ہمیں چاہیے کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس جائیں اور ان سے جا کر کہیں کہ ہماری تمام جائیداد آپؐ کے لیے حاضر ہے، آپؐ جس طرح سے چاہیں انھیں تصرف میں لائیں۔

چنانچہ وہ اس صلاح مشورہ کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنہوں نے آپ کو اپنی تمام جائیداد اور دولت کی پیش کش کی۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

انصار اُٹھ کر چلے آئے۔ منافقین نے کہا: محمدؐ نے یہ بات اپنی طرف سے گھڑ لی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کا خاندان ہمیشہ ہم پر حکمرانی کرتا رہے۔

اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا......

رسولؐ خدا نے انصار کو اپنے پاس طلب کیا اور اُنہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ مخلص صحابہ آیت کو سن کر زور زور سے رونے لگے۔ اس پر خدا کو ان پر ترس آ گیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝

"وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کرتا ہے اور تم جو کچھ کر

رہے ہو وہ اسے جانتا ہے"۔

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا

"جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے وہی لوگ دعوتِ الٰہی کو قبول کرتے ہیں"۔

روضۂ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ (ص، آیہ ۸۶)

"آپ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کی اُجرت نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کر کے غلط بیانی کرنے والا نہیں ہوں"۔

منافقین نے یہ آیت سنی تو کہنے لگے: ہو نہ ہو محمدؐ اپنا اجر اہلِ بیتؑ کی عزت وعظمت کی شکل میں مانگے گا۔ اسے بیس برس ہوئے کہ ہم پر حکمرانی کر رہا ہے اور اپنے بعد میں اپنے خاندان کو ہماری گردن پر سوار کرنا چاہتا ہے۔ اگر محمدؐ مارا گیا یا طبعی موت مرا تو ہم اس کے اہلِ بیتؑ سے حکومت چھین لیں گے اور پھر کبھی ان میں دوبارہ حکومت نہیں جانیں دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو منافقین کی گفتگو سے باخبر کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۴﴾

"کیا یہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ نے خدا پر جھوٹ تراشا ہے جب کہ خدا چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا سکتا ہے۔ اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور اپنے کلمات کے ذریعے سے حق کو ثابت اور پائیدار بناتا ہے۔ بے شک وہ سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے"۔

یعنی اللہ کو سب معلوم ہے کہ منافقین نے اہلِ بیتؑ رسول کو تباہ کرنے کے کیا کیا منصوبے بنا رکھے ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: انصار رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم آپؐ کو یہاں لے آئے اور ہم نے آپؐ کی مدد کی ہے۔ آپؐ ہم سے کچھ دولت قبول کریں اور اپنی ضروریات میں اُسے صرف کریں۔

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

اس کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات انسان کے کچھ دوست ہوتے ہیں۔ دوستی کے باوجود انسان کو اپنی اولاد کے متعلق اُن سے خدشات رہتے ہیں۔

اللہ نے چاہا کہ آنحضرت کو کوئی خدشہ باقی نہ رہے، اسی لیے اللہ نے آپؐ کے قرابت داروں کی مؤدت کو واجب قرار دیا، تاکہ مؤدت کریں تو فرض سمجھ کر کریں۔ اور اگر مؤدت کے تارک بنیں تو فرض کے تارک کہلائیں۔

لوگ آپؐ کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے، ان میں سے کچھ کہنے لگے۔ عجیب بات ہے۔ ہم نے اپنی دولت ان کی خدمت میں پیش کی ہے، لیکن اُنہوں نے دولت چھوڑ دی اور اس کے بجائے یہ کہا کہ مجھے دولت نہیں چاہیے، تم میرے بعد میرے اہلِ بیتؑ کے لیے جنگ کرو۔

دوسرے گروہ نے کہا: تم غلط کہتے ہو، رسولؐ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔ اس پر اللہ نے منافقین کے قول کو نقل کیا اور اس کی پُر زور مذمت فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

"کیا یہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ نے خدا پر جھوٹ تراشا ہے، جب کہ اگر خدا چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا سکتا ہے۔ اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو ثابت اور پائیدار کرتا ہے، بے شک وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے"۔

کتاب الخصال میں عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور خطبہ کے آخر میں یہ ارشاد فرمایا: "ہم وہ ہیں جن کی مؤدت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ حق کے بعد گمراہی ہی ہے تم کہاں بھٹک رہے ہو؟"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جسے میری اہلِ بیتؑ سے محبت نہیں ہے تو وہ تین میں سے ایک ہے:

① وہ یا تو منافق ہے ② وہ یا تو ولد الزنا ہے ③ یا اس کی ماں ایام حیض میں اس سے حاملہ ہوئی ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

"جو کوئی اچھائی کرے گا تو ہم اس کی اچھائی میں اضافہ کر دیں گے بے شک اللہ بہت بخشنے والا قدردان ہے"۔

اُصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس سے ہمارے فرمان کے سامنے

سر تسلیم خم کرنا اور ہمارے متعلق سچ کہنا اور ہم پر جھوٹ نہ باندھنا شامل ہے۔

کتاب عیون الاخبار میں ایک باب قائم کیا گیا ہے جس میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی اُمت اور عترت کے بارہ فرق گنوائے گئے ہیں۔ اس خطبے میں آپؑ نے فرمایا:

چھٹی قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى آیت کی ہے۔ رہتی دنیا تک یہ آیت رسولؐ خدا اور آپ کی اہلِ بیتؑ کی صداقت پر دلالت کرتی رہے گی۔

چھٹی آیت، آیتِ مودت ہے اور یہ رہتی دنیا تک آنحضرتؐ اور آپؐ کے خاندان کا طرۂ امتیاز رہے گی، کیونکہ قرآنِ مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول موجود ہے:

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (ہود، آیہ ۲۹)

''اے میری قوم! میں تم سے اس پر دولت تو نہیں چاہتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور میں اہلِ ایمان کو دھتکارنے والا بھی نہیں ہوں، کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے حضور پیش ہونے والے ہیں، البتہ میں تمہیں جاہل قوم تصور کرتا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے:

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (ہود، آیہ ۵۱)

''اے میری قوم! میں تم سے اس کی اُجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے کیا تمہیں عقل نہیں آتی''۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى آنحضرتؐ سے قبل کسی نبی کے قرابت داروں کی مودت واجب قرار نہیں دی گئی، لیکن آپؐ کے قرابت داروں کی مودت واجب قرار دی گئی۔ اللہ نے ان کی مودت کو اس لیے واجب کیا کہ خدا جانتا تھا کہ یہ خاندان دین سے کبھی منحرف نہ ہوگا اور گمراہی کی طرف کبھی نہیں پلٹے گا۔

اہلِ بیتؑ کی مودت فرض کرنے میں ایک اور راز بھی مضمر ہے کہ جو شخص آنحضرتؐ کے بعد آپؐ کی اہلِ بیتؑ سے

مؤدت رکھے گا تو رسول اکرمؐ بھی اس سے نفرت نہیں کریں گے۔ اور جو اہلِ بیتؑ سے محبت نہ رکھے تو آنحضرت کو بھی اس سے نفرت کرنے کا پورا حق ہوگا، کیونکہ ایسا شخص خدا کے مقرر کردہ فریضہ کا تارک ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کسی کو کیا فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔ جب اللہ نے اپنے حبیب کریمؐ پر آیتِ مؤدت نازل فرمائی تو آنحضرتؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

اے لوگو! اللہ نے تم پر ایک چیز فرض قرار دی ہے تو کیا تم اسے ادا کرو گے؟

یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ فریضہ سونے چاندی اور کھانے پینے کی شکل میں نہیں ہے تو کیا تم اسے ادا کرو گے؟

اس وقت حاضرین نے کہا: یارسولؐ اللہ! بیان فرمائیں۔ اُس وقت آپ نے صحابہ کے سامنے آیتِ مؤدت تلاوت فرمائی۔ مؤدت کے وجوب کے باوجود اُمت کی اکثریت نے اس فریضہ کو ادا نہیں کیا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے ایک خط میں یہ جملے تحریر فرمائے:

تمام حمد وثنا اس اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے اپنے نبی کی اہلِ بیتؑ کو مواریثِ نبوت کا وارث بنایا اور اُنہیں علم وحکمت عطا کیا اور اُنہیں امامت وخلافت کی معدن بنایا اور ان کی ولایت کو واجب قرار دیا اور ان کا مقام بلند کیا اور ان کی مؤدت کو تبلیغِ رسالت کی اُجرت قرار دیتے ہوئے فرمایا: قُلْ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

اللہ نے ان کی مؤدت کو یونہی فرض نہیں کیا اس سے قبل ان کی تطہیر کی گواہی دی اور فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

"اے اہلِ بیتؑ! اللہ تو بس یہ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دُور رکھے اور اس طرح تمہیں پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔ (الاحزاب، آیہ ۳۳)

شیخ الطائفہ امالی میں لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے۔ ان کے پاس بلور کا ایک جام تھا جو کہ مشک وعنبر سے بھرا ہوا تھا۔ رسولؐ خدا نے وہ جام لیا اور علیؑ کے ہاتھوں میں دیا۔ حضرت علیؑ نے وہ جام لیا اور حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں میں دیا۔ امام حسنؑ نے جام لیا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں میں دیا۔ جب وہ جام امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں میں پہنچا تو اس سے آواز آئی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! قُلْ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

کتاب علل الشرائع میں اسحاق بن اسماعیل سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اُسے ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے یہ تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے کچھ حقوق فرض کیے ہیں اور تمہیں ان کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، تاکہ تمہارا مال واولاد اور تمہارا کھانا پینا پاک ہوسکے اور اس کے عوض اللہ تمہیں برکت، نعمت اور ثروت عطا کرے اور اس طرح سے وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے فرمان پر اَن دیکھے عمل کون کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ اس آیت کے ذریعہ سے اللہ نے اہلِ بیتؑ کی مودت کو فرض قرار دیا ہے۔ اس حکمِ الٰہی کے لیے جو بھی کنجوسی کرتا ہے تو وہ اپنے لیے ہی کنجوسی کرتا ہے جب کہ اللہ غنی ہے اور تم مفلس ہو۔ جو تمہارے جی میں آئے کرتے رہو مگر اللہ، اس کا رسول اور اہلِ ایمان تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد تم خدا کے حضور پیش کیے جاؤ گے جو حاضر و غائب کے جاننے والا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔ نیک انجام اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے خطبہ دیا اور آپؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: لوگو! میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی مودت کو اللہ نے تمام مسلمانوں پر واجب کیا ہے اور فرمایا ہے: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۔

یاد رکھو اس "حسنہ" سے ہم اہلِ بیتؑ کی مودت مراد ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے ائمہ علیہم السلام کی مودت کو واجب قرار دیا گیا۔

مجمع البیان میں آیت مودت کے ضمن میں بہت سے اقوال بیان کیے گئے ہیں اور لکھا ہے کہ تیسرا قول یہ ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میرے قرابت داروں، میری عترت سے محبت رکھو اور یہی معنی حضرت امام زین العابدین، حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے منقول ہے۔

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی آیتِ مجیدہ نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کون ہیں جن کی مودت ہم پر خدا نے فرض کی ہے؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کی اولاد ہے۔

ابوالقاسم حسکانی نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو مختلف درختوں سے پیدا کیا اور مجھے اور علیؑ کو ایک ہی درخت سے پیدا کیا۔ چنانچہ اس شجر کی اصل میں ہوں اور علیؑ اس کی فرع ہے۔ فاطمہؑ اس کا بور ہے اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ جس نے اس درخت کی کسی ٹہنی کو پکڑ لیا تو اس نے نجات پائی اور جو اس سے منحرف ہوا وہ گمراہ ہوا۔

اگر کوئی بندہ ایک ہزار سال تک صفا و مروہ کے درمیان اللہ کی عبادت کرے۔ اس کے بعد پھر ایک ہزار سال تک مزید خدا کی عبادت کرے کہ اس کا جسم کسی پرانی مشک کی طرح سے بوسیدہ اور لاغر ہو جائے اور ہماری محبت سے وہ محروم ہوا تو اللہ اُسے اس کے نتھنوں کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

زاذان راوی ہیں کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: سورہ حم عسق (سورۂ شوریٰ) میں اللہ نے ہمارے متعلق آیت نازل فرمائی ہے۔ ہماری مؤدت کی حفاظت بس وہی کرے گا جو مومن ہوگا۔

(عرض مترجم ہے: امام شافعی نے کیا ہی خوب کہا تھا:

یا اهل بیت رسول الله حبکم — فرض من الله فی القران انزله

کفا کم من عظیم القدر انکم — من لم یصل علیکم لا صلاة له

''اے خاندانِ رسولؐ! آپؑ کی محبت خدا کی طرف سے فرض ہے اور اللہ نے اُسے قرآن میں نازل کیا ہے۔ آپؑ کے بلند مقام کے لیے یہی بات ہی کافی ہے کہ جو آپؑ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے''۔

حمیری قرب الاسناد میں لکھتے ہیں: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب رسولِ خدا پر آیت مؤدت نازل ہوئی تو رسولِ خدا نے خطبہ دیا اور فرمایا:

''اے لوگو! اللہ نے میرے لیے تم پر ایک حق واجب کیا ہے کیا تم اُسے ادا کرو گے؟''

لوگ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے تین بار یہی کلمات دُہرائے مگر کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ چوتھی بار آپؐ نے فرمایا: لوگو! وہ حق سونے چاندی اور خورد و نوش کی شکل میں نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: تو پھر بیان کریں وہ کون سا حق ہے؟

پھر آنحضرتؐ نے آیت مودت تلاوت کی۔ لوگوں نے کہا: اگر یہی حق ہے تو ہم ادا کریں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس حق کی ادائیگی کا اقرار سب نے کیا تھا مگر سات افراد کے علاوہ اس حق کو کسی نے ادا نہیں کیا اور وہ سات افراد یہ ہیں: (۱) سلمانؓ (۲) ابوذرؓ (۳) عمارؓ (۴) مقداد بن اسودؓ الکندی (۵) جابر بن عبداللہ انصاریؓ (۶) رسول اکرمؐ کا ایک آزاد کردہ غلام جس کو "ثبیتؓ یا ثمیتؓ" کہا جاتا تھا (۷) زید بن ارقمؓ۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگرد ابوجعفر احول سے فرمایا:

تمہارے علاقہ کے لوگ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی آیت مجیدہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

احول نے کہا: حسن بصری کہتے تھے کہ "قربیٰ" سے سارے عرب مراد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہاں کے قریش یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے اور تمہارے خاندان کے لیے نازل ہوئی ہے۔

ان لوگوں سے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ خدارا! ہمیں یہ بتاؤ کہ جب بھی اسلام پر کوئی مشکل آئی تو آنحضرتؐ نے کس خاندان کو پیش کیا تھا؟ چنانچہ جب اہلِ نجران سے مباہلہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آنحضرتؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے علاوہ کسی کو مباہلہ کے لیے لے گئے تھے؟ اور جب جنگِ بدر کا مرحلہ پیش آیا تو آنحضرتؐ نے علیؑ، حمزہؓ اور عبیدہؓ بن حارث کو آگے آگے نہیں رکھا تھا؟

قریش کہتے ہیں کہ جی ہاں یہ سچ ہے۔ میں اس وقت ان سے کہتا ہوں کہ خدا کا خوف کرو۔ مصیبت میں تو ہم آگے آگے ہوں اور فضیلت کے وقت تم کس طرح سے آگے آ سکتے ہو؟!

عبداللہ بن عجلان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: آیتِ مودت میں کن لوگوں سے مودت رکھنے کا حکم دیا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت ائمہ ہدیٰ کے حق میں نازل ہوئی جن پر صدقہ کھانا حرام ہے۔

روضۂ کافی میں اسماعیل بن عبدالخالق سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اہلِ بصرہ آیتِ مودت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے آنحضرتؐ کے تمام قرابت دار مراد ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، یہ آیت حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اصحاب کسا کے لیے نازل ہوئی تھی۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد کی شہادت کے بعد قیدی بن کر شام گئے تو وہاں ایک شامی نے کہا: خدا کا شکر ہے جس نے امیر کو فتح دی اور تمہاری بغاوت کو کچل دیا۔

امام علیہ السلام نے شامی سے فرمایا: کیا تو قرآن پڑھتا رہتا ہے؟

شامی نے کہا: جی ہاں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تو نے کبھی قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی آیت پڑھی ہے؟

شامی نے کہا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کے مصداق ہم ہیں۔

(بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے جب کہ مکہ میں نہ تو حضرت علیؑ کی شادی ہوئی تھی اور نہ ہی حسینؑ پیدا ہوئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی سورہ کے مکی ہونے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کی جملہ آیات مکی ہیں، جیسا کہ مفسرین نے اس کی خود وضاحت کی۔ اضافۃ من المترجم)

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

وَلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ ؕ اِنْ
يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ ۙ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ
كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ ۫ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ
مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚ
وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ
يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۚ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠
وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۚ وَالَّذِيْنَ
اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ؕ اِنَّمَا
السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ
ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ۧ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ

مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۚ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمۡ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا خٰشِعِيۡنَ مِنَ الذُّلِّ يَنۡظُرُوۡنَ مِنۡ طَرۡفٍ خَفِىٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ فِىۡ عَذَابٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ اَوۡلِيَآءَ يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ سَبِيۡلٍ ؕ﴿۴۶﴾ اِسۡتَجِيۡبُوۡا لِرَبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ يَّوۡمَئِذٍ وَّمَا لَكُمۡ مِّنۡ نَّكِيۡرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ۙ﴿۴۹﴾ اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ

رَسُوۡلًا فَیُوۡحِیَ بِاِذۡنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیۡمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾

"اگر خدا تمام لوگوں کے لیے رزق وسیع کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرتے مگر وہ ایک حساب کے مطابق جتنا چاہتا ہے رزق نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور ان کے حالات کو دیکھنے والا ہے۔

اور وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، وہی قابلِ حمد مالک و متصرف ہے۔ اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش شامل ہے اور ان دونوں میں اس نے جو جانداروں کو پھیلایا ہے، یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے اور جب چاہے ان سب کے جمع کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

تم پر جو بھی مصیبت اُترتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی پیدا کردہ ہوتی ہے جب کہ بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔ تم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہے۔ اس کی نشانیوں میں سمندر میں چلنے والے جہاز بھی شامل ہیں جو کہ پہاڑوں کی طرح بلند ہیں۔

اگر چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے اور یہ جہاز سمندر کی پشت پر جم کر کھڑے ہو جائیں۔ بے شک اس میں صبر و شکر کرنے والے تمام لوگوں کے لیے نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ یا وہ انھیں ان

کے اعمال کی پاداش میں ہلاک کر دے اور وہ بہت سی باتوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔
ہماری آیات میں جھگڑا کرنے والوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ ان کے لیے کوئی چھٹکارا نہیں ہے۔ تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے۔ یہ محض دنیاوی زندگی کا ساز وسامان ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ اہلِ ایمان کے لیے بہتر اور پائیدار ہے۔ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو کہ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو درگزر کر جاتے ہیں۔
یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے آپس کے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق عطا کیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اسی کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔
وہ لوگ جو ظلم کے بعد بدلہ لیں تو انہیں ملامت نہیں کی جا سکتی۔ ملامت کے قابل وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتی کرتے ہیں۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔
اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے تو خدا کے بعد اس کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ اور ظالم جب عذاب کو دیکھیں گے تو تم دیکھو گے کہ یہ کہیں گے کہ کیا اب پلٹنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟ تم انہیں دیکھو گے جب وہ دوزخ کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ذلت کے مارے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے۔ کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہے ہوں گے۔ ایمان والے کہیں گے کہ زیاں کار وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور خاندان کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا ہے۔ آگاہ رہو! ظلم کرنے والے مستقل عذاب میں ہوں گے۔

اور اللہ کے مقابلے میں ان کے کوئی حامی اور سرپرست نہ ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

اپنے رب کی بات مان لو، اس سے قبل کہ وہ دن آ جائے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ اس دن تمہارے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی اور تم بھیس بدل کر کہیں چھپ نہ سکو گے۔

اگر وہ لوگ منہ موڑ لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا فرض صرف پیغام کا پہنچانا ہے اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوشی محسوس کرتا ہے اور جب ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے تو انسان سخت ناشکرے بن جاتے ہیں۔

آسمانوں اور زمین کی حکومت خدا کے لیے ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ خدا اس سے روبرو کلام کرے مگر یہ کہ وحی کر دے یا پردہ کے پیچھے سے بات کرے یا کوئی نمائندہ بھیج دے اور وہ اس کی اجازت سے جو کچھ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ بے شک وہ بلند و برتر اور صاحب حکمت ہے۔

اس طرح سے ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح کو وحی کیا ہے۔ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے تو اسے ایک نور قرار دیا ہے۔ جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راستہ دکھاتے ہیں۔ بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اس خدا کے راستے کی طرف جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں ہیں۔ آگاہ رہو تمام امور کی بازگشت اللہ کی طرف ہے"۔

اگر ہر شخص کو وسیع رزق مل جاتا تو کیا ہوتا؟

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝

"اگر خدا تمام لوگوں کے لیے رزق وسیع کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرتے۔ مگر وہ ایک حساب کے مطابق جتنا چاہتا ہے رزق نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور ان کے حالات کو دیکھنے والا ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر ہر شخص کو وسیع رزق مل جاتا تو لوگ زمین میں سرکشی کرنے لگ جاتے اور لوگوں کے کام رُک جاتے، اللہ نے اپنی حکمت سے بعض افراد کو بعض کا محتاج بنایا ہے۔ اس طرح سے لوگوں کے کام ہوتے ہیں۔ اگر سارے ہی یکساں طور پر دولت مند ہوتے تو زمین میں فساد پھیل جاتا۔ اللہ اتنا ہی رزق نازل کرتا ہے۔ جس سے لوگوں کی کفالت بھی ہوتی رہے اور نظام میں بھی خلل واقع نہ ہو۔ وہ جانتا ہے کہ لوگوں کی دنیا اور آخرت کو کس طرح سے قائم رکھا جاسکتا ہے۔ اسے اپنے بندوں کے حالات کی پوری خبر ہے اور وہ لوگوں کے حالات کو دیکھنے والا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ شاہِ روم کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپؑ نے اس کے بہت سے سوالوں کے جواب دیئے تھے۔ شاہِ روم نے ایک سوال یہ بھی پوچھا تھا کہ مخلوق کا رزق کہاں سے آتا ہے؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مخلوقات کا رزق چوتھے آسمان میں ہے، جسے خدا اپنے اندازے کے مطابق نازل کرتا ہے اور اپنے اندازے کے مطابق جسے چاہتا ہے فراخی عطا کرتا ہے۔

مجمع البیان میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے فرمایا: مجھ سے جبریل امینؑ نے بیان کیا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

"میرے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں تندرستی صحیح رکھ سکتی ہے اور اگر میں ان کو بیمار کر دوں تو وہ صحیح نہ رہے گا۔ اور میرے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں وسعتِ رزق سے صحیح رکھا جاسکتا ہے۔ اور اگر میں اُنہیں مفلس بنا دوں تو وہ صحیح نہ رہ سکیں گے۔ اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں۔ جنہیں افلاس ہی صحیح رکھ سکتا ہے اور اگر میں اُنہیں دولت مند بنا دوں تو وہ بگڑ جائیں گے۔ میں اپنے بندوں کے

دلوں پر نظر رکھتا ہوں اور اس کے مطابق ان کے امور کی تدبیر کرتا ہوں"۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مجھے اپنی اُمت کے لیے سب سے زیادہ خوف دنیا کی چمک اور دنیا کی کثرت سے ہوتا ہے۔

نزولِ باراں

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝٢٨

"اور وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے وہی لائقِ حمد مالک ومتصرف ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حارث اعور نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ بادل کہاں ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ساحلِ سمندر پر ایک گھنے درخت پر ہوتے ہیں، جب اللہ کہیں بارش برسانا چاہتا ہے تو ہوا کو بھیجتا ہے جو اُسے وہاں سے اُڑاتی ہے اور اسے پھیلا دیتی ہے اور کچھ فرشتوں کو اس پر موکل کرتا ہے جو ہتھوڑے لے کر اُسے مارتے ہیں۔ ہتھوڑوں کے اُٹھانے کی چمک سے برق پیدا ہوتی ہے۔

(عرضِ مترجم: پرانے زمانے میں جب لوگوں کے پاس مظاہر فطرت کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ تو وہ اس طرح کی قیاس آرائیاں کر کے اپنے من کو مطمئن کر لیتے تھے اور پھر مرورِ زمانہ سے وہ قیاس آرائیاں لوگوں کے عقیدہ کا حصہ بن جاتی تھیں اور جب لوگ ایک چیز کو اپنے عقیدہ کا درجہ دے لیتے تو پھر انبیاء واولیاء کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرتے تھے، تاکہ ان کے خود ساختہ نظریہ کو تقدس والہام کا درجہ حاصل ہو سکے۔ یقیناً درج بالا روایت بھی ایسی ہی روایات کا ایک حصہ ہے۔ یہ نہ تو امیر المومنینؑ کا فرمان ہے اور نہ ہی اس کی کوئی علمی سند ہے۔ تفسیر قمی ہو یا وہ تفسیر جو امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس طرح کی غیر علمی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔ فافھم وتلا تکن من الغافلین، اضافۃ من المترجم)

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہماری وجہ سے اللہ بارش نازل کرتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے۔

اکثر مصائب انسان کے اپنے ہی پیدا کردہ ہوتے ہیں

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۝٣٠

"تم پر جو بھی مصیبت اُترتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی پیدا کردہ ہوتی ہے، جب کہ بہت سے قصوروں سے وہ تو ویسے درگزر کر جاتا ہے"۔

تفسیر قمی میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں تم سے ایک ایسی بات کرنا چاہتا ہوں اور یہ بات اس لائق ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اُسے یاد رکھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ اپنے مومن بندے کو کسی گناہ کی وجہ سے اس جہان میں بھی عذاب دے اور پھر اسے اسی گناہ کی پاداش میں آخرت میں بھی عذاب دے۔

اللہ مومن بندہ کو اس کے بدن یا مال یا اولاد کی اذیت سے آزماتا ہے۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی: وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍؕ ۝۳۰

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یزید کے دربار میں پیش ہوئے تو یزید لعین نے ازراہِ شماتت کہا: وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ اس آیت پڑھنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ کربلا میں آلِ محمدؐ پر جو مصیبت ٹوٹی یہ خود ان کی اپنی ہی پیدا کردہ تھی۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: تو نے غلط سمجھا ہے۔ یہ آیت ہمارے متعلق نازل نہیں ہوئی جب کہ ہمارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۝۲۲ لِّكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِۙ ۝۲۳ (الحدید، آیہ ۲۲-۲۳)

"زمین میں کوئی بھی مصیبت وارد ہوتی ہے یا تمہارے نفس پر نازل ہوتی ہے تو نفس کے پیدا ہونے کے پہلے سے وہ کتابِ الٰہی میں مقدر ہو چکی ہے۔ اور یہ خدا کے لیے بہت ہی آسان ہے۔ یہ تقدیر اس لیے ہے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جو مل جائے اس پر غرور نہ کرو، اللہ اُکڑنے والے مغرور افراد کو پسند نہیں کرتا"۔

اور ہم وہ خاندان ہیں کہ جو چیز ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے اس کا ہم افسوس نہیں کرتے اور جو چیز مل جائے اس پر ہم اتراتے نہیں ہیں۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا میں انسان کو جو بھی تکلیف، درد اور بیماری پیدا ہوتی ہے، وہ انسان کی اپنی ہی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ اور کسی گناہ کی وجہ سے انسان اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾

"یاد رکھو خدا پکڑتا بہت کم ہے اور درگزر بہت زیادہ کرتا ہے"۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: انسان کو اگر کبھی رگ ٹیڑھی ہوتی ہے اُسے پتھر لگتا ہے یا اسے ٹھوکر لگتی ہے تو یہ اس کے گناہ کی پاداش میں ہی لگتی ہے جب کہ اللہ بہت سے گناہوں سے درگزر کرتا ہے، جسے دنیا میں خدا اس کے گناہ کی سزا دے دے تو آخرت میں اس گناہ کی اسے دوبارہ سزا نہیں دے گا۔

علی بن رئاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھی: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تمہاری اپنی ہی پیدا کردہ ہوتی ہے) پھر میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا: اس آیت کو مدنظر رکھ کر جواب دیں کہ حضرت علیؑ اور اُن کے خاندان پر مصائب کے پہاڑ کیوں ٹوٹے تھے، جب کہ وہ تو معصوم تھے؟!

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا معصوم تھے اس کے باوجود آپؐ روزانہ ایک سو بار استغفار کیا کرتے تھے۔ اللہ اپنے اولیاء پر مصائب نازل کرتا ہے تا کہ اُنہیں ان مصائب کا اجر عطا کیا جائے۔

قرب الاسناد میں بھی مندرجہ بالا روایت مرقوم ہے۔

مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ قرآنِ کریم کی بہترین آیت ہے۔ انسان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یا جو بھی ٹھوکر لگتی ہے۔ وہ انسان کی اپنی ہی غلطی سے لگتی ہے۔ اللہ دنیا میں جس گناہ کی سزا دے دے تو آخرت میں اپنے بندے کو اس گناہ کی پاداش میں دوبارہ عذاب نہیں دے گا، کیونکہ وہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ ایک ہی گناہ کی وجہ سے بندہ کو دو بار عذاب دے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

لوگو! گناہوں سے پرہیز کرو، انسان کو جو بھی تکلیف اور اذیت پہنچتی ہے یہاں تک کہ اسے اگر ٹھوکر لگتی ہے یا چوٹ

آتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ

یاد رکھو! جب بھی وعدہ کرو تو وعدہ پورا کرو۔ جب بھی کوئی نعمت زائل ہوتی ہے تو اس کے پس منظر میں گناہ ہوتے ہیں۔ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اور اگر لوگ مصیبت کے نازل ہونے سے قبل دعا کا سہارا لے لیں تو خدا ان پر مصیبت کو نازل ہی نہیں کرے گا۔

اور جب کسی فرد یا قوم سے نعمات سلب ہونے لگیں اور مصائب نازل ہونے لگیں تو وہ صدقِ دل سے خدا کی طرف رجوع کریں اور کمزوری اور اِسراف کا مظاہرہ نہ کریں تو اللہ ان کی ہر بگڑی ہوئی چیز کو صحیح کر دے گا اور ہر نعمت اُنھیں لوٹا دے گا۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اے علیؑ! مومن خدا کے ہاں اتنا محترم ہے کہ اللہ اس کی موت کا وقت مقرر ہی نہیں کرتا۔ پھر جب وہ کسی غلط کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اُسے اپنے پاس بلا لیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: بُرے افعال اور بُرے ارادوں سے بچتے رہو، خدا تمہاری عمر بڑھا دے گا۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ ابواسامہ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی شبانہ روز کی گرفت سے پناہ طلب کرو۔

میں (راوی) نے عرض کیا: خدا کی گرفت سے آپؑ کی کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے گناہوں پر گرفت مراد ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کی پاداش میں اللہ اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات گناہ رزق سے محروم کر دیتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بعض اوقات بندہ اپنے خدا سے دعا مانگتا ہے اور خدا اُسے اپنے شانِ کریمی سے پورا کرنے پر رضامند ہو جاتا ہے کہ اس اثناء میں بندہ کوئی گناہ کرتا ہے۔ اس وقت خداوندِ عالم فرشتے سے کہتا

ہے کہ اس کی حاجت پوری نہ کرو، اس نے گناہ کا ارتکاب کر کے مجھے ناراض کیا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جس گھر میں خدا کی نافرمانی کی جاتی ہو تو وہ گھر یقیناً اُجڑ جائے گا اور مکان ٹوٹ جائے گا اور وہاں دھوپ پڑے گی جو اُسے پاک کرے گی۔

خدائی نعمات اہلِ ایمان اور اہلِ توکل کے لیے ہیں

...... وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶

"تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ تو دنیاوی سازوسامان ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ اہلِ ایمان کے لیے بہتر اور پائیدار ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں"۔

محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو چاہتا ہو کہ خدا کے ہاں اپنے مقام کو معلوم کرے تو وہ اپنے دل میں جھانک کر دیکھ لے کہ اس کے قلب و دماغ میں خدا کو کیا مقام حاصل ہے۔

غصہ پینا

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝۳۷

"اور جب اُنھیں غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص قدرت کے باوجود اپنے غصہ کو پی جائے تو قیامت کے دن اللہ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ جو شخص اشتیاق، خوف اور غضب کی حالت میں اپنے آپ پر کنٹرول کرے تو اللہ اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ دنیا و آخرت میں بہترین لوگ کون ہیں؟ جس نے تجھ پر ظلم کیا ہے اُسے معاف کرنا، جس نے قطع رحمی کی ہے اس سے صلہ رحمی کرنا، جس نے تجھ سے برائی کی ہے اُس پر احسان کرنا اور جس نے تجھے محروم رکھا ہے اُسے عطا کرنا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کسی کو معاف کر کے ندامت اُٹھانا اس ندامت سے بہتر ہے جو کسی کو تکلیف دینے کی وجہ سے اُٹھانی پڑے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص قدرت کے باوجود اپنے غصہ کو پی جائے تو قیامت کے دن اللہ اُس کے دل کو اپنی رضا مندی سے بھر دے گا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دو گھونٹ اللہ کو بڑے پسند ہیں۔ غصہ کے گھونٹ کو حِلم سے دُور کرنا اور مصیبت کے گھونٹ کو صبر سے دُور کرنا۔

آپؑ فرمایا کرتے تھے: مجھے وہ شخص بڑا پسند ہے جو غصہ کے وقت حلم کا مظاہرہ کرے۔

مشورہ کی اہمیّت

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے آپس کے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں''۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں) سے یہ مراد ہے کہ اطاعتِ امامؑ کے لیے اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ قرآنی آیت وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کی آیتِ مجیدہ سے مشورہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی دوسرے شخص سے مشورہ کرے تو اُسے ضرور سیدھا راستہ دکھائی دے جائے گا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی: اے میرے فرزند! جب کچھ لوگوں کے ساتھ سفر کرو تو ان کے ساتھ اپنے معاملات کے لیے مشورہ کرو اور اگر وہ تم سے کوئی مشورہ طلب کریں تو خلوص سے اُنہیں مشورہ دو۔ جو کسی کو صحیح مشورہ نہ دے تو اللہ اس سے اس کی رائے چھین لیتا ہے اور اس سے امانت چھین لیتا ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا مقصد یہ ہے کہ اُنھیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اُسے قبول کرتے ہیں اور اپنے امورِ دین کی ضروریات کے لیے اپنے امام سے مشورہ کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

''پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی یہ ندا دے گا کہ وہ لوگ اُٹھیں اور حساب کے بغیر جنت میں چلے جائیں جن کا معاملہ خدا کے ذمہ ہے۔

لوگ پوچھیں گے: ایسے کون لوگ ہیں؟

ندائے قدرت آئے گی: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کے قصور معاف کرتے تھے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تمام اوّلین وآخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا اور اس وقت ایک منادی ندا دے گا: اہلِ فضل کہاں ہیں؟

اس وقت بہت سے لوگ کھڑے ہوں گے، ملائکہ ان سے کہیں گے کہ تمہاری اندر کون سی فضیلت پائی جاتی تھی؟

وہ جواب میں کہیں گے: جو ہم سے قطع رحمی کرتا تھا ہم اس سے صلہ رحمی کرتے تھے اور جو ہمیں محروم کرتا تھا ہم اُسے عطا کرتے تھے اور جو ہم پر ظلم کرتا تھا تو ہم اُسے معاف کر دیتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا کہ تم نے سچ کہا ہے۔ اب تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! معاف کرنے کی عادت اپناؤ۔ معاف کرنے سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لوگوں کو معاف کرو اللہ تمہیں عزت دے گا۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس شخص میں تین خصلتیں ہوں تو اس میں ایمان کی خصلتوں کی تکمیل ہو جاتی ہے:

(۱) جس نے ظلم پر صبر کیا (۲) غصہ کو پیا (۳) خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے معاف کیا اور بخش دیا۔ تو اللہ ایسے شخص کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا اور اُسے قبیلہ ربیعہ ومضر کے افراد کی تعداد کے برابر افراد کی شفاعت کا حق عطا کرے گا۔

مظلوم کو بدلہ لینے کا حق حاصل ہے

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝

''وہ لوگ جو ظلم کے بعد بدلہ لیں تو انہیں ملامت نہیں کی جاسکتی''۔

33

واضح رہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہم نے اُنھیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام دین فطرت ہے، اس کے احکام اعتدال پر قائم ہیں۔ اسلام افراط وتفریط کا درس نہیں دیتا۔ اسلام یہ پیغام نہیں دیتا کہ تمھیں جو ایک طمانچہ مارے تم دوسرا رُخسار اس کے طمانچے کے لیے پیش کرو۔ اور اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ جس نے تمھیں طمانچہ مارا ہے اس کا ہاتھ ہی کاٹ دو۔ اس کے برعکس اسلام عدل واعتدال کا دین ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ "جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں"۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے: پتھر جدھر سے آیا ہے اُسے اُدھر پھینکو۔ اسلام میں ظلم کرنا حرام ہے اور اپنے آپ کو ظلم کے سامنے سرنگوں کرنا بھی حرام ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام رسالۃ الحقوق میں فرماتے ہیں: جو تم سے بُرائی کرے اُسے معاف کر دو اور اگر تم یہ محسوس کرو کہ معاف کرنا نقصان دہ ہے تو پھر بھرپور مقابلہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝

(وہ لوگ جو ظلم کے بعد بدلہ لیں تو اُنھیں ملامت نہیں کی جاسکتی)

رسولِ خدا کا فرمان ہے کہ تین طبقات ایسے ہیں اگر تو نے ان پر ظلم نہ کیا تو یہ تجھ پر ظلم کریں گے: ① گھٹیا افراد ② بیوی ③ غلام۔

تفسیر قمی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت قائم آلِ محمدؑ نسلِ اُمیہ اور جملہ نواصب کو قتل کریں گے اور ان کا قتلِ عام قرآن کی اس آیت کے تحت ہوگا:

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝

(وہ لوگ جو ظلم کے بعد بدلہ لیں تو اُنھیں ملامت نہیں کی جاسکتی)

اولاد عطا کرنا خدا کا کام ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا

"جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے"۔

تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا جسے چاہے لڑکیاں دے دے اور ایک لڑکا تک نہ دے اور وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ کا معنی یہ ہے کہ جسے چاہے لڑکے ہی لڑکے عطا کر دے اور ان کے ساتھ کوئی لڑکی عطا نہ کرے اور اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کر دے، وہ اس پر قادر ہے۔

یحییٰ بن اکثم کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے دور میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھا، مگر وہ "لواطت" جیسے فعلِ قبیح کا ارتکاب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے فرزند موسیٰ (مبرقع) سے کہا کہ اللہ قرآن میں فرما رہا ہے: اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا (اور اس کا ترجمہ اس نے اپنی طرف سے یہ کیا کہ خدا ان کی شادی مردوں اور عورتوں سے کرے گا)۔ تو کیا اس سے لواطت کا جواز ثابت نہیں ہوتا؟

موسیٰ (مبرقع) نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں اس کا سوال پیش کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتا ہے اور وہ بدکاری کے لیے بہانے تلاش کر رہا ہے۔

آیت کا ایک مقصد یہ ہے کہ اللہ نیک مردوں کی نیک خواتین سے جنت میں شادی کرے گا اور نیک خواتین کی نیک مردوں سے شادی کرے گا۔

آیت کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خدا اس بات پر قدرت رکھتا ہے جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے۔

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ ایک شخص حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میرے والد نے میرے ایک غلام کو آزاد کر دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اور تیرا تمام ترکہ تیرے باپ کی ملکیت ہے۔ ہر اولاد خدا کا وہ ہبہ ہے جو اس کے باپ کو عطا ہوتا ہے۔ تو اس کی ترکش کے تیروں میں سے تیر ہے۔ اللہ فرما رہا ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ

مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا

"وہ جسے چاہے بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے بیٹے عطا کرے اور جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں ملا جلا کر عطا کرے اور جسے چاہے بانجھ بنا دے"۔

تیرے والد نے غلام کو آزادی دی ہے اُسے آزاد کرنے کا حق حاصل ہے۔ تیرے والد کو تیرے ترکہ میں تیری اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق ہے جب کہ تجھے اس کے ترکہ میں تصرف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

احتجاج میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن صوریا نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا: یہ بتائیں کہ بعض افراد کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور بعض کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جب نطفہ مکدّر ہو تو اولاد نہ ہوگی۔ اور جب صاف ہو تو اولاد ہوگی۔

کلام الٰہی کے طریقے

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِىَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ

"کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ خدا اُس سے روبرو کلام کرے، مگر یہ کہ وحی کر دے یا پردہ کے پیچھے سے بات کرے یا کوئی نمائندہ بھیج دے وہ اس کی اجازت سے جو وہ چاہتا ہے اس کی وحی کرے۔ بے شک وہ بلند و برتر اور صاحبِ حکمت ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اللہ لوگوں سے بالمشافہ گفتگو نہیں کرتا۔ اس کی گفتگو کے تین انداز ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ خدا وحی نازل کرے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پردہ کے پیچھے سے باتیں کرے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی فرشتے کو نمائندہ بنا کر اپنی وحی نازل کرے۔

پس پردہ وحی کی مثال ایسے ہے جیسا کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا اور اپنے حبیب کے ساتھ شبِ معراج پردہ کے پیچھے سے کلام کی۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ اللہ کے پس پردہ ہونے کا یہ مقصد نہیں ہے جیسا کہ ملوک و سلاطین پردوں کے پیچھے بیٹھ کر احکام صادر کرتے ہیں۔ خدا اتنا لطیف ہے کہ آنکھیں اس کا اِدراک کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خدا اور اس کی مخلوق میں صانع و مصنوع کا حجاب ہے اور رب اور مربوب کا حجاب ہے اور حد بندی کرنے والے اور حد بندی قبول کرنے والے کا حجاب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آسمانی نمائندوں پر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ زمینی نمائندوں تک وحی پہنچاتے تھے۔ پھر زمینی نمائندے آنحضرتؐ کو وحی الٰہی پہنچایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ رسولؐ خدا نے جبریل امینؑ سے فرمایا تھا کہ کیا آپؑ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟

جبریل امینؑ نے جواب دیا کہ میرا رب ناقابلِ دید ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر تم وحی کہاں سے لیتے ہو؟

جبریلؑ نے جواب دیا کہ میں وحی اسرافیل سے لیتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اسرافیل کہاں سے وحی لیتے ہیں؟

جبریلؑ نے عرض کیا: وہ اپنے سے اُوپر والے روحانیین ملائکہ میں سے ایک کی وساطت سے وحی لیتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ فرشتہ کہاں سے وحی لیتا ہے؟

جبریل امینؑ نے عرض کیا: اس کے دل میں اِلقا کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ وحی ہے اور کلام الٰہی کا ہمیشہ ایک طریقہ نہیں ہوتا۔ کچھ کلام ایسا ہے جو اللہ نے اپنے رسولوں سے کیا ہے اور کچھ کلام ایسا ہے جسے ان کے دلوں میں اِلقا کیا گیا ہے اور وحی کی ایک قسم وہ بھی ہے جسے نبی خواب میں دیکھتا ہے۔ کچھ کلام ایسا ہوتا ہے جو نبی کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔

احتجاج طبرسی میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

روح القدس

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾

''اس طرح سے ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح کو وحی کیا ہے۔ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اسے ایک نور قرار دیا ہے جس سے ہم اپنے بندوں میں

سے جسے چاہتے ہیں راستہ دکھاتے ہیں۔ بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہیں"۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ روح (القدس) اللہ کی ایک مخلوق ہے جو کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے زیادہ عظیم ہے۔ وہ رسولِؐ خدا کے ساتھ تھی۔ آپؐ کو باخبر رکھتی تھی اور آپؐ کی نگرانی کرتی تھی اور آنحضرتؐ کے بعد وہ آئمہؑ کے ساتھ ہے۔

اسباط بن سالم بیان کرتے ہیں کہ شہر "ہیت" (ایک عراقی شہر) کے ایک رہنے والے نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کے متعلق سوال کیا۔ اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔

آپؑ نے فرمایا: جب وہ روح خدا رسولِؐ خدا پر نازل ہوئی ہے وہ آسمان کی طرف نہیں گئی وہ ہمارے اندر موجود ہے۔

ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: امام علم کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ کیا وہ لوگوں کی زبانی باتیں سن کر علم حاصل کرتا ہے؟ یا آپ حضرات کے پاس کوئی خصوصی کتاب ہے جسے آپ پڑھتے ہیں اور اس سے علم حاصل کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: معاملہ اس سے کہیں عظیم ہے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

پھر آپؑ نے فرمایا: اس آیت کے متعلق تمہارے ساتھی کیا کہتے ہیں؟

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے حال میں بھی تھے جب انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟

میں (راوی) نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! آپ اس حال میں تھے کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس روح کو بھیجا جس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا اور جب روح کی وحی کی تو نبی اکرمؐ کو علم وفہم مل گیا اور یہ وہ روح ہے کہ خدا اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اسے نازل کر دیتا ہے اور جب کسی بندے کو روح عطا کرتا ہے تو اسے فہم عطا کرتا ہے۔

زکریا بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ابتدا میں مَیں نصرانی تھا۔ پھر میں نے اسلام قبول کیا اور حج پر گیا۔ وہاں میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اور انہیں عرض کیا: میں پہلے نصرانی تھا پھر مسلمان ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے اسلام میں کیا چیز دکھائی دی جس کی وجہ سے تو نے اسلام قبول کیا؟

میں نے کہا: میں قرآنِ مجید کی اس آیت سے بہت متاثر ہوا جس کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا: مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ

آپؑ نے فرمایا: خدا نے تجھے ہدایت کی ہے۔ پھر آپؑ نے میرے حق میں دعا کی اور تین مرتبہ فرمایا: خدایا! اُسے ہدایت فرما۔

مجمع البیان میں رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کے ضمن میں مرقوم ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اپنے حکم سے آپ پر وحی بھیجی۔

حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اس سے روح القدس مراد ہے جو کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے عظیم ترین ہے۔ وہ رسولؐ خدا کے ساتھ تھا اور آنحضرتؐ کے بعد وہ آسمان پر نہیں گیا وہ ہمارے اندر موجود ہے۔

الکافی میں مرقوم ہے: وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کی آیت میں لفظ تهدی ، تدعو کے معنی میں ہے۔ یعنی آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''یقیناً آپ صراطِ مستقیم کی طرف بلاتے ہیں''۔

بصائر الدرجات میں ابی حمزہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے (المائدہ، آیہ ۵، ''جو بھی ایمان کا انکار کرے تو اس کے عمل برباد ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہوگا) کی آیتِ مجیدہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝ اس آیت کا باطنی مفہوم یہ ہے کہ جو ولایت علیؑ کا انکار کرے تو اس کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے اور وہ آخرت کے دن خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن جائے گا کیونکہ علیؑ ''ایمان'' ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا ہے: وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور اس آیت کا باطنی مفہوم یہ ہے کہ آپؑ ولایت علیؑ کا حکم دیتے ہیں اور آپؑ اس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور وہ صراطِ مستقیم ہے۔

تفسیر قمی میں اس آیتِ مجیدہ کی تاویل یوں کی گئی ہے:

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا کی آیت میں ''نور'' سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں اور اسی طرح سے انھیں وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ (اعراف، آیہ ۱۵۷) کی آیتِ مجیدہ میں بھی لفظ نور سے تعبیر کیا گیا۔

ابوحمزہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا:

خدا نے فرمایا ہے: مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ کی آیت میں "نور" سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں۔ اللہ نے فرمایا: نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا

مقصد یہ ہے کہ آج تک جسے بھی ہدایت ملی ہے وہ ہدایت حضرت علیؑ کے ذریعہ سے ملی ہے۔ اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا: وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ مقصد یہ ہے کہ ولایتِ علیؑ کا حکم دیتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں اور علیؑ ہی صراط مستقیم ہیں۔

خدا نے فرمایا: صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

(آپ اس خدا کے راستے کی ہدایت کرتے ہیں جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں ہیں)

مقصد یہ ہے کہ اللہ نے حضرت علیؑ کو اپنے آسمانوں اور زمین کا خازن مقرر کیا ہے اور اُسے امین بنایا ہے۔

اُصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک شخص کا قرآنِ مجید سمندر میں گر گیا۔ پھر اتفاق سے وہ مل گیا۔ تمام عبارات پانی سے دُھل گئی تھیں مگر صرف ایک عبارت باقی تھی اور وہ یہ تھی:

اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ "تمام معاملات کی بازگشت اللہ کی طرف ہے"۔

●......●......●

سُورَۃُ الزُّخْرُفِ

سورۃ زُخرف مکیۃ آیاتھا ۸۹ و رکوعاتھا ۷

''سورۂ زُخرف مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی نواسی آیات اور سات رکوع ہیں''۔

سورۂ زُخرف کے فضائل

فضائلِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جو شخص "حم الزخرف" کی مسلسل تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے مرنے کے بعد زمین کے کیڑے مکوڑوں اور فشارِ قبر سے محفوظ رکھے گا، یہاں تک وہ خدا کے حضور پیش ہوگا۔ وہاں یہی سورت اللہ کے حکم سے اسے جنت میں داخل کرے گی۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سورۂ زخرف پڑھے گا تو یہ ان لوگوں میں سے قرار پائے گا جنہیں قیامت کے دن رب کی طرف سے یہ ندا دی جائے گی:

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ، ادخلو الجنة بغير حساب

"میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی تم نے غمگین ہونا ہے۔ جنت میں حساب کے بغیر چلے جاؤ"۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝۳ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا
مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝۸ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۹ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَالَّذِيْ نَزَّلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ
تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ
الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝۱۲ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ
تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ

الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰکُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ کَظِیۡمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنۡ یُّنَشَّؤُا فِی الۡحِلۡیَةِ وَهُوَ فِی الۡخِصَامِ غَیۡرُ مُبِیۡنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِکَةَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ ؕ سَتُکۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ وَیُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ مَا لَهُمۡ بِذٰلِکَ مِنۡ عِلۡمٍ ٭ اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اَمۡ اٰتَیۡنٰهُمۡ کِتٰبًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ فَهُمۡ بِهٖ مُسۡتَمۡسِکُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَکَذٰلِکَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُکُمۡ بِاَهۡدٰی مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَیۡهِ اٰبَآءَکُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ کٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ إِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَإِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّإِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۚ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ أَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى إِذَا جَآءَنَا قَالَ

يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝۳۸ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۹ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۰ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝۴۱ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۲ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۳ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ۝۴۴

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"حٰم، روشن کتاب کی قسم، بے شک ہم نے اسے عربی قرآن قرار دیا تا کہ تم اسے سمجھ سکو۔ یہ ہمارے ہاں لوحِ محفوظ میں بلند و برتر اور حکمت والا ہے۔ کیا ہم تم سے اس نصیحت سے کنارہ کشی کر لیں گے کہ تم لوگ اِسراف کرنے والے ہو۔

ہم نے سابقہ اقوام میں بہت سے رسول بھیجے ہیں۔ ان اقوام میں سے جس بھی قوم کے پاس نبی گیا تو لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ ہم نے ان سے زیادہ قوت رکھنے والوں کو ہلاک کیا ہے۔ پچھلی اقوام کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یقیناً یہ لوگ کہیں گے کہ انھیں ایک غالب اور صاحبِ حکمت نے پیدا کیا ہے۔ وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا ہے اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے ہیں تا کہ تمھیں منزل

مقصود کی راہ مل سکے۔ وہی ہے جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اُتارا۔ پھر اس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو ہم نے زندگی دی۔ تمھیں بھی اسی طرح سے نکالا جائے گا۔ وہی ہے جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا اور اس نے تمھارے لیے کشتیوں اور جانوروں کو سواری بنایا۔

تاکہ تم ان کی پشت پر سکون سے بیٹھ سکو، پھر جب سکون سے بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کیا۔ ہم انھیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

یقیناً ہم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ان لوگوں نے اُس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزو بنا ڈالا۔ یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔ کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیوں کا چناؤ کیا ہے اور تمھیں بیٹوں سے نوازا ہے؟

حالت یہ ہے کہ جس اولاد کو وہ خدا کے لیے بیان کرتے ہیں اگر خود انھیں اس کی بشارت دی جائے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم کے گھونٹ پینے لگ جاتا ہے۔ کیا خدا کے حصّہ میں وہی اولاد آئی ہے جسے زیورات میں پالا جاتا ہے اور بحث و مباحثہ کے وقت اپنا مدعا اچھی طرح سے بیان نہیں کرسکتی؟ ان لوگوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمٰن کے خاص بندے ہیں عورتیں قرار دیا ہے۔ کیا یہ لوگ ملائکہ کی خلقت کے وقت موجود تھے؟ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس سوال کیا جائے گا۔

اور انھوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو کبھی نہ پوجتے، انھیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ یہ محض اندازوں پر گفتگو کرتے ہیں۔ کیا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ متمسک ہوں؟ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے نقشِ قدم پر چل کر ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح سے ہم نے آپ سے

پہلے جس بھی بستی میں نذیر بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے لوگ ہیں۔

ہر نبیؑ نے ان سے کہا: کیا اگر میں تمہیں اس سے بہتر راستہ دکھاؤں جس پر تم نے اپنے بزرگوں کو پایا ہے (کیا پھر بھی بزرگوں کی پیروی کرو گے؟)

انھوں نے جواب دیا کہ تمہیں جس دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔ہم نے ان سے انتقام لیا دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: میں تمھارے تمام معبُودوں سے بیزار ہوں۔

علاوہ اس معبُود کے جس نے مجھے بنایا ہے وہ عنقریب میری رہنمائی کرے گا۔ ابراہیم یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ میں انہیں اور ان کے باپ دادا کو متاعِ زندگی دیتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور حق کو کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا۔

جب ان کے پاس حق پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔اور انھوں نے کہا: یہ قرآن دو شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر نازل کیوں نہ کیا گیا؟ کیا تیرے پروردگار کی رحمت کے تقسیم کرنے والے یہی ہیں؟ حالانکہ ہم نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی کی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے اور ہم نے بعض کو بعض پر بدرجہا فوقیت دی ہے، تا کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور جو مال و دولت یہ جمع کر رہے ہیں، تیرے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کی چھتوں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالاخانوں پر چڑھتے ہیں۔ہم ان کی ان اشیاء کو چاندی کا بنا دیتے۔

G34

ان کے گھر کے دروازے اور وہ تخت جن پر یہ لوگ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ ان کی ان اشیاء کو سونے کا بنا دیتے۔ یہ سب کچھ دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہے جب کہ آخرت تیرے پروردگار کے ہاں صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

جو شخص رحمٰن کے ذکر سے غفلت برتتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور یہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے ہاں پیش ہوتا ہے تو اپنے شیطان ساتھی سے کہتا ہے کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو بدترین ساتھی تھا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ اپنے نفوس پر ظلم کر چکے ہو لہٰذا یہ باتیں آج تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہ دیں گی۔ تم عذاب میں برابر کے شریک ہو۔

کیا آپ بہروں کو آوازِ حق سنائیں گے؟ اور کیا اندھوں اور صریح گواہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھائیں گے؟ ہم نے ان سے انتقام لینا ہی ہے خواہ ہم آپ کو اس انتقام سے قبل ہی کیوں نہ اُٹھا لیں۔

یا آپ کو وہ عذاب دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہمیں ان پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ تم اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔

یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت کا سامان ہے۔ عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

قوله تعالىٰ: حٰمٓ ①

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: حٰمٓ کا معنی یہ ہے کہ اللہ حمید ہے اور اللہ مجید ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حٰمٓ اسم اعظم کے حروف میں سے ہے اور وَ اِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ مقصد آیت یہ ہے کہ اُم الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ میں علیؑ ہمارے ہاں صاحبِ حکمت ہے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ میں "صراطِ مستقیم" کی دعا مانگی جاتی ہے اور "صراطِ مستقیم" امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

تہذیب الاحکام میں منقول ہے کہ روزِ غدیر کی نماز شکرانے کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے اور ہم نے اپنے ولی و مولا اور ہادی و داعی بلکہ پوری مخلوق کے داعی اور تیرے مقرر کردہ صراطِ مستقیم، تیری حجت اور بابصیرت ہو کر تیری طرف دعوت دینے والے کی پیروی کی ہے۔ حالانکہ تیرے ولی کی ولایت میں لوگ جنھیں شریک کر رہے ہیں وہ ان شرکا سے بہت ہی پاک ہے۔

خدایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام امام، ہادی، رُشدِ رشید ہیں اور تو نے اپنی کتاب میں وَ اِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ کہہ کر ان کا تذکرہ کیا ہے۔ میں ان کی امامت میں کسی غیر کو شریک نہیں کرتا اور ان کے علاوہ کسی اور کو اپنا وسیلہ نہیں بناتا"۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا میں صراطِ مستقیم، حضرت علیؑ ہیں اور ہدایت سے ان کی معرفت مراد ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے سورۂ زخرف میں فرمایا ہے: وَ اِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝

اور یہاں اُم الکتاب سے سورۂ فاتحہ مراد ہے تو مفہوم یہ بنا کہ ہمارے ہاں اُم الکتاب میں یعنی سورۂ فاتحہ میں علی صاحبِ حکمت ہیں اور سورۂ فاتحہ میں اللہ نے یہ کہا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

دعائے سفر

ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

جب سواریوں پر بیٹھ جاؤ تو اللہ کی نعمت کو یاد کرو اور کہو "پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کیا ہے۔ ہم انھیں قابو میں لانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ذکرِ نعمت یہ ہے کہ جب سواری پر سوار ہو جاؤ تو یہ الفاظ کہو:

الحمد لله الذی هدانا للاسلام وعلّمنا القرآن ومن علینا بمحمد۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھو: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ابن عمر راوی ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُونٹ پر سوار ہو کر گھر سے نکلتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے تھے پھر آپؐ یہ دعا پڑھتے تھے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ،

اللهم انا نسئلك فی سفرنا هذا البر والتقوىٰ والعمل بما ترضى، اللهم هوّن علينا سفرنا واطوعنا بعده ، اللهم انت الصاحب فی السفر والخليفة فی الاهل ، اللهم انی اعوذبك من وعثاء السفر وكآبة المنقلب وسوء المنظر فی الاهل والمال۔

اور جب آنحضرتؐ سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپؐ کہا کرتے تھے:

آئبون تائبون لربنا حامدون، اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جب کبھی چوپایوں پر سواری کرو تو اللہ کو یاد کرو اور سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اُصولِ کافی میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا شکر کی کوئی حد ہے جب انسان اُسے بجالائے تو وہ شاکر کہلائے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اہل و مال کے لیے ہر نعمت پر شکر ادا کرے۔ اگر اس پر مالیاتی حقوق واجب ہوں تو انہیں ادا کرے اور سواری پر سوار ہونے کا شکرِ نعمت یہ ہے کہ انسان سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ پڑھے۔

الکافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ اگر کوئی شخص سوار ہوتے وقت پڑھے۔ اگر دورانِ سفر سواری سے گر بھی جائے تو اُسے کوئی چوٹ نہ آئے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب سواری پر سوار ہو جاؤ اور اپنے محمل میں اچھی طرح سے بیٹھ جاؤ تو

یہ دعا پڑھو۔

الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام ومن علینا بمحمد ، سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ، والحمد للہ رب العلمین ، اللھم انت الحامل علی الظھر والمستعان علی الامر ، اللھم بلغنا بلاغا یبلغ الی خیر ، بلاغا الی مغفرتک ورضوانک ، اللھم لاطیر الا طیرک ولا خیر الاخیرک ولا حافظ غیرک

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جب کوئی سواری پر سوار ہو تو یہ دعا پڑھے:

بسم اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ، الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق فسلام علی المرسلین ، سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ان شاء اللہ سواری بھی محفوظ رہے گی اور سوار بھی محفوظ رہے گا۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ سعد بن سعد نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سجدۂ شکر کے متعلق پوچھا اور عرض کیا: ہمارے ہم عقیدہ فریضہ کے بعد ایک سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سجدۂ شکر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: شکر تو یہ ہے کہ جب اللہ کسی بندے پر نعمت کرے تو کہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب آپؑ رکاب میں قدم رکھتے تو کہتے تھے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝ اس کے بعد سات دفعہ سبحان اللہ اور سات دفعہ الحمد للہ اور سات مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

تفسیر قمی میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کی رکاب تھامی۔ آپؑ نے سر اٹھایا، پھر مسکرا دیے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ نے سر بلند کیا، پھر آپ مسکرائے، اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ ایک مرتبہ میں نے رسولؐ خدا کے خچر کی رکاب تھامی تھی۔ آنحضرتؐ

نے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ پھر آپ مسکرا دیئے تھے۔ میں نے بھی ان سے اسی طرح سے سوال کیا تھا جیسا کہ تو نے مجھ سے سوال کیا ہے۔

میں نے آپ سے عرض کیا تھا: یارسولؐ اللہ! آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! جو بھی شخص سواری پر سوار ہو اور آیت الکرسی پڑھے، اس کے بعد یہ پڑھے:

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم واتوب الیہ ، اللھم اغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت

اس وقت ندائے قدرت بلند ہوتی ہے: میرے ملائکہ! میرا بندہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میرے علاوہ گناہ معاف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ گواہ رہو کہ میں نے اس کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

علی بن اسباط بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سامان تجارت لے کر مکہ گیا۔ وہاں مجھے نقصان اُٹھانا پڑا۔ پھر میں مدینہ آیا اور امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! میں سامانِ تجارت لے کر مکہ گیا۔ وہاں مجھے نقصان اٹھانا پڑا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ سامانِ تجارت لے کر مصر جاؤں۔ آپ مشورہ دیں کہ خشکی کے راستے جاؤں یا سمندری راستے سے مصر جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا: مصر سے دُور رہو۔ وہاں موت ہی موت ہے۔ وہاں کے لوگوں کی عمر تھوڑی ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مصر کی مٹی سے سر نہ دھوؤ اور وہاں کی پکی ہوئی مٹی کے برتن میں پانی نہ پیؤ۔ وہاں کے برتنوں میں پانی پینے سے ذلت مسلط ہوتی ہے اور غیرت ختم ہو جاتی ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: تم مسجد نبویؐ میں جاؤ، وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر ایک سو مرتبہ اللہ سے استخارہ کرو۔ جب کسی بات کا مصمم ارادہ کر لو تو خشکی کا سفر کرو اور جب سواری پر بیٹھنے لگو تو یہ دعا پڑھو:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اس دعا کے پڑھنے والا اگر اپنی سواری سے گر بھی پڑے تو بھی اس کی ہڈی نہیں ٹوٹے گی اور پورے سفر میں اسے کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا۔

قولہ تعالیٰ: سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾

”ان کی گواہی عنقریب لکھی جائے گی اور ان سے سوال کیا جائے گا“۔

بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ میں مکہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے اُن سے کہا: آپ کتاب اللہ کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو کہ پہلے ہم نے نہیں سنی ہوتی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: (اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟) لوگوں سے پہلے قرآن ہم پر نازل ہوا اور لوگوں کے لیے اس کی تفسیر بعد میں بیان کی گئی، لیکن ہمارے لیے پہلے بیان کی گئی۔ ہم قرآن کے حلال وحرام، ناسخ ومنسوخ اور متفرقات و مجموعات کو بخوبی جانتے ہیں اور ہمیں یہ بھی علم ہے کہ کون سی آیت کس رات نازل ہوئی اور کس کے متعلق نازل ہوئی اور کیوں نازل ہوئی؟ اللہ نے اپنی زمین پر ہمیں صاحبانِ حکمت بنایا ہے اور ہم مخلوق کے گواہ ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے:

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ (ان کی عنقریب گواہی لکھی جائے گی اور ان سے سوال کیا جائے گا) ہماری گواہی لکھی جائے گی اور جن کے متعلق ہم گواہی دیں گے ان سے سوال کیا جائے گا۔

امامت نسلِ حسینؑ میں رہے گی

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں مرقوم ہے کہ ہشام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی کوئی امام ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ امامت کا منصب نسلِ حسینؑ میں جاری رہے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ

"ابراہیمؑ یہی کلمۂ توحید اپنی اولاد میں چھوڑ گیا"۔

جس طرح سے ابراہیم علیہ السلام نے کلمۂ توحید چھوڑا تھا۔ اسی طرح سے امام حسینؑ نے اپنی اولاد کے لیے منصبِ امامت چھوڑا تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی اس آیت سے استشہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ امامت نسلِ حسینؑ میں جاری رہے گی۔

کتاب علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ کی آیت کو بطور استشہاد پیش کیا اور فرمایا: جب سے امامت امام حسینؑ تک پہنچی ہے تو اس کے بعد ہمیشہ ان کی اولاد میں ہی جاری رہے گی، اولاد سے ہٹ کر کسی بھائی یا چچا کی طرف منتقل نہ ہوگی۔

کتاب معانی الاخبار، احتجاج طبرسی اور مناقب ابن شہر آشوب میں بھی اسی مفہوم کو مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مکہ یا طائف کے کسی سردار پر کیوں نہ اُترا؟

وَ قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝

"اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن دوشہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ اُتارا گیا"۔

کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحنِ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن اُمیہ مخزومی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: اگر خدا نے کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو وہ مکہ کے ولید بن مغیرہ یا طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی ہی کو رسول مقرر کر دیتا۔ اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ ان جیسے دولت مندوں اور بارسوخ افراد کے ہوتے ہوئے آپ جیسے مفلس شخص کو اپنا نبی بناتا؟!

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ اعتراض اس لیے کر رہے ہو کہ تمھاری نظر میں مالِ دنیا کو بڑی اہمیت حاصل ہے جب کہ اللہ کی نظر میں مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر مال و دولت کو ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی حیثیت حاصل ہوتی تو کافر اس دنیا میں پانی کا ایک گھونٹ تک نہ پی سکتا۔ اللہ اپنی رحمت کو خود تقسیم کرتا ہے۔ اس نے رحمت کی تقسیم تمھارے حوالے نہیں کی ہے۔ وہ تیری طرح سے بُزدل بھی نہیں ہے اور تیری طرح سے اسے کسی سے لالچ بھی نہیں ہے۔ اس کا سارا نظام عدل پر قائم ہے۔ وہ دین کی سربلندی کے لیے اسے ہی منتخب کرتا ہے جو اس کا زیادہ اطاعت گزار ہوتا ہے۔ وہ اپنے دین کی نشرواشاعت کے لیے کسی کی دولت پر نظر نہیں رکھتا۔ ویسے بھی اس کی تقسیم کا انداز ہی جداگانہ ہے۔ یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ جسے دولت دے، اسے نبوت کا عہدہ بھی دے۔ خدا کو کسی بات پر مجبُور نہیں کیا جاسکتا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ کسی کو دولت دیتا ہے لیکن اسے حسن و جمال نہیں دیتا اور کسی کو حسین وجمیل بناتا ہے لیکن اسے دولت سے محروم کر دیتا ہے۔ کسی دولت مند کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ جب مجھے دولت ملی تھی تو حُسن و جمال بھی ملتا۔ اسی طرح سے کسی حسین وجمیل مفلس کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ جب حُسن و جمال مجھے عطا کیا تھا۔ تو دولت کسی دوسرے کو کیوں دی ہے؟ بعض اوقات ایک بادشاہ کسی غریب ومفلس کے علم و دانش کا محتاج ہوتا ہے۔ اور دانش مند بادشاہ کی دولت کا محتاج ہوتا ہے۔ بادشاہ کو یہ کہنے کا اختیار نہیں ہے کہ جب سلطنت مجھے ملی ہے تو علم ودانش کیوں نہیں ملی؟ اسی طرح سے کسی دانشور کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ جب خدا نے مجھے علم و دانش سے نوازا ہے تو حکومت کسی اور کے ہاتھ میں کیوں دی ہے؟!

قناعت نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے

مصباح الشریعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:
اگر قناعت کرنے والا دونوں جہانوں کی ملکیت کا مالک ہونے کی قسم اُٹھائے تو خدا اس کی قَسم کو پورا کرے گا، کیونکہ قناعت کی بڑی شان ہے۔

اس شخص پر تعجب ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہے، جب کہ اللہ تو فرما رہا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

''ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا''۔

جسے خدا کے فرمان پر یقین ہوگا تو وہ خواہ مخواہ کی پریشانی سے محفوظ رہے گا۔

سونے چاندی کی بے وقعتی

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ......

''اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کی چھتوں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں، انھیں چاندی کا بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازوں کو اور ان تختوں کو جن پر یہ لوگ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، سونے کا بنا دیتے''۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: اگر کافروں کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی اور ان کے دروازے اور چارپائیاں سونے کی ہوتیں تو کوئی بھی شخص ایمان نہ لاتا۔ اس کے برعکس خدا نے ایسا نظام تشکیل دیا ہے کہ مومنین میں کچھ افراد کو دولت مند بنا دیا اور کافروں میں کچھ لوگوں کو مفلس بنا دیا۔ پھر امیر وغریب کا امر و نہی، صبر و شکر سے امتحان لیا۔

علل الشرائع میں حضرت زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر خدا کفار کو سونے چاندی کے بنے ہوئے گھر دے دیتا اور اہلِ ایمان کٹیا میں زندگی بسر کرتے تو اس سے اہلِ ایمان کی سخت حوصلہ شکنی ہوتی اور وہ انتہائی غمگین ہوتے اور وہ آپس میں رشتے نہ کرتے اور ایک دوسرے کی میراث حاصل نہ کرتے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

مفلسِ مومن ، مال دار مومنین سے ستر خریف (ایک خریف ستر سال کا ہوتا ہے) پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور میں تمھیں مثال دے کر یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں۔

کسی دریا میں دو کشتیاں جاری ہوں، ایک خالی ہو اور دوسری اشیاء سے بھری ہوئی ہو۔ راستے میں حکومت کے کارندے ان کشتیوں کو روکیں۔ جب وہ خالی کشتی کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے، اسے جانے دو اور جب وہ بھری ہوئی کشتی کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اسے روکو، ہم نے اس کی تلاشی کرنی ہے۔

آپؑ نے مزید فرمایا: اگر طلبِ رزق کے لیے اہلِ ایمان کی بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑاہٹ موجود نہ ہوتی تو اللہ انھیں مزید مفلس بنا دیتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ مفلس اہلِ ایمان کی طرف کسی معذرت خواہی کرنے والے کی طرح سے دیکھے گا اور فرمائے گا:

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے تمھیں دنیا میں غربت میں مبتلا کیا تھا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ تم میری نظر میں حقیر تھے۔ آج دیکھ لینا میں تمھیں کتنی نعمات سے نوازوں گا۔ جس نے دنیا میں تم سے بھلائی کی ہو تو آج اس کے ہاتھ سے پکڑ کر اسے بھی اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔

اس وقت ایک مفلس مومن کہے گا: پروردگار! دنیاداروں نے بڑے مزے لُوٹے تھے انھوں نے خوبصورت عورتوں سے نکاح کیے تھے اور ملائم لباس پہنے تھے اور عمدہ کھانے کھائے تھے، خوبصورت گھروں میں رہے تھے اور عمدہ سواریوں پر سوار ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب سے یہ دنیا قائم ہوئی تھی اور جب اس کا اختتام ہوا ہے اس دوران میں نے اہلِ ثروت کو جتنی بھی نعمات عطا کی تھیں آج تم میں سے ہر ایک کو اس سے ستر گنا زیادہ نعمات عطا کرتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

بنی آدم میں جو بھی مومن ہوتا تو وہ غریب ہوتا تھا اور ہر کافر دولت مند ہوتا تھا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا مانگی: رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا (الممتحنہ، آیہ ۵) (خدایا! ہمیں کافروں کے لیے ذریعہ آزمائش نہ بنا)

اس کے بعد اللہ نے اس حالت میں تبدیلی کی، کچھ اہلِ ایمان کو دولت مند بنا دیا اور کچھ کافروں کو غریب بنا دیا اور سب کو ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا۔

ایک مفلس کی اعلیٰ ظرفی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دولت مند شخص قیمتی لباس پہن کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر بیٹھا۔ کچھ دیر بعد ایک غریب آدمی بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہ اس دولت مند شخص کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا۔ دولت مند آدمی نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو اس سے فرمایا: کیا تجھے یہ خوف لاحق ہوا ہے کہ اس کی غربت تجھے چمٹ جائے گی؟

دولت مند شخص نے کہا: نہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تو نے اس لیے کپڑے سمیٹے ہیں کہ کہیں تیری دولت تیرے ہاتھ سے نکل کر اس کے پاس چلی جائے گی؟

دولت مند شخص نے جواب دیا: نہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تو کیا تجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تیرے کپڑے میلے ہو جائیں گے۔ اس نے کہا: نہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: جب ان میں سے کوئی بھی بات نہیں تھی تو تو نے کپڑے کیوں سمیٹے؟

دولت مند شخص نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ساتھ ابلیس رہتا ہے جو ہر بُری چیز کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور ہر اچھی چیز کو قابلِ نفرت بنا کر پیش کرتا ہے۔ میں اپنی آدھی جائداد اپنے اس مفلس بھائی کو دیتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفلس مسلمان سے فرمایا: کیا تم اس کی دولت قبول کرتے ہو؟

مفلس مسلمان نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں اس کی جائیداد قبول نہیں کرتا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! جب یہ دولت میرے پاس آ جائے گی تو میں بھی اس کی طرح سے مغرور ہو جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: جب غربت وافلاس کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھو تو کہو کہ اے شعارِ صالحین! تجھے خوش آمدید ہو۔ اور جب امارت وثروت کو آتا ہوا دیکھو تو کہو کہ میرے خدا نے مجھے میری غلطی کی جلد سزا دی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ صبر کرنے والے مساکین کے لیے خوش خبری ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو آسمان کی بادشاہت کو دیکھیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گروہِ مساکین! مطمئن رہو اور دل کی گہرائیوں سے اللہ کی رضا پر رضا رہو۔ خدا تمہیں فقر پر ثابت رکھے گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر ہمارے شیعہ وسعتِ رزق کے لیے خدا سے گڑگڑا کر دعائیں نہ کرتے تو خدا انہیں مزید تنگدستی میں مبتلا کر دیتا۔

آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن خدا اپنے غریب مومن بندے سے ایسے ہی معذرت خواہی کرے گا جیسا کہ ایک بھائی اپنے بھائی سے کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ فرمائے گا:

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے تجھے اس لیے مفلس نہیں بنایا تھا کہ میری نظروں میں تو حقیر تھا اب اس پردہ کو اُٹھا کر دیکھو، میں نے اس کے بدلے تجھے کیا دیا ہے؟

مومن پردے کو ہٹائے گا تو اسے اللہ کی اتنی زیادہ نعمات دکھائی دیں گی کہ وہ کہے گا کہ مجھے اس سودے میں کوئی گھاٹا نہیں ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ میں کسی بھی دولت مند کو اس لیے دولت نہیں دیتا کہ وہ میری نظر میں معزز ہوتا ہے اور کسی غریب کو اس لیے غربت نہیں دیتا کہ میری نظر میں حقیر ہوتا ہے۔ میں نے دولت مند طبقہ کو غرباء کے ذریعہ سے آزمایا ہے۔ اگر غرباء نہ ہوتے تو دولت مند جنت کے حقدار ہی نہ بنتے۔

علی بن اسباط بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فقر سرخ موت ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا درہم و دینار سے فقر سرخ موت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، بلکہ دین سے فقر ایسا ہی ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی گناہوں کی پیروی کرے گا وہ اللہ کے ذکر سے اندھا ہو جائے گا اور جو احکامِ الٰہی پر عمل ترک کر دے گا اس کے ساتھ شیطان کو ساتھی مقرر کر دیا جاتا ہے۔

روضہ کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے: جن لوگوں نے حضرت علیؑ کا حق غصب کیا تھا وہ قیامت کے دن عذابِ الٰہی کو دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کو ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ کاش تیرے میرے درمیان پورے مشرق و مغرب کا فرق ہوتا تو انتہائی بُرا ساتھی تھا۔

قولہ تعالیٰ: فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ ......

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ مراد یہ ہے کہ اگر آج ہم آپ کو مکہ سے نکال کر مدینہ لے جا رہے ہیں تو اس میں پشیمان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ کو مکہ لے آئیں گے اور ان لوگوں سے علیؑ کے ذریعہ سے انتقام لیں گے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولؐ خدا کو اُمت کا وہ سلوک دکھا دیا تھا جو اُمت نے آپ کے بعد آلِ محمدؑ سے روا رکھا تھا۔ اس کے بعد آپ اپنی وفات تک خاموش خاموش اور گھٹے گھٹے سے رہے۔ آپ کو ہنستا ہوا کسی نے نہ دیکھا۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع میں مقامِ منیٰ پر خطبہ دیا۔ میں آنحضرتؐ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ آپؐ نے دورانِ خطبہ یہ کلمات بھی فرمائے:

دیکھو! میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ میرے بعد کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے اس دستہ میں دیکھو گے جو تم سے برسرِ پیکار ہوگا۔

پھر آپؐ پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں یا علیؑ، میں یا علیؑ، میں یا علیؑ۔

ہمیں محسوس ہوگا کہ جبریلؑ امین نے آپ کو کوئی اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل کی: فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ۝ اگر ہم آپ کو اس انتقام سے پہلے ہی کیوں نہ اُٹھالیں۔ پھر بھی ہم نے ان سے انتقام تو بہرصورت لینا ہی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ہم علیؑ کے ذریعہ سے ان سے انتقام لیں گے۔

قوله تعالیٰ: فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِىۡۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ‌ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ۝

"تم اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، بے شک آپ صراطِ مستقیم پر ہیں"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے کہ آپ ولایتِ علیؑ پر ہیں اور علیؑ ہی صراطِ مستقیم ہیں۔

ذکر کیا ہے اور مسئول کون ہیں؟

وَاِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ‌ ۚ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ۝

"یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت کا سامان ہے، عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی"۔

اس آیتِ مجیدہ کا ایک ترجمہ تو یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے، البتہ مختلف شیعہ کتب سے اس کا ایک اور مفہوم بھی مستفاد ہوتا

ہے۔ چنانچہ اُصولِ کافی کی پانچ، تفسیر قمی کی ایک اور بصائر الدرجات کی دو روایات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "ذکر" قرآن ہے اور "قومک" کے ضمن میں ہم آنحضرتؐ کی قوم ہیں اور وسوف تسئلون کے تحت لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہم سے سوال کریں۔

مگر یہ روایات متنِ قرآن کے مفہوم سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتیں۔ واللہ اعلم بالصواب! (اضافۃ من المترجم)

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ؕ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ

اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ ج اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ
تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ج وَ فِيْهَا
مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ج وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ ج
وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا
فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ
جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ ج لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ ج وَ مَا
ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ
عَلَيْنَا رَبُّكَ ط قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ
اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ ج
اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ط بَلٰى وَ رُسُلُنَا
لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ق فَاَنَا اَوَّلُ
الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ
عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط
وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

"آپ ان رسولوں سے سوال کریں جنھیں آپ سے پہلے ہم نے بھیجا ہے۔ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ کوئی اور معبود بھی مقرر کیے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہو؟

بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت کے پاس روانہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

جب انھوں نے ان کے سامنے ہماری نشانیاں پیش کیں تو وہ مذاق اُڑانے لگ گئے۔ ہم نے انہیں جو بھی نشانی دکھائی وہ پہلی نشانی سے بڑی تھی اور ہم نے انھیں عذاب کے ساتھ پکڑ لیا تاکہ وہ اپنی روش سے باز آ جائیں۔

ان لوگوں نے کہا: اے جادوگر (موسیٰ) اپنے رب سے ہمارے بارے میں دعا کر جس بات کا تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے تو یقیناً ہم راہِ راست پر آ جائیں گے۔ مگر جیسے ہی ہم ان سے عذاب دُور کرتے تو وہ عہد توڑ دیتے تھے۔

فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے؟ اور کیا یہ نہریں میرے فرمان پر نہیں چل رہی ہیں؟ کیا تم یہ سب کچھ نہیں دیکھتے؟ اور کیا میں اِس پست شخص سے بہتر نہیں ہوں جو صاف بول بھی نہیں سکتا؟

آخر اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں اُتارے گئے اور فرشتوں کا ایک دستہ اس کی اردلی میں اس کے ساتھ کیوں نہ آیا؟ اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انھوں نے اس کی اطاعت کی۔ یقیناً وہ فاسق لوگ تھے۔ پھر جب ان لوگوں نے ہمیں غضب ناک کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔

ہم نے انھیں بعد والوں کے لیے پیش رَو اور نمونۂ عبرت بنا کر رکھ دیا۔ اور جونہی ابن مریمؑ کی مثال پیش کی جاتی ہے تو آپ کی قوم اس پر شور مچانے لگ جاتی ہے۔ اور انھوں نے کہا کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ وہ یہ مثال آپ کے سامنے محض کج بحثی کے لیے لائے ہیں یہ لوگ جھگڑالو لوگ ہیں۔ ورنہ عیسیٰؑ تو بس ایک بندہ تھا جس پر ہم نے نعمت کی تھی اور بنی اسرائیل کے لیے اسے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا تھا۔

اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمھارے جانشین ہوں۔ وہ یقیناً قیامت کی نشانی ہے۔ اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو اس سے روک لے بے شک وہ تمھارے لیے کھلم کھلا دشمن ہے۔ اور جب عیسیٰؑ ان کے پاس معجزات لے کر آئے تو کہا کہ میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں کچھ ایسے مسائل کی وضاحت کرنے آیا ہوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

بے شک میرا اور تمھارا پروردگار اللہ ہے۔ تم اسی کی عبادت کرو۔ یہی صراطِ مستقیم ہے مگر (اس کی تعلیم کے باوجود) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ ایک دردناک دن کے عذاب سے ظلم کرنے والوں کے لیے تباہی ہے۔

کیا یہ لوگ قیامت کے انتظار میں ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ ٹوٹے اور انھیں اس کا پتہ بھی نہ چلنے پائے۔ وہ دن جب آئے گا تو متقین کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن

بن جائیں گے۔ (انھیں ندا دی جائے گی کہ) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی محزون ہو گے (یہ انعام ان کے لیے ہوگا) جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے اور فرماں بردار تھے۔ تم اپنی بیویوں کے ساتھ اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے سامنے سونے کے تھال اور ساغر گردش کرائے جائیں گے۔ وہاں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی نفس خواہش کریں گے اور جو آنکھوں کو بھلی لگتی ہوگی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث بنائے گئے ہو۔ اس میں تمھارے لیے بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھاؤ گے۔ بلاشبہ جرم کرنے والے لوگ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔ ان سے عذاب منقطع نہ کیا جائے گا اور وہ وہاں مایوسی کے عالم میں پڑے ہوں گے۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ تو خود ہی اپنے اُوپر ظلم کرنے والے تھے۔ وہ پکاریں گے: اے مالک! تیرا پروردگار اگر ہمیں موت دے دے تو بہت ہی اچھا ہے۔ وہ کہے گا کہ اب تم یہیں رہنے والے ہو۔

ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تمھاری اکثریت حق سے متنفر تھی۔ کیا ان لوگوں نے کسی بات کا فیصلہ کرلیا ہے تو ہم بھی ایک فیصلہ کیے لیتے ہیں۔ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے رازوں اور خفیہ باتوں کو نہیں سن رہے۔ کیوں نہیں، ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے نمائندے ان کے پاس بیٹھ کر لکھ رہے ہیں۔

آپ کہہ دیں کہ اگر رحمٰن کے ہاں کوئی بیٹا ہوتا تو پہلا عبادت گزار میں ہوتا۔ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا فرماں روا، عرش کا مالک ان سب باتوں سے جو یہ بیان کر رہے ہیں۔ آپ انہیں چھوڑ دیں باتیں بناتے رہیں اور کھیل کود میں مگن رہیں یہاں تک کہ وہ اس دن کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

وہی آسمان میں بھی معبُود ہے اور زمین میں بھی معبُود ہے اور وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔

بابرکت ہے وہ جس کے قبضہ میں آسمانوں، زمین اور ہر اس چیز کی بادشاہی ہے جو زمین و آسمان کے درمیان پائی جاتی ہے اور قیامت کی گھڑی کا علم اسی کے پاس ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ اس کو چھوڑ کر جنہیں یہ پکار رہے ہیں وہ شفاعت کے مالک نہیں ہیں مگر وہی جو سمجھ بوجھ کر حق کی گواہی دینے والے ہیں۔ اور اگر آپ ان سے یہ پوچھ لیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے تو یقیناً کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر کدھر بہکے جا رہے ہیں؟ رسول کے اس قول کی قسم ہے کہ اے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور کہہ دیں کہ سلام ہو، عنقریب وہ سب کچھ جان لیں گے"۔

سوالِ معراج

وَسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ......

"آپ ان رسولوں سے پوچھیں جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ابوحمزہ ثمالیؒ نے ابی الربیع سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ اسی سال حج کیا تھا جس میں ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ نے حج کیا تھا۔ اُموی خلیفہ کے ساتھ حضرت عمر کا آزاد کردہ غلام نافع بن ازرق بھی حج پر آیا تھا۔ نافع کی امام محمد باقر علیہ السلام پر نگاہ پڑی، آپؑ مقامِ رکن کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے گرد مسائل پوچھنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔

نافع نے خلیفہ سے کہا: یہ کون ہیں؟

ہشام نے ازراہِ طنز کہا: یہ اہلِ کوفہ کا نبی ہے اور اس کا نام محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ ہے۔

نافع نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں ان سے کچھ ایسے مسائل پوچھوں گا جن کا جواب نبی یا نبی کا وصی یا وصی کا فرزند ہی دے سکتا ہے۔

ہشام نے کہا: تم ان کے پاس ضرور جاؤ ممکن ہے تم انھیں شرمندہ کرسکو۔

نافع امام علیہ السلام کے سامنے پہنچا اور مجمع کو چیر کر کہا: اے محمد بن علیؑ! میں نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور میں چاروں کتابوں کے حلال وحرام سے واقف ہوں۔ میں آپ سے کچھ مسائل پوچھنا چاہتا ہوں جن کا

جواب یا تو نبی یا پھر نبی کا وصی یا پھر فرزندِ وصی ہی دے سکتا ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے سر اُٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور فرمایا: جو چاہو پوچھ لو۔

نافع نے کہا: آپؑ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ سلام اللہ علیہما کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں اپنا نظریہ بیان کروں یا تمہارا نظریہ بیان کروں؟

نافع نے کہا: آپ دونوں نظریات بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے نظریہ کے مطابق دونوں بزرگوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے جب کہ تمہارے نظریہ کے مطابق دونوں میں چھ سو برس کا فاصلہ ہے۔

نافع نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا ...... (آپ اپنے سے پہلے رسولوں سے سوال کریں)

سوال یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ سابقہ انبیاءؑ سے پوچھیں تو کیسے پوچھیں جب کہ قریب تر نبی میں اور آنحضرتؐ میں آپ کے بقول پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ لہٰذا اگر پوچھنا چاہیں تو ممکن نہیں ہے اور اگر نہ پوچھیں قرآن کی آیت پر عمل نہیں ہوتا؟!!

جیسے ہی نافع کا سوال مکمل ہوا تو امام علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بنی اسرائیل، آیہ ۱)

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت حرمت والی مسجد سے آخری نقطۂ سجود تک سیر کرائی"۔

اللہ نے شبِ معراج اپنے حبیب کریمؐ کو بہت سی نشانیاں دکھائی تھیں اور ان میں ایک نشانی یہ بھی تھی کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے تو اللہ نے تمام انبیاءؑ کو جمع کیا۔ پھر حکمِ الٰہی کے تحت جبریلؑ نے اذان و اقامت کہی اور اس نے اقامت میں حی علی خیر العمل بھی کہا۔ پھر آنحضرتؐ نے تمام انبیاءؑ کو نماز پڑھائی۔ اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا ...... (آپ ان سے سوال کریں جنھیں ہم نے آپ سے پہلے سوال بنا کر بھیجا ہے)۔

چنانچہ آنحضرتؐ نے گروہِ انبیاءؑ سے پوچھا کہ اے گروہِ انبیاءؑ و رسل! تم کس بات کی گواہی دیتے تھے اور تم کس کی عبادت کرتے تھے؟

انبیاءؑ نے جواب دیا: ہم لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے تھے اور ہم سے اسی کا عہد و میثاق لیا گیا تھا۔

نافع نے یہ جواب سنا تو بے ساختہ کہا: اے فرزند رسولؐ! واقعی آپؑ نے سچ کہا ہے۔ اے ابوجعفر! خدا کی قسم! آپؑ حضرات ہی رسولِ خدا کے سچے اوصیاء ہیں۔ تورات کے بیان کے مطابق آپؑ حضرات رسول اکرمؐ کے جانشین ہیں۔ انجیل میں آپؑ کے نام لکھے ہوئے ہیں اور زبور اور قرآن میں لکھا ہے کہ آپ حضرات اس امر کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں۔

احتجاج طبرسی میں امیرالمومنین علی علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو خاتم الانبیاءؐ بنایا اور انھیں تمام اقوام وملل کا رسولؐ بنایا تو انھیں معراج کے لیے مخصوص کیا اور جملہ انبیاءؑ کو ان کے لیے جمع کیا۔ آپؐ نے ان سے ان کے شرائط بعث سنے اور انھیں ملنے والی آیات و براہین کا بیان سنا۔ جملہ انبیاءؑ نے آپؐ کی فضیلت کا اقرار کیا اور آپؐ کے اوصیاء اور حجج کی فضیلت کو تسلیم کیا اور آپؐ کے وصی کے پیروکاروں کی فضیلت کا بھی اقرار کیا۔

حضرت موسیٰؑ کی مادی طور پر کمزوری

وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿۵۲﴾

"فرعون نے کہا کہ کیا میں اس پست انسان (موسیٰؑ) سے بہتر نہیں ہوں جو صاف بول نہیں سکتا"۔

حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے خطبہ قاصعہ میں فرماتے ہیں:

موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے پاس آئے کہ ان کے جسم پر اُونی کرتے اور ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں اور اس سے یہ قول قرار کیا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو اس کا ملک بھی باقی رہے گا اور اس کی عزت بھی برقرار رہے گی۔

اس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا: تمھیں ان پر تعجب نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی برقرار رہے گی اور میرا ملک بھی باقی رہے گا۔ جس پھٹے حال اور ذلیل حالت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو۔ (اگر ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ سونے کو اور اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا اور بالوں کے کپڑوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس وقت اس نے نبیوں کو مبعوث کیا تو ان کے لیے سونے کے خزانوں اور خالص طلاء کی کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کی کشت زاروں کو

اُن کے لیے مہیا کردیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی جانوروں کو اُن کے ہمراہ کردیتا تو کرسکتا تھا اور اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزا و سزا بیکار اور (آسمانی) خبریں اکارت ہوجائیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا اجر اس طرح کے ماننے والوں کے لیے ضروری نہ رہتا اور نہ ایسے ایمان لانے والے نیک کرداروں کی جزا کے مستحق رہتے۔ اور اصل الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے لیکن اللہ سبحانہٗ اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالات میں کمزور ناتواں قرار دیتا ہے اور انھیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے (جو دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا افلاس اُن کے دامن سے وابستہ کردیتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے۔ اگر انبیاءؑ ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جس دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہوسکتا ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس سے تعدی ممکن ہی نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوئے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں لڑتیں اور اس کے رُخ پر سواریوں کے پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لیے بڑی آسان اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی ہے اور لوگ چھائے ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسبابِ رغبت کی بناء پر ایمان لے آتے تو اس صورت میں ان کی نیتیں مشترک اور نیک عمل بٹے ہوئے ہوتے لیکن اللہ سبحانہٗ نے تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں کا اتباع اُس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کے سامنے فروتنی اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اسی کے لیے مخصوص ہیں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی آزمائش کڑی ہوگی اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔

خدا کی رضا اور ناراضگی کی نشانی

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

"پھر جب اُنھوں نے ہمیں غضب ناک کیا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کردیا"۔

کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت بالا کے ضمن میں منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
اللہ کی ناراضگی کی کیفیت ہماری ناراضگی کی مانند نہیں ہوتی۔ اس کے ہاں ایک مخصوص چہرہ نہیں ہے جس پر غضب ناکی کے آثار طاری ہوتے ہیں کیونکہ اس پر کیفیات طاری نہیں ہوتیں۔ وہ خود کیفیات کا خالق ہے۔ اس نے اپنی رضامندی اور ناراضگی کے اظہار کے لیے کچھ افراد پیدا کیے جو کہ خوش بھی ہوتے ہیں اور ناراض بھی ہوتے ہیں۔ وہ افراد اللہ کی مخلوق ہیں اور خدا ان کا مدبر ہے۔ اللہ نے ان کی رضا کو اپنی رضا اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا ہے، کیونکہ اللہ نے انھیں اپنا

داعی بنایا اور اپنے دین کا رہنما بنایا۔ ان کے قول وفعل کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے فرمایا:

من اهان لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربة ودعانی الیها

"جس نے میرے ولی کی توہین کی تو اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے حبیب کریمؐ کے لیے فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء، آیہ ۸۰)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح، آیہ ۱۰)

"بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔

اگر خدا پر بھی کیفیات وعوارض ہونے لگ جائیں تو کہنے والوں کو یہ موقع مل جائے گا کہ ایک دن خدا ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ جب وہ راضی ہوتا ہے تو کیفیت اور ہوتی ہے اور جب ناراض ہوتا ہے تو وہ کیفیت بدل جاتی ہے۔ جب اس پر تبدیلیاں واقع ہو سکتی ہیں تو وہ ہلاک بھی ہو سکتا ہے۔

اگر ایسا ہو تو خالق ومخلوق کا فرق باقی نہیں رہے گا اور قادر ومقدور میں کوئی تفاوت باقی نہیں رہے گا۔ اللہ اس قول سے کہیں بلند وبرتر ہے۔

اُصولِ کافی میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

شبیہ عیسیٰؑ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾

"اور جوں ہی ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے تو آپ کی قوم اس پر شور مچانے لگ جاتی ہے"۔

تفسیر قمی میں مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: "ابھی تمہارے پاس وہ آئے گا جو عیسیٰؑ بن مریمؑ کی شبیہ ہے"۔

وہاں پر بیٹھے ہوئے کچھ افراد محفل سے اُٹھے تاکہ وہ واپس آجائیں اور انہیں شبیہ عیسیٰؑ کا اعزاز حاصل ہو، لیکن سب سے پہلے علی بن ابی طالبؑ محفل میں داخل ہوئے۔

ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: تم نے محمدؐ کا حال دیکھا ہے۔ پہلے تو وہ علیؑ کو ہم پر فضیلت دیتا تھا۔ اب اس نے اپنے داماد کو شبیہ عیسیٰؑ کا درجہ دیا ہے۔ اس سے تو ہمارے پرانے خدا بہتر تھے۔

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ يَصِدُّوْنَ کا معنی ہے يَضْحَكُوْنَ یعنی تیری قوم کے لوگ ابن مریمؑ کے مثیل کا ذکر سن کر ہنستے ہیں۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام حاضر ہوئے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

تجھ میں عیسیٰؑ کی شباہت پائی جاتی ہے، اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے متعلق وہ باتیں نہ کرنے لگ جائیں جو کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ کے متعلق کہی تھیں تو میں تیرے اتنے فضائل بیان کرتا کہ تم جہاں سے بھی گزرتے لوگ تمہارے قدموں کی مٹی کو متبرک سمجھ کر اُٹھا لیتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سنی تو دو اعرابیوں اور مغیرہ بن شعبہ اور قریش کے کچھ افراد کو بہت دُکھ ہوا اور کہنے لگے کہ کتنی عجیب بات ہے کہ اس صاحب نے اگر علیؑ کی تشبیہ دی بھی ہے تو عیسیٰؑ بن مریمؑ سے دی ہے۔

اس پر اللہ نے وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ کی آیت نازل فرمائی۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے شوریٰ کے روز مجلس شوریٰ کے ارکان سے کہا تھا:

تمہیں خدا کی قسم! مجھے یہ بتاؤ کیا میں تم میں کوئی ایسا بھی ہے جسے رسولؐ خدا نے اپنے دَر کا دربان بنایا ہو اور فرمایا ہو کہ تم فی الحال کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ میرے پاس کچھ فرشتے زیارت کے لیے آرہے ہیں۔

چنانچہ میں دربان بن کر بیٹھ گیا۔ عمر بن الخطاب ملاقات کے لیے آئے تو میں نے کہا کہ آنحضرتؐ کے پاس کچھ فرشتے زیارت کے لیے آئے ہوئے ہیں لہٰذا آپ فی الحال صبر کریں۔

اس وقت عمر واپس چلے گئے۔ الغرض عمر تیسری بار آئے تو آنحضرتؐ نے اُسے اجازت دی۔

حضرت عمر نے رسولِ خدا سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس سے قبل دو مرتبہ حاضر ہوا تھا لیکن علیؑ نے مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں دی اور کہا: رسول اکرمؐ کے پاس اتنے اتنے فرشتے موجود ہیں۔ چنانچہ میں واپس چلا گیا۔ مجھے علیؑ سے یہ پوچھنا ہے کہ انھیں فرشتوں کی تعداد کا علم کیسے ہوا؟ کیا اس نے فرشتوں کو دیکھا تھا؟

رسول اللہؐ نے فرمایا: علیؑ! یہ بتاؤ تمہیں ملائکہ کی تعداد کا علم کیسے ہوا؟

میں نے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! میں نے ان کی تعداد کا اندازہ ان کے سلام سے کیا تھا۔ جب بھی سلام کی آواز آتی تو میں تعداد گنتا تھا اور یوں مجھے تعداد کا علم ہوا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ تمہارے اندر عیسٰی بن مریمؑ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

اس وقت عمر بن الخطاب نے کہا تھا کہ عیسٰیؑ کے بغیر نبیؐ نے اس کی کسی سے تشبیہ دینا گوارا نہیں کی۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝

بتاؤ یہ آیت تمہارے لیے نازل ہوئی تھی یا میرے لیے نازل ہوئی تھی؟

حاضرین نے کہا: یہ آیت آپؐ کے لیے نازل ہوئی تھی۔

مجمع البیان میں آیت مندرجہ بالا کے متعلق مذکور ہے کہ اس آیت کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک مفہوم وہ ہے جسے اہلِ بیت طاہرینؑ نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ حضرت علیؑ کا فرمان ہے:

ایک دن میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت قریش کے نام وَر افراد آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

علیؑ! اس اُمت میں تمہاری مثال عیسٰی بن مریمؑ کی سی ہے۔ ایک گروہ نے ان سے اتنی محبت کی کہ محبت میں افراط سے کام لیا اور وہ محبت میں ہلاک ہوگئے اور ایک گروہ نے اُن سے بُغض رکھا اور وہ بُغض کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ ایک گروہ نے اعتدال سے کام لیا۔ انہوں نے نجات پائی۔ قریش کے سرداروں کو آنحضرتؐ کا یہ فرمان ناگوار گزرا اور ہنسنے لگے اور کہنے لگے: محمدؐ علیؑ کی تشبیہ انبیاء ورسل کے علاوہ اور کسی سے نہیں دیتا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے کہ روزِ غدیر دو رکعت نمازِ شکرانے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

"پروردگار! ہم نے تیرے نذیر ومنذر داعی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا ہے۔

چنانچہ تیرے عبد اور رسولؐ نے جو کچھ علیؑ کے متعلق کہا، ہم نے اسے تسلیم کیا۔ پروردگار! علیؑ بھی عیسٰیؑ

کی طرح سے تیرا ایک بندہ ہے تو نے عیسیٰؑ پر انعام کیا تھا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثالی شخصیت بنایا تھا۔ اسی طرح سے تو علیؑ کو اُمت کے لیے امیر المومنینؑ، مولا اور روزِ قیامت تک سرپرست کا درجہ دیا ہے"۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کا مفہوم یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ کا نزول قربِ قیامت کی علامت ہے۔ خدا نے فرمایا ہے: فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا "اس میں ہرگز شک نہ کرنا"۔

ابن جریج کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوالزبیر نے بیان کیا، اس نے جابر بن عبداللہ سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"عیسیٰؑ بن مریمؑ نازل ہوں گے۔ اس وقت مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آئیں آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ عیسیٰؑ کہیں گے: نہیں، اللہ نے اس اُمت کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے کے خود امیر ہو"۔

اُسے مسلم نیشاپوری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں:

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم

"اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریمؑ تمہارے اندر نازل ہوں گے اور اس وقت تمہارا امام خود تم میں سے ہوگا"۔

علمِ علیؑ

بصائر الدرجات اور احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن ولید السّمان نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ لوگ اُولی العزم انبیاءؑ اور علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں (راوی) نے عرض کیا: لوگ اُولی العزم انبیاءؑ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق فرمایا:

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً (اعراف، آیہ ۱۴۵)

"ہم نے الواح میں ہر چیز میں سے کچھ نہ کچھ اس کے لیے نصیحت لکھی تھی"۔

اس آیت میں اللہ نے "مِنْ" تبعیض استعمال کیا ہے جو کہ کچھ کے معانی میں ہے۔ اللہ نے كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً نہیں کہا۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہ کہا تھا: وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ (زخرف، آیہ ۶۳) "اور میں تمھارے لیے کچھ ایسے مسائل کی وضاحت کرنے آیا ہوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو"۔ اس آیت میں بھی كُلِّ شَيْءٍ کے الفاظ نہیں ہیں۔ یہاں بھی بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ ہے۔ معلوم ہوا کہ موسیٰؑ کو بھی جزئی علم دیا گیا اور عیسیٰؑ کو بھی جزئی علم دیا گیا جب کہ اللہ نے قرآن کریم میں حضرت علیؑ کے علم کی یہ کہہ کر گواہی دی:

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿۴۳﴾ (الرعد، آیہ ۴۳)

"آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ بعنوان گواہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے"۔

اور دیکھو کتاب میں کتنا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۵۹﴾ (انعام، آیہ ۵۹)

"ہر خشک و تر کا ذکر کتابِ مبین میں موجود ہے اور اسی کتاب کے تمام علم کا عالم امیر المومنینؑ ہے"۔

قیامت کے دن دوستی دشمنی میں بدل جائے گی

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿۶۷﴾

"جب قیامت کا دن ہوگا تو متقین کے علاوہ باقی تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کی ہر وہ دوستی جس کی بنیاد محبتِ الٰہی پر نہ ہوگی قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گی۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے: قیامت کے دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور تمام دوستیاں ندامت میں بدل جائیں گی البتہ صرف متقین کی باہمی دوستی قائم رہے گی۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے مومن اور کافر دوستوں کے متعلق فرمایا:

اگر دو مومنوں کی آپس میں دوستی ہو ان میں سے ایک دولت مند اور دوسرا مفلس ہو اور اس طرح سے دو کافروں کی آپس میں دوستی ہو ان میں سے ایک دولت مند اور دوسرا کافر ہو۔

مومن دوستوں کی دوستی اللہ کی محبت و اطاعت کی اساس پر قائم ہو اور ان میں سے ایک پہلے مر جائے تو اللہ اسے اس کی جنت کی منزل دکھاتا ہے اور جب وہ اپنا جنت میں ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو اپنے دوست کے لیے خدا سے شفاعت کرتا ہے اور کہتا ہے:

خدایا! میرا فلاں دوست ہمیشہ مجھے تیری اطاعت کا حکم دیتا تھا اور میری مدد کیا کرتا تھا اور وہ مجھے ہمیشہ تیری نافرمانی سے روکا کرتا تھا، اسے ہدایت پر ثابت قدم رکھنا اور اسے بھی مقامِ جنت دکھانا جیسا کہ تو نے مجھے دکھایا ہے۔

اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور پھر ان دوستوں کی آپس میں ملاقات کراتا ہے اس وقت وہ ایک دوسرے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

اسی طرح سے جب دو کافر دوستوں میں سے ایک دوست پہلے مرتا ہے اور خدا اسے اس کا دوزخی مقام دکھاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ خدایا! میرا فلاں دوست مجھے تیری نافرمانی کی ترغیب دیتا تھا اور تیری اطاعت سے روکتا تھا اور ہمیشہ مجھے غلط راستوں پر چلنے کا حکم دیتا تھا۔ اسے انہی معاصی پر ثابت قدم رکھ تاکہ اس کے مقدر میں بھی وہی عذاب آئے جو میرے مقدر میں آیا ہے۔

چنانچہ دونوں کافر دوست بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اس وقت وہ ایک دوسرے کو بددعائیں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اچھے دوست نہ تھے۔

پھر آپ اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ نے کی آیتِ مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔

روضہ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیرؒ سے فرمایا کہ قیامت کے دن متقین کے علاوہ باقی تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ تم لوگ ہو جن کی دوستی قیامت کے دن بھی قائم رہے گی۔

مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

پرہیزگار افراد کے بھائی چارے کو تلاش کرو اگرچہ تمہیں زمین کی تاریکیوں کا بھی سفر کیوں نہ کرنا پڑے اور ساری زندگی ان کی تلاش میں کیوں نہ ختم کرنی پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کے بعد متقین سے افضل اور کوئی مخلوق پیدا نہیں کی ہے۔ اور ان کی توفیقِ صحبت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت پیدا نہیں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ۞

اور ویسے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں جو شخص کسی بے عیب دوست کو تلاش کرے گا تو وہ دوست کے بغیر ہی رہ جائے گا۔

قوله تعالٰی: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ۝

''تم اپنی بیویوں کے ساتھ پورے اعزاز واکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

روضۂ کافی اور بصائر الدرجات میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیرؒ سے فرمایا: آج اہلِ عالم تمہیں حقیر سمجھ رہے ہیں، لیکن کل قیامت کے دن تمہیں قدرت کی طرف سے عزت ملے گی اور تمہیں یہ خطاب کیا جائے گا کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ پورے اعزاز واکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت حجت قائم عجل اللہ فرجہ الشریف سے پوچھا گیا کہ اہلِ جنت کے ہاں جنت میں بچے بھی پیدا ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جنت عورتوں کے حاملہ ہونے کا مقام نہیں ہے اور وہ کسی کی پیدائش کا مقام نہیں ہے اور وہاں عورتوں کو حیض ونفاس سے بھی نہیں گزرنا پڑے گا اور وہاں بچپنے کی کمزوریاں بھی نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود اہلِ جنت کو ہر وہ نعمت حاصل ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور جو آنکھوں کے لیے لذت کا موجب ہوگی۔ البتہ جب مومن بیٹے کی خواہش کرے گا تو خدا اُسے حمل وولادت کے بغیر ہی بیٹا دے دے گا۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن جنت کے دسترخوان پر ایامِ دنیا کی مقدار کے برابر بیٹھے گا اور ایک بار کے کھانے میں وہ کھائے گا جتنا کہ اس نے پوری زندگی میں کھایا ہوگا۔

عذاب کی سختی

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ۝ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ۝

''بلاشبہ جرم کرنے والے لوگ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، وہاں ان سے عذاب نہ ہٹایا جائے گا اور وہ وہاں مایوسی کے عالم میں ہوں گے۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ تو خود ہی اپنے اُوپر ظلم کرنے والے تھے۔ وہ پکاریں گے کہ اے مالک! تیرا پروردگار اگر ہمیں موت ہی دے دے تو بہت ہی اچھا ہے، وہ کہنے لگا کہ اب تم یہیں رہنے والے ہو''۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

جہاں تک اہلِ نار کا تعلق ہے تو خدا نے ہمیں ہمیشہ کے لیے دوزخ کے سپرد کر دیا ہے۔ ان کے پاؤں جکڑ کر انھیں دوزخ میں ڈالا جا چکا ہے اور ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اجسام پر تارکول کے کپڑے چڑھا دیئے گئے ہیں۔ وہ ایسی آگ میں قید ہیں جس کی گرمی بہت زیادہ ہے اور جس کے اُوپر کا سرا بند ہے۔ اُوپر کا سرا کبھی کھولا نہیں جائے گا اور ان کی کال کوٹھڑی میں کبھی ٹھنڈی ہوا کا گزر نہیں ہوگا۔ ان کی زندگی ختم نہ ہوگی اور انھیں نت نئے طریقوں سے عذاب دیا جائے گا۔ نہ تو دوزخ کی آگ ختم ہوگی اور نہ ہی اہلِ دوزخ کی زندگی تمام ہوگی۔

قوله تعالی: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝

"آپ کہہ دیں کہ اگر رحمٰن کے ہاں کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلا عبادت گزار مَیں ہوتا"۔

علماء نے اس آیت مجیدہ کے مختلف مفہوم بیان کیے ہیں:

① اگر خدا کے ہاں کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلا عبادت گزار مَیں ہوتا۔

② میں چونکہ سب سے پہلا عبادت گزار ہوں اگر خدا کے ہاں کوئی بیٹا ہوتا تو کم از کم مجھے تو اس کا علم ہوتا۔

③ میں کائنات کا پہلا عبادت گزار ہوں۔ اگر خدا نے کسی کو مخلوق میں سے اعزازی بیٹا بنانا ہوتا تو وہ میرا انتخاب کرتا۔

④ لفظ "عبد" انکار کے معنی میں ہے، یعنی اگر خدا کا کوئی بیٹا ہے تو اس کا پہلا منکر مَیں ہوں۔

زمین و آسمان کا خدا ایک ہے

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝

"وہی آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہ حکمت والا اور علم والا ہے"۔

اُصولِ کافی میں ہشام بن الحکم سے مروی ہے کہ مشہور زندیق ابوشاکر دیعانی مجھ سے ملا اور اس نے قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھ کر کہا کہ یہ آیت ہمارے نظریہ کی تائید کرتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کا "الٰہ" اور ہے اور زمین کا "الٰہ" اور ہے۔

ہشام کا بیان ہے کہ میں اس کی بات کا جواب نہ دے سکا۔ میں حج پر گیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے اس زندیق کا قول پیش کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اس سے ملاقات ہو تو اس سے کہنا کہ تیرا نام بصرہ میں کیا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ فلاں۔ پھر اس سے پوچھنا کہ کوفہ میں تیرا نام کیا ہے؟ تو وہ وہی نام دہرائے گا۔ اس وقت اس سے کہنا کہ کیا کوفہ والا اور ہے اور بصرہ والا اور ہے؟! وہ کہے گا: نہیں کوفہ والا بھی وہی ہے، بصرہ والا بھی وہی ایک ہی ہے۔ اس وقت اس کے جواب میں کہنا کہ آسمان کا "الٰہ" بھی وہی ہے اور زمین کا "الٰہ" بھی وہی ہے۔

قولہ تعالٰی: اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾

"سوائے ان کے جو حق کی گواہی دیں اور علم بھی رکھتے ہوں"۔

من لایحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قاضی چار طرح کے ہیں: تین طرح کے قاضی دوزخ میں ہوں گے اور ایک طرح کے قاضی جنت میں ہوں گے:

(۱) وہ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا اور جانتا تھا کہ یہ فیصلہ ظلم پر مبنی ہے۔

(۲) وہ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا، لیکن یہ علم نہ تھا کہ یہ فیصلہ ظلم پر مبنی ہے۔

(۳) وہ جس نے فیصلہ صحیح کیا، لیکن اُسے یہ علم نہیں تھا کہ یہ فیصلہ صحیح ہے۔

(۴) وہ جس نے صحیح فیصلہ کیا اور فیصلہ کی صحت کی وجوہات کا بھی علم رکھتا تھا۔

چنانچہ پہلی تین اقسام کے قاضی دوزخ میں ہوں گے اور چوتھی قسم کا قاضی جنت میں ہوگا۔

قولہ تعالٰی: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ......

"اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور وہ کہیں گے کہ اللہ نے"۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے جب اپنی پیاری مخلوق کو پیدا کیا تو انھیں پیارے اور پاکیزہ مواد سے پیدا کیا اور اس نے جب ناپسندیدہ مخلوق کو پیدا کیا تو انھیں ناپسندیدہ مواد سے بنایا۔ اللہ نے اپنی پیاری مخلوق کو طینتِ جنت سے بنایا اور ناپسندیدہ مخلوق کو طینتِ دوزخ سے پیدا کیا، پھر سب کو سائے میں بھیج دیا۔

سائل نے کہا: سایہ سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: کیا تم نے دھوپ میں اپنے سایہ کو نہیں دیکھا جو کہ درحقیقت کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر اللہ نے انبیاءؑ بھیجے، انہوں نے مخلوق کو اللہ کے اقرار کی دعوت دی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے''۔

پھر انھیں انبیاءؑ کے اقرار کی دعوت دی گئی۔ کچھ نے اقرار کیا اور کچھ نے انکار کیا۔ پھر انھیں ہماری ولایت کی دعوت دی گئی تو جو اللہ کے پیارے تھے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا اور جو خدا کو ناپسند تھے، انھوں نے اس کا انکار کر دیا اور جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے ہیں، وہ اس پر بعد میں بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے اپنے نبی کریم کو حکم دیا کہ آپ اپنے وصی کی فضیلت کا اعلان کریں۔

نبی اکرمؐ نے عرض کیا: رب العزت! یہ جاہل بدو لوگ ہیں، ان میں نہ تو کوئی کتاب آئی ہے اور نہ پہلے کوئی نبی آیا ہے۔ اُنھیں انبیاء کے شرف و منزلت کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔

اور اگر میں نے اپنی اہلِ بیتؑ کی فضیلت بیان کی تو یہ لوگ میری بات نہیں مانیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تحزن علیهم ''ان کے متعلق کوئی اندیشہ نہ کریں اور کہیں سلام ہو عنقریب انھیں معلوم ہو جائے گا''۔ چنانچہ رسولؐ خدا نے اپنے وصی کی فضیلت بیان کی تو دلوں میں منافقت پیدا ہو گئی۔

تفسیر قمی اور بصائر الدرجات کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ شبِ معراج نبی اکرمؐ کو اہلِ ایمان کا صحیفہ دیا گیا جس میں تمام اہلِ ایمان کے نام اور ان کے والدین اور قبائل کے نام درج تھے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ کو اہلِ کفر کے متعلق ایک صحیفہ دیا گیا جس میں انکار کرنے والوں کے نام، ان کے والدین اور قبائل کے نام کے ساتھ لکھے ہوئے تھے۔

رسولؐ اللہ نے عرض کیا: خدایا! کیا یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے؟

اللہ نے فرمایا: فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ''ان سے رُخ پھیر لیں اور کہیں سلام ہو عنقریب وہ جان لیں گے''۔

●......●......●

سُورَةُ الدُّخَانِ

سورۃ دخان مکیۃ آیاتھا ۵۹ ورکوعاتھا ۳

''سورۂ دُخان مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں''۔

G36

سورۂ دُخان کے فضائل

ثوابِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور مجمع البیان میں ابی بن کعب کی زبانی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جو مسلمان اپنے فرائض ونوافل میں سورۂ دُخان کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں میں محشور کرے گا جنھیں اس دن کا امن نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا کرے گا اور اس کے حساب میں آسانی کرے گا اور اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں عطا کرے گا۔

مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص شبِ جمعہ سورۂ دُخان کی تلاوت کرے گا تو اللہ اس کو معاف کردے گا۔

ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی رات سورۂ دُخان پڑھے تو صبح کے وقت اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شبِ جمعہ سورۂ دُخان کی تلاوت کرے تو صبح کو جیسے ہی اُٹھے گا اس کے گناہ معاف ہوچکے ہوں گے۔

ابوامامہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ سورۂ دُخان کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ﴿۳﴾ فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ﴿۴﴾ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ﴿۵﴾ رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا ۘ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ؕ رَبُّکُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"حٰمٓ، روشن کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اس قرآن کو بابرکت رات میں نازل کیا اور ہم ہی عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ اس رات تمام حکمت کے امور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہماری طرف سے حکم ہے۔ بے شک ہم ہی رسولوں کو بھیجا کرتے ہیں۔ یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، وہ سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمھارا اور تمھارے آبائے اوّلین کا پروردگار ہے۔ لیکن یہ لوگ شک کے عالم میں کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں"۔

شبِ قدر کی عظمت

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

"حٰمٓ، روشن کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اس قرآن کو بابرکت رات میں نازل کیا اور ہم ہی عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ اس رات تمام حکمت کے اُمور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے"۔

کتاب معانی الاخبار میں مرقوم ہے کہ سفیان بن سعید ثوری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مجھے یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے کہ ہر سال شبِ قدر آیا کرتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب ماہِ رمضان شروع ہو تو ہر رات ایک سو مرتبہ سورۂ دُخان کی تلاوت کرو۔ تیئسویں ماہِ رمضان کی شب تمہیں تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں یکبارگی بیت المعمور پر اُتارا، پھر بیس برس کے عرصہ میں قرآن رسولؐ خدا پر نازل ہوتا رہا اور شبِ قدر میں تمام اُمور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور سال کے جملہ واقعات و حوادث کا فیصلہ اسی رات کو کیا جاتا ہے۔ البتہ اس میں مشیت و بداء کا استثنا کیا جاتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے پہلے لے آتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے کر دیتا ہے۔ اس رات اَجل، رزق، آزمائش، اعراض اور امراض کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ خدا کو اس فیصلہ کے بعد کمی بیشی کا اختیار ہوتا ہے۔

سارے سال کے فیصلوں کا علم رسولؐ خدا کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ رسولؐ اکرم وہ علم حضرت علیؑ کو منتقل کر دیتے ہیں اور امیر المومنین یہ علم آئمہ علیہم السلام کو منتقل کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ امام صاحب الزمان پر منتہیٰ ہوتا ہے اور اس میں بداء، مشیت، تقدیم و تاخیر کی شرط رکھی جاتی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: لیلۃ القدر ہم سے پوشیدہ نہیں رہتی اس رات ملائکہ ہمارے گھروں کا طواف کرتے ہیں۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے اپنے شاگردوں کو درس دیتے ہوئے فرمایا: اگر وہ کہیں کہ "راسخین فی العلم" کون لوگ ہیں؟

تم جواب میں کہو کہ جن کے علم میں اختلاف نہ ہو۔

اگر لوگ کہیں کہ وہ کون تھا؟ تم اس کے جواب میں کہو کہ رسولؐ خدا اس قافلہ کے میر کاررواں تھے۔ پھر ان سے پوچھو: کیا رسولِ مقبولؐ نے دین کی تبلیغ کی تھی؟

جب وہ اس کا مثبت جواب دیں تو پھر کہو کہ یہ بتاؤ تم جسے رسولؐ اکرم کا خلیفہ مانتے ہو، کیا اس کے علم میں اختلاف تھا یا نہیں؟

اب اگر وہ کہیں گے: جی ہاں، ہمارے بنائے ہوئے خلیفہ کے علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو تم ان سے کہو کہ یہ کیا بات ہوئی کہ رسولِ اللہ کے خلیفہ کو خدا کی طرف سے تائید یافتہ ہونا چاہیے۔ خلیفۂ رسولؐ وہی ہوسکتا ہے جس میں منصب نبوت کے علاوہ رسالت کے باقی کمالات موجود ہوں۔ اگر رسولِ خدا نے اپنے علم کا خلیفہ کسی کو بھی نہیں بنایا تو پھر آپ نے آنے والی نسلوں کو ضائع کیا۔ اگر مخالفین یہ کہیں کہ قرآن میں علمِ رسولؐ موجود ہے۔

تو ان کے سامنے سورۂ دُخان کی ابتدائی آیات اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ تک پڑھو۔ اگر وہ کہیں کہ ملائکہ کو اللہ صرف انبیاءؑ کے پاس ہی بھیجا کرتا ہے۔ تو ان سے یہ کہو کہ شبِ قدر جو امرِ حکیم تقسیم ہوتا ہے اور اُتارا جاتا ہے کیا وہ آسمان سے آسمان تک اُتارا جاتا ہے یا آسمان سے زمین تک اُتارا جاتا ہے؟

اگر وہ کہیں کہ وہ امرِ حکیم آسمان سے آسمان تک ہی اُتارا جاتا ہے تو ان سے کہو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، کیونکہ آسمان میں تو کوئی ایسا وجود نہیں ہے جو اطاعت کو چھوڑ کر معصیت کو اپنائے۔

اب اگر وہ یہ کہیں گے کہ آسمان سے امرِ حکیم کو زمین پر اُتارا جاتا ہے اور اہلِ ارض اس کے زیادہ ضرورت مند بھی ہیں۔ اس وقت ان سے کہو کہ جب امرِ الٰہی کو زمین پر اُتارا جاتا ہے تو زمین پر کوئی ایسی شخصیت بھی ہوتی ہے جو امر کے مطابق فیصلہ کر سکے؟

اب اگر وہ کہیں کہ وہ خلیفہ ہوتا ہے جو سب کا حکم ہوتا ہے تو ان سے کہو کہ خلیفہ کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ معصوم ہو کیونکہ اگر خلیفہ غیر معصوم ہوگا اللہ اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشن میں کیسے لے آئے گا۔ اور زمین و آسمان میں جہاں خدا کا ولی ہوگا وہ خدا کی طرف سے تائید یافتہ ہوگا اور جو تائید یافتہ ہو وہ خطا نہیں کرے گا اور زمین و آسمان میں جہاں خدا کا دشمن ہوگا وہ تائید ایزدی سے محروم ہوگا اور جو تائید الٰہی سے محروم ہو وہ صحیح فیصلہ نہ کر سکے گا۔

جس طرح سے امرِ الٰہی کا آسمان سے اُتر کر زمین پر آنا واجب ہے اسی طرح سے ایک معصوم حاکم کا ہونا بھی واجب

ہے۔ اگر مخالفین کہیں کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے تو اس کے جواب میں کہو کہ اصل بات یہ ہے کہ تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے بندوں کو یوں ہی چھوڑ دیا اور کسی کو ان پر حجت مقرر نہیں کیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

مقصد یہ ہے کہ اس رات ہر امر حکیم نازل ہوتا ہے اور محکم ہمیشہ ایک ہی چیز ہوتی ہے، دو چیزیں نہیں ہوتیں۔ لہٰذا جس نے ایسا فیصلہ کیا جس میں اختلاف نہیں ہے تو وہ فیصلہ خدائی فیصلوں سے ہے اور جس نے ایسا فیصلہ کیا جس میں اختلاف ہو اور اس کا خیال یہ ہو کہ اس نے صحیح فیصلہ کیا ہے تو اس نے دراصل طاغوتی فیصلہ کیا۔

جب بھی شب قدر ہوتی ہے تو ولی امر کی طرف اس سال کی مکمل تفصیل روانہ کی جاتی ہے اور اسے ہر سوال کا جواب بتایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ولی امر کے لیے ہر روز اللہ کے خاص اور مکنون علم کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (لقمان، آیہ ۲۷)

''اگر روئے زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سات سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے، بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اے گروہ شیعہ! سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کے ذریعہ سے مخالفین سے مباحثہ کرو، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہ سورہ رسولؐ خدا کے بعد مخلوق پر اللہ کی حجت ہے اور یہ تمہارے دین کی سردار ہے اور ہمارے علم کی حدِّ آخر ہے۔

اے گروہ شیعہ! حٰمٓ ۚ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۚ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ کی آیات پڑھ کر امامت کا اِثبات کرو۔ یہ آیات رسولؐ خدا کے بعد اولی الامر کے لیے مخصوص ہیں۔

اے گروہ شیعہ! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر، آیہ ۲۴)

''ہر اُمت میں کوئی نہ کوئی نذیر پہنچا ہے''۔

کسی نے کہا: ابو جعفر! محمد مصطفیٰؐ ہی نذیر تھے۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے بالکل صحیح کہا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کیا آپ کی زندگی میں کوئی اور ''نذیر'' بھی تھا؟

اس شخص نے کہا: ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ جس کو رسولِؐ خدا نے ڈرانے کے لیے بھیجا ہو کیا وہ حضورؐ کی طرف سے نذیر نہیں ہوگا جب کہ آنحضرتؐ اللہ کی طرف سے نذیر تھے۔

معترض نے کہا: جی ہاں، آنحضرتؐ کا نمائندہ آپ کی طرف سے ''نذیر'' ہی ہوگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِؐ خدا نے اس وقت تک دنیا سے رحلت ہی نہیں کی تھی جب تک انھوں نے اپنا نمائندہ نذیر مقرر نہیں کیا تھا اور اگر تم کہو کہ ایسا نہیں ہوا تھا تو تم گویا یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ رسولِ اکرمؐ نے اپنی آنے والی پوری اُمت کو ضائع کر دیا تھا۔

معترض نے کہا: تو کیا آنے والی اُمت کے لیے قرآن کافی نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر انہیں صحیح مفسر مل جائے تو قرآن یقیناً کافی ہے۔ رسول اکرمؐ نے اُمت کے سامنے ایک فرد کی شان بیان کی تھی اور اس شخص کو قرآن کی تفسیر سکھائی تھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام مسجدِ کوفہ کے منبر پر تشریف لائے اور آپؑ نے فرمایا: لوگو! آج رات اس شخص کی وفات ہوئی ہے جس سے نہ تو اوّلین نے سبقت کی ہے اور نہ ہی آخرین میں سے کوئی اسے پا سکتا ہے۔ یہ وہ رات ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کی وفات ہوئی تھی اور یہ وہ رات ہے کہ جس میں عیسیٰ بن مریمؑ کو اُٹھایا گیا تھا اور یہ وہ رات ہے جس میں قرآن حکیم نازل ہوا۔

الکافی کی ایک اور روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں ایک نصرانی حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے سورۂ دخان کی پہلی دو آیات کی باطنی تفسیر کا سوال کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: حٰمٓ سے حضرت رسول اکرمؐ مراد ہیں اور کتاب مبین سے حضرت علیؑ مراد ہیں اور لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا مراد ہیں اور فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ کا مقصد یہ ہے سیدہؑ کی نسل میں خیر کثیر ظاہر ہوگا۔

الکافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اور وہ سال میں ایک بار ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے۔ قرآنِ کریم لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے اور اس رات کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: اسی رات میں تمام حکمت والے امور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ شبِ قدر میں پورے سال کے واقعات و حوادث کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اس میں خیر و شر، اطاعت و معصیت،

اولاد، موت اور رزق کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور وہ حتمی فیصلے ہوتے ہیں البتہ مشیت خداوندی مستثنیٰ ہوتی ہے۔

اسحاق بن عمار بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: ۱۵ شعبان کی شب رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، یہ کام ماہِ رمضان کی انیس، اکیس اور تیئس کی راتوں میں انجام پاتا ہے۔

اُنیس کی شب دو گروہ آپس میں ملتے ہیں اور اکیس کی شب تمام حکمت والے اُمور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور تیئس کی شب ارادہ الٰہی کا اجراء عمل میں آتا ہے اور یہ شبِ قدر ہے، جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ''ہزار مہینے سے بہتر ہے''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: آپؑ نے فرمایا ہے کہ اُنیس کی رات دو گروہ آپس میں ملتے ہیں اس سے آپؑ کی کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں اللہ ان امور کو جمع کرتا ہے، جن کی تقدیم و تاخیر کا ارادہ کرتا ہے اور اپنے ارادہ اور قضا کو جمع کرتا ہے۔ میں (راوی) نے عرض کیا: ''تیئس کی رات امور کا اِجرا کرتا ہے'' کا کیا مقصد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اُمور کا فیصلہ اکیس کی رات کو ہو جاتا ہے لیکن اس میں ''بداء'' کا اختیار باقی ہوتا ہے اور جب تیئس کی شب آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان اُمور کو حتمی شکل دے کر اِجرا کے مرحلہ میں لے آتا ہے۔

عمار بن موسیٰ ساباطی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب ماہِ رمضان کا چاند دکھائی دے تو اللہ سے یہ دعا مانگو:

''پروردگار! شبِ قدر میں تو جو حتمی فیصلہ کرے اس کے تحت مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے جنہیں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے''۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ شبِ قدر میں ہر سختی، فراخی اور بارش کے فیصلے کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب شبِ قدر ہوتی ہے اور ہر حکمت والے امر کا فیصلہ ہوتا ہے تو اس رات عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا دے کر یہ کہتا ہے:

''آج رات قبرِ حسینؑ کے جتنے بھی زائر آئے ہیں اللہ نے سب کے گناہ معاف کر دیئے ہیں''۔

بصائر الدرجات میں ہشام سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ

حَکِیْمٍ کی آیت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے شب قدر مراد ہے۔ اس میں حج پر جانے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور اس رات میں اطاعت، معصیت، موت وحیات کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ پھر اللہ وہی فیصلے صاحب ارض کے پاس بھیج دیتا ہے۔

ابن الحارث نے کہا: صاحب ارض کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے تمہارا صاحب یعنی میں خود مراد ہوں۔

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نیمہ شعبان کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے متعلق میرے پاس کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ البتہ جب انیس رمضان کی رات آتی ہے تو اس میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور زندگی کے ایام کے فیصلے ہوتے ہیں اور حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نگاہ شفقت کرتا ہے اور ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے، البتہ شرابی کے گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ پھر تئیس کی شب تمام اُمور کے فیصلے کر دیے جاتے ہیں اور ان فیصلوں کو اِجراء میں لایا جاتا ہے اور ان اُمور کا علم تمہارے صاحب یعنی امامؑ کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو امامؑ کو علم نہ ہوسکتا تھا۔

عیون الاخبار میں کچھ احکامِ شرعیہ کے علل و اسباب حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زبانی بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے: اگر یہ پوچھا جائے کہ اللہ نے ماہِ رمضان میں روزے کیوں فرض کیے؟

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کو نازل کیا گیا۔ اسی مہینہ میں آنحضرتؐ کو نبوت ملی اور اسی مہینہ میں لیلۃ القدر ہے جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اس رات میں تمام حکمت والے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی رات ہر خیر وشر، نفع ونقصان کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس رات کو لیلۃ القدر کا نام دیا گیا ہے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو تقسیم کی رات سویا رہے گا تو اُسے اس سال حج نصیب نہیں ہوگی اور وہ رات تئیس ماہِ رمضان کی ہے۔ اس رات حج پر جانے والوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور رزق لکھا جاتا ہے اور زندگی کے ایام کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔

احتجاج طبرسی کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ "امر" کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: "امر" سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا فیصلہ شب قدر میں کیا جاتا ہے۔ اس رات رزق، عمل، زندگی، موت اور آسمان وزمین کے غیب کے علم کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ط
هٰذَا عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾
اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ
وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا اِنَّكُمْ
عَآئِدُونَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ج اِنَّا مُنْتَقِمُونَ ﴿۱۶﴾
وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ
اَدُّوْا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ط اِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ اَمِينٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوا
عَلَى اللّٰهِ ج اِنِّيٓ اٰتِيكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي
وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُونِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿۲۱﴾
فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُونَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ط اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ﴿۲۴﴾
كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۲۶﴾
وَّنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فٰكِهِينَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ قف وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا
اٰخَرِينَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوا
مُنْظَرِينَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ

الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾
وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ
مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا
مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾
يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ
رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾
طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ
مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ
هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ
جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

"آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان سے واضح قسم کا دھواں برآمد ہوگا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔

اے ہمارے رب! ہم سے عذاب ہٹا لے، ہم ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ ان کے لیے بھلا نصیحت کہاں؟ جب کہ ان کے پاس واضح پیغام والا رسول بھی آچکا ہے۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے: یہ پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب ہٹا بھی لیں پھر بھی تم اپنے سابقہ اعمال دہراؤ گے۔ جب ہم سخت گرفت کریں گے۔ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔ ہم نے ان سے قبل قومِ فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک قابلِ احترام رسول گیا تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمھارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ خدا کے سامنے سرکشی نہ کرو، میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں۔ میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرسکو۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔

اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم قوم ہیں۔ (خدا نے فرمایا) تم میرے بندوں کو رات کے وقت لے کر یہاں سے نکل جاؤ تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

دریا کو ساکن چھوڑ کر نکل جاؤ۔ وہ غرق ہونے والا لشکر ہے۔ انھوں نے کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑے اور انھوں نے کتنی ہی کھیتیاں اور عالی شان مکانات چھوڑے۔ اور انھوں نے کتنی ہی ایسی نعمتیں چھوڑیں جن میں مزے لوٹا کرتے تھے۔ اس طرح سے ہم نے ان اشیاء کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا۔

ان کی بربادی پر نہ تو آسمان رویا اور نہ ہی زمین روئی اور نہ ہی انھیں مہلت دی گئی۔ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کرنے والے عذاب سے نجات بخشی فرعون کے شر سے۔ بے شک وہ اسراف کرنے والوں میں بڑا اُونچا تھا اور ہم نے تمام جہانوں میں سے سمجھ بوجھ کر بنی اسرائیل کا انتخاب کیا اور ہم نے انھیں ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی۔

بے شک یہ لوگ کہہ رہے ہیں، بس ایک بار ہی مرنا ہے اور ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباء و اجداد کو لے آؤ۔ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم اور وہ جو ان سے پہلے تھے۔ ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔ یقیناً وہ لوگ مجرم تھے۔ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی مخلوقات کو کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ ہم نے تو زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی۔ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے مقررہ وقت ہے۔

جس دن کوئی دوست کسی دوسرے دوست کے کام نہ آئے گا اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔ البتہ اس سے وہ مستثنیٰ ہے جس پر اللہ رحم کرے۔ بے شک وہ غالب اور مہربان ہے۔ بے شک ''زقوم'' (تھوہر) کا درخت گناہ گاروں کی غذا ہوگا۔ وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح سے پیٹ میں گردش کرے گا جیسے گرم پانی جوش کھاتا ہے۔

(آوازِ قدرت آئے گی) اسے پکڑو اور اسے سیدھا دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔ (ندا آئے گی کہ) عذاب کو چکھ، تو تو بڑا غلبہ والا

اور محترم بنتا تھا۔ یہ وہ عذاب ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ بے شک اہلِ تقویٰ امن کے مقام میں ہوں گے۔ وہ باغات اور چشموں کے درمیان ہوں گے۔ وہ سُندس اور استبرق کا لباس پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

ایسا ہی ہوگا اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کریں گے۔ وہ ہر طرح کے پھل سکون کے ساتھ طلب کریں گے۔ وہ وہاں موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے ان کا رب انھیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔ یہ تیرے پروردگار کا فضل ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ہم نے قرآن کو آپ کی زبان سے آسان بنایا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ آپ انتظار کریں وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

جب آسمان دھواں اُگلے گا

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝

''آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح قسم کا دھواں اُگلے گا۔ جو لوگوں پر چھا جائے گا (وہ کہیں گے) یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب! ہم سے عذاب ہٹا لے، ہم ایمان لاتے ہیں''۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ مفسرین نے ''دھوئیں'' کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ آسمان سے برآمد ہوگا اور یہ واقعہ قیامت سے پہلے پیش آئے گا۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں چھا جائے گا۔ یہ دھواں کافروں کے کانوں میں داخل ہوگا تو ان میں سے ہر ایک کا سر ایسے ہوجائے گا جیسا کہ بھنی ہوئی سری ہوتی ہے اور مومن پر اس کا بس اتنا سا اثر ہوگا جتنا کہ کسی پر زکام کا اثر ہوتا ہے۔ زمین کی یہ کیفیت ہوگی جیسا کہ کسی کمرے میں آگ روشن کی جائے اور پورے کمرے میں دھواں پھیل جائے اور کمرے میں سوراخ یا روشن دان نہ ہو۔ یہ سلسلہ چالیس دن تک جاری رہے گا۔

یہ روایت حضرت علیؑ، ابن عباس اور حسن بصری سے منقول ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا تعلق زمانۂ رجعت سے ہے۔ جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو ان پر دھوئیں

کی تاریکی چھا جائے گی۔ وہ اس وقت فریاد کریں گے کہ خدایا ہم سے اس عذاب کو ہٹا لے، ہم اب ایمان لانا چاہتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا: اب انھیں نصیحت کہاں سے حاصل ہوگی، ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کے پاس ہمارا رسول گیا تھا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی تھی اور کہا تھا: یہ تو پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔ جب کافر عذاب ہٹانے کے لیے بار بار درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ ہم ایمان لاتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر ہم بالفرض کچھ دیر کے لیے تم سے عذاب دُور بھی کر دیں پھر بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے۔ تم وہی کچھ کرو گے جو کچھ تم پہلے کیا کرتے تھے۔

قولہ تعالیٰ: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان چند لمحات کا ذکر کیا ہے جن سے آلِ فرعون متمتع ہو رہی تھی۔ چنانچہ اللہ نے حسبِ ذیل نعمات کی نشان دہی فرمائی:

① باغات ② چشمے ③ لہلہاتے کھیت ④ عالیشان محلات ⑤ جسمانی صحت ⑥ خوبصورت بیویاں۔

الغرض اللہ نے آلِ فرعون کو ڈبو دیا اور ان کی تمام نعمات دھری کی دھری رہ گئی تھیں۔ پھر خدا نے ان تمام نعمات کا وارث دوسری اقوام کو بنا دیا تھا۔

قولہ تعالیٰ: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

"ان کی بربادی پر نہ تو آسمان رویا اور نہ ہی زمین روئی اور نہ ہی انھیں کوئی مہلت دی گئی"۔

آیتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دشمن خدا مرے تو اس کی موت اور بربادی پر زمین و آسمان نہیں روتے البتہ اگر کوئی مومن مرے تو زمین و آسمان گریہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حسبِ ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک دشمنِ خدا اور دشمنِ رسولؐ کا گزر ہوا۔ اسے دیکھ کر آپ نے یہ آیت پڑھی: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

پھر کچھ دیر بعد امام حسین علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اس پر آسمان روئے گا اور زمین روئے گی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: آسمان و زمین یا تو یحییٰ بن زکریا پر روئے تھے یا پھر حسینؑ بن علیؑ پر روئیں گے۔

آلِ محمدؐ کے غم میں رونے کا ثواب

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: جو شخص قتلِ امام حسینؑ پر اتنے روئے کہ اس کے آنسو اس

کے رُخسار پر بہنے لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے بالا خانوں میں ہمیشہ کی رہائش دے گا اور جو مومن ہماری کسی ایسی مصیبت پر روئے جو ہمیں دشمنوں سے پہنچی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے مقامِ صدق میں جگہ دے گا۔

اور اگر کسی مومن کو ہمارے دشمن سے اتنی اذیت پہنچے کہ اس کے آنسو نکل کر اس کے رخساروں پر بہنے لگیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے ہر طرح کی اذیت کو دُور رکھے گا اور اُسے اپنی ناراضگی اور دوزخ کی آگ سے دُور رکھے گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو ہمیں یاد کرے یا جس کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھ سے مچھر کے پَر کے برابر آنسو جاری ہو تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی کیوں نہ ہوں۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آسمان حضرت یحییٰ اور امام حسین علیہما السلام پر چالیس دن تک روتا رہا۔

زرارہؒ (راوی حدیث) نے پوچھا کہ وہ کیسے رویا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب سورج طلوع ہوتا تو سرخ ہو کر طلوع کرتا تھا اور جب غروب ہوتا تو سرخ ہو کر غروب کرتا تھا۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کہ امام حسین علیہ السلام کا بچپنا تھا، وہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت رسولؐ خدا کی محفل میں آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے کچھ لوگوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین روئی۔ اللہ کی قسم! لوگ میرے اس بیٹے کو شہید کریں گے اور اس پر آسمان روئے گا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: قتلِ حسینؑ کے بعد آسمان سے چالیس دنوں تک خون کے قطرات ٹپکتے رہے۔

امام حجت علیہ السلام کی ایک حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں: یحییٰ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح سے ذبح ہوئے تھے۔ آسمان صرف ان دو افراد پر رویا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ انس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا:

ہر مومن کے لیے اللہ نے ایک دروازہ مقرر کیا ہے جہاں سے اس کے اعمال آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور ایک اور دروازہ مقرر کیا ہے جہاں سے اس کا رزق نازل ہوتا اور جب مومن کی وفات ہوتی ہے تو دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب مومن کی وفات ہوتی ہے تو زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس پر اللہ کی عبادت کرتا تھا اور وہ دروازہ روتا ہے جہاں سے اس کے عمل آسمان کی طرف بلند ہوتے تھے اور اس کے سجدہ کے مقامات گریہ کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ: وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝

''ہم نے تمام جہانوں میں سے خوب سمجھ بوجھ کر ان کا انتخاب کیا''۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے انبیاءؑ، ملائکہ اور آلِ محمدؐ کا جو انتخاب کیا ہے تو خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ افراد اللہ کی ولایت سے باہر نہیں نکلیں گے اور خلافِ عصمت کوئی کام نہیں کریں گے۔

''تُبّع'' کون تھا؟

اَهُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ''کیا یہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم بہتر تھی''۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یمن میں ''تبع تبان'' نامی شخص کی حکومت قائم ہوئی جو کہ طویل عرصہ تک باقی رہی۔ وہ مدینہ بھی آیا تھا اور قبیلہ اوس وخزرج کے مورث اعلیٰ اس کے ہمراہ تھے۔ یہاں کے یہودیوں نے اس سے کہا تھا کہ یہ شہر آخری نبی کی ہجرت کا مقام ہے۔ اس کی قوم اسے وطن سے نکال دے گی اور وہ اس شہر میں آ کر رہائش پذیر ہوگا۔

جب تُبّع نے یہ سنا تو اس نے اُوس وخزرج قبائل کے مورثِ اعلیٰ کو یہیں ٹھہرایا اور ان سے کہا کہ تم اس نبی کا انتظار کرو اگر میری زندگی میں اس کا ظہور ہوا تو میں خود اُن کی خدمت کروں گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تبع کو سبّ وشتم نہ کرو، اس نے اسلام قبول کیا تھا۔

آلِ محمدؐ کے علاوہ کوئی دوست کسی کے کام نہیں آئے گا

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْـًٔا وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ

''جس دن کوئی دوست کسی دوسرے دوست کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی البتہ جس پر خدا رحم کرے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا''۔

اُصول کافی میں ''زید شحام'' سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ سفر کیا۔ ہم سفر کر

رہے تھے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: آج شب جمعہ ہے، قرآن پڑھو۔ میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور جب یَوْمَ لَا يُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ......کی آیت پر پہنچا تو آپؑ نے فرمایا:

اللہ نے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ کے الفاظ سے ہمیں مستثنیٰ رکھا ہے۔ ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جو اپنے دوستوں کو فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ مراد ہیں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ جو اولیاء اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو دوست بنائے گا تو وہ دوستی اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ پھر اللہ نے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ کہہ کر محبانِ آلِ محمدؐ کا استثنا کیا۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝

''بے شک زقوم (تھوہر) کا درخت گناہ گار کا طعام ہوگا''۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابوجہل بن ہشام کے متعلق نازل ہوئی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوجہل نے کھجوروں اور مکھن کو آپس میں یک جان کیا اور کہا: لوگو! محمدؐ اس غذا کو ''زقوم'' کہتا ہے اور ہمیں اس سے ڈراتا ہے۔

اُصول کافی میں ہے کہ جو مومن کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو کافر کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہے تو اس کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

قولہ تعالیٰ: ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝

''اس عذاب کا ذائقہ چکھ تو دنیا میں اپنے آپ کو غالب اور محترم قرار دیتا تھا''۔

قمی اور جوامع الجامع میں ہے کہ ابوجہل لعین از راہ تکبر یہ کہا کرتا تھا کہ میں غالب اور معزز شخص ہوں۔

دوزخ میں اسے خطاب کر کے کہا جائے گا کہ غالب و معزز کہلانے والا اب عذابِ خداوندی کا ذائقہ بھی چکھ لے۔

اس لعین کے تکبر کی انتہا یہ تھی کہ اس نے ایک مرتبہ رسولِ خدا سے کہا تھا کہ ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے بڑا غالب اور کریم کوئی نہیں ہے۔

اُصول کافی میں مرقوم ہے کہ جو بھی مومن خدا کی رضا اور قضا پر راضی رہے تو خدا اسے امن و امان میں رکھے گا۔ اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ ''اہلِ تقویٰ امن کے مقام پر ہوں گے''۔

حوروں سے شادی

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾

''اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کریں گے''۔

روضۂ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ رب العزت علی علیہ السلام کو بھیجے گا اور آپؑ انھیں ان کے گھروں میں ٹھہرائیں گے اور حوروں سے ان کی شادی کریں گے۔ خدا کی قسم! علیؑ ہی اہلِ جنت کی جنت میں شادی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ علیؑ کی عزت وعظمت کے اظہار کے لیے یہ کام ان کے سپرد کرے گا۔

ابوحمزہؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ اپنے ایک شیعہ سے کہہ رہے تھے: تم لوگ طیب ہو اور تمھاری عورتیں طیبات ہیں اور ہر مومن خاتون بڑی آنکھوں والی حور ہے اور ہر مومن صدیق ہے۔

الکافی میں حسین بن خالد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ مہر سنت پانچ سو درہم کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ رب العالمین نے اپنے اُوپر واجب کیا ہے کہ جو بھی مومن ایک سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' اور ایک سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' اور ایک سو مرتبہ ''الحمدللہ'' اور ایک سو مرتبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ایک سو مرتبہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھ کر حورِعین سے شادی کی درخواست کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی شادی حور سے ضرور کرے گا اور یہ اس کا مہر ہوگا۔ پھر اللہ نے اپنے نبیؐ کو وحی فرمائی کہ مومنات کا حق مہر پانچ سو درہم مقرر کریں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے پانچ سو درہم کو مہر سنت قرار دیا تھا اور اگر کوئی مومن دوسرے مومن سے اس کی لڑکی کا رشتہ طلب کرے اور وہ پانچ سو درہم حق مہر کی پیش کش کرے، لیکن عورت کا ولی اسے رشتہ نہ دے تو اس نے مومن بھائی کے حق میں نافرمانی کا ثبوت دیا ہے اور وہ اس لائق نہیں ہے کہ خدا اس کا نکاح حورِعین سے کرے۔

صحیفۃ الرضا میں مرقوم ہے کہ دسترخوان ان سے گرے ہوئے ٹکڑوں کو اُٹھا کر کھا لینا حورِعین کا حق مہر ہے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ چار چیزوں کی قوت سماعت بہت تیز ہے:

① نبی اکرمؐ ② حورِعین ③ جنت ④ دوزخ۔

جب کوئی شخص رسول اکرمؐ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ درود وسلام آپ تک پہنچتا ہے اور آپ اسے سن لیتے ہیں۔

جب کوئی مومن کہتا ہے: خدایا! حورِعین سے میری شادی کرا۔ تو ان تک اس کی دعا پہنچ جاتی ہے اور وہ عرض کرتی ہیں: خدایا! فلاں مومن تجھ سے ہماری خواستگاری کر رہا ہے تو اس سے ہمارا نکاح کر!

اور جب کوئی مومن خدا سے جنت کی درخواست کرتا ہے تو جنت اس کی صدا کو سن لیتی ہے اور کہتی ہے: خدایا! فلاں مومن مجھ میں داخل ہونے کی تجھ سے درخواست کر رہا ہے، اسے مجھ میں داخل فرما۔

اور جب کوئی مومن خدا سے دوزخ سے بچنے کی دعا کرتا ہے تو دوزخ بھی اس کی صدا کو سن لیتی ہے اور کہتی ہے: خدایا! فلاں مومن نے تجھ سے درخواست کی ہے کہ تو اسے مجھ سے بچالے تو خدایا تو اسے مجھ سے دُور رکھ۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مومن کا آٹھ سو کنواری عورتوں اور ایک ہزار شوہر دیدہ عورتوں اور دو حورِعین سے نکاح کیا جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آٹھ سو کنواری عورتیں؟!!

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، وہ جس سے بھی زفاف کرے گا اس کے بعد بھی اُسے کنواری ہی پائے گا۔

مجمع البیان کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر جنتی مرد کو کھانے پینے اور جماع کے لیے ایک سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔

روضۂ کافی میں ہے کہ "خیر" جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو کہ کوثر سے جاری ہوگی اور کوثر کا دہانہ عرش کا کنارہ ہوگا۔ اس پر انبیاءؑ اور ان کے پیروکاروں کے گھر ہوں گے اور اس نہر کے کناروں پر خوبصورت لڑکیاں اُگی کھڑی ہوں گی جب ایک کو اُکھاڑا جائے گا تو اس کی جگہ دوسری اُگ آئے گی۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ سورۂ دخان کی اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ سے لے کر وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ تک کی آیات امیر المومنینؑ کے شیعوں کے حق میں نازل ہوئیں۔

قرآن سے وابستگی کا اجر

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو قرآن ہمارے اس شیعہ کے پاس جائے گا جسے دنیا میں قرآن کی معرفت حاصل ہوگی اور جو قرآن کے ذریعہ سے اہلِ خلاف کے خلاف احتجاج کرتا ہوگا اور اس سے جا کر کہے گا: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: اے بندۂ خدا! میں تجھے نہیں پہچانتا۔

اس وقت قرآن اس کے سامنے کتابی شکل اختیار کرے گا تو مومن کہے گا: جی ہاں، میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔

اس وقت قرآن کہے گا کہ میں وہی ہوں جس نے راتوں میں تجھے جگایا تھا اور تیری زندگی کی بہت سی لذات کو میں نے تجھ سے دُور رکھا تھا اور میری وجہ سے تجھے بہت سی نامناسب باتیں سننا پڑی تھیں۔ ہر تاجر اپنی تجارت سے فائدہ حاصل کر چکا ہے، آج میں تجھے بدلہ دلاؤں گا۔ قرآن اُسے رب العزت کے سامنے لے جائے گا اور عرض کرے گا: پروردگار! تو خود بہتر جانتا ہے کہ تیرے اس بندے نے میری وجہ سے بہت ہی مشقت اُٹھائی تھی۔ میری وجہ سے یہ لوگوں سے دشمنی رکھتا تھا اور میری وجہ سے لوگوں سے دوستی کیا کرتا تھا۔ اس وقت اللہ فرمائے گا: میرے اس بندے کو جنت میں داخل کرو اور اسے ایک ہزار جنت کی پوشاکیں پہناؤ اور اس کے سر پر تاج رکھو۔ جب خدا کی طرف سے اسے یہ عزت افزائی نصیب ہوگی اور اس کے بعد وہ قرآن کے سامنے سے گزرے گا تو خدا! قرآن سے کہے گا: کیا اب تو راضی ہے؟

قرآن کہے گا: خدایا! جو تیری طرف سے انعام ملا ہے یہ تھوڑا ہے۔

اس وقت ندائے قدرت بلند ہوگی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! مجھے اپنی رفعت و بلندی کی قسم! میں اسے آج مزید نعمات عطا کرتا ہوں اور ان نعمات کے ساتھ اسے مزید پانچ نعمات بھی عطا کرتا ہوں۔

۱ یہ اور اس جیسے تمام افراد ہمیشہ جوان رہیں گے، بوڑھے نہ ہوں گے۔

۲ صحت مند رہیں گے، بیمار نہ ہوں گے۔

۳ دولت مند رہیں گے مفلس نہ ہوں گے۔

۴ خوش رہیں گے، غمگین نہ ہوں گے۔

۵ زندہ رہیں گے اور نہیں مریں گے۔

پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ

''وہ وہاں پہلی موت کے علاوہ اور کسی موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے''۔

●......●......●

سُورَةُ الجَاثِيَةِ

سورۃ جاثیہ مکیۃ آیاتھا ۳۷ ورکوعاتھا ۴

"سورۂ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی سینتیس آیات اور چار رکوع ہیں"۔

سورۂ جاثیہ کے فضائل

فضائل تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو سورۂ جاثیہ پڑھے گا تو اُسے خدا کی طرف سے یہ ثواب ملے گا کہ وہ اپنی آنکھوں سے دوزخ کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہی دوزخ کی چنگھاڑ اور اس کی چیخ کو اپنے کانوں سے سنے گا۔ وہ شخص قیامت کے دن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ محشور ہوگا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابی بن کعب کا بیان ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص سورۂ حٰم جاثیہ کی تلاوت کرے گا تو اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا اور حساب کے وقت اسے سکون دے گا۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۴ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۵ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَاۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”حٰمٓ، یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو کہ غالب اور حکمت والا ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمھاری اپنی

تخلیق میں اور اس نے جو چوپائے پھیلائے ہیں ان میں یقین رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔

اور رات دن کی آمدورفت اور اللہ نے آسمان سے جو رزق اُتارا ہے جس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو زندگی دیتا ہے اور ہواؤں کی گردش میں اہلِ عقل لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنھیں ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کر رہے ہیں۔ اللہ اور اس کی نشانیوں کے بعد آخر یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

تباہی ہے ہر جھوٹے گناہ گار کے لیے۔ جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ انھیں سنتا ہے پھر وہ یوں اکڑ جاتا ہے گویا اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے۔ آپ اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

ہماری آیات میں سے جب اسے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔ ان کے پیچھے دوزخ ہے۔ انھوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا ہے اس میں سے کوئی چیز انھیں فائدہ نہ دے گی اور انھوں نے خدا کو چھوڑ کر جو سرپرست مقرر کیے ہیں وہ بھی ان کے کسی کام نہ آئیں گے، ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

یہ قرآن سراپا ہدایت ہے وہ لوگ جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیات کا انکار کیا ہے ان کے لیے سخت دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے سمندر کو مسخر کیا ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں، تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکرگزار رہو۔ اور اس نے تمھارے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کیا ہے۔ یقیناً اس میں سوچ بچار کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

آپ اہلِ ایمان سے کہہ دیں کہ وہ خدائی ایام کی توقع نہ رکھنے والوں سے درگزر کریں تاکہ

اللہ خود ایک گروہ کو ان کی کمائی کا بدلہ دے۔

جو کوئی نیکی کرے گا تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرے گا اور جو کوئی برائی کرے گا، خود ہی نقصان اٹھائے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوت عطا کی اور ہم نے انھیں پاکیزہ رزق دیا اور ہم نے انھیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

ہم نے انھیں دین کے متعلق کھلی ہدایات دے دیں پھر ان لوگوں نے علم آنے کے بعد آپس کی ضد میں اختلاف کیا۔ بے شک تیرا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جن کے متعلق وہ اختلاف کرتے ہیں۔

پھر ہم نے آپ کو اپنے حکم کے واضح راستے پر قائم کیا ہے آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے"۔

یہ سورہ مکی ہے۔ باقی مکی سورتوں کی طرح سے اس کا مقصود بھی ذاتِ باری کا اثبات اور شرک کی نفی ہے۔ اس سورہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے متعلق بیان کیا کہ یہ کسی مغلوب اور غیر حکیم کی نازل کردہ نہیں ہے بلکہ اس کے نازل کرنے والا وہ ہے جو ہر چیز پر غالب ہے اور جس کے ہر کام میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دس نشانیاں بیان کی ہیں جو کہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ آسمان ﴿۲﴾ زمین ﴿۳﴾ انسانی تخلیق ﴿۴﴾ جانوروں کا پھیلاؤ ﴿۵﴾ روز و شب کی آمدورفت کا سلسلہ ﴿۶﴾ بارش کا نزول اور مُردہ زمین کی حیات ﴿۷﴾ ہواؤں کی گردش ﴿۸﴾ سمندر کا انسانوں کے لیے مسخر ہونا ﴿۹﴾ سمندروں میں کشتیوں کی آمدورفت اور سمندری تجارت کے فوائد ﴿۱۰﴾ زمین و آسمان کی تمام اشیاء کی انسانوں کے لیے تسخیر۔

پھر ان نشانیوں کی حکیمانہ انداز میں تقسیم کی گئی ہے اور وہ تقسیم کچھ یوں ہے:

پہلی دو نشانیوں کے متعلق فرمایا کہ ان میں اہلِ ایمان کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ پھر تیسری اور چوتھی نشانی کے لیے فرمایا کہ ان میں یقین رکھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ بعدازاں پانچویں، چھٹی اور ساتویں نشانی کے متعلق فرمایا کہ ان میں اہلِ عقل افراد کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

پھر آٹھویں، نویں اور دسویں نشانی کے متعلق فرمایا کہ ان میں اہلِ فکر وتدبر کے لیے نشانیاں ہیں۔ الغرض یہ تمام تکوینی آیات اپنے وجود خارجی کے ذریعہ سے خدا کی توحید پر دلالت کرتی ہیں اور ہر تکوینی آیت اپنے مقام پر اپنی زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ خدا صفات کمال سے متصف ہے اور وہ ہر نقص واحتیاج سے پاک ہے۔

آیات کی تقسیم بندی میں بھی گہری حکمت کارفرما ہے کیونکہ آیات کی چار طرح کی درجہ بندی کی گئی ہے:

① اس میں اہلِ ایمان کے لیے نشانیاں ہیں۔

② اس میں اہلِ ایقان کے لیے نشانیاں ہیں۔

③ اس میں اہلِ عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔

④ اس میں اہلِ فکر وتدبر کے لیے نشانیاں ہیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ایمان کا درجہ ہے، پھر ایقان ویقین کا درجہ آتا ہے۔ پھر عقل کا درجہ ہے کیونکہ ایمان و ایقان کا دارومدار عقل پر ہے۔ اور آخری میں فرمایا کہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں کیونکہ عقل کسی کام کی نہیں اگر اس میں تدبر اور تفکر شامل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انہی آیات کے ضمن میں فرمایا: آخر اللہ اور اس کی بیان کردہ نشانیوں کے بعد یہ لوگ کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ آخر انھیں ایمان لانے کے لیے اور کون سے دلائل کی ضرورت ہے؟

ہر افتراء پرداز کے لیے ہلاکت ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

"تباہی ہے ہر جھوٹے گناہ گار کے لیے۔ جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ انھیں سنتا ہے پھر وہ یوں اکڑ جاتا ہے گویا اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے۔ آپ اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔ ہماری آیات میں سے جب اسے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق

اڑاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔ ان کے پیچھے دوزخ ہے۔ انھوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا ہے اس میں سے کوئی چیز انھیں فائدہ نہ دے گی اور انھوں نے خدا کو چھوڑ کر جو سرپرست مقرر کیے ہیں وہ بھی ان کے کسی کام نہ آئیں گے، ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

مقصد آیات یہ ہے کہ ہر اس افترا پرداز بدکار کے لیے ہلاکت ہے جو قرآن کی آیات سن کر بھی اپنے کفر پر باقی رہتا ہے اور حق کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ایسا شخص اس قابل ہے کہ اسے دردناک عذاب کی بشارت دی جائے۔

یہ مفتری اتنا بدنصیب ہے کہ آیات الٰہی سن کر ان کا مذاق اُڑاتا ہے۔

ان کے پیچھے دوزخ ہے، ان کی کوئی کمائی انھیں فائدہ نہ دے گی اور اللہ کے علاوہ انھوں نے جو معبُود بنا رکھے ہیں وہ ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔

آیت مجیدہ میں وَرَآئِهِمْ کے الفاظ وارد ہیں اور لفظ وراء ایک ایسا اسم ہے جو بیک وقت آگے اور پیچھے کا معنی دیتا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب مجمع البحرین میں مرقوم ہے کہ جو چیز نگاہوں سے اوجھل ہو خواہ وہ آگے ہو یا پیچھے ہو، اسے ''وراء'' کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے آیت کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے آگے دوزخ ہے۔

سمندروں کے فوائد

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ

''اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں''۔

اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اس نے تمھارے لیے سمندر کو مسخر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خدا نے سمندر کو انسانوں کے کاموں میں لگا دیا ہے۔ سمندر سے انسان کو بے حد منافع حاصل ہوتے ہیں۔

سمندر سے غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور اس سے مونگے موتی نکلتے ہیں جو کہ انسانی زیورات کے کام آتے ہیں۔ سمندر ہی نہیں بین الاقوامی تجارت کا ذریعہ ہے اور لاکھوں من اشیاء کو اس کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف گوشوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ اور اس سے انسانوں کے بے پناہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ سمندر کی تسخیر کے بعد اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تسخیر کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان بدیہی حقائق کا انکار صرف وہی کرسکتا ہے جو انسانی فطرت سلیمہ سے منحرف ہو۔

زمین و آسمان کی تسخیر

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

مقصد آیت یہ ہے کہ جو عالمِ انسان کو دکھائی دیتا ہے اس میں ایک نظام کارفرما ہے اور یہ نظام باہمی طور پر بڑا مربوط ہے اور اس ارتباط کی وجہ سے انسان کو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان تمام چیزوں میں اہلِ فکر کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

عفو و درگزر کرنے کا حکم

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

''آپ اہلِ ایمان سے کہہ دیں کہ وہ خدائی ایام کی توقع نہ رکھنے والوں سے درگزر کریں تاکہ اللہ ایک گروہ کو خود ان کی کمائی کا بدلہ دے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو حکم دیں کہ وہ کافروں سے درگزر کریں اور وہ مستکبرین اور منکرین کے ساتھ اُلجھنے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ مومن خواہ مخواہ الجھنا پسند نہیں کرتا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ جب جاہل اس سے بحث کرنے لگیں تو سلام کہہ کر دُور چلا جائے۔

''ایام اللہ'' سے موت کا دن، برزخ کے ایام اور قیامت کا دن مراد ہے۔

اور آیت مجیدہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ ''ایام اللہ'' کی توقع نہیں رکھتے اور جنھیں ان ایام پر یقین نہیں ہے، ان سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انھیں سزا دینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

چند روایات

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ آسمانوں اور زمین کی نشانیوں سے ستارے، سورج، چاند اور زمین سے اُگنے والی نباتات مراد ہیں۔

اور ''تصریف الریاح'' ہواؤں کی گردش میں اہلِ عقل کے لیے علامات ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہوائیں چاروں اطراف سے چلا کرتی ہیں۔ کبھی ہوا گرم ہوتی ہے اور کبھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ کچھ ہوائیں اپنے دوش پر بادلوں کو سوار کر کے لاتی ہیں اور کچھ ہوائیں بادلوں کو منتشر کر دیتی ہیں اور کچھ ہوائیں مختلف درختوں کے بیج اور زردانے کو اِدھر اُدھر پھیلاتی ہیں۔

اور اللہ کے اس فرمان کہ اہلِ ایمان سے کہہ دیں کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جنھیں خدائی ایام کی توقع نہیں ہے۔
اس کا خطاب اگرچہ ظاہری طور پر اہلِ ایمان سے ہے۔ اس کا خصوصی خطاب ائمہ حق سے ہے۔ اس ذریعہ سے اللہ نے ائمہ حق کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ "ائمہ جور" سے تعرض نہ کریں، ان کی سزا کے لیے خدا خود ہی کافی ہے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی ایک تاویل یہ بھی منقول ہے کہ جن لوگوں کو حق نے ہماری معرفت عطا کی ہے۔ انھیں چاہیے کہ وہ اس معرفت کو دوسروں تک بھی پہنچائیں اور اگر انھوں نے معرفت کو دوسرے لوگوں تک منتقل کیا تو گویا انھوں نے درگزر اور معافی کا ثبوت دیا ہے۔

بنی اسرائیل پر احسانات

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

"بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوت عطا کی اور ہم نے انھیں پاکیزہ رزق دیا اور ہم نے انھیں تمام جہانوں پر فضیلت دی"۔

اس مقام پر مقصودِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحبِ شریعت ہونا بیان کیا جائے لیکن اس موضوع کی تمہید کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمات کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ ہم نے اس سے قبل بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت، نبوت عطا کی تھی اور ہم نے انھیں پاکیزہ فراہم کیا۔
اس طرح سے اللہ نے اہلِ مکہ کو یہ باور کرایا کہ کتاب و نبوت کا فیضان کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ نے بنی اسرائیل پر کتاب و نبوت کا فیضان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی۔ یہاں "کتاب" سے مراد تورات ہے کیونکہ تورات شریعتِ موسیٰ پر مشتمل ہے، جب کہ انجیل میں علیحدہ شریعت موجود نہیں ہے۔ انجیل کی شریعت تورات کی شریعت ہے اور جہاں تک داؤد علیہ السلام کی زبور کا تعلق ہے تو وہ دعاؤں اور اذکار پر مشتمل ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ "الکتاب" سے جنسِ کتاب مراد ہو اور اس کے ضمن میں تینوں آسمانی کتابیں شامل ہوں۔ لیکن اس توجیہ میں مشکل یہ ہے کہ قرآن کریم میں کتاب کا اطلاق اس کتابت شدہ مواد پر کیا گیا ہے جو شریعت پر مشتمل ہو۔

''حکم'' سے وہ فیصلے مراد ہیں جو کتاب کی روشنی میں کیے جائیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ (البقرہ، آیہ ۲۱۳)

''اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ ہو سکے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا''۔

تورات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ (المائدہ، آیہ ۴۴)

''اس کے ذریعہ اطاعت گزار انبیاءؑ یہودیوں کے مقدمات کے فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء بھی تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے کیونکہ انھیں تورات کا محافظ مقرر کیا گیا ہے''۔

ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فیصلہ کرنا کتاب کے لوازم میں سے ہے اور اسی طرح سے نبوت بھی کتاب کے لوازم میں سے ہے۔

اللہ نے بنی اسرائیل کو نبوت دی تو اس حقیقت سے ہر شخص باخبر ہے کہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاءؑ مبعوث ہوئے تھے۔ جہاں تک پاکیزہ رزق کا تعلق ہے تو اس میں ''من وسلویٰ'' سرفہرست ہے۔

اور فَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ سے اگر یہ مراد لیا جائے کہ بنی اسرائیل کو اللہ نے تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی تو کچھ جہات سے یہ بات صحیح ہے کیونکہ اللہ نے اس قوم میں جتنے انبیاءؑ بھیجے ہیں وہ کسی دوسری قوم میں نہیں بھیجے۔ اور انبیائے بنی اسرائیل کے ہاتھوں جتنے معجزات ظاہر ہوئے وہ کسی اور قوم کے انبیاءؑ سے ظاہر نہیں ہوئے۔

اور اگر آیت سے یہ مراد لیا جائے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو اس وقت کی باقی تمام اقوام وملل پر فضیلت دی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ انھیں یہ فضیلت تمام جہات سے نصیب ہوئی تھی۔

قولہ تعالیٰ: وَاٰتَيۡنٰهُمۡ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ......

''ہم نے انھیں دین کے متعلق کھلی ہدایات دے دیں۔ پھر ان لوگوں نے آپس میں علم آجانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف کیا۔ بے شک تیرا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں''۔

مقصد یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ایسی کھلی نشانیاں عطا کی تھیں جن سے ہر طرح کے شکوک وشبہات دُور ہوتے تھے اور حق کا حسین چہرہ دکھائی دے سکتا تھا۔ ان واضح نشانیوں میں حضرت موسٰی علیہ السلام کے معجزات بھی شامل تھے۔

کھلی ہدایات (بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ) کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے حضرت رسولؐ خدا کی آمد کی پیشین گوئیاں مراد ہیں، یعنی اللہ نے انھیں پہلے سے بتا دیا تھا کہ آنحضرت مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو پورے جزیرۃ العرب پر کامیابی دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی اختلاف کی نوعیت کو واضح کیا کہ ان میں جو اختلاف ہوا وہ کسی ناسمجھی اور نادانی کی وجہ سے نہیں تھا اور یہ اختلاف عوام کے بجائے علماء کا پیدا کردہ تھا اور اس اختلاف کی وجہ سے حق و باطل کی آمیزش سے ہوئی۔ اللہ قیامت کے دن ایسے تمام اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔

قولہ تعالیٰ: ثُمَّ جَعَلۡنٰكَ عَلٰى شَرِيۡعَةٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡهَا وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ

''پھر ہم نے آپ کو اپنے حکم کے واضح راستے پر قائم کیا ہے، آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو نہیں جانتے''۔

خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن اس میں اُمت بھی شامل ہے۔ ''شریعت'' گھاٹ تک پہنچانے والے راستے کو کہا جاتا ہے اور ''امر'' سے مراد امر دین ہے۔ اور مفہوم آیت یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو جو کچھ عطا کرنا تھا عطا کیا اس کے بعد ہم نے آپ کے لیے دین الٰہی کے احکام کا ایک مخصوص طریقہ مقرر کیا ہے اور اس طریقہ کا نام شریعتِ اسلامیہ ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَاتَّبِعۡهَا...... ''آپ اس کی پیروی کریں''۔

ان الفاظ سے اللہ نے اپنے نبی کو دین کی وحی کی اتباع کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکامِ دین کا نبی بھی ویسے ہی مکلف ہوتا ہے جیسا کہ باقی اُمت مکلف ہوتی ہے۔

نبیؐ کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ وحی الٰہی کی اتباع کریں اور جاہلین کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

اِنَّهُمۡ لَنۡ يُّغۡنُوۡا عَنۡكَ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ۞ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۲۰ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا
السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً
مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۲۱ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ۝۲۲ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى
عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ
يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا
حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ
بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝۲۴ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ وَلِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ
يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۲۷ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۛ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى
اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ هٰذَا كِتٰبُنَا

يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٣٤﴾ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾

"وہ اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے۔ بلاشبہ ظالم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اللہ پرہیزگاروں کا سرپرست ہے۔ یہ لوگوں کے لیے بصیرت کی روشنیاں

ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح سے بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور کیا ان دونوں گروہوں کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے گا؟ یہ لوگ بہت ہی بُرا فیصلہ کر رہے ہیں۔

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس نے یہ اس لیے کیا کہ ہر جاندار کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل سکے اور ان پر زیادتی نہ کی جائے۔

کیا آپ نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے اور اللہ نے اس کے علم کے باوجود اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے بعد کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس ہماری دنیا کی ہی زندگی ہے اور ہمیں یہی جینا اور مرنا ہے اور گردشِ ایام کے علاوہ کوئی چیز ہمیں ہلاک نہیں کرتی۔ ان لوگوں کے پاس اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف گمان کے تحت یہ باتیں کر رہے ہیں۔

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح نشانیاں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے پاس لے دے کر صرف ہی حجت ہوتی ہے کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو ہمارے آباء واجداد کو ہمارے پاس واپس لے آؤ۔

آپ کہہ دیں کہ خدا تمھیں زندگی عطا کرتا ہے، پھر تمھیں موت دے گا پھر وہ تمھیں اس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے اور جس دن قیامت برپا ہوگی تو اس دن باطل پرست نقصان اُٹھائیں گے۔

اس وقت تم ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھو گے۔ ہر گروہ کو اس کے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہماری کتاب (نامۂ اعمال) ہے جو حق کے ساتھ بدلتی ہے، ہم اس میں تمھارے تمام اعمال کو برابر لکھواتے رہتے تھے۔

وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال بجا لائے تو ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ واضح کامیابی ہے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہوگا (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا میری آیات تمھیں نہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے تکبر کیا تھا اور تم ایک مجرم قوم تھے۔

اور جب یہ کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ تو تم کہتے تھے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ قیامت کیا چیز ہے۔ ہم تو بس ایک گمان سا رکھتے ہیں اور ہمیں قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے۔ اس وقت ان پر ان کے اعمال کی برائیاں کھل جائیں گی اور وہ چیز انھیں گھیر لے گی جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمھیں اپنی رحمت سے فراموش کر دیں گے جس طرح سے تم نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمھارے کوئی بھی مددگار نہیں ہیں۔

یہ اس لیے ہے کہ تم نے آیات الٰہی کا مذاق اڑایا تھا اور دنیاوی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈالا تھا تو آج یہ لوگ عذاب سے باہر نہ نکالے جائیں گے اور انھیں معافی کا کوئی موقع نہ دیا جائے گا۔

تمام حمد اسی اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین اور تمام عالمین کا رب ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کبریائی ہے وہ غالب اور حکمت والا ہے"۔

شریعت بصیرت و ہدایت ہے

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

''یہ لوگوں کے لیے بصیرت کی روشنیاں ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے''۔

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جرائم کے رَسیا افراد اپنے جرائم کے ارتکاب کے لیے شریعت کی پابندی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور وہ قیامت کے منکر ہیں اور وہ یہ کہہ رہے ہیں شریعت کی پابندی کرنے والے اور وہ ہر لحاظ سے یکساں ہیں ان کی موت وحیات برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کا انجام یکساں نہیں ہے۔ قیامت کا دن اہلِ ایمان کی کامیابی کا دن ہوگا اور جرائم پیشہ افراد کی تباہی کا دن ہوگا اور ان دونوں طبقات کے انجام کے اعلان پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ جاثیہ کا تحمید وتسبیح پر اختتام کر دیا۔

اللہ کا فرمان ہے: هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

''هٰذَا'' کا اشارہ ''امر'' کی طرف ہے اور اس سے مراد یا تو شریعت ہے یا پھر قرآن ہے، یعنی خدا یہ فرما رہا ہے کہ شریعت طاہرہ اہلِ یقین کے لیے بصیرت کی روشنی اور ہدایت و رحمت ہے۔ یا اس کا یہ مفہوم ہے کہ یہ قرآن اہلِ یقین کے لیے بصیرت کی روشنیاں فراہم کرتا ہے اور ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

لفظ بَصَآئِرُ (بصیرت) کی جمع ہے اور ''بصیرت'' اس ادراک کو کہا جاتا ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ آنکھوں کی روشنی کو بصارت کہا جاتا ہے اور دل کی روشنی کو بصیرت کہا جاتا ہے۔ قرآن اور شریعت کو ''بصائر'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے احکام و قوانین کے حامل ہیں جو انسان کو راہِ سعادت پر گامزن کرتے ہیں۔

آیتِ مجیدہ میں قرآن وشریعت کو عام انسانوں کے لیے ''بصائر'' کہا گیا اور فرمایا: هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ پھر اہلِ ایقان کی طرف اس کی نسبت دی تو فرمایا: وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ''یہ اہلِ یقین کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''بصائر'' سے صرف باطن کی روشنیاں مراد ہیں اور هُدًى سے صرف راستہ دیکھ لینا مراد نہیں ہے بلکہ منزلِ مقصود پر پہنچنا مراد ہے۔ اور رحمت سے وہ مخصوص رحمت مراد ہے جو ایمان باللہ کے بعد تقویٰ اور ایمان بالرسول سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ......

"اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمھیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا کرے گا اور تمھارے لیے روشنی مقرر کرے گا جس میں تم چلو گے اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا"۔

واضح رہے کہ رحمت کا ایک درجہ نہیں ہے بلکہ وسعت اور مرتبہ کے تحت اس کے کئی مراتب ہیں۔ جس طرح سے ایمان کے مختلف مراتب و مدارج ہیں۔ اسی طرح سے رحمت کے بھی بہت سے مراتب ہیں۔ رحمت سے اگر مطلق خیر مراد لی جائے تو اس کا فیضان اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی رحمتوں میں شریعت بھی شامل ہے۔ صاحب شریعت رسول بھی اللہ کی رحمت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الانبیاء، آیہ ۱۰۷) "ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر"۔

قوله تعالیٰ: اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ

کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح سے بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو کیا ان لوگوں کا جینا مرنا یکساں ہو جائے گا؟"

آیت مجیدہ میں استفہام انکاری پایا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نیکی کرنے والے اور برائی کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقٰى ۝ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِيۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا (طٰہٰ، آیت ۱۲۳-۱۲۴)

"جو میری ہدایت کی پیروی کرے تو وہ نہ تو بھٹکے گا اور نہ ہی بدبخت بنے گا اور جو میری یاد سے منہ موڑے تو اس کے لیے تنگ زندگانی ہوگی"۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۔ (الانعام، آیہ ۱۲۲)

''وہ جو پہلے مُردہ ہو ہم نے اسے زندگی دی ہو اور اس کے لیے ایک روشنی مقرر کی ہو جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہو تو کیا وہ شخص اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو کہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو اور ان سے نہ نکل سکتا ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے نظریہ کو باطل کرتے ہوئے فرمایا: سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ''یہ لوگ بہت بُرا فیصلہ کر رہے ہیں''۔

قولہ تعالیٰ: وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝

''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس نے یہ اس لیے کیا کہ ہر جاندار کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جاسکے اور ان پر زیادتی نہ ہو''۔

آسمانوں اور زمین سے عالمِ شہود کا مجموعہ مراد ہے اور ''بالحق'' میں ''با'' ''ملابست'' کے معانی میں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عالم کی تخلیق حق پر ہوئی ہے اور تخلیق عالم کی بنیاد لہو ولعب اور باطل پر نہیں ہے اور اس کے حق ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس عالم کے بعد ایک ایسا جہان ہونا چاہیے جس میں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ مل سکے اور کسی پر کوئی زیادتی نہ ہو۔

خواہشات کو معبود بنانے والے

قولہ تعالیٰ: اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۔ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝

کیا آپ نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے اور اللہ نے اس کے علم کے باوجود اسے گمراہی میں چھوڑ دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے بعد کون ہے جو اسے ہدایت دے کیا تم لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

مقصد آیت یہ ہے کہ کیا آپ کو اس شخص کے حال پر تعجب نہیں ہوتا جو اپنی خواہشات کی اطاعت کر کے انھیں معبود کا

درجہ دیے ہوئے ہے جب کہ اس کے پاس اتنی فہم وفراست اور علم موجود ہے جس کی وجہ سے وہ جانتا ہے کہ اس کا حقیقی معبود کون ہے لیکن وہ اپنے علم وفہم سے اعراض کر کے خواہشات کی پوجا کر رہا ہے۔

پھر عطف تفسیری کے طور پر اللہ نے اس کی حالت کو یوں واضح فرمایا: وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً "اس کے کانوں اور دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں"۔

چنانچہ ایسا شخص حق کی آواز سننے پر آمادہ نہیں ہوتا اور آیاتِ حق دیکھ کر ان پر تدبر کرنا پسند نہیں کرتا اور آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے کی وجہ سے حق کا مشاہدہ کرنا اسے ناگوار گزرتا ہے۔

ایسے افراد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ
اللہ کے بعد کون ہے جو اسے ہدایت دے سکے۔ پھر تم لوگ نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟

چند روایات

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ...... کی آیت مجیدہ کے ضمن میں تفسیر قمی میں مرقوم ہے: یہ آیت قریش کے متعلق نازل ہوئی انھیں جو بھی چیز بھلی لگتی تھی وہ اس کی عبادت کرنے لگ جاتے تھے۔

درمنثور میں نسائی، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ کے حوالے سے ابن عباس سے منقول ہے کہ عرب ایک بت کی عبادت کرتے تھے اور اگر انھیں اس سے کہیں اچھا خوبصورت پتھر مل جاتا تو وہ اسے معبود بنا کر اس کی عبادت کرنے لگ جاتے تھے اور پہلے بت کو چھوڑ دیتے تھے۔

وَمَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ کے ضمن میں مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث منقول ہے، آپؐ نے فرمایا:

لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر

"زمانہ کو سب وشتم نہ کرو اللہ ہی تو زمانہ ہے"، یعنی زمانے کا مدبر اللہ ہے۔

طبری لکھتے ہیں کہ اہلِ عرب تمام حوادث کا ذمہ دار زمانے کو قرار دیتے تھے اور جب بھی ان پر کوئی بھی مصیبت آتی تو وہ کہتے تھے کہ یہ مصیبت زمانے کی نازل کردہ ہے اور وہ لوگ اپنی جہالت کی بنا پر زمانے کو گالیاں دیتے تھے۔ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمانے کو گالیاں نہ دو، زمانے کی تدبیر خدا کے ہاتھ میں ہے۔

درمنثور میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کو زمانہ کی گردشوں کا شکوہ کرتے ہوئے یاخیبۃ الدھر (ہائے افسوس زمانے پر) نہیں کہنا چاہیے کیونکہ میں ہی زمانہ ہوں، دن رات کو میں ہی بھیجتا ہوں اور جب چاہوں گا انھیں سمیٹ لوں گا۔

هٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ کے ضمن میں تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے "ن، والقلم" کی تفسیر دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ نے جنت میں ایک درخت پیدا کیا جس کا نام "خلد" ہے۔ اللہ نے اسی درختِ خلد سے قلم کو پیدا کیا۔ بعدازاں اللہ نے جنت کی ایک نہر کو حکم دیا کہ روشنائی بن جا۔ حکم پروردگار کے بعد وہ نہر منجمد ہوکر روشنائی میں تبدیل ہوگئی۔ وہ روشنائی برف سے زیادہ سفید تھی اور شہد سے زیادہ لذیذ تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قلم سے فرمایا: لکھ۔ قلم نے عرض کیا: پروردگار کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونا ہے، وہ سب کچھ لکھ۔

چنانچہ قلم نے ایسے کاغذ پر لکھا جو چاندی سے زیادہ سفید اور یاقوت سے زیادہ صاف تھا۔ بعدازاں اللہ نے اسے لپیٹ دیا اور عرش کے رکن کی جگہ پر اسے رکھ دیا اور قلم کے منہ پر مہر لگا دی۔ چنانچہ وہ ہرگز نہیں بولے گا۔

چنانچہ یہ وہ "کتاب مکنون" ہے جس سے نقول (فوٹو اسٹیٹ کاپیاں) تیار کرائی گئیں۔ کیا تم لوگ عرب نہیں ہو؟ تعجب ہے کہ عرب ہوکر تمہیں کلام کا معنی سمجھ میں نہ آئے! حالانکہ تمہارا یہ روزمرہ کا مکالمہ ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے: انسخ ذلك الكتب "میں اس کتاب کی نقل تیار کر رہا ہوں"۔

تو کیا وہ اصل کتاب سے نقل تیار نہیں کرتا؟ اور نقل تیار کرنے کے عمل کو ہی عربی زبان میں "استنساخ" کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (تم جو کچھ کرتے تھے ہم اسے لکھا کرتے تھے)۔

درمنثور میں ابن جریر کے حوالے سے ابن عباس سے منقول ہے کہ اللہ نے "نون" کو پیدا کیا اور اس سے مراد دوات ہے اور قلم کو پیدا کیا۔ پھر کہا: لکھ۔

قلم نے عرض کیا: مالک! کیا لکھوں؟

خدا نے فرمایا کہ جو کچھ قیامت تک ہونا ہے وہ سب کچھ لکھ۔ خواہ اس کا تعلق نیکی سے ہے یا بُرائی سے۔ اس کا تعلق رزقِ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔ تو نے سب کچھ لکھنا ہے۔ پھر اللہ نے اپنے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کیے اور لوح پر خازن مقرر کیے۔ خازن فرشتے بندے کے ہر روز کا رزق لکھ کر دیتے ہیں اور جب وہ رزق ختم ہوجاتا ہے اور مدت پوری ہوجاتی

ہے تو محافظ فرشتے خازن فرشتوں کے پاس آتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں بندے کا آج کا رزق روزی لکھ دو۔ خازن فرشتے کہتے ہیں کہ تمھارے ساتھی کے لیے آج ہمارے پاس کچھ بھی لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ سن کر محافظ فرشتے زمین پر اُترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر چکا ہوتا ہے۔

پھر ابن عباس نے سوال کرنے والوں سے کہا کیا تم لوگ عرب نہیں ہو؟ محافظ فرشتے یہ جملے کہیں گے: اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ''ہم اس میں تمہارے اعمال کو برابر لکھوایا کرتے تھے''۔

درمنثور نئی میں مرقوم ہے کہ ابن مردویہ نے اپنے اسناد سے ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے:

محافظ فرشتے بنی آدم کے اعمال کو ''اُم الکتاب'' (لوح مکنون) سے نازل کرتے ہیں اور انسان اسی تحریر کے مطابق ہی دنیا میں اعمال بجالاتا ہے۔

سید ابن طاؤس، سعد السعود میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب محافظ فرشتے صبح شام کے بندے پاس جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو حضرت اسرافیل لوح محفوظ کو دیکھ کر اس بندے کی تمام سرگرمیوں کی انھیں فہرست دیتا ہے۔ محافظ فرشتے وہ فہرست لے کر زمین پر اُترتے ہیں اور یہاں آ کر ملاحظہ کرتے ہیں کہ اسرافیل کی عطا کردہ فہرست کے مطابق ہی انسان عمل کرتا ہے اور محافظ فرشتوں کے نامۂ اعمال کی لکھی ہوئی تحریر اس تحریر کے عین مطابق ہوتی ہے۔

قوله تعالٰى: وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

''اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کبریائی ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

الکبریآء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدة منهما القیته فی نار جهنم

''کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میرا ازار ہے جس نے مجھ سے ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھیننا چاہا تو میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا''۔

یہ روایت درمنثور، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں بھی ابوہریرہ کی زبانی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔

●......●......●

سُورَۃ الاُحقَافِ

سورۃ احقاف مکیۃ آیاتھا ۳۵ و رکوعاتھا ۴

''سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں''۔

سورۂ احقاف کے فضائل

فضائلِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص ہر رات یا ہر جمعہ کو سورۂ احقاف کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی خوف سے محفوظ رکھے گا اور اسے آخرت کے تمام خطرات سے امان میں رکھے گا۔

مجمع البیان میں ابن بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ احقاف کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ریت کے تمام ذرّات کے برابر اسے نیکیاں عطا کرے گا اور اس سے دس برائیاں مٹائے گا اور اس کے لیے دس درجات بلند کرے گا۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ مَا خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ
شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ
عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ
غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا
بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ
اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٨ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٩ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ۧ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝١١ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝١٢ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝١٣ۚ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٤ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"حٰمٓ، یہ کتاب خدا نے عزیز و حکیم کی نازل کردہ ہے۔ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو نہیں پیدا کیا مگر حق اور مقررہ کردہ مدت کے ساتھ۔ مگر یہ کافر اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے انھیں خبردار کیا گیا ہے۔

آپ کہہ دیں کہ کیا کبھی تم نے یہ غور بھی کیا ہے کہ خدا کے علاوہ تم جنھیں پکار رہے ہو۔ انھیں نے زمین کا کون سا ٹکڑا بنایا ہے۔ ذرا مجھے وہ ٹکڑا تو دکھاؤ۔ یا آسمان کی تخلیق و تدبیر میں ان کا کیا حصہ ہے؟ پھر اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا کوئی بقیہ میرے سامنے پیش کرو۔ بھلا اس سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر انھیں پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دیں اور وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں۔

اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور وہ ان کی

عبادت کے منکر ہوں گے۔ اور جب ایسے لوگوں پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کافر حق کے آنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کا افترا کیا ہے تو تم مجھے خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکو گے۔ جو باتیں تم بنا رہے ہو اللہ انھیں خوب جانتا ہے۔ میرے اور تمھارے درمیان وہی گواہی کے لیے کافی ہے اور وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

آپ کہہ دیں کہ میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے اور تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اور میں تو بس صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔

آپ کہہ دیں کہ کیا تم نے اس بات پر غور کیا کہ اگر یہ کلام اللہ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کر دیا (تو تمھارا انجام کیا ہوگا؟) جب کہ بنی اسرائیل کا ایک گواہ بھی اسی بات کی گواہی دے چکا ہے اور وہ ایمان لایا ہے اور تم نے تکبر کیا ہے۔ بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اور انکار کرنے والوں نے ایمان لانے والوں کے متعلق کہا ہے کہ اگر اس کتاب پر ایمان لانا کوئی اچھا کام ہوتا تو یہ لوگ ہم پر سبقت نہ کر سکتے تھے۔ چونکہ انہوں نے ہدایت نہیں پائی لہٰذا عنقریب کہیں گے کہ یہ تو بہت پرانا جھوٹ ہے۔

اس سے قبل موسیٰؑ کی کتاب رہنما اور رحمت بن کر آ چکی ہے اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی عربی زبان میں آئی ہے تاکہ ظلم کرنے والوں کو متنبہ کر دے اور نیک کردار افراد کے لیے مجسمۂ بشارت ہے۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر جم گئے تو ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنت

جانے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے اعمال کی سچی جزا ہے۔

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کی نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں نے مشقت اُٹھا کر اسے شکم میں اٹھایا اور مشقت اُٹھا کر ہی اس کو جنم دیا۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا کل عرصہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ مکمل توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہوا تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو کہ تو نے مجھ پر کی ہیں اور میرے والدین پر کی ہیں۔ اور مجھے توفیق دے کہ میں ایسا نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو جائے اور میری نسل میں صلاح وتقویٰ قرار دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں بردار افراد میں سے ہوں۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے بہترین اعمال کو ہم قبول کریں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں۔ یہ جنتی لوگوں میں شامل ہوں گے۔ یہ خدا کا وہ سچا وعدہ ہے جو ان سے برابر کیا جا رہا ہے۔ اور وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم پر حیف ہے کیا تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ کی دہائی دے رہے تھے کہ تجھ پر ہلاکت ہو۔ ایمان لے آ، اللہ کا وعدہ بالکل برحق ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ سب پرانے وقتوں کے افسانے ہیں"۔

اس سورۂ مبارکہ کی غرض مشرکین کو اللہ بیان اور روزِ آخرت پر ایمان کی دعوت دینا ہے اور اس سورہ میں اللہ نے کفار ومشرکین کو یہ بتایا کہ توحید ومعاد کے منکرین کے لیے سخت ترین عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں جابجا قیامت کا تذکرہ دکھائی دیتا ہے، مثلاً: مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى

پھر کہا گیا: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً

پھر کہا گیا: وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ

پھر کہا گیا: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۗ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ

پھر کہا گیا: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۗ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ اور اس سورہ مبارکہ کے اختتام پر یہ کہا گیا: لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۗ بَلٰغٌ

اس سورہ مبارکہ میں وحدانیت اور نبوت پر استدلال بھی کیا گیا ہے اور قومِ ہود اور مکہ کے گردو پیش کی بستیوں کی ہلاکت کی داستان بھی بیان کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن مجید سنا تو وہ ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو جا کر تبلیغ کی۔

یہ سورہ مکی ہے البتہ دو آیات کے متعلق اختلاف ہے۔ کچھ مفسرین نے انھیں مدنی آیات قرار دیا ہے اور وہ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ اور قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی آیات ہیں۔

قولہ تعالیٰ: حٰمٓ

معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حٰمٓ کا معنی یہ ہے کہ اللہ حمید اور مجید ہے۔

قولہ تعالیٰ: مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى

''ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو نہیں پیدا کیا مگر حق اور مقرر کردہ مدت کے ساتھ''۔

آسمانوں اور زمین سے عالم کا وہ مجموعہ مراد ہے جو ہمیں دکھائی دیتا ہے، اس میں علوی و سفلی دونوں طرح کے عالم شامل ہیں۔ ''اجل مسمیٰ'' سے مقرر شدہ مدت مراد ہے۔ مقصد آیت یہ ہے کہ یہ سلسلہ عالم روز قیامت تک باقی رہے گا اس کے بعد یہ نظام ختم ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (انبیاء، آیہ ۱۰۴)

ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسا کہ کتابوں کے طومار کو لپیٹا جاتا ہے''۔

اس دن زمین بدل دی جائے گی اور نظامِ عالم تبدیل ہو جائے گا اور عالمِ فنا کی جگہ عالمِ بقا لے لے گا۔

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳

''کافر اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے انھیں خبردار کیا گیا ہے''۔

اس سے کفرِ معاد یعنی قیامت کا انکار مراد ہے۔

قولہ تعالیٰ: قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَہُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ④

''آپ کہہ دیں کہ کیا کبھی تم نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ خدا کے علاوہ تم جنھیں پکار رہے ہو۔ انھوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا بنایا ہے؟ ذرا وہ ٹکڑا مجھے بھی تو دکھاؤ یا آسمانوں کی تخلیق و تدبیر میں ان کا کیا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا بقیہ میرے سامنے پیش کرو''۔

مقصد آیت یہ ہے کہ شرک کرنے والے یہ بتائیں کہ ان کے خود ساختہ معبودوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا خلق کیا ہے؟ یا آسمانوں کی تدبیر میں ان کا کیا عمل دخل ہے اور کیا مشرکین ان باتوں کو کسی سابقہ کتاب مثلاً تورات و انجیل سے ثابت کر سکتے ہیں؟ یا ان کے علاوہ کسی علم کی دوسری کتاب سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں؟

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

''بھلا اس سے بڑھ کر زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر انھیں پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دیں اور وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں''۔

آیت میں استفہام انکاری وارد ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کیا گمراہ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے پکارے جو اسے جواب نہ دے بلکہ وہ اس کے پکارنے سے بھی غافل ہو۔

اس آیت میں قیامت کے دن کا حوالہ اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ دن عالم فنا کا آخری دن ہوگا اور پکارنے اور دعا کا تعلق بھی دنیا سے ہے۔ آخرت سے نہیں ہے اور ان کے معبودوں کے جواب نہ دینے کی صرف یہی وجہ نہ ہوگی کہ انھیں ان پکارنے والوں سے نفرت ہوگی۔ اس کے علاوہ اس کی یہ وجہ بھی ہوگی کہ وہ ان کی عبادت سے بھی غافل ہوں گے۔

قولہ تعالیٰ: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَہُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کٰفِرِیْنَ ⑥

''اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے''۔

''حشر'' کے لغوی معنی اخراج الشئی من مقرہ بانزعاج (یعنی کسی چیز کا اس کے ٹھکانے سے تکلیف کے ساتھ نکالنا) ہے۔ اور یہاں لوگوں کو قبور سے نکال کر محشر میں قیامت کے حساب کے لیے پیش کرنا ہے۔ اس دن مشرکین کے معبود

ان سے نفرت کا اظہار کریں گے اور ان کے شرک سے بیزار ہونے کا اعلان کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ (الفاطر، آیہ ۱۴)

"قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ۝ (القصص، آیہ ۶۳)

"ہم تیرے حضور اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہیں یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے"۔

قیامت کے دن مشرکین کے معبودان سے کہیں گے:

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ (یونس، آیہ ۲۹)

"ہمارے اور تمہارے درمیان بطور گواہ اللہ کافی ہے ہم تمہاری عبادت سے بے خبر ہیں"۔

ان دو آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ آج ہمیں جن جمادات میں زندگی دکھائی نہیں دیتی یہی قیامت کے دن گواہی دینے لگ جائیں گی۔

اِفتراء پردازی کا جواب

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

"کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کا افترا کیا ہے تو تم مجھے خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکو گے جو باتیں تم بنا رہے ہو، اللہ انھیں خوب جانتا ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان وہی گواہی کے لیے کافی ہے وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

اس آیت میں منکرین حق کے ایک غلط دعوے کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ اسلام اور رسولؐ اسلام کے منکرین نے یہ کہا کہ قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب نہیں ہے۔ یہ محمد مصطفیٰؐ کی خودساختہ کتاب ہے جسے اس نے اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اس کے جواب میں اللہ نے اپنے حبیب کریم کو دو باتیں تعلیم فرمائیں:

① فرض کرو کہ میں نے افترا پردازی کی ہے اور وہ افترا پردازی تمہارے ہی مفادات کے لیے کی ہے، مثلاً: تم جاہل تھے قرآن کی وجہ سے تم میں علم آیا۔ تم درندے تھے قرآن کی وجہ سے تم میں رحم دلی پیدا ہوئی۔ تم اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور

کرتے تھے۔ قرآن نے تمہیں دوسروں کی بیٹیوں کے پردوں کا نگہبان بنایا۔ الغرض یہ افتراپردازی تمہارے لیے کی گئی ہے لیکن تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اللہ مفتری کو مہلت نہیں دیتا وہ فوراً پکڑلیتا ہے اور اگر خدا مجھے پکڑنا چاہے تو تم مجھے بچانے کے قابل نہیں ہو۔ اب خود ہی سوچو جب تم مجھے بچانے کے قابل ہی نہیں تو میں تمہارے لیے افترا پردازی کروں تو آخر کیوں کروں؟

② میری صداقت کا اللہ گواہ ہے میں نے آج تک تمہارے سامنے جو بھی قرآن پڑھا ہے اللہ نے عملی طور پر ہمیشہ اس کی تصدیق کی ہے۔ اگر خدانخواستہ میں جھوٹا اور افترا کرنے والا ہوتا تو خدا میری تصدیق کرکے میری صداقت کی گواہی کیوں دیتا؟ چنانچہ یہ دو دلائل اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ تمہارا دعویٰ غلط ہے اور میں ہرگز مفتری نہیں ہوں۔

ذاتی علم غیب کی نفی

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹

"آپ کہہ دیں کہ میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو کہ میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ میں تو بس صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں"۔

اس آیت مجیدہ کے پہلے جملہ کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں: پہلا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ یہ کہیں کہ میں دنیا میں آنے والا پہلا رسول تھوڑی ہوں کہ تمھیں میری رسالت پر تعجب ہو رہا ہے۔

دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ میرے اقوال وافعال نرالے تو نہیں ہیں۔ میرے اقوال وافعال وہی ہیں جو سابقہ انبیاءؑ کے تھے۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ رسول ہوکر کھانا کیوں کھاتا ہے اور یہ رسول ہوکر بازاروں میں کیوں پھرتا ہے۔ جب کہ مجھ سے پہلے رسول بھی کھانا کھاتے تھے اور وہ بھی بازاروں میں جاتے تھے لہٰذا تمہارے یہ اعتراضات غلط ہیں۔ میں اپنے اقوال وافعال میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں۔

یہ دوسرا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے اور سیاق آیات سے مناسبت رکھتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ

"مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ طے کیا جائے گا"۔

اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ (اعراف، آیہ ۱۸۸)

''اگر میں غیب سے باخبر ہوتا تو بہت زیادہ فوائد حاصل کر لیتا اور کوئی بُرائی مجھ تک نہ آسکتی۔ میں تو صرف صاحبانِ ایمان کے لیے بشارت دینے والا اور عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا ہوں''۔

سورۂ اعراف اور سورۂ احقاف کی ان آیات میں اگرچہ ذاتی علم غیب کی نفی کی گئی ہے لیکن اس کے موضوعات میں کافی فرق ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت مجیدہ میں ذاتی علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور اس کے دو ثبوت دیئے گئے ہیں:

① اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو میں زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کر لیتا۔

② اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچتی۔

جب کہ سورۂ احقاف کی آیت مجیدہ میں یہ کہا گیا ہے کہ مجھے آنے والے حوادث و واقعات کا کوئی علم نہیں ہے۔

اس نفی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اہلِ عرب یہ کہتے تھے کہ نبی ایسا ہونا چاہیے جو کہ بذات خود تمام غیب کا عالم ہو اور غیب کی قدرتِ مطلقہ کا مالک ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت مجیدہ کے ذریعہ سے یہ پیغام دیا کہ آپ کہہ دیں کہ میں اپنے اقوال و افعال میں کوئی نرالا رسول تھوڑی ہوں اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر اور دوسروں پر کیا حوادث آنے والے ہیں کیونکہ مستقبل کے حوادث و واقعات میرے ارادہ و اختیار سے باہر ہیں اور ان میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ وہ خدا کی ذاتی صوابدید پر منحصر ہے جیسا چاہے بجالائے۔

اور وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ کی آیتِ مجیدہ جہاں آنحضرتؐ کے ذاتی علم غیب کی نفی کرتی ہے وہاں پردۂ غیب میں موجود حوادث پر آپ کے تصرف کی بھی نفی کرتی ہے۔

واضح رہے کہ ان آیات میں آپ کے ذاتی علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے جب کہ وحی کے ذریعہ سے آپ کو جو علم غیب دیا گیا ہے اللہ نے اس کا بہت سے مقامات پر اثبات کیا ہے۔

مثلاً ارشادِ قدرت ہے: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (ہود، آیہ ۴۹)

یا مثلاً: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (یوسف، آیہ ۱۰۲)

یا مثلاً: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن، آیہ ۲۷)

یا مثلاً حضرت مسیح یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں: وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (آل عمران، آیہ ۴۹) ''تم جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو میں تمھیں اس کی خبر دیتا ہوں''۔

یا مثلاً حضرت یوسفؑ زندان کے ساتھیوں سے یہ کہتے ہیں: لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا (یوسف، آیہ ۳۷) ''جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا''۔

قرآن کریم کی دو طرح کی آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذاتی علمِ غیب کی نفی کی ہے اور فرمایا ہے کہ انھیں ایسی طبیعت دے کر دنیا میں نہیں بھیجا گیا کہ جس کے خواص میں علمِ غیب شامل ہو اور وہ اس علم کی وجہ سے ہر فائدہ حاصل کر لیں اور ہر تکلیف سے بچ جائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحیٔ انبیاءؑ کے علمِ غیب کا اثبات کیا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسی آیت میں بیان کیا گیا ہے: اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ۔ مقصد یہ ہے کہ اگر میں آنے والے حوادث کی خبر دیتا ہوں تو اپنی طرف سے نہیں دیتا وحیِ الٰہی کے تحت خبر دیتا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر اس پر جم گئے تو ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''۔

یہ آیتِ مجیدہ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ صرف رَبُّنَا اللّٰهُ (اللہ ہمارا رب ہے) کہنا کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ استقامت کی بھی اشد ضرورت ہے کیونکہ صرف ''لا الٰہ'' کہنے سے بات نہیں بنتی جب تک ''لا الٰہ'' کے تقاضوں کو مدنظر نہ رکھا جائے۔

علامہ اقبال نے کہا تھا:

اگر گویم مسلمانم بلرزم — کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

''یعنی جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو لرز اٹھتا ہوں اس لیے کہ مجھے ''لا الٰہ'' کی مشکلات کا علم ہے''۔

خوف اور حزن اگرچہ قریب المعنیٰ الفاظ ہیں لیکن ان کے مفہوم میں ایک باریک سا فرق پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خوف کا تعلق ممکن الوقوع خطرے سے ہوتا ہے اور حزن کا تعلق محقق الوقوع خطرے سے ہوتا ہے۔

قوله تعالٰی: اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۝

"یہی لوگ جنت جانے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کے اعمال کی سچی جزا ہے"۔

مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا اور پھر ہر طرح کے حوادث و آلام کا پامردی سے مقابلہ کیا تو ان پر اس دنیا میں کوئی خوف و حزن نہ ہوگا اور قیامت کے دن انھیں جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جنت کی ہمیشگی انھیں اس کے اعمال کے بدلہ میں عطا کی جائے گی۔

چند روایات

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ ابوعبیدہ نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: اِيۡتُوۡنِيۡ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَآ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ کی آیت مجیدہ کا کیا مطلب ہے؟

آپ نے فرمایا: کتاب سے تورات وانجیل مراد ہے اور "اثارة من العلم" سے انبیاءؑ کے اوصیاءؑ کا علم مراد ہے۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ دربار مامون میں امام علی رضا علیہ السلام نے ایک نشست میں اُمت اور عترت کے بارہ فرق واضح کیے تھے۔ آپ نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ عترت وہ ہے جن کی مودت کو اللہ نے تبلیغ رسالت کی اُجرت قرار دیا اور جب رسول اکرمؐ نے لوگوں کے سامنے آیت مودت تلاوت کی تو کچھ لوگوں نے پسِ پشت یہ کہا کہ اب محمد ہیں اپنے خاندان کی محبت کے جال میں پھانسنا چاہتا ہے اور یہ سب کچھ اس نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ ...... وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ۝

آنحضرتؐ نے انصار کو بلایا اور فرمایا کہ کیا کوئی نئی بات درپیش ہوئی ہے؟

انھوں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ افراد نے غلط گفتگو کی ہے جو ہمیں سخت ناپسند آئی ہے۔

رسول اکرمؐ نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی جسے انصار سن کر رونے لگے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِيۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَعۡفُوۡا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ۝

"وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اسے جانتا ہے"۔ (الشوریٰ، آیہ ۲۵)

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا (احقاف، آیہ ۱۳) کا ایک تاویلی معنی یہ بھی ہے کہ وہ لوگ جو ولایتِ علیؑ پر استقامت دکھاتے ہیں۔

وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اِحۡسٰنًا ......کی آیت کا مصداقِ خصوصی حضرت امام حسین علیہ السلام ہے کیونکہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ماں نے بڑے دُکھ کے ساتھ اسے اٹھایا اور بڑے دکھ سے اسے جنم دیا۔

روایات میں مرقوم ہے کہ اللہ نے رسولِ خدا کو امام حسینؑ کی پیدائش کی خبر دی۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی خاتونِ جنت کو بشارت دی اور حکمِ الٰہی کے تحت فرمایا کہ میری اُمت کے ظالم لوگ اسے ناحق قتل کر دیں گے۔ بی بیؑ نے یہ سنا تو عرض کیا: اباجان! میں ایسے فرزند کو جنم دے کر کیا حاصل کروں گی جسے لوگ بے دردی سے قتل کر دیں؟!

رسولِ خدا نے فرمایا کہ اللہ اس کی شہادت کے عوض اس کی نسل میں امامت کے منصب کو جاری کر دے گا اور مہدیؑ اسی کی اولاد میں سے ہوگا۔ خدا اسے روئے زمین کی حکومت عطا کرے گا۔ یہ سن کر حضرت سیدہؑ راضی ہوئیں۔

الخصال میں ایک اور الکافی میں اس مفہوم کی تین روایات منقول ہیں۔

ارشاد مفید میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر کی عدالت میں ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس کے ہاں شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے امیر المومنین علیہ السلام موجود تھے، آپؑ نے فرمایا کہ تم اس پر حدِ شرعی نافذ نہیں کر سکتے۔

حضرت عمر نے کہا: وہ کیسے؟ آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا

''اس کی مدت حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس ماہ ہے''۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

وَالۡوَالِدٰتُ یُرۡضِعۡنَ اَوۡلَادَہُنَّ حَوۡلَیۡنِ کَامِلَیۡنِ (البقرہ، آیہ ۲۳۳)

''مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں''۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ دو سال کے چوبیس مہینے بنتے ہیں اور اگر تیس میں سے چوبیس کو نفی کر دیا جائے تو باقی چھ مہینے بچتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ماہ کا بچہ پیدا ہو کر زندہ رہ سکتا ہے لہٰذا اس عورت پر حدِ شرعی نافذ نہیں کی جا سکتی۔

جب حضرت عمر نے امیر المومنینؑ کا یہ فیصلہ سنا تو عورت کو چھوڑ دیا۔ صحابہ اور اُمت کے علماء نے حضرت علیؑ کے اس

فیصلہ کو آج تک سند کا درجہ دیا ہوا ہے۔

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب کوئی بندہ پینتیس برس کی عمر کا ہو جائے تو وہ بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال بھرپور قوت کی انتہا ہے اور اکتالیس سال سے قوت میں کمی آنے لگتی ہے اور پچاس برس کے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو نزع میں محسوس کرے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۖ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿۲۰﴾ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا ۖ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۲﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ
فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا
يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ
مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً
ۡ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ
اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا
الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ
الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى
قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ
مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ
ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ

فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

”یہ وہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے اور ان سے قبل انسانوں اور جنات کے جو ٹولے ایسے ہو گزرے ہیں ان میں یہ بھی شامل ہوں گے بے شک یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ہر ایک کے درجے ان کے اعمال کے مطابق ہوں گے تاکہ اللہ ان کے اعمال کا انھیں پورا معاوضہ دے اور کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اور جس دن کافروں کو دوزخ کے سامنے پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم اپنے حصے کی نعمتیں دنیا ہی میں ختم کر آئے تھے اور تم اُن کا لطف اُٹھا چکے ہو۔ آج تمھیں ذلت آمیز عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور تم نافرمانیاں کرتے تھے۔

آپ عاد کے بھائی (ہودؑ) کا ذکر کریں جب اس نے "احقاف" میں اپنی قوم کو خبردار کیا تھا اور ایسے آگاہ کرنے والے پہلے بھی گزر چکے تھے اور بعد میں بھی آتے رہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔

انھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے خداؤں سے منحرف کر دے، تم اس عذاب کو لے آؤ جس کا ہم سے وعدہ کر رہے ہو۔ اگر تم سچوں میں سے ہو۔

اس (ہودؑ) نے کہا کہ علم تو بس خدا کے پاس ہے۔ میں تمھیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جاہلانہ اقدامات کر رہے ہو۔ پھر جب انھوں نے اس بادل کو دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف چلا آ رہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہمارے اُوپر بارش برسانے والا ہے، حالانکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہوا کا طوفان ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دے گا۔ آخرکار ان کا یہ حال ہوا کہ ان کے گھروں کے علاوہ وہاں اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم مجرمین کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ ہم نے انھیں وہ کچھ عطا کیا تھا جو تمھیں عطا نہیں کیا ہے اور ہم نے انھیں کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے لیکن ان کے کانوں، آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

یقیناً ہم نے تمھارے گردوپیش کی بستیوں کو ہلاک کیا ہے اور ہم نے اپنی آیات بھیج کر انھیں بار بار سمجھایا شاید کہ باز آ جائیں۔

پھر ان معبُودوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں اللہ کو چھوڑ کر تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبُود بنا لیا تھا بلکہ عذاب کے وقت تو وہ معبُود ان سے کھو گئے۔ یہ ان کا جھوٹ اور افتراء ہے جسے وہ گھڑا کرتے تھے۔ اور جب ہم جنات کے ایک گروہ کو آپ کے پاس لے

آئے کہ قرآن سنیں جب وہ اس جگہ پہنچے (جہاں آپ قرآن پڑھ رہے تھے) تو انھوں نے آپس میں کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔

اور جب تلاوت مکمل ہوگئی تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کے پاس پلٹ گئے۔

انھوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب کو سنا ہے جو کہ موسیٰؑ کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ حق اور صراط مستقیم کی ہدایت دیتی ہے۔

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ خدا تمھارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے تو وہ زمین پر رہ کر اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا اور خدا کے علاوہ اس کے سرپرست نہ ہوں گے۔ ایسے لوگ واضح گمراہی میں ہیں۔

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے بنانے میں وہ نہ تھکا وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں، بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جس دن کافروں کو دوزخ کے روبرو پیش کیا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، ہمیں اپنے رب کی قسم! خدا فرمائے گا کہ تم اب عذاب کا مزہ چکھو، اُس انکار کی پاداش میں جو تم کرتے رہے تھے۔

آپ اولوا العزم رسولوں کی طرح سے صبر کریں اور ان کے لیے جلد بازی نہ کریں۔ جس دن یہ لوگ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو اس وقت انھیں یوں لگے گا کہ یہ دنیا میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں رہے۔ اب اتمامِ حجت ہو چکی ہے۔ تو کیا فاسقوں کے علاوہ کسی اور قوم کو ہلاک کیا جائے گا"۔

دنیا میں اپنی نعمات ختم کرنے والے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿۲۰﴾

''اور جس دن کافروں کو دوزخ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے حصّے کی نعمتیں دنیا ہی میں ختم کر آئے تھے اور تم اُن کا لطف اُٹھا چکے ہو آج تمھیں ذلت آمیز عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور تم نافرمانیاں کرتے تھے''۔

محاسن برقی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ''حلوا'' پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔

کسی نے عرض کیا: آپؐ اسے حرام قرار دینا چاہتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں، مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میرا نفس اس کا مشتاق ہو جائے۔ پھر آپؐ نے أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا کی آیتِ مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رسولؐ خدا کے پاس گئے اس وقت آپؐ بی بی حفصہ کے ساتھ ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپؐ کے جسم کا کچھ حصّہ مٹی پر تھا اور آپ کے سر کے نیچے ایک سرہانہ تھا جس میں لیفِ خرما بھری ہوئی تھی۔ حضرت عمر نے یہ منظر دیکھا تو عرض کیا: یارسولؐ اللہ! قیصر و کسریٰ تو دیباج و حریر کے مزے لوٹیں اور آپ اللہ کے نبیؐ اور خیر البشر ہو کر اس حال میں زندگی بسر کریں؟! آپؐ نے فرمایا: ان لوگوں نے دنیا ہی میں اپنی نعمات کا حصّہ وصول کر لیا ہے، جب کہ ہم نے آخرت کے لیے اسے مؤخر کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ اب مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے ایک ایک کہنے والے نے کہا: کیا آپؐ اسے اتاریں گے نہیں؟ میں نے اس سے کہا: میری نظروں سے دُور ہو جا، کیونکہ صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے وقت چلنے کی قدر معلوم ہوتی ہے اور وہ اس کی مدح کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام کی طرزِ زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت علیؑ غلاموں کی طرح سے زمین پر بیٹھتے تھے اور غلاموں کی طرح سے عاجزانہ طور پر کھانا کھاتے تھے۔ آپؑ

دو قمیصیں خریدتے تو ان میں سے اچھی قمیص اپنے غلام کو دے دیتے تھے اور موٹی جھوٹی قمیص خود پہنتے تھے۔ اگر قمیص انگلیوں سے بڑھنے لگتی تو اسے کاٹ دیتے تھے اور اگر ٹخنوں سے بڑھنے لگتی تو اُوپر سے اس کی سلائی کرا دیتے تھے۔ آپؑ نے پانچ برس تک حکومت کی تھی لیکن اس دوران آپؑ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی تھی اور کوئی مکان تعمیر نہیں کیا تھا۔ آپؑ نے میراث میں سونا چاندی نہیں چھوڑی تھی۔ آپؑ لوگوں کو گندم کی روٹی اور گوشت کھلایا کرتے تھے اور خود گھر میں جا کر نانِ جویں، تیل اور سرکہ استعمال کرتے تھے اور جب بھی آپ پر رضائے الٰہی کے موجب دو کام وارد ہوئے تو آپؑ نے اس کام کا انتخاب کیا جو مشکل تھا اور جسم کے لیے باعثِ مشقت تھا۔ آپؑ نے اپنی محنت سے ایک ہزار غلاموں کو خرید کر کے آزاد کیا۔ آپ جیسا عمل کرنے کی لوگوں میں سے کسی کو طاقت نہیں ہے۔ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعات نماز ادا کرتے تھے۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام باقی لوگوں کی بہ نسبت آپؑ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

روایات میں وارد ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام بصرہ میں علا بن یزید کی عیادت کرنے گئے۔

علاء نے عرض کیا: امیر المومنینؑ! میں آپ کے سامنے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کرتا ہوں۔

حضرتؑ نے پوچھا: کیوں اسے کیا ہوا؟

علاء نے جواب دیا کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا تو آپؑ نے فرمایا: اے اپنی جان کے دشمن! تجھے شیطانِ خبیث نے بھٹکا دیا ہے۔ تمھیں اپنی آلِ اولاد پر ترس نہیں آتا؟ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو تمہارے لیے حلال کیا ہے۔ اگر تم نے انھیں کھایا اور برتا تو اسے ناگوار گزرے گا؟

تم اللہ کی نظر میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لیے یہ چاہے۔

اس نے کہا: امیر المومنینؑ! آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے۔

آپؑ نے جواب دیا: تم پر حیف ہے، میں تمہارے مانند نہیں ہوں۔ خدا نے ائمۂ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس اور نادار لوگوں کی طرح سے رکھیں تا کہ کوئی مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔

جوامع الجامع میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ صفّہ کو دیکھا جو اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں کو پیوند لگانے میں مصروف تھے لیکن پیوند لگانے کے لیے ان کے پاس اچھے کپڑے موجود نہ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم آج بہتر حالت میں ہو یا اس وقت بہتر حالت میں ہو گے

جب تم میں سے ہر شخص صبح کے وقت ایک پوشاک پہنے گا اور شام کے وقت دوسری پوشاک پہنے گا اور اس کے سامنے صبح شام کھانے کے کئی برتن ہوں گے اور اس کے گھر میں قیمتی پردے یوں آویزاں ہوں گے جیسا کہ کعبہ کو پردوں سے ڈھانپا جاتا ہے؟

اصحاب صفہ نے عرض کیا: ہم اس دن بہتر حالت میں ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، تم آج بہتر حالت میں ہو۔

قوم عاد کی بربادی

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۖ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ ......

آپ عاد کے بھائی (ہودؑ) کا ذکر کریں جب انھوں نے اپنی قوم کو "احقاف" کے مقام پر خبردار کیا تھا"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ "احقاف" ایک علاقہ ہے جو بلادِ عاد میں "شقوق" سے "اجفر" تک پھیلا ہوا ہے اور یہ علاقہ چار منازل پر مشتمل ہے۔

حموی لکھتے ہیں کہ تفسیر قمی میں "شقیق اور اجفر" کی جو نشان دہی کی گئی ہے یہ مکہ کے راستے میں آنے والے دو مقامات ہیں۔

طبرسی لکھتے ہیں: احقاف "عمان"، "مہرہ" کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ علاقہ عمان اور حضرموت کے درمیان واقع ہے۔

قمی اپنے والد کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ معتصم نے حکم دیا کہ "بطائنہ" میں ایک کنواں کھودا جائے۔ چنانچہ تین سو ہاتھ گہرا کنواں کھودا گیا لیکن پانی ظاہر نہ ہوا۔ کنوئیں کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا گیا اور اس میں مزید کھدائی نہ کرائی گئی۔ پھر متوکل کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے حکم جاری کیا کہ اس کنوئیں کی کھدائی مکمل کر کے پانی نکالا جائے۔ چنانچہ متوکل کے حکم پر مزید کھدائی ہوئی۔ آخرکار ایک چٹان نمودار ہوئی۔ چٹان کو ہتھوڑوں سے توڑا گیا تو نیچے سے ٹھنڈی ہوا برآمد ہوئی اور کنوئیں میں موجود افراد اس کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گئے۔ کنوئیں کا کام روک دیا گیا اور متوکل کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ متوکل یہ خبر سن کر حیران رہ گیا۔ متوکل نے لوگوں سے اس کا راز معلوم کرنا چاہا مگر کوئی بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ آخرکار اس نے امام علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا اور عرض کیا: آپ ہی اس واقعہ کی توجیہہ بیان فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ بلادِ احقاف ہے۔ یہاں حضرت ہود علیہ السلام کی قومِ عاد رہائش پذیر تھی۔ اللہ نے انھیں تیز ہوا سے ہلاک کیا تھا۔

الخرائج والجرائح میں مرقوم ہے کہ عباسی خلیفہ مہدی نے حکم دیا کہ عراق سے آنے والے حجاج راستے میں پانی کے لیے تنگ ہوتے ہیں لہٰذا ان کے لیے ''قبر عبادی'' کے قریب ایک کنواں کھودا جائے۔

(حموی لکھتے ہیں کہ یہ جگہ قادسیہ وعذیب'' کے درمیان مکہ کے راستے پر واقع ہے)۔

کنوئیں کی کھدائی کے دوران ایک ایسا مرحلہ بھی آیا جب تیز ہوا کی سنسناہٹ کی آوازیں آنے لگیں۔ دو افراد کو رسّی کے ذریعہ سے نیچے اُتارا گیا۔ پھر جب انہیں باہر نکالا گیا تو ان کے رنگ تبدیل ہو چکے تھے جب ان سے اندر کی روئیداد پوچھی گئی تو انھوں نے بتایا: ہمیں وہاں وسیع ہوا دکھائی دی اور ہمیں وہاں گھر دکھائی دیئے اور وہاں ہمیں بچے، مرد، عورتیں اور مویشی دکھائی دیئے لیکن ہم نے جسے بھی ہاتھ لگایا وہ سفوف بن کر اُڑنے لگا۔

لوگوں نے علماء سے یہ مسئلہ پوچھا مگر کوئی بھی عالم اس کا صحیح جواب نہ دے سکا۔ پھر کچھ دنوں بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی کے پاس تشریف لائے۔ اس نے آپؑ سے یہ ماجرا دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ اصحاب احقاف ہیں۔ یہ قومِ عاد کی باقیات میں سے ہیں۔ اللہ نے ان پر تیز وتند آندھی بھیجی تھی اور انھیں برباد کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو قومِ عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے انھیں دین کی تبلیغ کی لیکن انھوں نے شدت سے آپ کی دعوت کو ٹھکرایا۔ ان لوگوں کے پاس بڑی زرخیز زمینیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات سو سال تک بارش نہ برسائی جس کی وجہ سے وہاں قحط سالی چھا گئی۔

ہود علیہ السلام انھیں کہتے رہے کہ وہ ایمان لے آئیں اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ کریں تو خدا ان پر رحم کرے گا۔ لیکن وہ لوگ اپنی ضد پر قائم رہے۔ آخرکار اللہ نے ہود علیہ السلام پر وحی روانہ کی کہ ان لوگوں پر فلاں مہینے اور فلاں وقت پر عذاب نازل ہوگا۔ جب وہ وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک بادل ان کی وادی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ لوگ خشک سالی کے مارے ہوئے تھے جیسے ہی بادل کو اپنی وادی کی طرف آتے دیکھا تو خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب بارش برسے گی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، یہ بادل بارش برسانے والا نہیں ہے، اس میں خدا کی طرف سے تیز ہوا ہے جو تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی۔ آخرکار ان لوگوں پر آندھی کا عذاب نازل ہوا اور ہر چیز تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

قومِ جنات کا قبولِ اسلام

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

"اور جب ہم جنات کے ایک گروہ کو آپؐ کے پاس لے آئے کہ قرآن سنیں"۔

تفسیرقمی میں مرقوم ہے کہ ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ دین کے لیے مکہ سے بازارِ عکاظ گئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ تھے۔ کسی نے بھی آپ کی تبلیغ کو قبول نہ کیا۔ وہاں سے مایوس ہوکر آپ مکہ کی طرف واپس آ رہے تھے۔ جب آپ کا گزر "وادی مجنہ" سے ہوا تو آپ وہاں رُک گئے اور نمازِ تہجد پڑھی۔ اِس اثناء میں وہاں سے قومِ جنات کے ایک گروہ کا گزر ہوا۔ جب آنحضرتؐ کی تلاوت کی انھوں نے آواز سنی تو رُک گئے اور اسے بڑی توجہ سے سنتے رہے اور ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔

جب تلاوت مکمل ہوگئی تو یہ گروہ اپنی قوم کے پاس آیا اور انھیں تبلیغ کی اور ان سے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ سابقہ کتابوں کی تائید کرتی ہے اور وہ کتابِ حق اور صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرتی ہے۔

اے ہماری قوم! خدا کے داعی کی آواز پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ۔ خدا تمھارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے تو وہ زمین پر رہ کر اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا اور خدا کے علاوہ اس کے کوئی سرپرست نہ ہوں گے اور ایسے لوگ واضح گمراہی میں ہیں۔ پھر وہ لوگ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔ آپؐ نے انھیں شریعتِ اسلام کے ضروری مسائل کی تعلیم دی۔

جنات کے قبولِ اسلام کے واقعہ کو اللہ نے سورۂ جن میں بھی بیان کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے ان پر اُن کی قوم کے ایک فرد کو حاکم مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد جنات اکثر وبیشتر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر تعلیم دین حاصل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کی تعلیم وتربیت کا کام حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا۔ چنانچہ آپؑ نے انھیں تعلیم دی۔

جنات میں مومن، کافر، ناصبی، یہودی، عیسائی اور مجوسی ہر طرح کے افراد پائے جاتے ہیں اور ان کے مورثِ اعلیٰ کا نام "جانّ" تھا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آیا ایمان دار جنات جنت میں داخل ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: خدا نے جنت و دوزخ کے درمیان کچھ جزیرے بنائے ہیں جہاں مومن جنات اور گناہ گار شیعوں کو

رکھا جائے گا۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ نے حضرت سلیمانؑ کے لیے جنات کو مسخر کیا تھا تو کیا تمہارے نبیؐ کے لیے بھی جنات مسخر کیے گئے تھے؟

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ سچ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات مسخر کیے گئے تھے لیکن وہ مسخر ہو کر بھی اپنے کفر پر باقی رہے تھے جب کہ رسولِ خداؐ کی نبوت پر کچھ جنات ایمان لے آئے تھے۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ قرآن پڑھ رہے تھے کہ وہاں سے نو جنات کا گزر ہوا، ان میں ایک جن کا تعلق نصیبین سے تھا اور آٹھ جنات کا تعلق بنی عمرو بن عامر سے تھا اور ان آٹھ جنات کے نام یہ تھے:

① سفاۃ ② مضاۃ ③ ہملکان ④ مرزبان ⑤ مازمان ⑥ حاضب ⑦ حضب ⑧ عمرو

اور یہ وہی جنات ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احقاف میں کیا ہے۔ جب انھوں نے قرآن سن لیا تو وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ''وادی نخل'' کے درمیان میں تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کے سامنے اس بات کی معذرت کی کہ وہ انسانوں کی طرح سے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب اللہ کسی کو نبوت کے لیے مبعوث نہیں کرے گا۔

پھر یہ اپنی قوم میں گئے اور انھیں دین اسلام کی تبلیغ کی۔ چنانچہ قومِ جنات میں سے اکہتر ہزار جنات نے اسلام قبول کیا اور وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج، جہاد اور مسلمانوں کی بھلائی کی شرائط پر آنحضرتؐ کی بیعت کی اور انھوں نے آپؐ کے سامنے معذرت کی کہ اب تک وہ خدا کے متعلق ناجائز باتیں کہتے رہے تھے۔

چنانچہ یہ شرف اور فضیلت حضرت سلیمانؑ کے شرف سے کئی گنا بڑا ہے۔

محاسن برقی میں عمر بن یزید سے منقول ہے کہ ایک سال جب کہ ہم مکہ جا رہے تھے راستے سے بھٹک گئے۔ ہم مسلسل تین دن تک راستہ تلاش کرتے رہے لیکن ہمیں راستہ نہ مل سکا۔

تیسرے دن ہمارے پاس پانی ختم ہوگیا تو ہم نے کفن کی جگہ احرام باندھے اور اپنے آپ کو حنوط کیا اور موت کا انتظار کرنے لگ گئے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی اُٹھا اور اس نے زور سے آواز دی: یا صالح یا ابا الحسن!

ایک طرف سے ہمیں جواب سنائی دیا: ''ہم نے کہا: خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟''

اس نے کہا: میں جنات کے اس گروہ کا ایک فرد ہوں جن کا ذکر اللہ نے سورۂ احقاف میں کیا ہے۔ میرے باقی ساتھی سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان میں سے صرف میں اکیلا باقی ہوں۔ میں بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھایا کرتا ہوں۔

اس کے بعد ہم اس کی آواز کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ ہم مکہ کی شاہراہ پر پہنچ گئے۔

شیخ مفیدؒ نے روضۃ الواعظین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی لکھا ہے کہ قومِ جنات کی ایک خاتون کا نام ''عفرا'' تھا۔ وہ آنحضرتؐ کے حضور آکر آپؐ کی گفتگو سنتی تھی۔ پھر اپنی قوم کے نیک لوگوں کو جاکر آپؐ کی گفتگو سنایا کرتی تھی۔ وہ کچھ دن تک نہ آئی تو آنحضرتؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ ''عفرا'' کیوں نہیں آئی؟

جبریل امینؑ نے عرض کیا: اس کی ایک بہن ہے وہ اللہ کی رضا سمجھ کر اپنی بہن کو ملنے کے لیے گئی ہوئی ہے۔

امالی صدوق میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا کچھ حصّہ یہ ہے:

ایک مرتبہ حسنین کریمینؑ بنی نجار کے باغ میں سو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تلاش میں نکلے۔ آخر کار آپ بنی نجار کے باغ میں پہنچے، وہاں آپ نے عجیب منظر دیکھا کہ حسنین کریمینؑ سو رہے تھے۔ ایک بہت بڑا اژدہا جس کے وجود پر بال تھے وہ ان کا پہرہ دے رہا تھا۔ اس اژدہا کے دو پر تھے۔ اس نے ایک پر سے حسنؑ کو ڈھانک رکھا تھا اور دوسرے سے حسینؑ کو ڈھانک رکھا تھا۔ جب اس کی نظر آنحضرتؐ پر پڑی تو وہ چپکے سے کھسک گیا اور جاتے جاتے اس نے کہا:

پروردگار! گواہ رہنا اور اپنے ملائکہ کو بھی اس بات کا گواہ بنانا کہ میں نے تیرے نبیؐ کے دونوں شاہزادوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے صحیح سلامت حالت میں انھیں تیرے نبیؐ کے حوالے کیا ہے۔

رسولِ خدا نے فرمایا: اے سانپ! تو کون ہے؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں قومِ جنات کا قاصد بن کر آپؐ کے پاس آیا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کون سے جنات کے قاصد ہو؟

اس نے عرض کیا کہ میرا تعلق نصیبین کے ''بنی ملیح'' سے ہے۔ ہمیں کتاب اللہ کی ایک آیت بھول گئی تھی۔ میری قوم نے مجھے آیت کی یاد دہانی کے لیے آپؐ کی خدمت میں بھیجا اور جب میں یہاں پہنچا تو ایک منادی نے مجھے ندا دے کر کہا:

''اے سانپ! یہ دونوں رسولِ خدا کے شاہزادے ہیں۔ تمام آفات و بلیات سے ان کی حفاظت کر''۔

چنانچہ میں نے حکم پر عمل کیا اب آپؐ کی امانت آپؐ کے سپرد کرتا ہوں۔ پھر اس نے آپؐ سے آیت کی اصلاح لی اور واپس چلا گیا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرتؐ کو حکم ملا کہ آپؐ جنات کو تبلیغ کریں اور انھیں خدا کی توحید کی دعوت دیں اور انھیں قرآن سنائیں۔ چنانچہ اللہ نے آپؐ کے پاس نینویٰ کے جنات کے ایک گروہ کو روانہ کیا۔

آنحضرتؐ نے تبلیغ پر جانے سے پہلے صحابہ سے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو آج رات میرے ساتھ چلے، آج رات میں نے جنات کو تبلیغ کرنا ہے۔

عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کے ساتھ جاؤں گا۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ اس رات میرے علاوہ آنحضرت کے ساتھ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ ہم چلے یہاں تک کہ ہم مکہ کے بلند ترین حصہ میں پہنچ گئے۔ آنحضرتؐ نے خط کھینچ کر ایک جگہ مقرر کی اور مجھے حکم دیا کہ تم اس کے اندر بیٹھ جاؤ اور جب تک میں خود تمھارے پاس نہ آؤں یہاں سے باہر نہ نکلنا۔

اس کے بعد رسولؐ خدا ایک گھاٹی میں چلے گئے جسے ''شعب الحجون'' کہا جاتا تھا۔ آپؐ نے وہاں قرآن کی تلاوت کی۔ پھر میں نے دیکھا کہ سیاہ وجود رکھنے والے بہت سے افراد وہاں جمع ہوگئے اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان حائل ہوگئے۔ مجھے آپؐ کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ جیسا کہ بادل پھٹتے ہیں ویسے ہی ان کے گروہ کے افراد چھٹنے لگے اور آخر میں تھوڑے سے افراد باقی رہ گئے۔

فجر طلوع ہوئی تو آپؐ فارغ ہوئے اور میرے پاس تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا: کیا تو نے کچھ دیکھا تھا؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ میں نے سیاہ رنگ کے مرد دیکھے تھے جنھوں نے اپنی ٹانگوں میں سفید کپڑے دبائے ہوئے تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ نصیبین کے جن تھے۔

علقمہ کا بیان ہے کہ لیلۃ الجن میں مَیں آنحضرتؐ کے ساتھ موجود نہ تھا اور میری خواہش ہے کہ کاش میں اس رات آپؐ کے ساتھ ہوتا۔

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ نصیبین کے جنات کی تعداد سات افراد پر مشتمل تھی۔ آنحضرتؐ نے انھیں مبلّغ بنا کر ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا۔ زر بن جیش کا بیان ہے کہ ان کی تعداد نو افراد پر مشتمل تھی۔ ان میں سے ایک کا نام ''زوبعہ'' تھا۔

محمد بن منکدر راوی ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی۔ سب نے خاموش ہو کر تلاوت سنی اور کسی نے ایک حرف تک نہ کہا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تم سے تو جنات نے اس سورت کو اچھے انداز میں سنا ہے۔ جب میں نے انھیں سورۂ رحمٰن سنائی اور جیسے ہی میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کی آیت پر پہنچتا تھا تو جنات یہ کہتے تھے: لا ولا بشئی من الائک ربنا

نکذب ''خدایا! ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے''۔

اُولوالعزم رسولؑ

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

''آپؐ اُولوالعزم رسولوں کی طرح سے صبر کریں''۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ''اُولوالعزم رسول کون ہیں؟''

آپؑ نے فرمایا: وہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: انھیں ''اُولوالعزم'' (صاحبانِ عزیمت) کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے نوح کو کتاب و شریعت کے ساتھ مبعوث کیا تھا۔ چنانچہ نوحؑ کے بعد جتنے انبیاء آئے وہ حضرت نوحؑ کی کتاب اور شریعت اور ان کے راستے پر عمل کرتے تھے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام آئے تو اللہ نے انہیں صحائف اور شریعت عطا کی۔ آپؑ نے نوحؑ کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اپنے صحائف اور شریعت پر عمل کیا۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی آمد تک جتنے بھی انبیاء حضرت ابراہیمؑ کے بعد آئے، سب کے سب ابراہیمیؑ شریعت پر عمل کرتے تھے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آئے تو اللہ نے انھیں تورات دی اور شریعت عطا کی۔ انھوں نے تورات اور اپنی شریعت پر عمل کیا۔ پھر ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک جتنے بھی انبیاء آئے۔ وہ شریعت موسوی پر ہی عمل کرتے رہے۔ پھر اللہ نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا اور انھیں انجیل دی اور نئی شریعت دی۔ انھوں نے شریعت موسوی کو چھوڑا اور اپنی شریعت پر عمل کیا۔

مسیحؑ کے بعد جتنے انبیاءؑ آئے وہ شریعتِ مسیح پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور انھیں قرآن جیسی کتاب عطا کی اور شریعت و منہاج عطا کیا۔ چنانچہ محمد مصطفیٰؐ کا حلال قیامت تک حلال رہے گا اور محمد مصطفیٰؐ کا حرام قیامت تک حرام رہے گا۔ چنانچہ یہ ہیں اولی العزم رسولؑ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں یہ جملے بھی وارد ہیں کہ جو نبی خواب میں حقائق کو دیکھے اور آواز سنے اور بیداری کی حالت میں مشاہدہ کرے اور وہ امام بھی ہو جیسا کہ اُولی العزم ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاءؑ و مرسلینؑ کے سردار پانچ ہیں اور وہ اُولو العزم رسول ہیں اور دین کی چکی ان پر گردش کرتی ہے اور وہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وعلی جمیع الانبیاء ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ روئے زمین پر حضرت ھبۃ اللہ بن آدم کسی بھی نبی کے پہلے وصی تھے۔ اللہ نے ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی مقرر کیا اور جملہ انبیاءؑ کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور ان میں پانچ اُولو العزم ہیں جو یہ ہیں: نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

دین میں صبر کی اشد ضرورت ہے اور اس ضرورت کا اندازہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو کہ روضہ کافی میں مرقوم ہے۔ آپؑ نے یہ خط اپنے ماننے والوں کے نام لکھا تھا۔ اس میں آپؑ نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے تھے: اس وقت تک دین کے معاملہ کی تکمیل نہ ہوگی جب تک تم پر وہ حالات نہ آجائیں جو تم سے پہلے صالحین پر آئے تھے اور جب تک تمہارے جان و مال کا امتحان نہ لیا جائے۔

یاد رکھو! تمہیں دشمنانِ خدا سے بہت سی ایذائیں اٹھانا پڑیں گی اور تمہیں صبر کرنا ہوگا اور مصائب کو برداشت کرنا پڑے گا۔ وہ تمہیں ذلیل کریں گے اور تم سے بُغض رکھیں گے۔ اور وہ لوگ تم پر مظالم ڈھائیں گے اور تمہیں وہ مظالم برداشت کرنے ہوں گے۔ اس طرح سے تم اللہ کی رضا اور دارِ آخرت تلاش کرو گے۔ لوگ تمہیں سخت اذیتیں پہنچائیں گے اور تمہیں غصہ کو پینا ہوگا اور وہ تمہارے حق کی تکذیب کریں گے اور تم سے عداوت و بُغض رکھیں گے۔ ان تمام حالات میں تمہیں صبر کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے تمہیں کتاب اللہ سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔

اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ

"آپ اُولو العزم رسولوں کی طرح سے صبر کریں اور جلد بازی نہ کریں"۔

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے انبیاءؑ پر صبر کو فرض کیا اور ارشاد فرمایا: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ "آپؐ اُولو العزم رسولوں کی طرح سے صبر کریں"۔

اور نبی کے پیروکاروں کے لیے صبر اس لیے ضروری ہے کہ اللہ نے ان کے لیے رسول اکرمؐ کو اسوۂ حسنہ بنایا ہے اور ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ شریعتِ نوحؑ اس وقت

تک چلی جب تک ابراہیمؑ نہ آئے اور جب ابراہیمؑ آ گئے تو شریعت نوحؑ منسوخ ہوگئی اور شریعتِ ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ کی آمد تک جاری رہی اور حضرت موسیٰؑ کی شریعت حضرت عیسیٰؑ کی آمد تک جاری رہی اور حضرت عیسیٰؑ کی شریعت حضرت رسول اکرمؐ کی آمد تک جاری رہی۔

یہ پانچ بزرگوار صاحبانِ شریعت ہیں اور اُولی العزم ہیں اور یہ تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ شریعت محمدؐ قیامت تک منسوخ نہ ہوگی اور آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا قرآن کے بعد کسی آسمانی کتاب کا دعویٰ کرے تو ہر سننے والے کے لیے اس کا خون مُباح ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ آیت مجیدہ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ میں لفظ "مِن" تبعیض کے لیے ہے، یعنی آپؐ اس طرح سے صبر کریں جیسا کہ رسولوں میں سے اُولوالعزم نے صبر کیا تھا۔

اور مفسرین کی اکثریت کی رائے بھی یہی ہے اور ہمارے اصحاب کی روایت سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ پھر اُولوالعزم کی تعیین میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ اس سلسلہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اُولوالعزم رسول وہ ہیں جو نئی شریعت لے کر آئے تھے اور جس کے آنے سے سابقہ شریعت منسوخ ہوئی ہو اور وہ پانچ ہیں: ① نوح ② ابراہیم ③ موسیٰ ④ عیسیٰ ⑤ حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی مروی ہے کہ یہ بزرگوار انبیاء کے سردار ہیں اور مرسلین کی چکی انھی پر ہی گردش کرتی ہے۔

شیخ مفید روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دنیا و آخرت کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پلک جھپکنے کی دیر کا فاصلہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَٰسِقُونَ ﴿٣٥﴾

"جس دن یہ لوگ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو اس وقت انھیں یوں لگے گا کہ یہ دنیا میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ہے۔ اب اتمامِ حجت ہو چکی ہے تو کیا فاسقوں کے علاوہ کسی اور قوم کو ہلاک کیا جائے گا؟"

●......●......●

سُورَۃ مُحَمَّدٍ

سورۃ محمدؐ مدینۃ آیاتھا ۳۸ ورکوعاتھا ۴
''سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں''۔

سورۂ محمدؐ کے فضائل

ثواب تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

جو شخص سورۂ محمدؐ کی تلاوت کرے تو اس کے دل میں دین کے متعلق کبھی بھی شک اور اضطراب پیدا نہیں ہوگا۔ خدا اسے کبھی بھی افلاس میں مبتلا نہیں کرے گا اور وہ پوری زندگی حاکم کے ظلم سے محفوظ رہے گا اور تادم مرگ کفر و شرک سے بچا رہے گا۔ اس کی موت کے بعد اللہ ایک ہزار فرشتے اس کی قبر میں موکل رہے گا جو اس کی قبر میں نماز پڑھتے رہیں گے اور اس نماز کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ فرشتے قیامت تک اس کی قبر میں رہیں گے اور قیامت کے دن وہ اس کی مشایعت کرتے ہوئے خدا کے حضور لے آئیں گے اور وہ شخص اللہ اور رسولؐ خدا کی امان میں رہے گا۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہماری اور ہمارے دشمنوں کی حالت کے فرق کو دیکھنے کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ سورۂ محمدؐ پڑھے، اسے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے متعلق کوئی نہ کوئی نشانی دیکھنے کو ملے گی۔

ابی بن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سورۂ محمدؐ پڑھے تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوتا ہے کہ خدا اسے انہار جنت کے پانی سے سیراب کرے''۔

اُصول کافی کے ''کتاب فضل القرآن'' میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے تورات کے عوض مجھے طویل سورتیں عطا فرمائیں اور انجیل کے بدلے مجھے ''مئین'' سورتیں عطا کیں اور زبور کے بدلے مجھے ''مثانی'' عطا کیں۔ اس کے علاوہ مجھے اڑسٹھ (۶۸) مفصلات سورتیں اضافی دی گئیں اور قرآن سابقہ کتابوں یعنی موسیٰؑ کی تورات، عیسیٰؑ کی انجیل اور داؤدؑ کی زبور پر نگراں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوح، ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی شریعتیں عطا فرمائیں اور فاتحۃ الکتاب اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور مفصلات سے آپ کو فضیلت دی گئی۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ۞
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّهُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ ۙ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ۞
ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا
اتَّبَعُوا الۡحَـقَّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ
اَمۡثَالَهُمۡ ۞ فَاِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى
اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً
حَتّٰى تَضَعَ الۡحَـرۡبُ اَوۡزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانۡتَصَرَ
مِنۡهُمۡ وَلٰـكِنۡ لِّيَبۡلُوَا۟ بَعۡضَكُمۡ بِبَعۡضٍ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ
اللّٰهِ فَلَنۡ يُّضِلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ۞ سَيَهۡدِيۡهِمۡ وَيُصۡلِحُ بَالَهُمۡ ۞
وَيُدۡخِلُهُمُ الۡجَـنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا
اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۞ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَتَعۡسًا لَّهُمۡ

وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (۸) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ
اَعْمَالَهُمْ (۹) اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
اَمْثَالُهَا (۱۰) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا
مَوْلٰى لَهُمْ (۱۱) اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ
وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۱۲) وَكَاَيِّنْ
مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ
فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (۱۳) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ
سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ (۱۴) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ
الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ
يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ
عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ
اَمْعَآءَهُمْ (۱۵) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا

مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع

کر دیا اور جن لوگوں نے ایمان اختیار کیا اور نیک کام بجا لائے اور جو کچھ محمدؐ پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے تو خدا نے ان کی برائیوں کو دُور کر دیا اور ان کے معاملات کی اصلاح کر دی۔

یہ اس لیے ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی ہے اور اہلِ ایمان نے اپنے رب کی طرف سے مقرر کردہ حق کی اتباع کی ہے اس طرح سے خدا لوگوں کے لیے ان کے حالات کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتا ہے۔

جب تم کافروں سے جنگ کرو تو ان کی گردنیں مارو اور جب تم انھیں اچھی طرح سے کچل دو تب ان کی مشکیں باندھ لو۔ اس کے بعد تمھیں یہ اختیار ہے چاہے تو احسان کرو یا فدیہ لے کر آزاد کر دو تا آنکہ لڑائی اپنے اختتام کو پہنچ جائے۔ یہ بات ذہن نشین رکھو کہ اگر خدا چاہتا تو خود ہی ان سے نمٹ لیتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمھیں ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے تو اللہ اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ ان کی رہنمائی فرمائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا اور وہ انھیں اس جنت میں داخل کر دے گا جس کا ان سے تعارف کرا چکا ہے۔

اے ایمان والو! اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے کیونکہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا ہے جسے اللہ نے نازل کیا ہے لہٰذا انھوں نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا۔ اللہ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ کافروں کے لیے ایسی ہی سزا مقرر ہے۔ بات یہ ہے کہ ایمان لانے والوں کا ناصر اللہ ہے اور کافروں کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ بے شک وہ لوگ

جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے تو خدا انھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ زندگی کے مزے لُوٹ رہے ہیں اور جانوروں کی طرح سے کھا پی رہے ہیں جب کہ ان کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے۔ کتنی بھی ایسی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے زیادہ طاقتور تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے، انھیں ہم نے ایسا ہلاک کیا کہ ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔ تو کیا وہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل پر ہو، وہ اُن کی مانند ہوسکتا ہے جن کے بُرے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہو۔

پرہیزگاروں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس میں ایسی نہریں ہیں جن کا پانی بدبودار نہیں ہے اور اس میں دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہ ہوگا اور شراب کی نہریں ہوں گی جن میں پینے والوں کے لیے لذت ہوگی اور صاف شہد کی نہریں ہوں گی۔ اہلِ جنت کے لیے وہاں ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہوگی۔ تو کیا یہ لوگ ان افراد کی مانند ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں اور جنھیں ایسا گرم پانی پلایا جائے جو اُن کی انتڑیوں کو کاٹ دے۔

ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر آپ کی باتیں غور سے سنتے ہیں۔ پھر جب آپ کے ہاں سے باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے کہتے ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے کہ اس نے ابھی کیا کہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے۔

اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی ہے تو اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا اور ان کو ان کا تقویٰ عطا کیا۔ کیا یہ لوگ بس قیامت کے انتظار میں ہیں کہ وہ ان پر اچانک ٹوٹ پڑے جب کہ اس کی نشانیاں تو آ چکی ہیں جب وہ خود آ جائے گی تو ان کے لیے نصیحت

حاصل کرنے کا کون سا موقع باقی رہ جائے گا؟

جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تم اپنے لیے اور مومنین و مومنات کے لیے استغفار کرتے رہو۔ اللہ تمھاری سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تمھارے ٹھکانے سے بھی واقف ہے۔

وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں کہ آخر جہاد کے لیے کوئی سورت نازل کیوں نہیں کی جاتی اور جب وہ سورت آ گئی جس میں جہاد کا ذکر تھا تو آپ نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں مرض تھا وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے رہ گئے جیسا کہ ان پر موت کی غشی طاری ہوگئی ہو ان کے لیے ویل اور افسوس ہے۔

اطاعت اور اچھی گفتگو ہی ان کے حق میں ہے اور جب قطعی حکم دے دیا گیا تو اس وقت وہ خدا سے کیے ہوئے وعدہ پر قائم رہے تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ کیا تم سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ تم حاکم بن جاؤ اور زمین میں فساد برپا کرو اور قرابت داروں سے تعلقات منقطع کرلو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کو بہرا بنایا اور ان کی آنکھوں کو اندھا بنا دیا ہے"۔

بیان

اس سورہ مجیدہ میں کفار کے اوصاف خبیثہ اور اعمالِ سیئہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر بطور موازنہ اہلِ ایمان کی صفاتِ طیبہ اور اعمالِ حسنہ کو بیان کیا گیا ہے اور پھر ہر گروہ کا انجام بیان کیا گیا ہے اور اس سورہ مبارکہ میں جہاد کے کچھ احکام بھی مذکور ہیں۔ یہ سورہ مدنی ہے۔

قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

"وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے ان۔ کے اعمال کو ضائع کر دیا"۔

صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے مفسرین نے دو مفہوم بیان کیے ہیں: پہلا مفہوم یہ بیان کیا کہ کفار اسلام سے اعراض

کرتے ہیں۔ اور دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا کہ کفار لوگوں کو آنحضرتؐ پر ایمان لانے سے منع کرتے ہیں۔ اور اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سے کفارِ مکہ اور ان کے پیروکار لوگ مراد ہیں۔ وہ لوگوں کو آنحضرتؐ پر ایمان لانے سے منع کرتے تھے اور مسلمانوں کو ایذائیں دیتے تھے اور انھوں نے ہی مسلمانوں کے لیے مسجد الحرام کا داخلہ روکا تھا۔

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ان کی تمام تگ و دو بے مقصد ہو جائے گی۔ یہ حق کو مٹانے کی جتنی بھی کوشش کر رہے ہیں ان کی ہر کوشش ناکامی سے دوچار ہوگی۔ ان کی تمام تر مذبوحی حرکات کے باوجود آخرکار حق کا بول بالا ہوگا اور باطل کا منہ کالا ہوگا اور اسی مفہوم کو قرآن کریم ان آیات وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرہ، آیہ ۲۶۴) اور لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَیُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚ﴿۸﴾ (الانفال، آیہ ۸) میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

"ضلال اعمال" سے ان کی کوششوں کی ناکامی مراد ہے اور اسے استعارتاً لفظ "ضلال" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾

"جن لوگوں نے ایمان اختیار کیا اور نیک کام بجا لائے اور جو کچھ محمدؐ پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، تو خدا نے ان کی برائیوں کو دُور کر دیا اور ان کے معاملات کی اصلاح کر دی"۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوۡا ...... کی آیتِ مجیدہ کے پہلے حصہ سے مطلقاً ایمان لانے والے اور عملِ صالح کرنے والے افراد مراد ہیں اور وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے کلمات تقیید احترازی ہے، یہ تاکید نہیں ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَّہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ جملہ معترضہ ہے اور ضمیر کا مرجع نُزِّل ہے۔

قولہ تعالیٰ: کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾

مجمع البحرین میں مرقوم ہے کہ لفظ "بال" کا اطلاق حالت اور دل پر کیا جاتا ہے۔ عربی زبان کا مقولہ ہے: "خطر ببالی" یعنی میرے دل میں یہ بات کھٹکی۔ لفظ "بال" ہمیشہ واحد استعمال ہوتا ہے اس کی جمع نہیں ہوتی۔

اللہ نے اہلِ کفر اور اہلِ ایمان کے انجام کا موازنہ کیا اور فرمایا: کفار کی تمام کوششیں بے مقصد اور رائیگاں جائیں گی جب کہ اہلِ ایمان کی کوششیں بارآور ثابت ہوں گی اور اللہ ان کی غلطیوں اور گناہوں کو مٹا دے گا اور ان کے دلوں کی اصلاح کر کے انھیں ایمان و عملِ صالح کی ہدایت دے گا اور انجامِ کار انھیں سعادت نصیب ہوگی۔

''تکفیر سیئات'' سے ان کی غلطیوں پر عفو و درگزر کا پردہ ڈالنا ہے اور اصلح بالھم سے ان کی دنیا و آخرت کی سعادت مراد ہے۔

قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ

''اس آیت میں کفار کی ناکامی اور اہلِ ایمان کی کامیابی و کامرانی کی وجہ بیان کی گئی کہ کافروں کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے باطل کی پیروی کی ہے جب کہ اہلِ ایمان نے اپنے رب کے نازل کردہ حق کی پیروی کی ہے۔ اس آیت میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ باطل کی اتباع شقاوت اور حق کی اتباع سعادت کی موجب ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ: كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

مفہوم یہ ہے کہ اس طرح سے اللہ لوگوں کے اوصاف و حالات کو بیان کرتا ہے۔ یہاں اسم اشارہ بعید اس لیے لگایا گیا ہے تاکہ اظہارِ اوصاف کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔

احکامِ قتال

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ

''جب کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مار دو''۔

یہ آیت سابقہ آیات کا نتیجہ ہے گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ ایمان دار افراد اہلِ حق ہیں، اللہ ان پر مسلسل نعمات نازل کرتا رہتا ہے جب کہ کفار اہلِ باطل ہیں۔ اللہ ان کے اعمال کو رائیگاں کرتا ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو چاہیے کہ جب کبھی کفار سے مقابلہ کریں تو انھیں اچھی طرح سے قتل کریں اور جب ان کی قوت کچل دیں تو اس کے بعد انھیں جنگی قیدی بنالیں۔ تاکہ وہ حق غالب آجائے جس کی پیروی اہلِ ایمان کرتے ہیں اور کفر و شرک کی نجاست سے خدا کی دھرتی پاک ہو جائے۔

اس آیت میں قتل کرنے کو ''گردن مارنے'' سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ طریقہ قتل کا تیز ترین طریقہ ہے۔

جب کافروں کی طاقت تباہ ہو جائے تو اس کے بعد انھیں گرفتار کیا جائے اور اس مسئلہ کو قرآن کریم کی ایک اور آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (الانفال، آیہ ۶۷)

''نبی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اچھی طرح کی خون ریزی سے قبل کسی کو قیدی بنالے''۔

قولہ تعالیٰ: فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً

یعنی جب تم بقیۃ السیف کفار کو قید کر لو یا تو احسان کرتے ہوئے انھیں رہا کر دو یا پھر ان سے فدیہ لے کر انھیں آزاد کر دو۔ فدیہ کی دو شکلیں ہیں اور مسلمان کسی کے انتخاب میں آزاد ہیں۔ پہلی شکل تو یہ ہے کہ ان سے زرفدیہ وصول کیا جائے اور اس کے عوض انھیں آزاد کیا جائے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ مسلمان جنگی قیدیوں کی رہائی کی شرط پر انھیں آزادی دی جائے۔

قولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۝

”اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا“۔

اس آیت میں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اور اہلِ ایمان سے ان کی کامیابی کا مشروط وعدہ کیا گیا ہے۔ ان کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اللہ کی مدد کریں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا۔

”اللہ کی مدد“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے جہاد کیا جائے۔ جہاد کا مقصد مالِ غنیمت کا حصول اور کشور کشائی اور توسیع مملکت نہ ہو۔

قولہ تعالیٰ: وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۝

”وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اور خدا نے ان کے اعمالِ رائیگاں کر دیے ہیں۔

مومنین کی بہتر حالت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کی حالتِ زار کو بیان کیا ہے۔ لفظ ”تعس“ کا معنی ہے منہ کے بل زمین پر گرنا۔ اللہ نے فرمایا: فَتَعْسًا یعنی کافروں کے مقدر میں منہ کے بل ٹھوکریں کھانا ہے اور یہ کفار کے حق میں ایک طرح کی بددعا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ۝ (التوبہ، آیہ ۳) (انھیں خدا مارے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں)۔

اور اللہ نے اسی طرح سے فرمایا:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ۝ (عبس، آیہ ۱۷) (ہلاک ہوجائے انسان وہ کتنا ہی ناشکرا ہے)۔

علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں اللہ نے ان کی ناکامیوں کی خبر دی ہو اور بطورِ کنایہ یہ کہا ہو کہ ان کی تمام کاوشیں ناکامی سے دوچار ہوجائیں گی جس طرح سے منہ کے بل گرا ہوا انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ اسی طرح سے یہ بھی عاجز ہوجائیں گے۔

قولہ تعالٰی: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

"وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام سے کراہت کی ہے۔ اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیے ہیں"۔

مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ اتنے بدبخت ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ قرآن، شرائع اور احکام کو یہ لوگ ناپسند کرتے ہیں اور اس کی پیروی سے تکبر کرتے ہیں۔ اس لیے خدا نے ان کے اعمال برباد کردیے ہیں۔

قولہ تعالٰی: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝

"کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا، اللہ نے انھیں تباہ و برباد کردیا کافروں کے لیے ایسی ہی سزا مقرر ہے"۔

لفظ "تدمیر" کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں اور "دمرہ اللّٰہ" کا معنی ہے۔ اللہ نے اسے ہلاک کیا ہے اور جب "دَمَّرَ" کا صلہ "علٰی" سے ہو، جیسا کہ آیتِ مجیدہ میں ہے۔ "دمر اللّٰہ علیہم" تو اس کا معنی یہ ہے کہ خدا نے اس کی جان، مال، خاندان، گھر، جائیداد، سب کو تباہ کردیا۔ لہٰذا جب لفظ "تدمیر" کے مشتقات کا صلہ "علٰی" کے ساتھ ہو تو وہ صلہ کے بغیر جملہ سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ "کافرین" سے رسولؐ خدا کے منکرین مراد ہیں یعنی ان پر وہی عذاب نازل ہوں گے جو اُن سے پہلے کافروں پر اُتر چکے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے ہر طرح کے کافر مراد ہیں۔

لفظ "مولٰی" کی تحقیق

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝

"بات یہ ہے کہ اہلِ ایمان کا سرپرست اللہ ہے اور کافروں کا کوئی سرپرست نہیں ہے"۔

اس آیت میں اہلِ ایمان کی کامرانی اور کفار کی ناکامی کی بنیادی وجہ بیان کی گئی ہے۔ لفظ "مولٰی" گویا یہ "مصدر میمی" ہے اور اس سے ولی کا وصفی معنیٰ مراد ہے۔ اسی لیے غلام کے آقا اور مالک کو "مولٰی" کہا جاتا ہے کیونکہ اسے امورِ عبد میں حقِ تصرف حاصل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں لفظ "مولٰی" کے معنی ناصر و مددگار کے بھی ہیں کیونکہ نصرت کرنے والے کو بھی امرِ منصور میں ایک طرح کا

تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولا ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق کے امور تکوین و تدبیر کا حق رکھتا ہے۔ اللہ اس لیے بھی مولا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو راہِ سعادت کی تدبیر میں مدد کرتا ہے اور انھیں سعادت و جنت کی ہدایت کرتا ہے اور انھیں نیک اعمال کی توفیق عنایت کرتا ہے اور انھیں ان کے دشمنوں کے خلاف غلبہ عطا کرتا ہے۔

''مولویت'' کا یہ دوسرا مفہوم اہلِ ایمان کے لیے مخصوص ہے کیونکہ وہ سرحد عبودیت میں داخل ہوتے ہیں اور وہ اپنے رب کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ اہلِ ایمان کا مولا اور ولی ہے جیسا کہ سورۂ محمد کی اس آیت میں فرمایا: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''اللہ اہلِ ایمان کا مولا ہے''۔ اور سورۂ بقرہ میں فرمایا: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ، آیہ ۲۵۷) کافروں نے خدا کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کی ہے۔ وہ بتوں کو اپنا ولی و سرپرست سمجھتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔـهُمُ الطَّاغُوْتُ (البقرہ، آیہ ۲۵۷) ''اور جنھوں نے کفر کیا ان کے سرپرست طاغوت ہیں''۔ جب کہ طاغوت اور بت ان کے حقیقی سرپرست نہیں ہیں اسی لیے اللہ نے سورۂ محمدؐ میں فرمایا: وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ''کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے''۔

بعدازاں اللہ نے ان کی تکوینی اور تشریعی سرپرستی کی مکمل نفی کی اور فرمایا:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ (الشوریٰ، آیہ ۹) ''کیا انھوں نے خدا کے علاوہ کوئی اور اولیاء بنائے ہیں جب کہ بس اللہ ہی ولی ہے''۔

کفار کے خودساختہ معبودوں اور اولیاء کی کوئی حیثیت نہیں ہے جیسا کہ فرمانِ قدرت ہے:

اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَاۗءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ (النجم، آیہ ۲۳) ''ان کی کوئی حیثیت نہیں یہ تو صرف تمھارے اور تمھارے آباء و اجداد کے رکھے گئے نام ہیں ورنہ تمھارے پاس ان کے لیے کوئی دلیل و برہان نہیں ہے''۔

واضح رہے کہ اس آیت میں لفظ ''مولا'' ناصر کے معنی میں نہیں ہے۔ اگر یہاں لفظ ''مولا'' کا ترجمہ ناصر کیا جائے تو یہ آیت سورۂ یونس کی اس آیت کے منافی قرار پائے گی: وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (یونس، آیہ ۳۰) اور اس کی وجہِ ضعف ظاہر ہے۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ

اس آیتِ مجیدہ میں مومنین و کفار کے آخری ٹھکانے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے انھیں اللہ یقیناً ایسی نہروں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے یہ دنیاوی نعمات سے لذت اُٹھا رہے ہیں اور جانوروں کی طرح سے کھا پی رہے ہیں جب کہ ان کا آخری ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس آیت میں اللہ نے دو گروہوں کے انجام کو بیان کیا۔ ایک گروہ وہ ہے جسے اللہ کی سرپرستی حاصل تھی اور دوسرا گروہ وہ ہے جسے اللہ کی سرپرستی حاصل نہ تھی۔ ان گروہوں میں سے اہلِ ایمان کا انجام یہ ہوا کہ انھیں جنت مل گئی اور کافر دنیا کے چند روزہ فوائد کے بعد ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن جا بنے۔

چند روایات

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ سورۂ محمدؐ کی پہلی آیت ان اصحاب کے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے رسولؐ خدا کی وفات کے بعد اہلِ بیتؑ کی مخالفت کی تھی اور امیرالمومنینؑ اور آپؑ کے بعد ائمہ سے انحراف کا ثبوت دیا تھا۔ ان کے لیے اللہ نے فرمایا: وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اللہ نے ان کے وہ اعمال رائیگاں کر دیے جو حیاتِ رسولؐ میں انھوں نے انجام دیے تھے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ کی آیت میں جس حق کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے حضرت علیؑ کی ولایت مراد ہے۔

علل الشرائع میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں محمدؐ بھی ہوں اور احمد بھی ہوں۔ زمین پر میری تعریف و ثنا کی جاتی ہے۔ اس لیے میں محمدؐ ہوں اور آسمانوں میں میری تعریف کی جاتی ہے اس لیے میں احمد ہوں۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی آیت ابوذر، سلمان، عمار اور مقداد کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ یہ لوگ ولایتِ علیؑ کے عقیدہ پر ثابت قدم رہے تھے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سورۂ محمد کی آیت ہمارے متعلق اور ایک آیت ہمارے مخالفین کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...... کی آیت ہمارے مخالفین کے لیے نازل ہوئی اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ جنگی قیدیوں کے لیے دو طرح کے احکام ہیں: جو جنگی قیدی ابتدائے جنگ میں گرفتار

ہوں تو امام کو حق حاصل ہے چاہے تو اس کی گردن قطع کر دے اور چاہے تو اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر پھینک دے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ اور جو جنگی قیدی کفار کے کچلے جانے کے بعد قید ہوں تو امامؑ کو اختیار ہے چاہے تو احسان کر کے انھیں چھوڑ دے یا فدیہ لے کر انھیں آزاد کر دے یا انہیں غلام بنا لے۔

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جہادِ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے کھولا ہے اور اسے اپنے اولیاء کے لیے کرامت و نعمت قرار دیا۔

جہاد تقویٰ کا لباس ہے اور خدا کی مقرر کردہ زرہ ہے اور مضبوط ڈھال ہے اور جو بھی اس سے اعراض کرتے ہوئے اسے چھوڑے گا تو اللہ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا اور اس پر آزمائش نازل کرے گا اور اس کی اُمیدیں ٹوٹ جائیں گی اور اس کے دل میں خوف پیدا کر دے گا اور اسے ذلت و رُسوائی میں مبتلا کر دے گا اور جہاد کے ضیاع سے حق ضائع ہو جائے گا اور جو اللہ کی نصرت نہ کرے، اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۝

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا"۔

قولہ تعالیٰ: وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنۡ قَرۡيَتِكَ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَتۡكَ ۚ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَهُمۡ ۝

"کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جو تمہاری اس بستی سے کہیں زیادہ طاقتور تھیں جس نے آپ کو نکالا ہے ہم نے انھیں ایسا ہلاک کیا کہ ان کا کوئی مددگار نہ تھا"۔

اس آیتِ مجیدہ میں اہلِ مکہ کو دھمکی دی گئی ہے کہ وہ اپنی طاقت پر نہ اِترائیں ان سے زیادہ طاقتور بستیوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا ان کا کوئی مددگار نہ تھا جو انھیں ہلاکت سے بچا لیتا۔

قولہ تعالیٰ: اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ كَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ۝

"کیا وہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل پر ہو وہ ان لوگوں کی مانند ہو سکتا ہے جن کے بُرے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہو"۔

سورۂ مبارکہ کی ابتداء سے جو موازنہ شروع کیا گیا تھا، یہ آیت بھی اسی موازنہ کا حصہ ہے، یعنی اہلِ ایمان اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہیں اور کافروں کے لیے ان کی بداعمالیاں خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی

میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کا موازنہ

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۗ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۗ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

"ایسی نہریں ہیں جن کا پانی بدبودار نہیں ہے اور اس میں دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہ ہوگا اور شراب کی نہریں ہوں گی جن میں پینے والوں کے لیے لذت ہوگی اور صاف شہد کی نہریں ہوں گی۔ اہلِ جنت کے لیے وہاں ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہوگی۔ تو کیا یہ لوگ ان افراد کی مانند ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جنھیں ایسا گرم پانی پلایا جائے جو اُن کی انتڑیوں کو کاٹ دے"۔

اس آیتِ مجیدہ میں بھی اہلِ ایمان اور کفار کے آخری انجام کا موازنہ کیا گیا ہے۔ یعنی ایک گروہ وہ ہے جسے نعماتِ جنت حاصل ہوں گی اور ان کے لیے صاف شفاف پانی، دودھ، شہد اور لذت سے لبریز شراب اور ہر طرح کے پھل اور اللہ کی مغفرت حاصل ہوگی اور دوسرا گروہ دوزخ میں جل رہا ہوگا اور انھیں پینے کے لیے ایسا گرم پانی دیا جائے گا جس سے ان کی انتڑیاں تک ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گی۔

صحابہ کی دو اقسام

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

"اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر آپ کی باتیں بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور پھر جب وہ آپ کے ہاں سے باہر جاتے ہیں تو وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے کہ اس نے ابھی کیا کہا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے"۔

ان آیات میں کفار سے ہٹ کر ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جن کے دلوں میں مرض تھا اور جو منافقت کے جال میں پھنسے ہوئے تھے اور ایسے افراد جو آنحضرتؐ کے بعد مُرتد ہوگئے تھے، یعنی ایسے افراد بھی موجود تھے جو بظاہر آنحضرتؐ کی باتوں کو پوری توجہ سے سنتے تھے اور وہ آپ کی بابرکت زبان سے قرآن اور اصولِ معارف اور شرائع دین سنتے تھے لیکن وہ اتنے بے توفیق تھے کہ جیسے ہی آنحضرتؐ کے پاس سے اُٹھ کر باہر آتے تو وہ اہلِ علم سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی آنحضرتؐ نے کیا کہا ہے؟

ان کی حالت کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ لوگ غرور وتکبر میں ڈوبے ہوئے تھے اور یہ لوگ اپنی خواہشات کے غلام تھے اسی لیے وہ لوگوں کو یہ باور کراتے کہ وہ پوری توجہ سے آنحضرتؐ کے بیان کو سن رہے ہیں لیکن ان کے دل و دماغ دوسری طرف مائل ہوتے تھے اس لیے جب وہ آپ کے ہاں سے اُٹھتے تو بالکل خالی الذہن ہو کر اُٹھتے تھے اور وہ اہلِ علم سے پوچھتے تھے کہ آنحضرتؐ نے ابھی کیا کہا ہے۔ یا پھر ان کی نظر میں آنحضرتؐ کے فرمان کو کوئی اہمیت ہی حاصل نہیں تھی اسی لیے وہ اس طرح کی باتیں بنایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا کہ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواہشات کی غلامی اتنی بڑی مصیبت ہے کہ اس سے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور دل فطرتِ اصلیہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور وہ معارف دینی اور حقائق الٰہی کے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ۝

"اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے تو اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا اور ان کو ان کا تقویٰ عطا کیا"۔

اس آیتِ مجیدہ میں "ہدایت قبول کرنے کو اس گمراہی کے متضاد کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو دل پر مہر لگائے جانے کا سبب ثابت ہوتا ہے لہٰذا یہاں ہدایت سے فطرتِ سلیمہ کے سامنے سرتسلیم خم کرنا اور حق کی اتباع کرنا مراد ہے اور ہدایت کے اضافہ سے ایمانی درجات کا اضافہ مراد ہے کیونکہ ہدایت اور ایمان کے کئی مراتب ہیں اور تقویٰ سے خواہشات کی پیروی کی متضاد کیفیت مراد ہے اور وہ محرمات الٰہی سے پرہیز اور ارتکابِ معاصی سے دُوری کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

آیتِ مجیدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کے اضافہ سے ان کی علمی تکمیل مراد ہے اور تقویٰ عطا کرنے سے میدانِ عمل میں ان کی تکمیل مراد ہے اور دلوں پر مہر لگنے کا سبب کمالِ علم کا فقدان ہے اور خواہشات کی اتباع عملِ صالح کے فقدان کا

نتیجہ ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ۝

''کیا یہ لوگ بس اس انتظار میں ہیں کہ قیامت ان پر اچانک ٹوٹ پڑے جب کہ اس کی نشانیاں تو آ چکی ہیں جب وہ خود آ جائے گی تو ان کے لیے نصیحت حاصل کرنے کا کون سا موقع باقی رہ جائے گا؟''

یہاں يَنْظُرُوْنَ ینتظرون کے معانی میں ہے اور لفظ ''اشراط'' شرط کی جمع ہے جو کہ علامت کے معنی میں ہے اور ''شرط'' اس چیز کو کہا جاتا ہے۔ جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو کیونکہ اس کا تحقق پذیر ہونا کسی چیز کے تحقیق پذیر ہونے کی علامت ہوتا ہے اور ''اشراط ساعت'' سے مراد قیامت کی علامات ہیں۔

آیت مجیدہ میں کفار سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر انھیں اپنی عاقبت کی سعادت مطلوب ہے تو انھیں حق کی پیروی کرنی چاہیے۔

پھر یہ سوال کیا گیا کہ آخر یہ لوگ حق کی پیروی پر آمادہ کیوں نہیں ہیں کیا انھیں قیامت کی آمد کا انتظار ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو ہم اس وقت ایمان قبول کر لیں گے؟ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو ان کے پاس نصیحت قبول کرنے کا موقع ہی نہیں ہوگا کیونکہ قیامت اچانک قائم ہو جائے گی اور وہ دن عمل کے بجائے جزا کا دن ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ۝ (الفجر، آیہ ۲۴)

''اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا لیکن وہ نصیحت کا موقع ہی کہاں ہوگا؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے آخرت کی زندگی کے لیے ایمان کا زادِ راہ آگے بھیجا ہوتا''۔

علاوہ ازیں قیامت کی علامات تو آ ہی چکی ہیں۔ قیامت کی علامات سے ممکن ہے کہ انسان کی خلقت اور نیک و بد میں اس کی تقسیم مراد ہو اور یہ تقسیم فیصلہ کی متقاضی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ علامات قیامت سے آنحضرتؐ کا ظہور، چاند کا پھٹ جانا اور آخری آسمانی کتاب قرآن کا نزول مراد ہے۔

قولہ تعالیٰ: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ۝

''جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تم اپنے لیے اور مومنین و مومنات کے لیے استغفار کرتے رہو۔ اللہ تمہاری سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانے سے بھی واقف ہے''۔

اس آیتِ مجیدہ کا علم المناسبات کے تحت ایک مفہوم یہ ہے کہ جب آپ نے اہلِ ایمان کی سعادت اور کفار کی شقاوت کو جان لیا ہے تو پھر خدا کی وحدانیت کے عقیدہ پر ثابت قدم رہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ سابقہ آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے کفار کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جب کہ اہلِ ایمان کی ہدایت اور تقویٰ میں اضافہ کیا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ آپ خدا کی وحدانیت کے عقیدہ پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اپنے لیے اور اہلِ ایمان کے لیے مغفرت طلب کریں تاکہ آپ کا شمار ان لوگوں میں نہ ہونے پائے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور گناہوں کی وجہ سے جو تقویٰ کی دولت سے محروم ہو چکے ہیں۔

اس مفہوم کی تائید آیتِ مجیدہ کے اختتامی کلمات وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ سے ہوتی ہے، یعنی اللہ تمہاری سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانے سے بھی واقف ہے۔ نبی کی استغفار کی بحث عنقریب سورۂ فتح کی تفسیر میں نذرِ قارئین کی جائے گی۔

اللہ نے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اہلِ ایمان مرد و عورت کے لیے مغفرت طلب کریں اور یہ بات اللہ کی شان کریمی سے دُور ہے کہ اپنے حبیب کو اہلِ ایمان کے استغفار کا حکم دے اور ان کی مغفرت نہ فرمائے اور نبی کو ان کے لیے دعا کا حکم دے اور آپ کی دعا کو قبول نہ کرے۔

قولہ تعالٰی: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ آیتِ مجیدہ کے یہ الفاظ دراصل فاعلم انہ...... کے فرمان کی توجیہہ پیش کرتے ہیں۔

لفظ متقلب ''مصدر میمی'' ہے جس کا معنی ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا ہے اور لفظ ''مثویٰ'' استقرار و سکون کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مقصدِ آیت یہ ہے کہ اللہ تمہارے تمام حالات یعنی تمہارے تغیّر وثبات اور تمہاری ہر حرکت و سکون سے اچھی طرح واقف ہے لہٰذا تم اس کی توحید کے عقیدہ پر ثابت قدم رہو اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہو اور اس بات سے ڈرتے ہو کہ کہیں تمہارے دلوں پر مہر نہ لگ جائے اور تمہیں خواہشات کے فتنوں کے سپرد نہ کر دیا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ متقلب سے دنیاوی زندگی کے تصرفات اور حیاتِ دنیا کی سرگرمیاں ہیں اور مثویٰ سے آخرت کا سکون مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تقلب سے اصلاب سے ارحام میں منتقل ہونا مراد ہے اور مثویٰ سے زمین پر سکونت

مراد ہے۔اس کے علاوہ بھی مفسرین سے کچھ اور اقوال بھی منقول ہیں۔

حکمِ جہاد کی وجہ سے پریشان ہونے والے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝

''وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں کہ آخر جہاد کے لیے کوئی سورت نازل کیوں نہیں کی جاتی اور جب وہ سورت آگئی جس میں جہاد کا ذکر تھا تو آپ نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں مرض تھا وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے رہ گئے جیسا کہ ان پر موت کی غشی طاری ہوگئی ہو ان کے لیے ویل اور افسوس ہے''۔

سورت محکمہ سے ایسی سورت مراد ہے جس میں کسی طرح کا تشابہ نہ پایا جاتا ہو۔ذکرِ قتال سے حکمِ جہاد مراد ہے، یعنی کچھ کمزور ایمان رکھنے والے افراد ایسے بھی تھے جو پہلے حکمِ جہاد کے نزول کی خواہش رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم کفار کے ہاتھوں صدمے برداشت کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔خدا کرے کہ ہمیں لڑائی کی اجازت مل جائے۔پھر جب اللہ نے لڑائی کا حکم دے دیا تو بڑے پریشان ہوگئے اور یوں لگا جیسا کہ ان پر موت کی ہچکیاں شروع ہو چکی ہیں۔اس آیت میں کمزور دل اہلِ ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سے منافقین کی مراد صحیح نہیں ہے۔ایسے غیر مستحکم ایمان رکھنے والوں کا تذکرہ ایک اور مقام پر یوں کیا گیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً (النساء، آیہ ۷۷)

''کیا آپؐ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ ہاتھ روکے رکھو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔پھر جب ان پر لڑائی کو واجب کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے یوں ڈرنے لگا جیسا کہ خدا سے ڈرا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ڈرنے لگا''۔

چنانچہ سورۂ محمد کی اس آیتِ مجیدہ میں بھی انھی کمزور دل اہلِ ایمان کی ترجمان کی گئی اور فَاَوْلٰى لَهُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ہیں ہی اسی قابل۔

قولہ تعالیٰ: طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ

''اطاعت اور اچھی گفتگو ہی ان کے حق میں ہے اور جب قطعی حکم دے دیا گیا تو وہ اللہ سے کیے ہوئے وعدے پر قائم رہے تو ان کے لیے بہتر ہوتا''۔

مقصد آیت یہ ہے کہ حکمِ قتال سن کر ان کا پریشان ہونا انھیں زیب نہیں دیتا کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حکمِ خداوندی پر سمع و طاعت، کا مظاہرہ کرے اور اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو خاطر میں نہ لائے اور ''مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' کے اصول پر عمل کرے۔

ملعونِ حاکم

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝

''کیا تم سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ تم حاکم بن جاؤ اور زمین میں فساد کرو اور قرابت داروں سے تعلقات منقطع کرلو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا بنادیا ہے''۔

آیتِ مجیدہ کا ایک اور ممکنہ مفہوم یہ بھی ہے کہ کیا تم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ تم اللہ کی کتاب سے اعراض کرلو اور جہاد سمیت اس کے احکام سے منحرف ہوجاؤ اور اس کی جگہ زمین میں فساد کرنے لگو اور رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے لگ جاؤ اور دین کو چھوڑ کر دوبارہ شرک کی خبیث وادی میں داخل ہوجاؤ۔

لیکن احادیث سے ہمارے ترجمہ کردہ مفہوم کی زیادہ تائید ہوتی ہے اور مقصدِ آیت یہ ہے کہ اگر تم نے حکومت حاصل کرنے اور برسرِ اقتدار آنے کے بعد زمین میں اصلاح اور صلۂ رحمی کے عوض فساد پھیلایا اور قطع رحمی کو رائج کیا تو ایسا کرنے سے حق سبحانہٗ کی طرف سے ملعون قرار پائیں گے اور وہ حق سننے سے بہرہ ہوجائیں گے اور حق دیکھنے سے اندھے ہوجائیں گے۔

چند روایات

بصائر الدرجات میں عبداللہ بن سنان کی زبانی منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے حوض کے متعلق سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ حوض ''بصرہ'' سے ''صنعاء'' تک تا حد نظر وسیع ہوگا۔ (واضح رہے کہ بصرہ ملک شام کا ایک شہر ہے اور صنعاء یمن کا شہر ہے) کیا تم اسے دیکھنا پسند کرو گے؟

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ ایک جگہ پہنچ کر آپؑ نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ اس کے بعد سارا منظر ہی بدل گیا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک ایسے دریا پر کھڑا ہوا محسوس کیا جس کے کنارے تک دکھائی نہ دیتے تھے۔ وہ دریا کسی جزیرہ سے مشابہت رکھتا تھا۔ میں امام علیہ السلام کے پہلو میں کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ اس کے دونوں طرف دودھ دکھائی دیتا تھا۔ درمیان میں یاقوت سے زیادہ سرخ شرابِ طہور دکھائی دیتی تھی۔ میں نے اس پانی، دودھ اور شرابِ طہور سے زیادہ حسین چیز آج تک نہیں دیکھی تھی۔

میں نے عرض کیا: یہ کہاں سے جاری ہو رہا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ان چشموں سے پھوٹ رہا ہے جن کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے: ان میں سے ایک چشمہ پانی کا ہے، ایک چشمہ دودھ کا ہے اور ایک چشمہ شرابِ طہور کا ہے اور وہ سب آ کر اس میں گرتے ہیں۔ اس حوض کے کنارے حسین درخت تھے اور ان کے ساتھ خوبصورت حوریں تھیں اور ان کے ہاتھ میں جام تھے۔

امام علیہ السلام نے ایک حور کو اشارہ کیا۔ اس نے جھک کر جام بھرا اور امام علیہ السلام کے حضور پیش کیا۔ آپؑ نے کچھ خود نوش کیا اور کچھ مجھے عطا کیا۔ میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار مشروب آج تک نہ تو دیکھا تھا اور نہ پیا تھا اور اس میں شراب کے تین رنگ کا جھلک رہے تھے۔

میں نے تعجب سے کہا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ معاملہ اس شان کا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تو ہمارے شیعوں کے لیے کم از کم اجر ہے۔ جب مومن کی وفات ہوتی ہے تو اس کی روح پرواز کر کے اس نہر پر پہنچ جاتی ہے وہ ان باغات میں رہائش پذیر ہوتی ہے اور اس مشروب سے اس کی تواضع کی جاتی ہے۔ اور جب ہمارا دشمن مرتا ہے تو اس کی روح ''برہوت'' میں بھیجی جاتی ہے۔ اسے وہاں عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسے پینے کے لیے ایسا گرم اور کھولتا ہوا پانی فراہم کیا جاتا ہے جس سے اس کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں اور اسے کھانے کے لیے ''زقوم'' پیش کیا جاتا ہے۔ دوزخ سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ طلب کرو۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ رب العالمین نے قسم کھا کر یہ عہد کیا ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا تو خداوند عالم اس شراب کی مقدار میں اسے دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلائے گا اور جو شخص اپنے غلام یا کسی غیر ممیز بچے کو شراب پلائے گا تو قیامت کے دن اسے اتنی ہی مقدار میں دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جو شخص کوئی بھی نشہ آور مشروب پیئے گا یا کسی غیر ممیز بچے کو پلائے گا تو میں اسے دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا۔ خواہ بعد میں اس کی بخشش ہی کیوں نہ ہو جائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو جس کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو اسے حق سننے اور حق سمجھنے کی صلاحیت عطا کر دیتا ہے اور جس کی بھلائی اسے مطلوب نہ ہو تو اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ وہ حق سننا پسند نہیں کرتا اور حق سمجھنا اسے گوارا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا: حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ''جب وہ آپؐ کے پاس سے نکلتے ہیں تو وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے کہ اس نے ابھی ابھی کیا کہا ہے۔

یہ وصف منافقین کا ہے اور ان کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے''۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جب آنحضرتؐ ہمارے سامنے وحی الٰہی کی تلاوت کرتے تھے تو میں اور آپ کے مخلص صحابہ اسے اچھی طرح سے یاد کر لیتے تھے اور جب دربار رسالت سے باہر آتے تھے تو کچھ لوگ ہم سے پوچھتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی ابھی کہا تھا۔

الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟

آپؐ نے فرمایا: جب لوگ ستاروں کی چالوں پر ایمان رکھیں گے اور تقدیر الٰہی کی تکذیب کریں گے۔

علاماتِ قیامت

علل الشرائع اور الکافی میں مذکور ہے کہ رسولِ خدا نے عبداللہ بن سلام کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے یہ کلمات بھی

G42

ارشاد فرمائے تھے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے دھکیل کر مغرب میں لے جائے گی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: فالج اور اچانک موت کا پھیل جانا بھی علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرتؐ کے ساتھ تھے اور ہم نے آپؐ کے ساتھ حج کے مناسک ادا کیے تھے۔

آنحضرتؐ نے درِ کعبہ کی زنجیر کو پکڑا اور ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت سلمان باقی لوگوں کی بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا میں تمھیں علاماتِ قیامت کی خبر نہ دوں؟

تمام حاضرین نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: قیامت کی علامات میں نمازوں کا ضائع کرنا اور خواہشات کی پیروی کرنا اور دولت مندوں کی تعظیم اور دین کو دنیا کے عوض فروخت کرنا شامل ہے۔

اس وقت مومن کا دل اس کے سینہ میں پگھل جائے گا جیسا کہ نمک پانی میں تحلیل ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مومن برائیاں دیکھ رہا ہوگا لیکن وہ انھیں بدلنے کی قدرت نہ رکھتا ہوگا۔

سلمان نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس وقت حکام ظالم ہوں گے اور وزیر فاسق ہوں گے اور حکومتی عملدار ظالم ہوں گے اور حکومت کے مقرر کردہ امین خائن ہوں گے۔

سلمان نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا وقت بھی آئے گا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب عورتیں حکومت کریں گی اور کنیزوں سے مشورے لیے جائیں گے اور لڑکے بالے منبروں پر ہوں گے۔ جھوٹ کو فن سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کو تاوان تصور کیا جائے گا اور مالِ فَے کو غنیمت سمجھا جائے گا۔ اس وقت لوگ ماں باپ پر ظلم کریں گے اور اپنے دوستوں سے بھلائی کریں گے اور اس وقت دم دار ستارہ طلوع کرے گا۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا وقت بھی آئے گا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ وقت ہوگا جب بیوی اپنے شوہر کے ساتھ تجارت میں شریک ہوگی اور طوفانی بارشیں نازل ہوں گی اور غریب و مفلس انسانوں کو حقیر اور پست سمجھا جائے گا۔ اس وقت دکاندار کی یہ حالت ہوگی کہ خرید وفروخت کے باوجود بھی وہ یہ کہتے دکھائی دیں گے کہ مجھے تو کچھ بھی منافع حاصل نہیں ہوا اور وہ اللہ کا شکوہ کریں گے۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب ان پر ایسی اقوام حکومت کریں گی کہ اگر یہ لوگ کچھ بولیں گے تو وہ انہیں جان سے ماردیں گے اور اگر خاموش رہیں گے تو وہ انھیں لوٹتے رہیں گے اور بیت المال میں سے انھیں کچھ نہ دیں گے اور ان کی عصمتوں کو پامال کریں گے اور ان کے خون بہائیں گے۔ لوگ ان کے ظلم و جور سے سہمے سہمے ہوئے ہوں گے۔

سلمان نے عرض کیا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں میری جان ہے، یہ وہ وقت ہوگا جب ایک مصیبت مشرق سے نازل ہوگی اور ایک مصیبت مغرب سے نازل ہوگی اور وہ میری اُمت کو بدل کر رکھ دے گی اور میری اُمت کے کمزور لوگ اس سے سخت مصیبت اٹھائیں گے۔ خدا کی طرف سے ان پر ہلاکت ہو جو چھوٹوں پر رحم نہ کریں گے اور بڑوں کا ادب نہ کریں گے اور کسی گناہ گار کو معاف نہ کریں گے۔ ان کے اجسام انسانوں جیسے ہوں گے جب کہ ان کے دل شیاطین کے سے ہوں گے۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا وقت بھی آئے گا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب مرد، مردوں سے جنسی تسکین حاصل کریں گے اور عورتیں، عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کریں گی۔ جنسی تسکین کے لیے لڑکوں پر حملے کیے جائیں گے۔ مرد عورتوں کا حلیہ اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کا حلیہ اختیار کریں گی اور عورتیں گھڑسواری کریں گی۔ میری اُمت کی ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ وہ وقت ہوگا

جب یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کی طرح سے مساجد کو مزین کیا جائے گا اور قرآن کریم کے نسخوں کو زیور پہنائے جائیں گے۔ اس وقت مساجد کے مینار بلند ہوں گے، صفیں بکثرت ہوں گی اور دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض ہوگا اور ہر شخص کے مفادات دوسرے سے متصادم ہوں گے۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا وقت بھی آئے گا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ وہ وقت ہوگا جب میری اُمت کے مرد سونے کے زیورات سے اپنے آپ کو مزین کریں گے اور حریر و دیباج پہنیں گے اور چیتے کی کھالیں لے کر انھیں اپنا فرش بنائیں گے۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے یہ وہ وقت ہوگا جب زنا عام ہو جائے گا۔ غیبت اور رشوت کا دور دورہ ہوگا، دین کو حقیر سمجھا جائے گا اور دنیا کو محترم گردانا جائے گا۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے دستِ مشیت میں میری جان ہے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب طلاق کی شرح بڑھ جائے گی اور حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا جائے گا۔ خدا کو کوئی بھی نقصان نہ دے سکے گا۔ اس وقت آلاتِ موسیقی اور غنا کے آلات عام ہوں گے اور میری اُمت کے بدترین لوگ حکومت کریں گے۔

سلمان نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے یہ وہ وقت ہوگا جب دولت مند افراد سیر و سیاحت کی نیت سے حج پر جائیں گے اور متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کی غرض سے حج کریں گے اور غریب و مفلس افراد ریاکاری اور شہرت کی غرض سے حج کریں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کا مقصد ان کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوگا۔ وہ گا گا کر قرآن پڑھیں گے اور اس وقت لوگ دین کا علم حاصل کریں گے لیکن اللہ کی رضا مقصود نہ ہوگی۔ اس وقت حرام زادوں کی کثرت ہوگی اور قرآن کو موسیقی کے انداز میں پڑھیں گے اور دنیا پر جھپٹیں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں، سلمان! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہ وقت ہوگا

جب حُرمتوں کو پامال کیا جائے گا اور گناہ بڑھ جائیں گے اور بُرے لوگ نیک لوگوں پر مسلط ہوں گے، جھوٹ کو عروج حاصل ہوگا۔ جھگڑے عام ہوں گے اور افلاس کی حکمرانی ہوگی اور کپڑوں پر ناز کیا جائے گا اور بے وقتی بارشیں ہوں گی اور شطرنج کو اچھا سمجھا جائے گا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بُرا سمجھا جائے گا۔ اس زمانے میں مومن کو ایک باندی سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔ اس وقت کے قاری اور عابد ایک دوسرے کو ملامت کرتے دکھائی دیں گے۔ انھیں آسمانی ملکوت میں رجس ونجس کے الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ اس وقت دولت مندوں میں اتنی کنجوسی پائی جائے گی کہ ایک غریب دو جمعوں کے مابین لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرے گا لیکن اس کی تلی پر کوئی کچھ بھی نہ رکھے گا۔

اس وقت زمین دھنسنے کے واقعات پیش آئیں گے۔ پھر کچھ عرصہ بعد زمین اپنے تمام مدفون خزائن اُگل دے گی۔ پھر آپ نے ستونوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ایسے ستونوں کی طرح سے سونا چاندی باہر آ جائے گا لیکن اس دن سونا چاندی کوئی فائدہ نہ دیں گے۔

شیخ مفیدؒ نے روضۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی کچھ علامات یہ ہیں:

① علم اٹھا لیا جائے گا ② جہالت کا غلبہ ہوگا ③ شراب نوشی عام ہوگی ④ زنا معاشرہ میں پھیل جائے گا ⑤ مرد کم ہوں گے ⑥ عورتیں اتنی زیادہ ہوں گی کہ پچاس عورتوں کے مقابلہ میں ایک مرد ہوگا۔

تہلیل واستغفار کا ثواب

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: استغفار اور لا الٰہ الا اللہ کہنا افضل ترین عبادت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ''جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت نہیں ہے اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرو''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی سے بڑھ کر کسی بھی چیز کا ثواب نہیں ہے۔ کوئی چیز اللہ کے مساوی نہیں ہے اور کوئی اس کے معاملات میں شریک نہیں ہے۔

آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک درخت کاشت

کیا جاتا ہے اور جہاں وہ درخت اُگے گا وہ جگہ سفید مُشک کی ہوگی جو کہ شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سفید اور مُشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔

یاد رکھو! بہت عبادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور بہترین عمل استغفار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بدزبانی سے بولتا تھا اور مجھے ڈر ہے کہ یہ بدزبانی مجھے دوزخ میں لے جائے گی۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: تم استغفار کا سہارا کیوں نہیں لے لیتے۔ میں روزانہ ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پہچان رکھ کر مرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ جب امام علی رضا علیہ السلام مامون کی دعوت پر مدینہ سے روانہ ہوئے اور نیشاپور پہنچے تو نیشاپور کے علماء اور عوام نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اس وقت محدثین نے عرض کیا: مولا! آپ ہمیں اپنے نانا جان کی کوئی حدیث سنائیں تاکہ ہم اس سے مستفید ہوسکیں۔

اس وقت آپ عماری میں بیٹھے تھے۔ آپؑ نے عماری سے سر باہر نکالا اور فرمایا: میں نے یہ حدیث اپنے والد موسیٰ کاظمؑ سے سنی، انھوں نے یہ حدیث اپنے والد جعفر صادق سے سنی، انھوں نے یہ حدیث اپنے والد محمد باقرؑ سے سنی، انھوں نے یہ حدیث اپنے والد زین العابدین علیہ السلام سے سنی، انھوں نے یہ حدیث اپنے والد حسینؑ بن علیؑ سے سنی، انھوں نے یہ حدیث اپنے والد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ سے سنی، انھوں نے کہا: میں نے یہ حدیث حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی، انھوں نے فرمایا: میں نے جبریل امینؑ سے یہ حدیث سنی، جبریلؑ نے یہ بات اللہ تعالیٰ سے سنی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا تو وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔

پھر جب آپؑ کی سواری روانہ ہونے لگی تو آپؑ نے پکار کر فرمایا: لا الہ الا اللہ کی بھی کچھ شرائط ہیں اور ان شرائط میں مَیں بھی شامل ہوں۔

امام علی رضا علیہ السلام سے اسی اسناد کے ساتھ ایک اور حدیث منقول ہے، البتہ اسناد میں کچھ فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ فرماتے ہیں کہ میں نے جبریلؑ سے سنا اور جبریلؑ کہتے ہیں کہ میں نے میکائیلؑ سے سنا اور میکائیلؑ نے کہا میں نے اسرافیل سے اور اسرافیلؑ نے لوح سے، لوح نے قلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

ولایة علی بن ابی طالب حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی

''علی بن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: توحید نصف دین ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کا انجام اللہ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی پر ہوگا وہ شخص نجات حاصل کرے گا۔

عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ایک ستون سرخ یاقوت کا پیدا کیا ہے جس کا آخری سرا عرش کے نیچے ہے اور اس کا نیچے والا سرا ساتویں زمین کے نیچے مچھلی کی پشت پر ہے اور جب کوئی بندہ ''لا الہ الا اللہ'' کہتا ہے تو عرش کانپ اٹھتا ہے اور وہ ستون لرزنے لگ جاتا ہے اور مچھلی لرزنے لگ جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دیتا ہے کہ ٹھہر جا۔

عرش سے آواز آتی ہے: مالک! میں کیسے قرار پکڑوں ابھی تک تو تو نے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے والے کی مغفرت نہیں کی ہے!!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے آسمان کے رہنے والو! گواہ رہنا میں نے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے والے کی مغفرت کی ہے۔

کتاب الخصال میں ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمانوں کے تالے کیا ہیں اور چابیاں کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: شرک آسمانوں کا تالا ہے، یعنی مشرک کا کوئی عمل آسمان تک نہیں پہنچتا اور اس کی چابی لا الہ الا اللہ ہے، یعنی جب کوئی شخص اللہ کی توحید کا اقرار کر لیتا ہے تو اس کے اعمال آسمان کی طرف بلند ہونے لگتے ہیں۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اخلاص سے لا الہ الا اللہ کہا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کا اخلاص یہ ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ سے خدا کی حرام کردہ چیزوں سے روک لے۔

علل الشرائع میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو حنیفہ سے فرمایا: وہ کون سا کلمہ ہے

جس کی ابتدا کفر اور انتہا ایمان ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ لا الٰہ کفر ہے اور جب اس کے بعد الا اللہ پڑھا جاتا ہے تو وہ ایمان بن جاتا ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ کے متعلق ابوحاتم کا قول یہ ہے کہ کیا تم سے اس کے علاوہ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ تم زمین پر حکومت حاصل کرلو تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور قطع رحمی کرو۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ حضرت علیؑ کے ایک سیاسی حریف نے ان سے ملاقات کی اور کہا: آپ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ (القلم، آیہ ۵) کی آیت پڑھ کر مجھ پر اور میرے ساتھی پر طنز کرتے ہو؟

آپؑ نے فرمایا: سنو! اللہ نے بنی اُمیہ کے متعلق فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ کی آیت نازل فرمائی ہے۔

اس شخص نے کہا: بنی اُمیہ آپ کی بہ نسبت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے لوگ ہیں لیکن آپ کو بنی تیم، بنی عدی اور بنی اُمیہ سے عداوت ہے۔

اُصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

فرزند! قطع رحمی کرنے والے کی دوستی سے پرہیز کرنا، میں نے اللہ کی کتاب کے اندر تین مقامات پر اسے ملعون پایا ہے۔ ان میں سے ایک آیت یہ ہے جو کہ سورۂ محمد میں ہے: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝

کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ موجود ہوں تو وہ دنیا ہی میں ان کا وبال دیکھ کر مرتا ہے اور وہ ہیں بغاوت، قطع رحمی اور جھوٹی قسم ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین افراد جنت میں نہیں جائیں گے: شراب کا رسیا، جادوگر اور قطع رحمی کرنے والا۔

ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب علم ظاہر ہو اور عمل غائب ہو، زبان سے محبت کا اظہار ہو اور دلوں میں نفرت ہو اور رشتے توڑے جائیں تو ایسے

لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور انھیں حق کے سننے اور دیکھنے سے بہرا اور اندھا بنا دیتا ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۙ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۙ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن

سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

”کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا پھر ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ یقیناً وہ لوگ جو ہدایت واضح ہونے کے بعد اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ دراصل شیطان نے ان کے لیے ان کی خواہشات کو آراستہ کیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر دیا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے خدا کی نازل کردہ باتوں کو ناپسند کرنے والوں سے یہ کہا کہ کچھ معاملات میں ہم تمھاری اطاعت کریں گے۔ اللہ ان کی ان رازدارانہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور پشت پر مسلسل مار رہے ہوں گے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ان باتوں کی پیروی کی ہے جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی رضا کا راستہ پسند نہ کیا تو اللہ نے ان کے تمام اعمال برباد کر دیے۔ کیا

وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں میں چھپے ہوئے کینے اور کدورت کو ظاہر نہ کرے گا؟

اگر ہم چاہیں تو تمھیں وہ لوگ تمھاری آنکھوں کے سامنے دکھا دیں اور آپ ان کے چہروں کے اُتار چڑھاؤ سے ہی انھیں پہچان لیں اور ان کے اندازِ تکلم سے تو آپ انھیں ضرور پہچان لیں گے۔ اللہ تمھارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

اور ہم ضرور تمھیں آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں اور ہم تمھارے حالات کو اچھی طرح سے جانچیں گے۔

یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے اور اللہ کی راہ سے روکا اور ہدایت واضح ہونے کے بعد رسولؐ سے جھگڑا کیا تو وہ لوگ خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ عنقریب اللہ ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا۔

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور تم رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا۔ پھر کفر کی حالت میں ہی مرے تو اللہ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

تم کمزوری کا مظاہرہ نہ کرو اور صلح کی درخواست نہ کرو، تم ہی غالب اور سربلند ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ دنیاوی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہ کرے گا۔ اور اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کر لے اور سب کا سب تم سے مانگ لے تو تم بُخل کرو گے اور وہ تمہارے کھوٹ ظاہر کر دے گا۔

تم لوگوں کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو اس پر تم میں سے کچھ لوگ بخل کر رہے ہیں حالانکہ جو بُخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے ہی بخل کرتا ہے۔ اللہ تو غنی

ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیر لو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے"۔

محاسن برقی میں سلیمان بن خالد سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

سلیمان! خدا نے تمہیں دل اور کان دیئے ہیں اور جب خدا کسی بندے کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کے کان کھول دیتا ہے اور جب اسے کسی بندے کی بھلائی مطلوب نہ ہو تو اس کے دل کے کانوں پر مہر لگا دیتا ہے اور وہ کبھی بھی صحیح نہیں ہوتا۔ اسی بات کو اللہ نے اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا کی آیت میں بیان کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۠

بات یہ ہے کہ انہوں نے ان باتوں کی پیروی کی ہے جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہیں ان لوگوں نے اللہ کی رضا کا راستہ ناپسند کیا ہے اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اس آیت کے مصداق بنی اُمیہ ہیں کیونکہ انہوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت کو ناپسند کیا ہے۔

روضۃ الواعظین میں شیخ مفید لکھتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت علی علیہ السلام سے نفرت کی ہے۔ جب کہ اللہ نے آپ کی ولایت کو روزِ بدر، روزِ حنین، بطنِ نخلہ، روزِ ترویہ اور روزِ عرفہ نازل کیا تھا اور جس حج سے رسول اکرمؐ کو روکا گیا تھا اس دوران حضرت علیؑ کے متعلق خدا نے پندرہ آیات نازل کی تھیں۔ علاوہ ازیں اللہ نے جحفہ اور خُم میں بھی آپ کے متعلق آیات نازل کی تھیں۔

الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی رضامندی کو تلاش کرے گا تو اس کی تعریف کرنے والا بھی اس کی مذمت کرے گا اور جو لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اللہ کی رضا تلاش کرے گا تو اللہ اسے اس کے ہر دشمن کی دشمنی، ہر حاسد کے حسد اور ہر باغی کی بغاوت سے محفوظ رکھے گا اور اللہ اس کا مددگار اور پشت پناہ ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسولؐ خدا کا یہ فرمان روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو اللہ کو ناراض کر کے کسی حاکم کو راضی کرے گا تو وہ دین اسلام سے خارج ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص اللہ کو ناراض کر کے انسانوں کی رضامندی کو تلاش کرے تو اس کی تعریف کرنے والا بھی

اس کی مذمت کرے گا۔

اللہ کی ناراضگی کا مفہوم

شیخ صدوق کتاب التوحید میں رقم طراز ہیں کہ ایک زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا خدا راضی اور ناراض بھی ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، لیکن اس میں وہ کیفیت نہیں پائی جاتی جو مخلوق میں پائی جاتی ہے کیونکہ رضا اور ناراضگی دو علیحدہ علیحدہ صفات ہیں اور دونوں کی وجہ سے حالت بدل جاتی ہے۔ رضامندی کی حالت اور ہوتی ہے اور ناراضگی کی حالت و کیفیت اور ہوتی ہے اور یہ صفت عاجز و محتاج مخلوق کی ہے۔ جب کہ اللہ کی مخلوق سے کوئی حاجت وابستہ نہیں ہے۔ جب کہ تمام مخلوق اس ذات بابرکات کی محتاج ہے۔ عزیز و رحیم خدا کسی بھی چیز میں اپنی مخلوق کا محتاج نہیں ہے جب کہ تمام مخلوق اپنی تخلیق اور بقا کے لیے اس کی محتاج ہے۔ اس نے تمام مخلوق کو کسی احتیاج و سبب کے بغیر پیدا کیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: کیا اللہ میں بھی رضا اور ناراضگی پائی جاتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن اس میں مخلوق کے اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور اس میں مختلف کیفیات پیدا نہیں ہوتیں کیونکہ وہ کیفیات کا خالق ہے، وہ کیفیات سے پاک ہے۔ اللہ کی رضا کا مقصد ثواب عطا کرنا ہے اور اس کی ناراضگی کا مقصد کسی پر عذاب نازل کرنا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ناراضگی اسے ہیجان میں لے آئے اور اس کی حالت کو تبدیل کر دے۔ یہ صفت عاجز مخلوق کی ہے۔ غالب و رحیم اللہ کی نہیں ہے۔ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ جب کہ پوری کائنات اس کی محتاج ہے۔

کتاب الخصال کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ نے اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں مضمر رکھا ہے۔ اسی لیے کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھو۔ ممکن ہے وہی نیکی اس کی رضا کا سبب بن جائے اور اللہ نے اپنی ناراضگی کو اپنی نافرمانی میں مضمر رکھا ہے، لہٰذا نافرمانی کو کبھی بھی حقیر نہ سمجھو ممکن ہے کہ تم جسے حقیر سمجھ کر اس کا ارتکاب کرو وہ خدا کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔

کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوعبیدہ سے فرمایا: ابوعبیدہ! تمام لوگوں کے ساتھ بااخلاق طریقہ سے پیش آؤ اور اعمال میں ان کے ساتھ شراکت نہ کرو۔ ہمارے اندر اس شخص کو اس وقت تک عقل مند نہیں سمجھا جاتا جب تک وہ لوگوں کے انداز گفتگو سے ان کی شخصیت کو نہ سمجھ لے۔

امالی طوسی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں ہمیشہ کہا کرتا تھا: المرء مجنوء تحت لسانه

انسان کی شخصیت کا اندازہ اس کی گفتگو سے کیا جاتا ہے اور ہر انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ولتعرفنهم في لحن القول کہہ کر میری بات کی تصدیق کی ہے۔

مجمع البیان میں حضرت ابوسعید خدری کی زبانی منقول ہے کہ "لحن القول" سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کا بغض مراد ہے اور ہم عہدِ رسولؐ میں منافقین کو علیؑ کے بغض کی وجہ سے پہچانا کرتے تھے۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے بھی یہی کلمات منقول ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت انصاری کا قول ہے کہ ہم اپنی اولاد کا امتحان محبتِ علی سے لیا کرتے تھے اور جب ہم کسی کو دیکھتے کہ اسے علیؑ سے محبت نہیں ہے تو ہم جان لیتے تھے کہ اس کی ماں نے خیانت کی ہے۔

انس بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد عہدِ رسولؐ میں کوئی منافق پوشیدہ نہیں رہا تھا۔

اپنے اعمال باطل نہ کرو

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو"۔

کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی شخص الحمدللہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ایک درخت کاشت کر دیتا ہے اور جب کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو بھی اس کے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے اور جب کوئی اللہ اکبر کہتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت میں ایک درخت کاشت کر دیتا ہے۔

قریش کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! پھر تو جنت میں ہمارے بہت زیادہ درخت ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ آگے کے شعلے بھیج کر انھیں جلا نہ ڈالو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

قوله تعالىٰ: فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ

"تم نہ تو کمزوری کا مظاہرہ کرو اور نہ ہی صلح کی درخوست کرو، تم ہی غالب و سربلند ہو، اللہ تمھارے ساتھ ہے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اس آیت نے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (الانفال، آیہ ۶۱) (اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں) کی آیت کو منسوخ کر دیا تھا۔

اسلام کو خادموں کی کمی نہیں ہوگی

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

"اور اگر تم منہ پھیر لو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے"۔

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم نے ولایتِ علیؑ سے اعراض کیا تو اللہ علیؑ کی محبت کے لیے ایک اور قوم کو لے آئے گا جو تمہاری طرح سے علیؑ کے دشمن نہیں ہوں گے اور تمہاری طرح سے آلِ محمدؐ پر ظلم و ستم نہیں کریں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس قوم سے آزاد کردہ غلاموں کی نسل مراد ہے۔

مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ کے صحابہ نے آپ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ قوم کون سی ہے جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے؟ اس وقت سلمان فارسی رسول اکرمؐ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔

آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ سلمان کی ران پر مار کر فرمایا: یہ اور اس کی قوم، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر ایمان ثریا ستارے سے بھی معلق ہو جائے تو بھی فارس کے لوگ اسے وہاں سے لے آئیں گے۔

ابوبصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اہلِ عرب کو یہ دھمکی دی تھی:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

چنانچہ اللہ خدمتِ اسلام کے لیے آزاد کردہ غلاموں کو لے آیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے عورتوں سے بہتر اسلام کو خادم عطا کیے ہیں اور وہ آزاد کردہ لوگ ہیں۔

●......●......●